اوم

ویدانو وچن

مصنّفہ

عالیجناب باوا اگینا سنگھ صاحب بیدی انجہانی آتم درشی
وکیل ریاست کپورتھلہ پنجاب

جسکو

شریمان سوامی نارائن جی صاحب شاگرد رشید
شریمان سوامی رام تیرتھ جی مہاراج انجہانی نے
بعد بہت تصحیح و ترمیم کے
سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن فنڈ سے

باہتمام و انصرام محمد سعید الدین مینیجر

سنہ ۱۹۱۶ع

[illegible]

بار سوم تعداد ۱۰۰۰

تمہید بار دوم

(از قلم سوامی نارائن شاگرد شریمان سوامی رام تیرتھ ایم اے آنجہانی)

قریب دس سال کا عرصہ گذرا کہ جب سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کو جو اُن دنوں گرہستھ آشرم میں شریمان گوسوامی تیرتھ رام ایم اے کے نام سے مشہور تھے کتاب ہذا کی تعریف سننے کا اتّفاق ہوا۔ چونکہ یہ تعریف انہوں نے ایک اپنے نیک دل سچے دوست اور بھارت دھرم مہا منڈل کے مشہور اُپدیشک کی زبان سے سنی تھی لہذا اس کتاب کے دیکھنے کا سوامی جی ممدوح کو ازحد شوق ہُوا۔ جب اِس طرح اشتیاق کی آگ بھڑکی اور سوامی جی اسکے ڈھونڈنے اور پڑھنے کے درپے ہُوئے تو پھر پنڈت صاحب نے ہی کہ جنہوں نے کتاب ہذا کے قلمی نسخہ کو اپنے پاس دو تالوں میں محفوظ کر رکھا تھا بمشکل تمام قلیل عرصہ کے لئے برائے مطالعہ اُسے دیدیا۔

ابھی یہ کتاب آدھی بھی ختم ہونے پائی تھی کہ اس کے مطالعہ سے سوامی جی کے قلب میں حقیقی آنند کا سمندر اُمنڈنے لگا اور ہمدردیٔ عام دل میں جوش مارنے لگی۔ اُن سے نہ رہا گیا کہ وہ اکیلے ہی اِس بے بہا خزانہ سے محظوظ ہوں اور دُوسروں کو اِس سے بے بہرہ دیکھیں بلکہ مارے خوشی کے

اُن کا محظوظ دِل بڑے زور سے یوں لہرانے لگا کہ اِس بیش بہا کتاب کو جھٹ طبع کرا کر طالبانِ حق کی پیشِ نظر کیا جائے ٭

منتہٰ مجسّم دِل یوں ترنگیں اُٹھا رہا تھا کہ جھٹ خبر آئی کہ یہ قلمی نسخہ پھگواڑہ میں مِل سکتا ہے۔ آپ محض اِس نسخہ کے لئے پھگواڑہ میں تشریف لے گئے۔ اور ویدانت کے سچے بھگت و مہربان دوست دیوان ہری چند صاحب بہادر سابق کلکٹر وحال ممبر کونسل ریاست کپور تھلہ سے اِسے برائے اشاعت ہمراہ لے آئے۔ اُنہی دنوں میں سوامی جی کے دستِ مبارک سے رسالۂ الف بھی جاری تھا اور اُس رسالہ کے انتظام وغیرہ کی خدمت راقم کے سپرد تھی۔ دریں اثناء اِس نسخہ کو بھی پڑھنے کا موقعہ مِل گیا ٭

ابھی اِس منتہٰ مجسّم رسالہ کے دو نمبر بھی چھپنے نہ پائے تھے کہ گیان کی لالی رام کے قلب کے اندر نہ سما سکی بلکہ پھوٹ پھوٹ کر باہر شعلہ زن ہوئی یعنی مہاراج رام اب لکھنے پڑھنے کی پابندی سے آزاد ہو گئے اور محض دس گز زمین پر جم کر بیٹھنا اُن کے لئے دوبھر ہو گیا۔ اِس لئے رنگے ہوئے دِل سے بے بس ہوئے رام جنگلوں کو پدھارے۔ اور نارائن کو بھی الف کا جھنڈا ساتھ لئے اُنکے ہمرکاب رہنے کا حکم نازل ہوا۔ لہٰذا یہ قلمی نسخہ نارائن یا رام مہاراج کی موجودگی میں نہ چھپ سکا۔ بلکہ بابو ہر لعل صاحب کالیتھ لاہور کو برائے طبع دیا گیا۔ جنہوں نے بخوشی تمام اِس اہم کام کو اپنے ذمہ لے لیا ٭

مگر بدقسمتی سے یہ کتاب ایسی تنگدلی لاپرواہی سے طبع ہوئی کہ ماسوائے ہزارہا غلطیوں کے آٹھ سے زیادہ صفحوں کا مضمون طبع ہونے سے رہ گیا۔ اور کاتب و مقابلہ کرنے والے کی لاپرواہی سے کئی فقرہ کے فقرہ کہیں

کہیں آدھے کہیں اُلٹ پلٹ اور کہیں بالکل غلط چھپے۔ اور کاغذ کتاب اور لکھائی چھپائی بھی اس قدر بھدّی کہ کسی کا دِل بھی اُس کے پڑھنے کے لئے راغب نہ ہو۔ جب یہ کتاب ایسی بُری حالت میں چھپی ہُوئی سوامی رام کے پاس بطور تحفہ کے پہنچی تو کتاب کھولتے ہی سوامی جی کے دِل کی تہ تک صدمہ لگا۔ ع

دِل ہی تو ہے نہ سنگ و خِشت درد سے بھر نہ آئے کیوں؟

جب بیاس آشرم (براہِ بدری ناراین) میں سوامی جی کو اسکے دوبارہ دیکھنے اور پڑھنے کا اتفاق ہُوا تو نارائن اُس وقت خدمت میں حاضر موجود تھا۔ لمبی آہ بھر کر سوامی جی فرمانے لگے کہ "وہائے! اس بے بہا رتن کا کیسا بُرا حال و مُنہ کالا کردیا گیا ہے"۔ یعنی اس قدر اعلیٰ کتاب اور ایسی غلط و گندی چھپائی سے شائع ہُوئی ہے کہ ہر ایک اس کے مطالعہ سے متنفر ہو جائے اور بجائے اِس سے کچھ فائدہ اُٹھانے کے اُلٹا تنگ آکر اسے ویسٹ پیپر باسکٹ (ردّی کے ٹوکرے) میں پھینک دے۔ جُوں جُوں سوامی جی اِس طبع شُدہ جلد کو پڑھتے گئے تُوں تُوں صفحہ و فقرہ پر کالی لکیریں مارتے گئے اور صفحے کے صفحے بالکل غلط دیکھ کر پھاڑتے گئے۔ آخرش جب غلطیوں پر قلم پھیرتے پھیرتے تھک گئے یا تنگ آگئے تو نارائن سے یُوں مخاطب ہُوئے کہ "دیکھو اِس نہایت مفید کتاب کا گلا گھونٹا گیا ہے اور غفلت و لاپروائی سے قریب المرگ کردی گئی ہے۔ کیا تُم میں کوئی یا نارائن خود اس بیچاری کی فریاد سُنے گا؟ یہ کنایہ و فرمانِ رام سُنتے ہی دست بستہ عرض کی گئی کہ موقع پاکر نارائن اِن تمام شکایات کو حتی المقدور رفع کردے گا۔

چونکہ راقم بعد اس حکم یا اشارہ پانے کے پہاڑوں میں ہی برائے خدمت سوامی جی کے ہمرکاب رہا اور پھر سوامی جی کے اپنے حقیقی دھام کو مراجعت کرنے کے بھی بہت مدت جنگلوں میں ایکانت سیون کرتا رہا۔اس لئے اشاعت ثانی کا جلد تردّد نہ ہو سکا۔اور ماسوائی اس کے اس کتاب کا حقِ تالیف بابو ہرلعل صاحب نے اپنے نام درج رجسٹر کرا رکھا تھا۔اور بغیر بابو صاحب کی اجازت کے اس کا طبع کرانا غیر واجب اور خلافِ قانون تھا۔لہذا اجازت کے لئے خط و کتابت میں کچھ عرصہ گذر گیا۔خوش قسمتی سے بابو صاحب نے بڑی فراخدلی سے اسکے دوبارہ طبع کرانے کی اجازت دیدی۔اور یہاں تک حوصلہ افزائی کی کہ اس کتاب کے قلمی نسخہ کو جو سوامی جی نے برائے اشاعت اُنکے حوالہ کر رکھا تھا شوق سے برائے مقابلۂ کتاب اپنے خط کے ساتھ بھیجدیا۔اور آیندہ کے لئے اشاعت سابقہ کے حقِ تالیف سے تحریراً دست بردار ہو گئے ॥

جو قلمی نسخہ بابو ہرلعل صاحب سے موصول ہوا وہ پانی سے بھیگ جانے کے سبب خراب شدہ جا بجا سے چپکا ہوا اور پھٹا ہوا تھا جس سے صاف صاف پڑھا نہیں جاتا تھا۔لہذا دیوان ہری چند صاحب جنکو باوا سنگھ صاحب کی تقریباً تمام تصانیف خود مصنف صاحب سے پڑھنے و سُننے کا اور اُن کی دِل بھر کر سنگت (صحبت) کرنے کا فخر حاصل تھا اور جن سے سوامی جی ممدوح کو یہ قلمی نسخہ برائے اشاعت پہلے ملا تھا اُن سے ایک نئی صاف لکھی ہوئی کاپی کے لئے درخواست کی گئی جو فی الفور بڑے تپاک سے منظور ہوئی۔اور دیوان صاحب نے بڑے شوق سے اپنے نج کے استعمال کی کاپی مرحمت فرمائی بلکہ یہاں تک

مدد دی کہ کتاب کے شائع ہونے کے بعد نظر ثانی کرنی منظور فرمائی۔ تاکہ اگر کوئی غلطی اتفاقیہ رہ جائے تو علیحدہ غلط نامہ بنا کر اُس میں درج کی جائے ۔ علاوہ اسکے دیوان صاحب ممدوح نے اشارت فرمائی کہ باوا نگینا سنگھ صاحب کے نہایت لائق و دیانت سے ماہر شاگرد رائے ہرنراین صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب و حال ہوم منسٹر ریاست کشمیر جو باوا صاحب کے باقاعدہ صحبت و تعلیم سے ممتاز و فخریاب تھے اور کتاب ہذا کی رُوح رواں سے خوب واقف تھے اُن سے اِس کتاب کی تمہید و دیباچہ لکھوایا جائے۔ چنانچہ انکی خدمت میں عرض کیا گیا اور رائے صاحب نے بسروچشم دیباچہ و تمہید تحریر کرنے کا وعدہ فرمایا ۔ مگر رائے صاحب اپنی ملازمت کے اہم کام میں کچھ ایسے مصروف رہے کہ باوجود بارہا تاکیدوں کے سال بھر تک آپ دیباچہ نہ لکھ سکے۔ اور شروع سال ۱۹۱۰ء میں آپ سے دیباچہ و تمہید ہردو مکمل موصول ہوئے ۔

دربارۂ کتاب ہذا ناراین صرف اتنا عرض کردینا چاہتا ہے کہ ابھی تک ساری زندگی میں ناراین نے اُردو زبان میں تصوف کی کتاب اس سے بڑھکر یا اِس کے برابر نہیں دیکھی۔ اور نہ کسی اُردو کتاب میں اُپنشدوں کے مغز و معنی کی تشریح ایسی مدلل و صاف یا عام فہم پائی بلکہ اپنے ذاتی تجربہ سے پرکھنے کو بھی تیار ہے کہ جس توضیح کے ساتھ مصنف کتاب ہذا نے اُپنشدوں کے چند ادھیاؤں کا ترجمہ مشرح بیان فرمایا ہے ایسی صاف و واضح تشریح بعض مقامات پر تو شری سوامی شنکر اچاریہ کے بھاشیہ میں بھی نہیں پائی گئی ۔ زبان کتاب ہذا کی گو پُرانی ہے اور آجکل کی مروّجہ دہلوی و لکھنوی زبان کے ہم پلہ نہیں ۔ تاہم اپنے نمونہ کی نرالی ہے۔ اور

پنجابی طرزِ اُردو میں نہایت اعلیٰ ہے ؛
چونکہ مُصنف کی اپنی زبان و طرزِ بیان کو بحال رکھنا اُس کی اصلی یادگار اور زبان کی تاریخ کا قائم کرنا ہے اِس لئے کتاب ہذا کی زُبان میں کسی طرح کی دست اندازی نہیں کی گئی۔ بلکہ اُسکے قلمی نسخہ سے جو دیوان ہری چندجی سے دستیاب ہوا تھا لفظاً بلفظ بغور مقابلہ کرکے اور دوبارہ سہ بارہ ملاحظہ و تصحیح کے بعد یہ جلد شائع کی گئی ہے۔ البتہ جہاں سنسکرت الفاظ کو محض اُردو میں لکھے جانے سے مشکوک و غلط پڑھے جانے کا اندیشہ سمجھا وہاں اُنکو واضح کرنے کی خاطر ان کے آگے سنسکرت حروف میں بھی اُنہیں درج کردیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کا مدعا پورا ہو۔ اگر پبلک نے اس نہایت مفید تصنیف کی سہ بارہ اشاعت کا موقع دیا اور صلاح دی تو آیندہ اشاعت میں جہاں کہیں اُردو کم فہم یا مہمل ہے وہاں صاف طور پر واضح کیا جائیگا اور زبان کو واجب تبدیل کرنیسے کتاب کی شان کو دوبالا کیا جائیگا۔ فی الحال مطالعہ کنندگان کی سہولیت کے لئے کتاب ہذا کا مفصل فرہنگ پیچھے درج کردیا گیا ہے۔ اور جو سنسکرت اُپنشدوں میں کافی دسترس رکھتے ہیں اُنکی خاطر جس جس اُپنشد کا اور اُسکے جس جس باب (ادھیائے) کا مصنف صاحب نے کتاب ہذا میں ترجمہ کیا ہے نیچے کتاب کے حاشیہ پر اُسکا حوالہ بھی دیدیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والے کو کسی طرح کی مشکل درپیش نہ ہو؛

بہرحال کتاب حتی المقدور اعلیٰ تیار ہوئی ہے۔ اور مضامین کتاب ہذا کے نہایت ہی دلچسپ اور قابل دید ہیں۔ خاصکر تعلیم دوم یعنی عالم مکاشفہ تو گویا موتیوں کی ایک لڑی ہے۔ اور یہ بے بہا انمول موتی مصنف صاحب نے اپنے خیال کے تار میں سلسلہ وار ایسے پروئے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھکر اپنا

رنگ دکھاتے اور دل کو منور کرتے ہوئے مطالعہ کنندہ کے قلب کی تہ تک اپنا سکہ جماتے ہیں۔ اور طالب کو عارفِ کامل اور عارف کو اپنی خودمستی میں مستغرق ومحو کر دیتے ہیں۔ مجمل طور پر یہ کتاب علم الیقین و عین الیقین و حق الیقین یعنی شرون منن و ندھیاسن کے لئے کافی مددگار وسیلہ ہے۔ جو خوب غور سے پڑھے گا اپنے تجربہ سے آپ ہی شہادت دیگا۔

آخر میں نارائن اُن متذکرہ بالا اصحاب کا جنہوں نے اِس مفید کتاب کی اشاعت میں دل و جان سے مدد دی تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے اور دعا دیتا ہے کہ ایسی اعلیٰ اور مفید کتاب کی اشاعت پھلے پھولے۔ یعنی دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی پاوے۔ اور اسکے پڑھنے والوں کے دل ہرے بھرے ہوں۔ اور اسکے مطالعہ کی مدد سے مطالعہ کنندگان کے ہردے کنول کھلیں۔ اور اُن کے عملی گیان و انوبھو کی مؤثر مہک سے دُوسرے مستفیض ہوں۔ آمین۔ تتھاستُو۔

آر ایس۔ نارائن سوامی

دسمبر سنہ ۱۹۰۹ء

تمہید بار سُوم
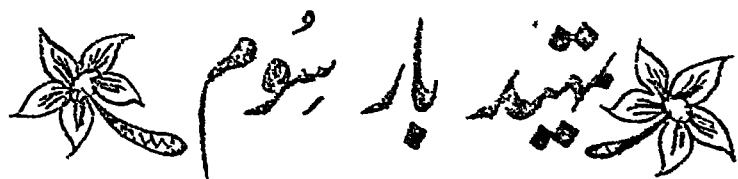
(از قلم سوامی ناراین شاگرد فرمان سوامی رام تیرتھ جی ایم اے آنجہانی)

یہ دیکھکر بڑی خوشی ہوئی کہ کتاب ہذا کی اشاعت بار دُوم ہاتھوں ہاتھ بک گئی۔ یعنی اشاعت سابقہ کی جسقدر کاپیاں شائع ہوئی تھیں۔ سب کی سب سال بھر کے اندر ہی اندر ختم ہوگئیں۔ اور جس کسی کو بھی اس بے بہا نُسخہ کے پڑھنے کا اتفاق حاصل ہُوا اُسکی قلم و زبان اسکی تعریف میں ہر وقت تر بتر رہیں۔ کئی اصحاب سے تو اسکی تعریف میں بہت خطوط بھی موصول ہوئے۔ بعضوں کے دل پر کتاب ہذا کے مطالعہ نے ایسا وجد کا اثر پیدا کیا کہ ہمارے پاس اُسکی حمد و ثنا میں کئی خط بھیجنے کے علاوہ جس کسی سے اُس کی بھینٹ ہوئی جھٹ اُسی کے آگے اُنہوں نے اسکی خوبی کے گیت گانے شروع کر دیئے۔ جس سے اُن ملنے والوں کے دل میں اُنہوں نے اپنے ذاتی تجربہ و شہادت سے اسکے مطالعہ کی اشتیاق کی آگ اسقدر بھڑکا دی کہ اب مانگنے سے بھی یہ کتاب بمشکل تمام کہیں سے ملتی ہے۔ بہتسے حق شناس و اہل قلم نے کتاب ہذا سے محظوظ ہوکر جہاں اسکی تعریف اور حوصلہ افزائی میں رقعہ جات ارسال فرمائے وہاں ساتھ ہی یہ بھی ہدایت و صلاح با تاکید مرحمت فرمائی کہ کتاب ہذا کی زبان کو سہل اور خیال کو واضح ذرا زیادہ کیا جاوے تاکہ طالبانِ حق کے زیادہ مفید ہوسکے ۔

چونکہ اشاعت سابقہ محض چندوں سے چھپی تھی یعنی کسی خاص آدمی کی رقم خالص سے چھپنے نہیں پائی تھی جس لئے محض لاگت خرچ پر تقسیم کی گئی تھی۔ نہ کسی طرح کی مالی آمدنی کا خیال مدنظر رکھا گیا تھا اور نہ کسی چندہ دہندہ نے سوائے ماسٹر امیر چند کے اسکو فروخت کیا تھا۔ بلکہ جتنی جتنی کاپیاں اُنکے چندہ کی رقم کے مطابق چندہ دہندگان کے حصّہ میں آئیں اُن سب نے بجائے بیچنے کے اُنہیں مستحق اصحاب میں بانٹ دیا تھا۔ صرف ماسٹر امیر چند کے حصہ میں جسقدر کاپیاں آئی تھیں اُنہوں نے اُن اصحاب کے لئے بیچنے کو محفوظ رکھ چھوڑی تھیں کہ جو قیمت خرچ کر کتاب پڑھنا چاہتے ہیں۔ کسی سے مفت لیکر نہیں۔ تاہم اُنہوں نے بھی محض لاگت خرچ پر کاپیاں فروخت کی تھیں۔ اور آدھی کے قریب کاپیاں بطور تحفہ کے مستحق طالبانِ حق میں تقسیم بھی کی تھیں۔ اس لئے اشاعت مابعد کے لئے کوئی فنڈ کتاب ہذا کا مقرر ہونے نہ پایا۔ جب اشاعتِ سابقہ کی کل کاپیاں ختم ہو گئیں۔ طالبانِ حق کے اندر اسکے اشتیاق کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور درخواستوں پر درخواستیں آنی شروع ہوئیں (بلکہ چند ماہ کے اندر اندر جب قریباً تین سو نئی درخواستیں موصول ہوئیں اور مشتاقین کتاب کی پے در پے تاکیدوں اور خطوں نے ناک میں دم کر دیا) تو راقم کو اور سب کاموں سے دست بردار ہونا پڑا۔ اور اپنے قابل تعظیم مرشدِ کامل سوامی رام کی اُردو کلیات کے اہم کام کو بیچ میں چھوڑ کر ادھر پہلے لگنا پڑا تاکہ مضطرب دل اِس لاثانی نسخہ کے انتظار میں زیادہ تڑپنے نہ پائیں۔ اِس طرح سے اُردو کلیاتِ رام کی جلد اول شائع کرنے کے بعد بجائے دوسری جلد شروع کرنے کے کتاب ہذا کی نظر ثانی و صحت کا کام ہاتھ میں لیا گیا ؛

نظرِ ثالث و صحت کے اہم کام میں سب سے اوّل ہماری مدد باوا صاحب آنجہانی کے مشہور و لائق شاگرد برائے ہرنراین صاحب سابق ہوم منسٹر ریاست کشمیر سے ملی۔ جنہوں نے علاوہ نارائن کے ساتھ کتاب ہذا کا باغور ملاحظہ فرمانے کے خود تنہائی میں بھی اِس کا بہت غور و خوض سے مطالعہ کیا۔اور جہاں کہیں سلسلۂ خیال و طرزِ بیان کو مبہم و مُہمل یا درہم برہم پایا وہاں خُوب احتیاط سے ترمیم کی۔اس ترمیم یعنی آراستگیٔ خیال اور وضاحتِ بیان میں ایک دو جگہ انہیں فقرے کے فقرے بدلنے پڑے۔ مثلاً تعلیم دُوم کی فصل سوم کے فقرات نمبر۱۹ تا ۲۱ اور ۲۳ تا ۲۵ کی حیثیت سابقہ میں بالکل فرق آگیا جسکے ذمّہ دار رائے صاحب موصوف ہیں۔ بیشک فقروں کی سابقہ حیثیت (عبارت) سے کچھ اور معنی نکلتے ہیں اور موجودہ عبارت سے کچھ اور۔لیکن مصنف صاحب کے آخری مقصد و مدعا کا اگر شروع سے آخر تک باغور ملاحظہ کیا جائے تو موجودہ ترمیم عین درُست اور موزوں بیٹھتی ہے۔اور اُپنشدوں کی تعلیم کے عین مطابق بھی اُترتی ہے۔تاہم اس نئی ترمیم کے ذمہ وار رائے صاحب موصوف خود اپنے آپ کو ٹھیراتے ہیں۔اور اِس ذمّہ داری کا اُن کو حق بھی حاصل ہے کیونکہ بموجب اُنکی تحریر کے مُصنّف کتاب ہذا نے اِس کتاب کی نظر ثانی و درستی (یعنی عبارت آرائی) اُن کے ذمّہ سونپی تھی جو بدقسمتی سے اُس وقت نہ ہو سکی تھی اور آج ٹھیک ۲۲ برس کے بعد اُنکی ہی کی قلم سے وقوع میں آئی۔علاوہ اِس بڑی ترمیم کے باقی تمام ترمیم و ترخیم کا ذمّہ وار راقم خود ہے۔جہاں تک ہو سکا محض لفظوں اور عبارت کی ترتیب کی دُرستی کی گئی ہے تاکہ مطلب و خیال صاف واضح ہو جائے

اور کہیں بھی سلسلۂ خیال یا مطلب خبط نہونے پائے۔ مگر اپنی طرف سے
مصنف کے خیال یا مقصد میں کسی طرح کی دست اندازی نہیں کی گئی۔
اور نہ عبارت کے لفظ ہی بہت گھٹائے بڑھائے گئے ہیں۔ یعنی محض موٹی
درستی ہوئی ہے باریک نہیں۔ البتہ اگر طالبانِ حق نے اس موٹی ترمیم
و آراستگی عبارت کو پسند فرمایا اور دل سے داد دی تو امید ہے کہ اشاعتِ
آئندہ میں اور بھی زیادہ صاف اور عام فہم عبارت کر دیجاویگی۔ جس سے
پڑھنے والے کو کتاب کے سمجھنے میں زیادہ سہولیت مل سکے ❖

کتاب ہذا کی نظر ثالث کا بھاری کام ختم ہونے کے بعد پھر اسکے چھپوانے
کا خیال سر پر سوار ہوا۔ پہلی دفعہ تو یہ بالکل غیر مشہور بلکہ نامعلوم اور
قلمی نسخہ ہونے کی وجہ سے کوئی اکیلا پیارا اسکے چھپوانے کے خرچ کا
سارا بھار اپنے سر پر لینے کو تیار نہیں ہوتا تھا اس لئے چند واقف
پیاروں کے چندہ کی مدد سے اس کو شائع کیا گیا تھا مگر اب تو یہ نسخہ
لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔ طالبانِ حق کو اسکی خوبی معلوم ہو گئی تھی
اور سینکڑوں اصحاب کی درخواستوں کے جواب میں یہ صاف لکھا بھی گیا تھا کہ
کتاب ہذا کی نظر ثالث ہو رہی ہے اسکے مکمل ہونے پر اور کسی ایک سے
اسکے چھپوانے کا خرچ وصول ہونے پر اسکو فوراً شایع کر دیا جائیگا
اس لئے خیال تھا کہ کوئی حقیقی عاشق و متموّل پیارا کتاب ہذا کے فنڈ
کی عدم موجودگی حسّن کر اپنی فیاض دلی سے اسکے کل خرچ کو برداشت
کرنے کے لئے خود بخود تیار ہو جائیگا اور اپنی نیک مثال سے راقم
کی حوصلہ افزائی کریگا۔ مگر جب "تا اختتام نظر ثالث کتاب کسی پیارے
سے اس قسم کا خط موصول نہ ہوا۔ اور نہ کہیں سے اِس کام کے لئے

خود کوئی تیار ہوتا سُنائی دیا تو اچار راقم کو پھر فنڈ کے لئے آواز بلند کرنے کی سوجھی۔ مگر دل ایک کتاب کے لئے بار بار اپیل فنڈ یا چندہ کرنے کو تیار نہیں ہوتا تھا اِس لئے کچھ عرصہ تک دربارۂ فنڈ دِل میں خوب کشمکش ہوتی رہی۔ نارائن کی اِس دلی کشمکش کو ماسٹر امیر چند مرحوم نے بھانپ کر خود درخواست کی کہ اگر "بوجہ قلّتِ فنڈ اِس بے بہا نُسخہ کی اشاعت رُکی پڑی ہے تو آپ فوراً چھپوانا شروع کر دیجئے کُل خرچ کا ذمّہ دار مَیں ہو جاؤں گا"۔ ماسٹر صاحب مذکور کی فیاض دلی و حوصلہ افزائی سے کتاب ہٰذا فوراً مطبع میں دی گئی مگر یہ ابھی چھپنی شروع بھی نہ ہُوئی تھی کہ بدقسمتی سے ماسٹر صاحب مذکور آفاتِ ناگہانی میں مبتلا ہو گئے جس سے اشاعت کتاب عرصہ تک رُکی رہی لیکن جب اُن سے قطعی طور پر مدد کی اُمید جاتی رہی اور کسی دوسری جگہ سے بھی امداد فوراً موصُول نہ ہُوئی تو چار و ناچار سوامی رام تیرتھ کے اُردو پبلیکیشن فنڈ سے رقم نکالکر اشاعت ہٰذا کو مکمل کر دیا گیا تاکہ کتاب ہٰذا کی خاطر طالبانِ حق کا دِل اور زیادہ بے قرار و مُنتظر نہ رہنے پائے۔ اِس طرح یہ کتاب مطبع میں آنے کے بعد بھی پُورے دو برس تک مکمل شائع نہ ہو سکی۔ خیر شُکر کا مقام ہے کہ آج اِس اشاعت کو مکمّل کر کے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچانے کا موقعہ تو نصیب ہُوا۔

تکمیلِ اشاعت میں اسقدر دیری کا باعث جہاں ایک طرف تنگیٔ زر ہُوا دوسری طرف پریسوں کا مطبع میں گاہ بگاہ بدلنا اور راقم کا بھی دُور پہاڑوں میں گنگوتری کے تیرتھ کو چلے جانا اور علاقہ تبت میں مانسرور کی یاترا کرنا تھا۔ اِس یاترا کی وجہ سے بھی پُورے ایک برس تک اشاعت بند پڑی رہی۔ خیر اِن تمام دقتوں کے باوجود بھی حسبِ قدر جانفشانی

نیک نیتی اور ہمدردی سے میاں **سعیدالدین** صاحب کاتب کتاب ہذا و مینیجر "مطبع آفتاب تجارت دہلی" نے اس کتاب کے مکمل کرنے میں کوشش کی ہے اُس کا شکریہ قلم نہیں ادا کرسکتی۔ دل ہی محسوس کر رہا ہے اور جان سکتا ہے۔ اگر یہ نیک دل صاحب ہمارے اس کام میں مددگار نہوتے تو اشاعت ہذا کا تکمیل پر پہنچنا دشوار ہی نہیں بلکہ بالکل ناممکن سا ہو جاتا۔ اِس لئے جسقدر ان کا شکریہ ادا کیا جائے اُتنا ہی تھوڑا ہے۔ ایشور انکو ایسا ہی نیک دل اور صاحب حق بنائے رکھے" اتنی ہی **نارائن** کی انکے لئے دُعا ہے۔

آخر میں نارائن اُن اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ جنہوں نے خواہ بذریعۂ خط اور خواہ بذریعہ لفظی اظہارِ ہمدردی کے اس اشاعت کی تکمیل کرنے میں حوصلہ افزائی کی ہے۔ اور باوا صاحب مرحوم کے لائق شاگرد رائے ہرنراین صاحب مذکور کہ جن کی خاص توجہ سے کتاب ہذا کی پہلے سے بدرجہا زیادہ صحت و وضاحت ہوئی ہے اور جن کی مدد کے بغیر شاید ایسی عمدہ صحت نہ ہوتی اُن کا خاصکر تہِ دل سے شکریہ ادا کرکے تمہید ہذا کو ختم کرتا ہے۔ اور دُعا دیتا ہے کہ اشاعت ہذا پہلے سے بھی دُگنی پھلے پھُولے اور طالبان حق کی دن دُگنی اور رات چوگنی مسرّت ذات کے انوبھو (انکشاف) کرنے میں مددگار بنے۔

آر۔ ایس نارائن سوامی

جُون سنہ ۱۹۱۶ء

تمہید بار دوم

از قلم رائے ہر نراین صاحب ہوم منسٹر ریاست کشمیر لائق و مشہور شاگرد باوا نگینا سنگھ صاحب آتم درشی مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۰۹ء

مجھ کو اس امر کا فخر حاصل ہے کہ میں نے مصنف کتاب ہذا باوا نگینا سنگھ صاحب آتم درشی کے قدموں میں بیٹھ کر اپنشدوں کی تعلیم حاصل کی تھی۔ باوا صاحب موصوف قصبۂ پھگواڑہ ریاست کپورتھلہ میں قوم کھشتریوں کے بیدی خاندان میں گورو نانک جی بانیٔ مذہب سکھان کی تیرھویں پشت سمت ۱۸۹۱ بکرمی میں پیدا ہوئے۔ اور اسوج سمت ۱۹۵۸ بکرمی مطابق اکتوبر ۱۹۰۲ء میں جسمِ خاکی کو چھوڑ کر اپنے آتم سروپ میں ستھت ہوئے۔ اوائلِ عمر میں اُنکے والد بزرگوار نے اُن کو علم فارسی و عربی کی تعلیم کے واسطے ایک مولوی صاحب کے سپرد کیا۔ بباعثِ ذہانت طبع چھوٹی عمر میں ہی قرآن مجید اور اُسکی تفسیر (شرع معلی) کو بخوبی مطالعہ کیا۔ چونکہ مولوی صاحب نے اصول مذہبِ اسلامیہ باوا صاحب کے ذہن نشیں کرا دیئے تھے اور بت پرستی کی نسبت اُن کے دل میں نفرت پیدا کرا دی تھی باوا صاحب کو یقین کامل ہو گیا کہ مذہب اہلِ ہنود خدا کی رہنمائی کے لئے ناقص تھا اور بدون شفاعتِ محمد صاحب نجات کا ملنا نا ممکن تھا۔ اس لیئے وہ ایام تعلیم میں ہی مولوی صاحب کے قابو میں آ گئے۔ اور حامیٔ مذہبِ اسلام ہو کر اپنے گھر سے مولوی صاحب کے ساتھ نکل گئے۔ اور چند یوم تک مولوی صاحب نے انکو ایک دوسرے شہر میں چھپا کر رکھا۔ باوا صاحب کے والدِ بزرگوار نے اُن کے گم

ہونے کی اطلاع پاکر اُنکی تلاش کرائی۔ اور پھر اُنکو پاکر واپس گھر میں لائے اور چاہا کر باوا صاحب سے پرایشچت کراکر اُن کو پھر شامل اپنے خاندان کے کریں۔ مگر اب باوا صاحب نے ہرگز ہندو مذہب کو دوبارہ اختیار کرنا نہ چاہا اور اصرار کیا کہ مذہب اہلِ ہنود باطل ہے اور مذہب اسلام کی تائید کی اور کہا کہ وہ جب تک بحث کرکے ثابت نہ کرا دیا جائے کہ مذہبِ ہنود نجات کی راہ دکھلانے والا ہے میں ہرگز واپس مذہب ہنود میں آنا نہیں چاہتا۔ اور یہ بھی کہا کہ وہ اگر مجھ کو جبراً شامل کرلیا جاویگا تو میں پھر مذہبِ اسلام قبول کرلوں گا۔ اُن دنوں پھگواڑہ میں ایک مہاتما سنّیاسی سادھو موجود تھے جنکے پاس باوا صاحب کے والدِ بزرگوار کی آمد و رفت تھی۔ وہ باوا صاحب کو سوامی جی کے قدوم میمنت لزوم میں لے کر حاضر ہوئے اور تمام حال اُنکی خدمت بابرکت میں کہہ سُنایا۔ سوامی جی نے بڑی اُلفت اور محبت سے باوا صاحب کو اُصول ویدانت فلاسفی کے سُنائے۔ مگر ویدانت فلاسفی کی عدم واقفیت کے باعث سوامی جی کے اُپدیش کا باوا صاحب پر کچھ اثر نہ ہُوا۔ اور اُنہوں نے اپنی ضد کو نہ چھوڑا۔ آخرش بعد بحث مباحثہ سوامی جی کے ساتھ باوا جی نے قرار کیا کہ اگر وہ اُن کو پُورا یقین نسبت سچائی مذہب ہنود کرادیویں گے تو اس صُورت میں وہ اپنی ضد کو چھوڑ کر پھر اپنے دھرم کو قبول کرلیوینگے۔ سوامی جی نے باوا صاحب کے والد بزرگوار سے کہا کہ اگر وہ باوا صاحب کو اُنکے پاس چند عرصہ کے لئے چھوڑ دیں تو اُمید ہے کہ وہ باوا صاحب کو بقاعدہ شاستری تعلیم دیکر اُصولِ مذہبی مطابق ویدوں کے سکھلاوینگے۔ اور سوامی جی نے یہ بھی کہا کہ اگر اسکے بعد بھی باوا صاحب اپنی ضد کو نہ چھوڑیں تو اُس صورت میں

اُن کو تنگ کرنا مناسب نہوگا بلکہ پھر اُنکو مذہب محمدی کے اختیار کرنے کی اجازت
دینی واجب ہوگی۔ باوا صاحب کے والدِ بزرگوار نے اس امر کو منظور کرکے اُن کو
سوامی جی کے سپُرد کر دیا۔ اور سوامی جی نے اُلفتِ پدرانہ سے باوا جی کو
اپنے پاس رکھکر پہلے سنسکرت کے حروف سکھلائے۔ پھر تھوڑا سا ویاکرن پڑھا
کر اُپنشدوں کی تعلیم شروع کی۔ باوا صاحب کے ذہن کی تعریف پہلے کی
جا چکی ہے کہ وہ بڑے فہمیدہ باریک بیں اور زوُد رس تھے۔ پُوربِ جنم کے سنسکار
اُن کے پُر زور تھے اور برہم وِدیا کے حصُول میں صرف ایک عارضی پردہ
باقی تھا جو تھوڑے عرصہ کی تعلیم سے دُور ہو گیا۔ اور وویک کا مادّہ
بڑھ گیا اور سوامی جی کی کرپا سے حق شناس ہو گئے۔ تو جو خیالات ویدک
دھرم کے مخالف اُنکے دامنگیر ہو گئے تھے اُپنشدوں کی ویدانت فلاسفی کی آندھی
کے سامنے دھوئیں کے بادلوں کی طرح اُڑ گئے اور باوا صاحب نے اُن مخالف
خیالوں کی تردید خود ہی کرنی شروع کی۔ ازاں بعد سوامی جی نے باوا
صاحب کو اُن کے والد بزرگوار کے پاس واپس سپردِ کیا۔ جنہوں نے حسب
طریق شاستری باوا صاحب سے پرایشچت کراکر اُن کو شامل اپنے خاندان کے
کیا۔ دیوان رام جس صاحب سی۔ ایس۔ آئی۔ وزیر اعظم ریاست کپور تھلہ نے
اُن کو اپنی ماتحتی میں ملازم رکھا۔ اور اس عرصۂ ملازمت میں باوا صاحب کی
مزید تعلیم ویدانت میں حوصلہ افزائی کی۔ چند عرصہ میں باوا صاحب کی
لیاقت اور اُن کی مذہبی معلومات کا شہرہ لوگوں میں زبان زد ہو گیا۔
جب مہاراجہ رندھیر سنگھ صاحب جدامجد موجودہ مہاراجہ جگجیت سنگھ صاحب
جی۔ سی۔ آئی۔ ای ورکے۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ والئے ریاستِ کپور تھلہ کا میلانِ
طبع بوجہ صحبت بعض مشنری صاحبان بجانب مذہب عیسوی ہُوا تو دیوان

رام جس صاحب نے باوا صاحب کو انجیل کے پڑھنے کے لئے ارشاد کیا۔ اور باوا صاحب نے تمام انجیل اور دیگر کتب مذہب عیسوی کا بخوبی مطالعہ کرکے اُن میں کامل مہارت حاصل کی۔ اور مہاراجہ رندھیر سنگھ صاحب کے سامنے پادریوں کے ساتھ بحث کرکے مہاراجہ صاحب کو پوری اطمینان کرادی کہ بمقابلہ مذہب عیسوی مذہب ہنود اور سکھ مذہب کو بموجب کلام باوا نانک صاحب جیسا کہ گرنتھ صاحب میں درج ہے فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ مہاراجہ صاحب مذہب عیسوی کا خیال چھوڑ کر بدستور معتقد ہندو سکھ مذہب کے رہے۔ بہت عرصہ تک باوا صاحب موصوف عہدۂ وکالت ریاست کپورتھلہ کمشنری جالندھر پر ممتاز رہے اور اُسی عہدہ پر تا حصول پنشن قائم رہے۔ چونکہ اِس عہدہ میں اُن کو فرصت اور کافی وقت برائے مطالعۂ کتب مختلف مذاہب اور ویدانت فلاسفی حاصل تھا اِس لئے اُنہوں نے کسی اور عہدہ پر جانے کی کبھی خواہش ظاہر نہ کی۔ تمام پنجاب اور ہندوستان کے بعض حصّوں میں اُن کے علم کے کمال کی شہرت پھیل گئی اور دُور دراز فاصلہ سے بڑے بڑے عالم سادھو مہاتما اور مولوی اُن کے پاس بحث کے لئے اور اُنکی کامل تقریر سُننے کے واسطے آیا کرتے تھے۔ اگر اُنکی تمام تقریرات کو جمع کیا جاوے تو کئی جلدوں میں بھی اُن کا تحریر میں آنا مشکل نظر آتا ہے۔ باوا صاحب کی چند تصانیف شائع شدہ موجود ہیں جن سے اُنکی لیاقت اور قوتِ اظہار بیانی کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ باوا صاحب ویدانت فلاسفی کے پورے آچاریہ تھے اور اُپنشدوں کے راز سے پورے واقف تھے اور ویدانت فلاسفی کے درس کرانے کی لیاقت اُن میں خاص تھی۔ جسوقت وہ اپنے شاگردوں کو اُپنشدوں کی تعلیم دیتے تھے اُس وقت اُنکی جولانی طبع

اور آمد کی ایک عجیب کیفیت ہوتی تھی مشکل سے مشکل راز کو بھی عمدہ نہایت ہی آسان طریق پر یا قصہ کہانی کی شکل میں بیان کر کے شاگردوں کے دل میں پورے طور پر اُس کا نقشہ جما دیتے تھے۔ باوا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مجھکو اس **وید آنو وچن** کے پڑھنے کے لئے ارشاد کیا تھا اور خواہش ظاہر کی تھی کہ اِس کی عبارت کو قبل از طبع دیکھ لیا جاوے۔ مگر افسوس کہ اُس وقت بوجہ کثرت کارِ ملازمت سرکار میں اُنکے حکم کی تعمیل نہ کرسکا۔ پہلی دفعہ اِس کتاب کی اشاعت بابو ہرلعل صاحب نے لاہور میں کرنے کا ارادہ کیا اور لالہ ہرچند صاحب دیوان ریاست کپور تھلہ نے جوکہ باوا صاحب کے معتقد تھے مجھ کو اس کا دیباچہ تحریر کرنے کے لئے کہا تھا لیکن بلا انتظار دیباچہ کے بابو ہرلعل نے اس کتاب بے بہا کو بدوں تصحیح ایسے الفاظ کے جو سنسکرت زبان کے تھے اور بباعث اُردو میں تحریر ہونے کے ٹھیک پڑھے نہیں جا سکتے تھے چھپوا دیا۔ اب شری نارائن سوامی جی صاحب نے اسکو دوبارہ صحیح کرکے اشاعت کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اور سوامی صاحب نے حسب فرمایش دیوان ہری چند صاحب مجھکو اس وید آنو وچن کا دیباچہ تحریر کرنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ میں سوامی جی صاحب کا نہایت مشکور ہوں کہ اُن کی تاکیدوں کے باعث میں اپنے گورو جی مہاراج باوا نگینہ سنگھ صاحب کی خدمت کرسکوں گا۔ اور کوشش کروں گا کہ اس دیباچہ میں باوا صاحب کی تعلیم کا خلاصہ بیان کروں تاکہ طالبانِ آتم تتو کو اس وید آنو وچن کے سمجھنے میں سہولیت ہو ❖

تمہید بار سوم

(از قلم رائے ہر نراین صاحب سابق ہوم منسٹر ریاست کشمیر وحال اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب اور لائق شاگرد باوا نگینا سنگھ صاحب۔ آبجہانی)

نہایت خوشی کا مقام ہے کہ وید آنو وچن کی اشاعت بار دوم ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی اور اشاعتِ سوم کی بڑی ضرورت محسوس ہورہی ہے۔ اگرچہ اشاعت دوم میں شری سوامی نارائن جی نے کتابت کی غلطیوں کی اصلاح کرنے میں بڑی محنت وکوشش کی تاہم بہت غلطیاں رہ گئیں اور بعض فقرات مبہم یا بے معنی معلوم ہوتے تھے کیونکہ بعض الفاظ یا تو کتابت میں رہ گئے تھے یا موصول شدہ قلمی نسخہ میں غلط نقل ہوئے ہوئے تھے۔ سوامی نارائن جی نے اِس کتاب کی نظر ثانی کرنا میرے ذمہ کیا اور اُن کے ایماء کے بموجب باوا صاحب مرحوم کے صاحبزادہ باوا دیوراج سے درخواست کی گئی کہ وہ باوا صاحب کے دست مبارک سے لکھے ہوئے کاغذات کی تلاش کریں تاکہ اصل کاپی وید آنو وچن کی جو قلم مبارک باوا صاحب کی تحریر شدہ ہو دستیاب ہو جاوے۔ شائقین کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوگی کہ اس کوشش میں کامیابی ہوئی۔ باوا دیوراج اور اُنکی والدہ صاحبہ کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے اصل تحریرات میرے سپرد کر دیں اور اُن میں ایک حصہ وید آنو وچن کا بھی باوا صاحب کی قلم کا مل گیا۔ اِس دستی کاپی کی امداد سے بہت سی غلطیاں درست کی گئی ہیں۔ اور حسب ارشاد باوا صاحب مرحوم جو اُنہوں نے اپنی حیات میں اس کتاب کی نظر ثانی

کرنے کے لئے مجھکو کیا تھا بعض جگہ چند الفاظ جو مطابق پرانے محاورے کے تحریر کیئے ہوئے تھے محاورۂ مروجہ میں کردیئے گئے ہیں۔ اور ایک دو موقعہ پر مبہم عبارت کو صاف کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ اب پڑھنے والوں کو سمجھنے میں بہت سہولیت ہوگی اور کوئی دقت پیش نہیں آویگی +

میں سوامی نارائن جی کا تہ دل سے مشکور ہوں کہ انکی بدولت میں اُس خدمت کو جو باوا صاحب نے اپنی حیات میں میرے ذمہ لگائی تھی بجا لاکر سبکدوش ہوا ہوں۔ اور جو نقص کتاب میں بوجہ کتابت کی غلطیوں کے معلوم ہوتے تھے رفع ہوگئے۔ اب جب فرصت ملیگی میں باوا صاحب کی باقی تصنیفات کو جو تاحال طبع نہیں ہوئی اور میرے پاس خلط ملط حالت میں پہنچی ہیں۔ با ترتیب کرکے اشاعت کے واسطے سوامی نارائن جی کے پاس بھیجدوں گا +

باوا صاحب کی پہلی شائع شدہ تصنیفات جن کا حوالہ انہوں نے اپنی مختلف کتب میں دیا ہے مفصلۂ ذیل ہیں (۱) جگت جیت پرگیا (۲) معیار المکاشفہ (۳) مجموعۂ برہم ودیا۔ المسمی مرآۃ المعرفت (۴) رسالہ عجائب العلم۔ اور تقریباً ہر ایک تصنیف کو انہوں نے دعا سے ختم کیا ہے۔ خاصکر رسالۂ عجائب العلم کو وہ یوں ختم کرتے ہیں کہ "اب میں رسالۂ عجائب العلم کو ختم کرتا ہوں اور دعا دیتا ہوں کہ حضرت علم دیو آپ لوگوں کو اپنے سروپ و تجلیات میں استغراق تام دے اور نجات بخشے۔ مجھکو بھی بدعا یاد کیا کرنا۔ جزاک اللہ خیرا۔ اوم سچدانند پرماتمے نمہ۔" اُمید ہے کہ باوا صاحب کی تصانیف و دعائیں اپنا مفید اثر پیدا کیئے بغیر نہیں رہیں گیں۔ اوم شم

ہرنراین۔ مقام جالندھر
۲۳ر اپریل ۱۹۱۳ء

سنسکرت زبان میں لفظ "وید" کے معنی ہیں "وہ جس سے جانا جائے" یعنی وُہ علم جس سے پرماتما کا گیان حاصل ہو۔ پرماتما کا گیان اور نیز طریق حصولِ گیان ایسے اُمور ہیں کہ جن کو انسان اپنی عقل سے نہیں جان سکتا کیونکہ آتما کوئی ایسی شے نہیں جو حواس مُدرکہ یا من بُدھی کا وشئے ہوکر خیال میں آسکے آتم گیان کے حاصل کرنے میں تین اُمور مانع ہیں (۱) گناہ جس کو سنسکرت میں مل (मल) یعنی کثافت بولتے ہیں (۲) انتشارِ طبیعت یعنی دل یا خیال کا یکسُو نہ رہنا اور ہر وقت مُتغیّر ہوتے رہنا جسکو سنسکرت میں وکشیپ (विक्षेप) کہتے ہیں۔ اور (۳) حجاب یعنی پردۂ اگیان جو آتما کے درشن یعنی گیان میں حائل ہوتا ہے اور اس کو سنسکرت میں آورن (आवरण) کہتے ہیں۔ اوّل دِل کی کثافت کا دُور کرنا ضروری ہے اور اُسکے دُور کرنے کا ذریعہ کرم کانڈ یعنی نیک اعمال ہیں۔ چونکہ کثافت تموگن کا نتیجہ ہے اس لئے اس کا دُور کرنا نفاست یعنی ستوگن سے ہی ہو سکتا ہے۔ دُوسرا امر مانعِ گیان یعنی دیدارِ آتما انتشارِ طبیعت ہے۔ اُسکا علاج ہے سمرچت یعنی دِل کو روک کر ایک خیال پر یکسُو کرنا یا بتدریج خیال کو مُطلق روکنا جسکو نروکلپ سمادھی کہتے ہیں۔ اس عمل کو سنسکرت میں اُپاسنا بھی کہتے ہیں۔ جب کسی شخص کے گُناہ یعنی اُسکے دل کی کثافت دُور ہو جاوے اور اُس کا دِل مُنتشر نہو بلکہ یکسُو یا بلا خیال قائم رہ سکے تو اُس حالت میں جو مغائرت از آتما یعنی اگیان کا پردہ انادی پڑا

ہئوا ہے گورو کے کلام سے دور ہو جاتا ہے اور باعث حصول آتما کے گیان
کا ہوتا ہے اُسکی مثال دانا لوگ اس طرح پر دیتے ہیں کہ مثلاً ایک میلا شیشہ
رُو نُما آپکے سامنے موجود ہے۔ بباعث میل کے آپ اُس میں اپنے چہرہ کو
نہیں دیکھ سکتے لیکن اگر کسی طرح سے اُس میل کو اُتار دیا جائے تو پھر
صاف آئینہ چہرہ کا عکس دِکھلانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ لیکن بااین ہمہ اگر اس
صاف آئینہ کو متواتر حرکت دیجائے اور چہرہ کے رُوبرُو ٹھیرنے نہ دیا
جائے تو اُس میں عکس صاف نہیں پڑتا اور انسان اپنے خط و خال کو
صفائی کے ساتھ دیکھ نہیں سکتا مگر جب صاف آئینہ کو بلا حرکت رُوبرو چہرہ
کے رکھ دیا جاوے تو اُس میں چہرہ صاف نظر آتا ہے۔ تاہم نادانی کے
باعث اِس بات کا یقین نہیں ہوتا کہ جو عکس شیشے میں نظر آرہا ہے وُہ دیکھنے
والے کی عین صورت ہے۔ ایسے موقع پر دانا شخص اُس نادان کو جو اپنے
عکس کو دیکھ کر متحیر ہو رہا ہے اور اُسکو غیر سمجھتا ہے اسطرح پر آگاہ کرتا ہے کہ جو
کچھ آئینہ میں تمکو نظر آرہا ہے وُہ تیری عین صُورت ہے۔ تم سے غیر کوئی
شے نہیں۔ اور اصل صورت کے خط وخال و حرکات کو عکس کے خط وخال
اور حرکات کے ساتھ مقابلہ کرکے اطمینان کُلّی کرا دیتا ہے کہ اصل صُورت
اور اُس کے عکس میں کوئی تفاوت نہیں ہے بلکہ وُہ دونوں بہمہ وجوہ
ایک ہی ہیں۔ تب نادانی کا پردہ دُور ہو جاتا ہے اور وہ شخص کہنے لگتا ہے
کہ وہاں میں اب سمجھ گیا۔ جو شکل مجھکو شیشہ میں نظر آرہی ہے وُہ خود
میری ذات ہی ہے اور مجھ سے غیر نہیں۔ اور بعد ازاں بچّہ کی طرح
معکوس شکل کو غیر سمجھ کر نہ تو محبّت کا اظہار کرتا ہے اور نہ اُسکو مارنے
کے لئے دوڑتا ہے۔ اسی کو سنسکرت میں آتما کا گیان بولتے ہیں۔ وید بھگوان

ہیں ان تین طریقوں کے بیان کرنے کے لئے تین مختلف حصص ہیں۔ اوّل حصہ کا نام کرم کانڈ ہے۔ دوسرے کا نام اُپاسنا کانڈ ہے۔ تیسرے کا نام گیان کانڈ ہے + کرم کانڈ کی تعلیم کی پیروی کرنے سے پاپ دُور ہو جاتے ہیں اور اُپاسنا کرنے سے انتہ کرن کا وکشیپ یعنی دل کا انتشار دُور ہو جاتا ہے اور آچاریہ کی زبان سے مہاواک یعنی کلام عظیم کو سماعت کر کے انسان گیان وان ہو کر اہم برہم اسمی (अहं ब्रह्मास्मि) کا دعوی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ برہم یعنی آتما سے غیر کوئی دُوسری شے نہیں اور مجھ میں اور برہم میں کوئی مغایرت نہیں"۔ وید بھگوان چونکہ اِن اُمور کی تعلیم جو کہ انسانی عقل کے اندازہ سے باہر ہیں دیتا ہے اِس لئے وید کے کلام کو انسانی تصنیف نہیں کہا جاتا بلکہ کلام الٰہی یا آکاش بانی یا ایشور بانی کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے۔ آجتک کسی نے اِس امر کا دعویٰ نہیں کیا کہ وُہ وید یا وید کے کسی منتر کا مُصنف ہے۔ پرجاپتی جس نے آغاز دُنیا میں ویدوں کا بذریعۂ کامل علم کے اظہار فرمایا وُہ خود کہتے ہیں کہ ہمنے اِس وید کو من وعن اسی طرح سے اُن گیان وان پُرشوں سے سُنا تھا جنہوں نے اُنکو سابقہ جنم میں اسکی تعلیم دی تھی۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ وید کو ہمیشہ سُنتے چلے آتے ہیں اور کبھی کسی نے اسکے مُوجد ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اور یہی وجہ ہے کہ وید کے کلام کو شُرتی یعنی "شنی گئی کلام" کہتے ہیں اور دیگر عالموں کی تصنیفات کو سمرتی بولتے ہیں کیونکہ وُہ یاد سے تحریر کی گئی ہیں + موٹے طور پر وید کے دو حصے شمار کئے جاتے ہیں ایک کرم کانڈ دوسرا گیان کانڈ کیونکہ اُپاسنا کانڈ کو گیان کانڈ کے اندر ہی شامل سمجھا جاتا ہے۔ وید اور اُپنشدوں میں اوّل کرم کانڈ بیان کیا گیا ہے اور آخری حصہ میں گیان۔ چونکہ گیان کا اُپدیش عموماً

ویدوں کے آخری حصّہ میں ہے اِس لئے گیان کانڈ کو ویدانت یعنی وید کا
آخری حصہ بھی کہا جاتا ہے ٭
مطابق تعلیم ویدوں کے باوا نگینا سنگھ صاحب آتم درشی نے اپنی اِس
کتاب "ویدآنووچن" میں پہلے علم معاملہ یعنی کرم کانڈ کی تعلیم دی ہے اور بعد میں
علم مکاشفہ یعنی گیان کا اُپدیش کیا ہے۔ کرم کانڈ یعنی علم معاملہ میں دکھلایا گیا ہے
کہ انسان کس طرح پیدا ہوتا ہے اور کن نیک اعمال کے کرنے سے دیوتا بن
جاتا ہے۔ اور کن بدکرداریوں کے باعث جہنّم میں داخل ہوتا ہے۔ اُپنشدوں
میں جنکا ترجمہ باوا صاحب نے وید آنووچن میں کیا ہے اِس طریق حصول کو مختصر
اِس طور پر بیان کیا ہے کہ انسان اپنے رجوعات اور رغبت کے مطابق عملوں کو
کرتا ہے۔ بروقتِ مرگ جیو آتما یعنی رُوح انسانی بدن انسان کو جو اُسکی رہائش گاہ
تھی ترک کرتی ہے۔ لیکن یہ ترک قطعی نہیں ہوتا۔ زندگی میں جیو آتما اپنے آپ کو جسم
سے الگ نہیں سمجھتا اور جسم کے اندر اپنا خاص تعلّق دماغ سے رکھتا ہے۔ دماغ
اُسکی بارگاہ ہے جہاں یہ دربار نشین ہو کر کُل تخیلات و انتظام و انصرام
ہر قسم کا کرتا ہے۔ جس وقت انسان کے پرانوں کا ویوگ یعنی علیحدگی ہوتی ہے
اور پرانوں کی آمد و رفت بند ہو جاتی ہے اُس وقت خلقت پکارتی ہے کہ
فلاں شخص مر گیا لیکن رُوح (جیو آتما) اُس بدن سے جسکو زندگی میں نہ صرف
اپنی رہائش گاہ بلکہ اپنا آپ سمجھتی تھی قطعی قطع تعلّق نہیں کرتی اور اُدان
وایو پر سوار اُس کے اِرد گرد موجود رہتی ہے۔ وید کے جاننے والے برہمن
اِس جیو آتما یعنی رُوح کا بدن سے قطع تعلّق کرانے کی غرض سے اِس بدن
کو آگ میں جلا دیتے ہیں۔ اُس وقت اس بدن کے تین حصّہ ہو جاتے ہیں
اوّل دُھواں دوئم جلتی ہوئی آگ یعنی شعلہ سوئم خاکستر۔ پہلے تو جیو آتما

اپنا تعلق کُل بدن سے رکھتا تھا مگر اب اِس بدن کے تین حصّہ ہوگئے اور وہ
بالکل جُدا جُدا اِس لئے جس حصّہ کے ساتھ اُسکی خاص رغبت ہوتی ہے اُسکے
ساتھ تعلق پیدا کرلیتا ہے۔ اور باقی دو حصّوں سے مفارقت کرتا ہے۔ اگر
جیو آتما کرم کانڈی رہا ہے اور ستوگن کا حصّہ اُس میں زیادہ ہے تو وُہ
اپنا تعلق شُعلہ یعنی جلتی ہُوئی آگ سے کرلیتا ہے۔ اگر اُس کے کرم ایام زندگی
میں اعلیٰ ترین نہیں تھے اور پتّری آدک کرم کرتا رہا تھا۔ تو دُھوئیں کے
ساتھ تعلق پیدا کرتا ہے۔ لیکن اگر اُسکے افعال کثیف یعنی تموگن والے تھے تو وہ اپنا
تعلق خاکستر سے پیدا کرتا ہے ٭ بروقت جلانے بدن کے مختلف روحوں کا رستہ
الگ الگ ہو جاتا ہے۔ اور اس مقام سے رُوح کی رفتار شروع ہوتی ہے۔ اگر جیو آتما
بلند پروازی کرتا ہے تو اُسکو اُردھ گتی کہتے ہیں۔ اگر بہ پستی میں گرتا ہے تو
اسکو ادھوگتی کہتے ہیں۔ دُھواں سے تعلق پیدا کرنے سے اُسکی رفتار دُھواں
کے ساتھ ہوتی ہے۔ دُھواں پانی یعنی مادۂ رطوبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور
پانیوں کا دیوتا چندرماں ہے۔ تو جیو آتما دھُواں سے بادل اور بادل سے چاند
لوک میں پہنچکر بھوگوں کو بھوگتا ہے۔ لیکن اگر اسی طرح سے جب جیو آتما
اپنا تعلق شُعلہ کے ساتھ پیدا کرتا ہے تو شُعلہ سے روز روشن اور روز
روشن سے سُورج لوک میں پراپت ہوتا ہے اور سورج لوک میں دیوتا بنکر
بے شمار عرصہ تک دیولوک کے سُکھ بھوگتا ہے۔ لیکن جب بوجہ تموگن جیو
آتما بلند پروازی نہیں کرسکتا ہے تو اپنا تعلق خاکستر سے پیدا کرتا ہے۔
خاکستر زمین پر بذریعۂ ہوا پھیلکر باعث روئیدگی مختلف نباتات ہوتی ہے۔ ان کو
خام یا پختہ حالت میں مختلف جانور حشرات الارض کھاتے ہیں اور جیو آتما
ان سے تعلق پا جاتا ہے۔ انسانی جسم کی پیدائش وغیرہ کو اُپنشدوں میں

پانچ اگنی وِدّیا کے نام سے بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ اور وُہ اس طرح پر بیان کرتے ہیں کہ پہلے انسان غلہ کو کھاتا ہے۔ اُس سے مادۂ منی پیدا ہوتا ہے اور اُس منی کو انسان عورت کے رحم میں بطور آہوتی کے ڈالتا ہے جس سے بچّہ پیدا ہوتا ہے۔ جب یہ انسان مر جاتا ہے تو اُسکو آگ میں جلایا جاتا ہے جو کہ دوسری آہوتی آگ میں ہے پھر جیو آتما چاند لوک میں آہوتی ہوکر چندر بدن ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح سورج لوک میں آہوتی ہوکر سُورج مَیں ہو جاتا ہے۔ اور ان ہردو لوک میں اپنے اعمال کا پھل بھوگ کر بادلوں میں، واپس ہوکر زمین میں بارش کے ذریعہ آہوتی کیا جاتا ہے اس کا نام پنچ اگنی وِدّیا ہے۔ یعنی پہلے بارش کے ذریعہ پرتھوی روپ اگنی میں آہوتی دوسرے منی بن کر ماتا روپی اگنی میں آہوتی ہوتا ہے۔ تیسرے معمولی اگنی میں بدن کی آہوتی ہوتی ہے۔ چوتھے چاند لوک میں اور پانچویں سُورج لوک روپی اگنی میں آہوتی کیا جاتا ہے۔ اور یہ سلسلہ آواگون کا ہمیشہ سے جاری ہے اور باعثِ قیامِ دُنیا ہو رہا ہے۔ کرم کانڈ کی تعلیم سے انسان چندر لوک اور سورج لوک کے سُکھوں کی پراپتی کر سکتے ہیں اور سُورج لوک سے پرجاپتی تک رسائی ہو سکتی ہے وہاں پرجاپتی کے گیان اُپدیش کرنے سے جنم مرن کا بندھن کٹکر مکتی حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسرا فائدہ کرم کانڈ سے یہ ملتا ہے کہ انسانوں کے من یعنی انتہ کرن کی مَیل یعنی کثافت دُور ہوکر انتہ کرن صاف ہو جاتا ہے اور اُپاسنا کے ذریعہ من کی ستھرتا حاصل کر کے مستحق گیان یعنی علم الٰہی کا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اوّل حصّہ میں نیک اعمال حسب طریق شاستری و ویدوں کے کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ علم بڑا بھاری ہے اور اسکے حصول

سے بے شمار عرصہ کے لئے سُکھ اور بھوگ ملتے ہیں۔ اور ہر شخص کو اس علم کے حاصل کرنے میں کوشش کرنی چاہئے کیونکہ یہی ایک ذریعہ بھوگ اور مکتی دونوں کا ہے ❊

باب دوم - گیان کانڈ

اُپنشدوں میں برہم وِدّیا (علم الٰہی) کو مختلف طریقوں پر بیان کیا گیا ہے جن میں سے چند ایک طریق باوا نگینا سنگھ صاحب نے اس اُردو وید آنووچن میں بڑی صفائی کے ساتھ بیان کئے ہیں۔ مگر ہر ایک اُپنشد میں ایک خاص امر مدِّ نظر رکھا گیا ہے کہ گیان کا اُپدیش مُستحق یعنی ادھکاری شخص کو کیا گیا ہے۔ جس جس لیاقت کے شاگرد برہم وِدیا کے سیکھنے کے واسطے آچاریہ کے سامنے آئے اُنکو اُنکی استعداد اور سمجھ کے مطابق آچاریہ نے اُپدیش کیا کٹھ اُپنشد میں نچکیتا اور یم کا قصّہ بیان کیا گیا ہے جہاں یم راج اُپدیش کرنے والے تھے اور نچکیتا ایک چھوٹا لڑکا سادہ لوح اور ایمان یعنی شردھا سے بھرا ہوا مکتی کا آرزو مند تھا۔ کین اُپنشد میں دیوتاؤں کو دو "اُما" (उमा) روپی آچاریہ نے یکش (यक्ष) کی تمثیل سے اُپدیش کیا۔ مُنڈک اُپنشد میں آچاریہ پرجاپتی کی طرف سے اُپدیش کیا گیا۔ اور چھاندوگ و برہدارنیک اُپنشد میں مختلف ادھکاریوں (अधिकारियों) کا ذکر کیا گیا ہے۔ دیو نارد نے باوجود عالم ہونے کے سنکادک رشیوں سے اُپدیش چاہا تو اُنھوں نے نارد سے پوچھا کہ تم نے سابقہ کیا کیا علم سیکھا ہے۔ اور اس امر سے واقف ہو کر کہ کیا تعلیم نارد پا چکا تھا اور اب کیا ضرورت باقی تھی اُس کو

اُپدیش کیا۔ یاگیہ ولک اور راجا جنک کے قصّہ میں دکھلایا ہے کہ راجا جنک کو اپنی وِدیا کا ابھمان تھا اور یاگیہ ولک (याज्ञवल्क्य) نے اُسکو اُپدیش کیا۔ راجہ اِندر اور وروچن کے قصّہ میں دکھلایا ہے کہ پرجاپتی نے وروچن کو باعث اُسکی حماقت کے برہم وِدیا کا اُپدیش کرنا فضول سمجھا اور اندر کو چار دفعہ کرکے ۱۰۱ برس میں برہم وِدیا کا اُپدیش کیا۔ بعض جگہ دکھلایا گیا ہے کہ آکاش بانی سے گیان کا اُپدیش ہو گیا یا اگنی کی آواز سے یا بیل کی آواز سے منتخب شخصوں کو علم الٰہی کا حصول ہو گیا۔ ایک جگہ مرمتّی اور اہنکارتی بیٹے کو باپ نے اُپدیش کیا۔ اور ایک موقعہ پر یاگیہ ولک نے اپنی استری میتری کو اُپدیش کیا ہے۔ بعض جگہ سیکھنے والے کی لیاقت پر بلا لحاظ اس امر کے کہ وُہ کس قوم کا تھا اُپدیش کیا گیا ہے۔ اور شوتیا شوتر اُپنشد میں ذکر ہے کہ برہم وادی آپس میں بیٹھ کر بحث کرنے لگے اور بحث کرتے کرتے مطلوبہ نتیجہ پر پہنچ گئے۔ دوسرے موقعہ پر ذکر ہے کہ برہم وادی برہم نشٹھ آچاریہ کے پاس برہم کو سیکھنے کے واسطے گئے اور اُنکے اُپدیش سے برہم وِیتا ہو گئے۔ غرض اِس بیان سے یہ ہے کہ برہم وِدیا کے ادھکاری ہر عُمر کے اشخاص بلا تمیز تذکیر و تانیث اور بلا لحاظ اس امر کے کہ وُہ انسان تھے یا دیوتا رشی مُنی تھے یا گرہستی یا تارک الدنیا سب بلا لحاظ ورن آشرم کے سمجھے گئے ہیں۔ اور ادھکاری کے سوا کسی اور کو برہم ودیا کا اُپدیش کرنا سخت منع کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہ یہ کہا گیا ہے کہ سوائے بیٹے کے یا کسی ایسے شاگرد کے جو گورو کو باپ کے برابر سمجھتا ہو اس وِدّیا کو ظاہر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس وِدیا کو عموماً مخفی راز کہا گیا ہے۔ اور جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے اس وِدّیا کے اُپدیش کے لئے مختلف طریق آچاریہ لوگ اختیار کرتے رہے ہیں ؎

پیشتر اسکے کہ برہم گیان کے بارے میں توضیحاً کچھ درج کیا جاوے چند اُمور دُنیا و انسان کی پیدایش کے متعلّق بموجب ویدشاستروں کے بیان کرنے ضروری ہیں جن کو مفصّل طور پر باوا صاحب نے ویدآنو وچن میں بموجب تحریر اُپنیشدوں کے درج کیا ہے ✤

پیدایش دُنیا و انسان

موجودات دُنیا کو اگر غور کی نگاہ سے دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ ہر شے جڑھ یا چیتن (یعنی نباتات و جمادات و حیوانات) سب مُرکب یعنی مختلف اجزا سے بنی ہُوئی ہے۔ اِن اجزا کو اگر باریک بینی سے چھانٹا جاوے تو صرف پانچ تتو ہی رہجاتے ہیں (یعنی (۱) پرتھوی یعنی ٹھوس یا منجمد مادّہ (۲) جل یعنی بہنے والا مادّہ (۳) اگنی یا حرارت (۴) وایُو یا اُڑنے والا مادّہ (۵) اکاش یا خلا جس میں سب اشیاء کو گنجایش و رہایش ملتی ہے ✤ مرکّب ہونا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ کسی وقت اسکے اجزاء مُفرد الگ تھے۔ پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ قبل اسکے کہ دُنیا کی موجودات نے مرکّب صورت کو اختیار کیا اسکے اجزا مفرد حالت میں موجود تھے۔ اُس حالت کا نام مختلف طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ویدوں میں اس کی نسبت روایت ہے کہ ایشور پہلے وحدہٗ لاشریک بے چُون و چرا حالت میں کُل سنسار کے مادّہ کو اپنے میں حذف کئے ہُوئے جیسا کہ انسان سُشپتی یعنی بے خواب گہری نیند کی حالت میں ہوتا ہے قائم تھے۔ اُس حالت سے اُٹھنے کے ساتھ ہی خواہش ہُوئی کہ میں ایک ہُوں انیک ہو جاؤں" یہاں لفظ خواہش سے مُراد خاصۂ ذاتی ہے نہ کہ ایسی خواہشات سے جو بوجہ ضرورت انسان کے دِل میں پیدا ہوتی ہیں ✤

مثلاً آگ کا دھرم جلانا خاصۂ ذاتی ہے۔ اسی طرح موتی کا چمکنا ستاروں کا دمکنا اور سورج کا روشن ہونا تاہم کہا جاتا ہے کہ سورج روشنی دے رہا ہے آگ جلا رہی ہے۔ موتی چمک رہا ہے۔ جو صفت خاصۂ ذاتی ہوتی ہے وہ محتاج اپنے اظہار میں کسی دوسرے امر کی نہیں ہوتی۔ مگر چونکہ صفت کا قیام موصوف میں ہوتا ہے اس لئے خواہ صفت موصوف کا عین ہی ہو تاہم موصوف کو مالک یا فاعل گفتگو میں ایا فرد کیا جاتا ہے اس لئے اگرچہ ایشور کی ذات میں یہ صفت بطور خاصۂ ذاتی موجود ہے کہ اُس میں ایک وقت دُنیا حذف ہو کر رہے اور دوسرے وقت آشکارا ہو جائے جیسا کہ ایک وقت عنکبوت اپنے اندر سے جالے کو نکالتا ہے اور دوسرے وقت اُس جالے کو نگل کر اپنے آپ میں حذف کر لیتا ہے۔ تاہم اُس ایشور کو جس کا کہ یہ خاصہ ذاتی ہے اُتپتی کرتا اور پرلے کرتا کے نام سے موصوف کیا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیوی مادہ کے اظہار کو اُتپتی اور اُس کے حذف کو پرلے کہتے ہیں۔ پس جب اُتپتی کا وقت آیا تو انانیت پیدا ہوئی جس کو سنسکرت میں اہنکار کہتے ہیں۔ اس اہنکار نے مجموعی طور پر دُنیوی مادہ کی ہستی کو قائم کر دکھایا۔ اب خواہش یہ تھی کہ "ایک ہے۔ انیک ہو جاؤں" تو اس مجموعی مادہ میں جس میں کوئی تمیز مختلف اقسام کی نہ تھی تفرقہ پیدا ہوا یعنی بُدھی تمیز پیدا ہوئی۔ اس نے ہیئت مجموعی کو توڑ دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس میں سے آکاش کا اظہار ہوا۔ آکاش میں وایو حرکت روپ ہو کر چلنے لگا۔ چلنے کی حرکت سے حرارت پیدا ہوئی۔ اور حرارت کے موجود ہونے سے جو وایو میں مادہ تراوت یا نمی کا تھا پانی ہو کر بہہ گیا۔ اور پانی جب ٹھہر گیا تو اس سے مادۂ پرتھوی یعنی پرتھوی تتو یا ٹھوس چیزوں کی نمودار ی ہوئی۔ اب بھی

ہم دیکھتے ہیں کہ ٹھوس اشیا مثلاً درخت و دیگر نباتات جن سے غلہ پیدا ہوتا ہے بارش اور جل سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور بدون جل کے ٹھوس اشیاء قائم نہیں رہ سکتیں۔ اور جل یعنی مادۂ رطوبتی کے زائل ہونے پر ٹھوس اشیا خشک ہوکر منتشر اور غائب ہو جاتی ہیں۔ جل کا قیام حرارت پر مبنی ہے جب گرمی پورے انداز پر ہوتی ہے تو آسمان سے بارش مختلف اشکال میں نازل ہوتی ہے۔ حرارت کا قیام اور پیدایش وایو یعنی ہوا سے ہے کیونکہ بدون ہوا کے آگ نہیں جلتی۔ اور اگر ہوا کو آگ سے الگ کیا جاوے تو آگ فوراً اطفاء ہو جاتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ہوا سے ہی آگ کی پیدایش ہے۔ ہوا کا قیام آکاش میں ہے کیونکہ اگر خلو یعنی اوکاش موجود نہ ہو تو ہوا حرکت نہیں کر سکتی۔ جب یہ پانچ تتو جداگانہ ہوئے تو انکی باہمی ترکیب شروع ہوئی۔ جس کو سنسکرت میں پنچی کرن کہتے ہیں یعنی پرتھوی میں نصف حصہ پرتھوی تتو کا اور نصف باقی چاروں عنصروں کا ہے۔ اِس طرح سے جل میں نصف حصہ جل تتو اور باقی نصف ہر چہار عنصروں کا ہے۔ اِسی طرح سے دوسرے عنصروں کا حال ہے۔ اِس ترکیب سے یہ پانچ سوکھشم تتو ستھول ہو گئے اور انکی شکل نمودار ہو گئی۔ ورنہ سوکھشم حالت میں دیکھنے میں نہیں آ سکتے تھے۔ پرتھوی تتو سے سونگھنے کا آلہ یعنی ناک پیدا ہوئی۔ جل سے رس یعنی ذائقہ۔ اگنی سے روپ۔ وایو سے سپرش یعنی لمس۔ اور آکاش سے شبد۔ شبد سے کان لمس سے توچا یعنی پوست بدن۔ روپ سے چکشو یعنی آنکھ۔ رس سے زبان اور گندھ سے ناک بنے۔ ان کو پنچ گیان اندریہ یعنی حواسِ خمسہ کہتے ہیں پھر ان سے پانچ ستھول اندریہ یعنی آلاتِ حرکت پیدا ہوئے۔ یعنی پاؤں چلنے کے لئے۔ گدا فضلہ دفع کرنے کے لئے۔ آلۂ تناسل بول و براز گرانے

کے بیئے۔ ہاتھ کار و بار کرنے کے لئے۔ اور مُنہ کھانے کے لئے۔ یہ کرم اِندریہ
کہلاتے ہیں۔ اِن گیان اندریہ اور کرم اِندریہ کی قائمی کے لئے دیوتاؤں کی
ضرورت ہُوئی۔ جن کے بُدون یہ اپنے فعل کو نہیں کر سکیں۔ عنصروں پر غور
کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے تین تین اوصاف ہیں جنکو ستوگُن
رجوگُن۔ اور تموگُن کہا جاتا ہے۔ ستوگُن کا خاصہ نُورانی اور ہلکاپن ہے۔
رجوگُن کا خاصہ متحرک ہوتا ہے۔ اور تموگُن کا خاصہ ظلماتی اور بھاری پن ہے
ان پانچ عناصر کے ستوگُن انش سے انتہ کرن کی اُتپتی بیان کی جاتی ہے
اور تموگُن انش سے سثھول جسم کی۔ رجوگُن انش ہر دو گُنوں کو متحرک
کرنے والا ہے۔ وائیو جس کے معنی ہیں چلنا وہ پران رُوپ ہوکر پانچ
قسموں میں تقسیم ہُوا ہے۔ آن شبد کے معنی ہیں سنسکرت میں چلنا اور پران
شبد کے معنی ہیں بخوبی چلنا۔ جو ناک اور مُنہ میں چلتا ہے اُس کو پران کہتے
ہیں۔ جو غذا کو نیچے معدے میں لے جاکر فضلہ باہر گراتا ہے اُسکو اپان
کہتے ہیں۔ اور جو غذا کو تحلیل کرکے جزوِ بدن بناتا ہے اُسکو سمان کہتے
ہیں جس کی موجودگی سے مختلف اعضاء حرکت کرتے ہیں اُسکو ویان اور
مرنے پر جیو آتما جسکے ساتھ پرواز کرتا ہے اُس کو اُدان کہتے ہیں۔ انتہ
کرن چار حصّوں پر منقسم ہُوا ہے۔ یعنی اسکی چار صُورتیں نظر آتی ہیں۔
ایک من جو گیان اندریوں کے ذریعہ محسوس کی گئی اشیاء کا خیال کرتا ہے
دوسرے بُدھی جو اُن اشیاء میں اور سابقہ تخیلات میں نیک و بد کی تمیز
کرتی ہے۔ تیسرے چت جو بعدم موجودگی بیرونی اسباب کے سابقہ دیکھی سُنی
اشیاء کو یاد کرتا ہے۔ چوتھے اہنکار جس کی موجودگی میں انتہ کرن اپنے
افعال کرتا ہے۔ انتہ کرن درحقیقت پانچ عنصروں کا ایک نُورانی جسم ہے۔

جس میں آتما کا نور متجلی ہوتا ہے۔ اسکو سنسکرت میں پرتی بمب یعنی عکس بولتے ہیں اور اسی کو جیو آتما کہتے ہیں۔ بمب یعنی صاحب عکس آتما ہے۔ وید میں روایت ہے کہ ابتدا میں پرجاپتی اس طرح پر نمودار ہوا جیسے چھولے کا دانہ ہوتا ہے۔ یعنی دو پھانک جڑی ہوئی۔ اُس نے اپنے آپ کو دیکھا اور کہا کہ "میں ہوں" اس لئے اُس کا نام "اہم" یعنی "میں" ہوگیا۔ اب بھی جب کوئی انسان دوسرے کو پکارتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تو کون ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ "میں ہوں"۔ پھر پرجاپتی کو بباعث تنہائی خوف طاری ہوا۔ اب بھی جب انسان اکیلا ہوتا ہے تو خائف ہو جاتا ہے۔ پھر پرجاپتی نے غور کیا کہ سوائے میرے دوسرا کوئی نہیں اور خوف ہمیشہ دوسرے سے ہوتا ہے۔ پس خوف دور ہوگیا۔ اب بھی جب خوف ہونے پر انسان خیال کرتا ہے کہ دوسرا کوئی نہیں تو خوف دور ہو جاتا ہے۔ پھر پرجاپتی نے کہا کہ مجھ اکیلے کو کوئی شغل نہیں بدون دوسرے کے کوئی شغل یا باعث فرحت نہیں۔ اب بھی خاصۂ انسانی یہی ہے کہ جب اکیلا ہوتا ہے تو اداس ہوتا ہے۔ اس خیال کے پیدا ہونے کے ساتھ پرجاپتی کے دو حصے ہو گئے۔ ایک حصہ مرد جسکو منو کہتے ہیں اور دوسرا عورت جسکو شت روپا کہتے ہیں یہ نمودار ہوئے۔ اس مرد نے عورت کے ساتھ مجامعت کی جس سے اولاد انسانی پیدا ہوئی۔ یہ مرد و عورت (یعنی منو و شت روپا) چونکہ پرجاپتی سے اظہار پاتے تھے اور گذشتہ جنم کے کامل نیک اعمال کے ثمرہ سے بہرہ یاب ہوکر پورے اختیار والے تھے اس لئے شت روپا نے بھوگ کے اس متواتر فعل سے تنگ ہوکر چاہا کہ کسی طرح سے منو اُس کا پیچھا چھوڑے تب اُس نے اپنی شکل گؤ

بدل کر گائے گھوڑی وغیرہ مختلف اجسام تانیث اختیار کئے۔ مگر منو جو شہوت سے مغلوب ہوا ہوا تھا اس نے اس کا پیچھا نچھوڑا۔ اور جس جس حیوان چرند پرند کی شکل کو شت روپا اختیار کرتی گئی منو اس کے مذکر روپ کو دھارن کرتا گیا۔ اور اس طرح ہر جنس کی پیدایش ہوتی گئی۔ آخرش شت روپا نے عورت کی شکل کو قبول کیا اور منو نے مرد کی شکل کو۔ اس وقت تھک کر منو کے دل میں سوچ وچار پیدا ہوئے کہ وہ کیا تھا اور کیا فعل اس نے کئے۔ اور کس کام کے لئے اس کی پیدایش مطلوب تھی۔ تب اس نے یگ رچا اور ودھی پوربک یعنی حسب قواعد ازدواج کر کے سنتان پیدا کی۔ مختلف طریق سے پیدایش دنیا و حیوانات و انسان اپنشدوں اور پرانوں میں بیان کی گئی ہے۔ نتیجہ سب کا ایک ہی ہے۔ کہ ایک وقت ایسا تھا کہ جب دنیا موجود صورت میں نہ تھی۔ بعد میں بتدریج پیدایش مرکب صورت کی ہوئی اور نشو و نما ہوتا گیا۔ اور بعد عروج پھر زوال ہو کر ایک دن آئیگا کہ پھر تمام مرکب اجزاء منفرد ہو کر جدا جدا ہو جاوینگے اور صورت موجودہ غائب ہو گی جسکو پرلے کہتے ہیں اور اسی طریق پر یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔ گویا یہ خاصہ ذاتی ایشور کا ہے جیسا کہ ستاروں میں ڈگمگاہٹ ہوتی ہے یعنی ایک دفعہ پھیلنا دوسری دفعہ سکڑنا۔ یا جیسے سورج کا طلوع و غروب یا انسان کا سونا یا جاگنا۔ اسی طرح سے ایشور میں ایک دفعہ جگت کا اظہار اور دوسری دفعہ اس کا غیر آشکارا ہونا ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہیگا

برہم گیان

جیسے پہلے بیان ہو چکا ہے اپنشدوں میں برہم گیان کا اپدیش مختلف

ادھکاریوں کو مختلف طریقوں پر کیا گیا ہے۔ غرض اِس اُپدیش سے آتما کی پہچان ہے۔ آتما ست چت آنند سروپ ہے اور باقی کُل اشیا جو غیر از آتما ہیں جڑھ یا اناتما کہلاتی ہیں۔ جو شخص آتما اور اناتما کے بھید کو جانتا ہے اُسی کو آتم گیانی یا برہم ودیا کہتے ہیں + جو سرو ویاپک ہو اور شے کا جوہر یعنے اُس کا اصل ہو اُس کو آتما کہتے ہیں۔ چونکہ سرو ویاپک ہے اِس لئے ہر جگہ موجود ہے۔ پس تلاش کرنے سے ہر جگہ اور ہر موقعہ پر مل سکتا ہے۔ اس لئے بہترین طریقہ اُس کی تلاش کا اپنے بدن میں ہی ہو سکتا ہے جسم انسان میں جو حصہ کثیف ٹھوس اور جڑھ نظر آتا ہے اُس کو ان مے کوش کہتے ہیں۔ یہ پہلا غلاف آتما پر جسم انسان میں ہے اور آتما اس ان مے کوش میں ویاپک ہے اور اس کوش کی قائمی کا باعث ہے۔ اس ان مے کوش کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ پرانوں کی آمد و رفت ہے۔ یہ پران کُل ان مے کوش کے اندر پھیلے ہوئے ہیں۔ جس حصّہ بدن میں پران کی حرکت نہیں رہتی وُہ حصّہ جڑھ یا مُردہ ہو جاتا ہے۔ جس قدر حرکت بدن میں ہوتی ہے اُس سب کا باعث پران مے کوش ہے۔ اسی کی بدولت خون چلتا ہے اور بدن میں حرکت ہوتی ہے۔ یہ دوسرا غلاف پران مے کوش کے نام سے موسُوم ہے اور آتما اس میں ویاپک ہے اور یہ خود (پران مے کوش) ان مے کوش میں ویاپک ہے۔ ان کوشوں کے اندر ایک اور غلاف بدن میں موجود ہے جو ان سے برتر ہے اور جس کو منو مے کوش کہتے ہیں کیونکہ من کے تابع گیان اندریہ اور کرم اندریہ کام کرتے ہیں حسب مثل سابق اس کوش میں بھی آتما ویاپک ہے اور یہ تیسرا غلاف آتما کو ڈھانپنے

ہوتے ہوئے اس بدن میں موجود ہے۔ اور یہ خود پہلے دو کوشوں یعنے
ان مے کوش اور پران مے کوش میں ویاپک ہے۔ اس کے اندر ایک
چوتھا غلاف موجود ہے جو اس سے اعلیٰ تر ہے اور جس کو وگیان
مے کوش کہتے ہیں۔ اس کے آدھین منومے اور پران مے کوش ہیں
کیونکہ جس شخص میں وگیان زور آور ہے وہ من اور پرانوں کی حرکت
کو روک سکتا ہے۔ آتما اس میں ویاپک ہے اور آتما کی موجودگی سے
اس کا قیام ہے۔ اور یہ خود پہلے تین کوشوں میں ویاپک ہے۔ اس کے
اندر ایک پانچواں غلاف ہے جسکو آنند مے کوش کہتے ہیں۔ جس وقت
بے خواب نیند میں انسان ہوتا ہے تو بیدار ہوکر بیان کرتا ہے کہ میں
بڑے آرام میں تھا۔ اس حالت میں جبکہ کل حرکت اور حرکت کو
قائم کرنے والے کوش معطل تھے تو اس آنند مے کوش کے آسرے
اس جسم کا قیام تھا۔ آتما اس کوش میں ویاپک ہے اور اس کی
بدولت اس کوش کا قیام ہے۔ اور یہ کوش باقی چار کوشوں میں
ویاپک اور انکی قائمی کا باعث ہے۔ باوجود ویاپک ہونے کے آتما ان
کوشوں سے اسنگ اور بے تعلق ہے۔ اسکی جزوی تمثیل یہ ہوسکتی ہے
کہ کسی بیش بہا قیمت والی شئے کے اوپر پانچ غلاف چڑھے ہوئے ہوں
تو اگرچہ غلاف اپنی نموداری اور قیام میں محتاج شئے مذکور کے ہوتے ہیں
مگر شئے کو اپنی ہستی کے لئے محتاجگی غلافوں کی نہیں ہوتی۔ اور نہ
ہی غلافوں کی وجہ سے شئے مذکور ان کے ساتھ کوئی ایسا تعلق پیدا
کرتی ہے کہ انکی علیحدگی سے اس میں کوئی نقص پیدا ہو جاوے ❊
اسی طرح آتما کو مانڈوکیہ اپنشد میں جاگرت سوپن اور سشپتی کی

حالتوں سے اسنگ یعنی بے تعلق بڑی صفائی سے دکھلایا ہے۔ دیکھو جب انسان جاگتا ہے جیو آتما جاگرت کی حالت کا شاہد ہوتا ہے۔ جب جاگرت کی بجائے خواب کی حالت ہوتی ہے تو اس حالت میں خواب کی حالت کا شاہد ہوتا ہے اور جب گہری یعنی بے خواب نیند کی حالت وارد ہوتی ہے تو آنند و بیخبری کا شاہد ہوتا ہے۔ یعنی جاگرت کی حالت میں جیو آتما خواب والی اور بے خواب نیند کی حالتوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور اب سویا ہوا سوپن دیکھتا ہے تو بیداری اور بے خواب نیند کی حالتوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور جب بے خواب کی نیند کی حالت کو دیکھتا ہے تو جاگرت اور سوپن کی حالتوں کا محتاج نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آتما ہر حالت میں ہر سہ حالتوں سے جدا اور بے تعلق اور غیر محتاج ہے۔ ہر سہ حالت ہائے مذکورہ اپنے اظہار اور قیام کے لئے محتاج جیو آتما ہیں مگر جیو آتما اپنی ہستی کے قیام کے لئے محتاج کسی حالت کا نہیں۔ یہ سچ ہے کہ جیو آتما کو بدون ان حالتوں کے ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ جب دیکھا کسی نہ کسی حالت میں موجود دیکھا۔ تاہم یہ بخوبی ثابت ہے کہ جیو آتما جو ایک وقت صرف پہلی ایک حالت میں موجود ہوتا ہے اس وقت دوسری دو حالتوں سے بالکل بے تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح سے جب دوسری حالت میں موجود ہوتا ہے اس وقت پہلی اور تیسری حالت سے بے تعلق ہوتا ہے اور جب تیسری حالت میں موجود ہوتا ہے تو پہلی اور دوسری حالت سے بے تعلق ہوتا ہے۔ پس ہر حالت میں وہ اسنگ اور قائم بالذات رہتا ہے۔ اس جیو آتما میں کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا۔ حالتوں میں تغیر ہوتا ہے جیسے ایک پروفیسر ایک کمرہ میں بیٹھ کر تعلیم

دیتا ہے اور چار مختلف جماعتیں مختلف اوقات پر اُس سے تعلیم پاتی ہیں ایک وقت پہلی جماعت اُس سے تعلیم حاصل کرتی ہے۔ پھر وہ چلی جاتی ہے اور دُوسری جماعت اُس کمرہ میں پروفیسر کے سامنے آ موجود ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ پروفیسر تعلیم دے رہا ہے اسی طرح سے تیسری اور چوتھی جماعت یکے بعد دیگرے۔ ہر چہار جماعتوں کے تغیر و تبدل کے عرصہ میں پروفیسر جوں کا توں اپنے کمرہ میں مستقل بیٹھتا ہے مگر مختلف جماعتیں اُس کے سامنے آتی ہیں اور فی الجملہ کسی نہ کسی جماعت کے ساتھ اُس کا تعلق بیان کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے جیو آتما ہمیشہ اسنگ موجود رہتا ہے اور اُسکے سامنے جاگرت سوپن اور سشپتی کی تبدیلیات واقع ہوتی رہتی ہیں۔ ہر حالت کے ساتھ اُس کا عارضی تعلق بیان کیا جاتا ہے اگرچہ درحقیقت آتما اسنگ اور بے تعلق ہوتا ہے۔ یہ تحقیقات آتما کی بدن انسان میں کی گئی ہے اور آتما کو بدن سے علیحدہ کرکے دکھلایا ہے اسی طریق پر اگر باقی اشیاء کی تحقیقات کریں تو نتیجہ ایسا ہی برآمد ہوگا۔ مثلاً ہم ایک لاٹھی یا ایک ٹکڑا پتھر کا امتحان کریں تو معلوم ہوگا کہ جو صورت لاٹھی کی آنکھ کے ذریعہ دکھلائی دیتی ہے وہ لاٹھی کے ایسے گُن یعنی اوصاف ہیں جو آنکھ کے ادراک میں آسکتے ہیں۔ اسی طرح سے جو اوصاف آواز وغیرہ کانوں سے سُنے جاتے ہیں وُہ کان کے ادراک میں آنے والے ہیں۔ جو ذائقہ کے متعلق ہیں وُہ زبان سے جانے جا سکتے ہیں ویسے ہی جو ناک سے جانے جا سکتے ہیں اور جو توچا یعنی لمس سے معلوم ہو سکتے ہیں وہ سب لاٹھی کے اوصاف ہیں۔ لاٹھی نہیں ہیں کیونکہ جو کچھ ہم نے آنکھوں سے دیکھا وہ رنگ اور صورت تھی جو کانوں سے سُنا وُہ

اُس کی آواز تھی۔ جو زبان سے محسوس کیا وُہ اُس کا ذائقہ تھا۔ جو لمس سے معلوم کیا وہ اُس کی نرمی یا سختی وغیرہ اوصاف تھے۔ جو ناک سے سُونگھا گیا وُہ اُسکی بُو تھی۔ پس جو کچھ گیان اندریوں کے ذریعہ سے معلوم ہُوا وہ تمام لاٹھی کے گُن تھے۔ لاٹھی نہیں تھی۔ اسی طرح جو گُن لاٹھی کے من کے ذریعہ معلوم ہُوئے وُہ بھی سب لاٹھی کے اوصاف ہیں۔ لاٹھی نہیں ہیں۔ اسی طرح جو گُن ابھی تک آشکارا نہیں ہوئے اور غیر آشکارا ہیں وُہ بھی گُن یعنی اوصاف ہی ہیں اور لاٹھی نہیں ہیں۔ پس جو کچھ گیان اندریہ یعنی آلات مدرکہ کے ذریعہ محسوس ہُوا یا من کے ذریعہ جانا گیا۔ یا جو بالفعل غیر آشکارا ہے وہ سب اوصاف ہی ہیں۔ لاٹھی نہیں ہیں۔ اصل لاٹھی یعنی آتما من و بانی سے پرے ہے اِس لئے جانا نہیں جاسکتا۔ جو کچھ سمجھا گیا وہ محض اوصاف ہیں۔ عرض ہیں جوہر نہیں ہیں۔ اوصاف ہیں اصل شے نہیں ہیں۔ اور اپنے اظہار میں محتاج لاٹھی کی ہستی کے ہیں۔ مگر لاٹھی محتاج اُن اوصاف کی نہیں ہے۔ کیونکہ جب درخت پیدا نہیں ہُوا تھا اور صرف بیج ہی موجود تھا۔ تو جو گُن لاٹھی کے ہم نے گیان اندری اور من کے ذریعہ معلوم کئے وُہ موجود نہیں تھے۔ اور جب بیج سے درخت پیدا ہوکر لاٹھی کے اوصاف اظہار پائے تو لاٹھی اُن اوصاف کی جو بحالتِ تخم غیر آشکارا تھے محتاج نہ رہی۔ اور جب پھر لاٹھی کو جلا دیا جاوے تو ہر دو ماسبق اوصاف گم ہو جاتے ہیں۔ تاہم لاٹھی کی ہستی (یعنی ذات) قائم رہتی ہے اور وُہ اُن اوصاف کی محتاج نہیں ہوتی۔ پس لاٹھی کی ذات اُس کا عین آتما ہے جو اپنی ہستی میں قائم بالذات ہے اور محتاج

کسی دوسری شے کا نہیں۔ مگر جو اوصاف ہم نے تغیر ہونے والے اس
لاٹھی کے آشرے دیکھے وہ قائم بالذات نہیں بلکہ قائم بالغیر اور
بدلنے والے معلوم ہوئے۔ اسی طرح اگر کُل کائنات کی تحقیقات کی جاوے
تو جو کچھ اظہار پا رہا ہے اُس سب کی ماہیت محض نام اور رُوپ
ہی نکلے گی۔ اور جو نام اور رُوپ کا ادھشٹھان آتما ہے وہ من اور
بانی سے پرے پایا جاوے گا۔ جس قدر تفاوت نظر آتی ہے وہ سب
نام اور رُوپ میں ہے۔ اور جو ان سے پرے ہے اُس میں کلام کو
گنجایش نہیں۔ اِس لئے بے چُون و چرا اور ہر جگہ اور ہر محل میں
ایک ہی قسم کا ہے۔ کیونکہ تفریق یا نانا پن یا دُوسرے پن کا ذکر کیونکر
ہو سکتا ہے۔ پس ہر ایک شے جو نام رُوپ رکھتی ہے سب کا آتما ایک
ہی ہے جس میں کسی قسم کی تفریق کی گنجایش نہیں۔ یہ آتما چُونکہ ہر
جگہ ہے اِس لئے سَروِ ویاپک ہے۔ چونکہ سب کا آشرا ہے اِس لئے
سب کا اِدھشٹھان ہے۔ چُونکہ کُل حرکات اُس کے آشرے ہوتی
ہیں اس لئے یہ کرتا مانا گیا ہے۔ چُونکہ نام رُوپ سے اسنگ اور
بے تعلق ہے اس لئے اِسی کو اکرتا بولتے ہیں ۔

پانچ کوش اور جاگرت سوپن سُشپتی اوستھا کی تشریح اور لاٹھی
کی مثال سے ثابت ہے کہ آتما پانچ کوشوں سے ڈھکا ہوا سب میں ویاپک
سب کا آدھار اور سب سے نرالا اسنگ ہے۔ مانڈوکیہ اُپنشد میں جاگرت
سوپن سُشپتی حالتوں کا ساکھشی آتما کو بیان کیا ہے جو کہ حالتوں
کی تبدیلی کا درشٹا ہے اور اُن کی تبدیلیوں سے خود تبدیل نہیں
ہوتا بلکہ ہمیشہ ایک رس ساکھشی رُوپ سے اپنی ذات میں قائم

رہتا ہے۔ لاٹھی کی مثال سے دکھلایا گیا ہے کہ ہر شئے جو نام روپ رکھتی ہے اُس میں جو کچھ گیان اندری کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے یا جو کچھ من کے ذریعہ جانا جاتا ہے۔ یا جو کچھ ابھی جانا نہیں گیا۔ اور آئندہ جانا جاسکتا ہے وُہ سب اوصاف ہیں۔تغیر ہونے والے ہیں۔ اور شئے کی اصل ذات نہیں۔ جو اصل ذات شئے کی ہے وہ من اور گیان اندریوں سے پرے ہے۔ اور اوصاف معلوم یا غیر معلوم کا آدھار آتما ہے جو اسی وجہ سے کہ من اور گیان اندریوں کی اُس تک رسائی نہیں بیچون و چرا اور بے مثل کہا جاتا ہے۔ پس جب کہ یہ آتما بہمہ وجوہ نام روپ سے الگ اور اُنکا محتاج نہیں تو کسی صورت میں یہ کرتا نہیں ہو سکتا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آتما کیونکر کرتا ہوکر دکھلائی دیتا ہے اور بدن انسان میں کون کرتا ہے؟ ہم پہلے بدنِ انسان کی تحقیق کر چکے ہیں۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ بیرونی کثیف غلاف انّ مے کوش روپ والا ہے جو تین روپ والے عناصر یعنی پرتھوی جل اور اگنی سے بنا ہوا ہے۔ دوسرا غلاف پران مے کوش ہے جس میں وایو کا غلبہ ہے۔ تیسرا منو مے کوش ہے جسکو انتہ کرن بھی کہتے ہیں۔ اور انتہ کرن عناصر کے ستوگن انش یعنی لطیف حصہ سے بنا ہوا ہے۔ اِس انتہ کرن کے لطیف حصہ کا نام وِگیان مے کوش ہے اور اِس جسم میں یہی وگیان مے کوش کرتا جاننے والا اور فیصلہ کرنیوالا مانا گیا ہے۔ انتہ کرن چونکہ عنصری مادّہ کا لطیف حصّہ ہے اِس لئے شفاف ہے۔ پتھر میں صورت انسان کا عکس نہیں پڑسکتا مگر آئینہ میں جوکہ پتھر کے نفیس حصوں سے بنایا جاتا ہے عکس پڑتا ہے اسی طرح مجموعۂ عناصر

کے کثیف حصہ میں آتما کا پرکاش یعنی اظہار نہیں ہوتا مگر اُسکے لطیف اور
شفاف حصہ میں آتما کا اظہار ہوتا ہے۔ اس اظہار کو آنند مے کوش
یا جیو آتما کہتے ہیں۔ جبتک انتہ کرن کا وجود قائم رہتا ہے اِس اظہار
کا وجود آتما سے غیر ہوکر معلوم ہوتا رہتا ہے۔ ہم پہلے جتلا چکے ہیں
کہ آئینہ میں جو صورت نظر آتی ہے وہ اصل صورت سے جس کا وہ عکس
ہے غیر نہیں ہوتی بلکہ وہی ہوتی ہے اور میں نے اپنی انگریزی کتاب موسومہ
"ویدک فلاسفی" میں مدلل طور پر دکھلایا ہے کہ آئینہ رُونما میں جو عکس
دکھلائی دیتا ہے وہ بروئے قواعد سائنس اصل ہی معکوس ہوکر نظر
آتا ہے کیونکہ جو اُصول سورج یا دیگر روشنی کی کرنوں کے معکوس ہونے
کے متعلق ہیں وہی اُصول بصارت کی کرنوں سے متعلق ہیں سورج وراٹ
سروپ یعنی ہیئت مجموعی کی آنکھ ہے اسی طرح سے بدن انسان میں
دیدہ کا جو آلہ ہے وہ آنکھ ہے۔ دونوں یعنی سورج اور آنکھ انسانی
ایک ہی مادہ کے بنے ہوئے ہیں۔ صرف تفاوت کبیر وصغیر یا لطیف
وکثیف ہونے کا ہے۔ اُصول یہ ہے کہ جب کرنیں کسی شے شفاف پر
پڑیں اور اُس میں سے بباعث رُکاوٹ گذر کر آگے نجا سکیں (جس طرح
شیشے کی پشت پر قلعی چڑھانے سے رُکاوٹ پیدا کی جاتی ہے) تو وہ
واپس ہوتی ہے مثلاً ج ـــ ب ـــ د (الف، ہ)۔ الف بے کرن ج د سطح پر
پڑکر الف ب دال زاویہ قائم کرتی ہے۔ مگر الف ب کرن بوقت واپسی
الف ب دال زاویہ کو مساوی کاٹ کر ب ہ کی لائن میں واپس
ہوتی ہے۔ اور یہ جو اشیاء مقام ہ پر موجود ہوں اُنکو دکھاتی ہے
کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ واپسی کے وقت جو کرن کے کسی سطح شفاف پر

پڑنے سے زاویہ پیدا ہوتا ہے معکوس کرن اُس زاویہ کو مساوی کا ٹکر
واپس ہوتی ہے۔ اور اُس واپسی میں جس جگہ پر جا کر رکتی ہے اُس کو
دکھاتی ہے۔ وُہ دیکھی گئی شے درحقیقت آنکھ کی اُس کرن نے جو آنکھ
سے نکل کر گئی تھی دگر بباعث رکاوٹ قلعی کے جو پشتِ آئینہ پر ہے
واپس ہوئی ہوئی دیکھی ہے۔ آئینہ میں کوئی صورت نمودار نہیں ہوئی۔ اگر آئینہ
میں کوئی صورت پیدا ہوتی تو بہت سی صورتوں کے پیدا ہونے سے آئینہ
میلا ہو جاتا۔ یا بہت آدمی ایک ہی آئینہ کو سامنے رکھ کر مختلف اشکال
کو نہ دیکھ سکتے۔ اور ممکن نہیں تھا کہ ایک چھوٹے سے آئینہ کے ٹکڑے میں
انسان کُل آسمان یا بڑے بڑے پہاڑوں یا دیووں کا نظارہ کر سکتا۔ دیکھنے
کی فلاسفی یہ ہے کہ من بذریعۂ بصارت کی کرنوں کے باہر نکلکر جس شے
سے ساتھ ٹکراتا ہے اُسکی صورت پر متشکل ہو جاتا ہے اور اس من کی شکل
سے وِگیان آتما واقف ہو جاتا ہے اور یہ شکلیں وگیان مے کوش سے گذر کر
جب آنند مے کوش میں داخل ہوتی ہے تو وہاں چونکہ من اور بدھی کو
دخل نہیں ہے ایک مجموعی صورت میں موجود رہتی ہیں۔ مگر من کا کسی شے
کے ساتھ ٹکرانا من کو متحرک اور متموج کرتا ہے اور اس موج کو برتی کہتے
ہیں۔ جب وُہ برتی آنند مے کوش میں چلی جاتی ہے تو اسکو سنسکار بولتے
ہیں۔ اصول طبعی کے مطابق حرکت جب ایک دفعہ پیدا ہو جاوے تو
کبھی بند نہیں ہوتی بلکہ دائم جاری رہتی ہے۔ مگر جب مقابلہ پر کوئی
مخالف مادہ موجود ہو تو ٹکراتی ہے۔ اور اگر مخالف شے کو متحرک نہ
کر سکے تو واپس ہوتی ہے۔ یہاں شے حرکت یافتہ تخیل یعنی من کی برتی
ہے۔ وُہ آنند مے کوش میں گئی ہوئی نامعلوم سی ہو جاتی ہے مگر

معدوم نہیں ہو جاتی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب من کو تخیل سے روکا جاوے اور ہم سمادھی کرنے کی غرض سے الگ تنہائی میں بیٹھ جاویں اور کُل حواسِ مدرکہ کو روک لیں تو بلا کسی خواہش کے بلکہ روکنے کے خواہش کی موجودگی میں بھی وہ برتیاں (वृत्तियां) من میں آکر موجود ہوتی ہیں جو مدت سے فراموش ہو چکی تھیں۔ ان کی آمد اُس وقت جبراً معلوم ہوتی ہے۔ اِس لئے پایا جاتا ہے کہ جو برتیاں سنسکار روپ ہو کر آنند مئے کوش میں گئی تھیں وہ کسی مخالف مادّہ سے ٹکرا کر واپس ہوئی ہیں۔ جو کچھ آنکھ کے ذریعہ پیدا شُدہ برتیوں اور سنسکاروں کی واپسی کی بابت ذکر آیا ہے وہ باقی حواسِ مدرکہ سے پیدا شُدہ برتیوں اور سنسکاروں کے مُتعلق بھی سمجھنا چاہیئے۔ اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ درحقیقت معلوم کرنے کا آلہ من ہے اور چکشو برتی یعنی بصارت کے ذریعہ بیرونی اشیاء کے رُوپ کو دھارن کرتا ہے۔ بس آئینہ ایک ذریعہ بصارت کی کرنوں کو معکوس کرنے کا ہے۔ اور درحقیقت اصل شئے جسکو آنکھ بطور خود نہیں دیکھ سکتی بوساطت آئینہ دیکھتی ہے آئینہ میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ بڑے کو چھوٹا کرکے دکھاتا ہے اور سیدھے کو اُلٹا کرکے دکھاتا ہے۔ پانی میں ہم دیکھتے ہیں کہ درخت کی چوٹی نیچے اور جڑ کا مقام اُوپر کو دکھائی دیتا ہے۔ آئینہ رُو نما میں ہمارا رُو آئینہ کی طرف ہوتا ہے۔ مگر جو عکس آئینہ میں ہے چونکہ بصارت کی کرنیں ٹکرا کر واپس اپنے چہرہ پر پڑتی ہیں اس لئے چہرہ کو برعکس یعنی اپنی طرف کو رُخ کئے ہوئے دکھلاتی ہیں۔ ایک اور تجربہ کبھی ہم آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ آئینہ کے ہلنے سے اصل شئے

معکوس شدہ ہلتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آئینہ کی حرکات اصل شے کی حرکات معلوم ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ انتہ کرن میں آتما جو سرو ویاپک اور محیطِ کُل ہے محدود اور چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے۔ جو قادرِ مطلق ہے وہ نا طاقت اور کمزور معلوم ہوتا ہے۔ جو خود بباعث سرو ویاپک ہونے کے ساکن ہے بباعثِ حرکت انتہ کرن کے متحرک معلوم ہوتا ہے + آتما ست چت آنند سروپ ہے۔ ست اس لئے کہتے ہیں کہ ہمیشہ قائم رہتا ہے۔ کبھی تغیر یا زوال کو نہیں پاتا۔ چت اس لئے کہتے ہیں کہ ساکھشی سروپ ہے اور خود کسی شئے سے تعلق نہیں پاتا۔ اور آنند اس وجہ سے ہے کہ بے خواب نیند میں ہمنے دیکھا ہے کہ بباعث عدم موجودگی حرکات و تغیرات و ادراک کے انسان آنند پاتا ہے اور اسی لئے اسکو آنند مے کوش یعنی ایسا خانہ جہاں آنند کی زیادتی ہے کہتے ہیں۔ چونکہ یہ صرف عکس ہے۔ اس لئے پورن آنند اس کو نہیں کہا گیا اور آتما جو اصل ہے محض خالص اور پورن آنند ہے +

اوپر کی تحریر سے عیاں ہے کہ انتہ کرن کی ملاوٹ سے جو عکس اس میں پڑ رہا ہے وہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اور عکس کے ہلنے سے اصل کے ہلنے کا گمان کیا جاتا ہے۔ یہ محض بباعث اگیان اور جہل کے معلوم ہوتا ہے۔ ورنہ یہ بخوبی معلوم ہو چکا ہے کہ آتما جو سرو ویاپک ہے ہر جگہ موجود ہے اس میں حرکت کو گنجایش نہیں کیونکہ حرکت خلو میں ہوتی ہے۔ جہاں خلو بغیر از آتما ہو وہاں آتما حرکت کرسکتا ہے۔ مگر جبکہ ہم دکھلا چکے ہیں کہ خلو کا بھی ادھشٹھان اور آشرا آتما ہی ہے تو پھر آتما کس جگہ حرکت کرے اور کس جگہ کو چھوڑ کر

کہاں دوسری جگہ پر جاوے۔ اس امر کا خیال ہی ناممکن اور محال ہے۔
پس جو حرکات جیو آتما کی نظر آتی ہیں وہ انتہ کرن کی ہیں جس
میں جیو آتما پرتی بمب روپ سے قائم ہے۔ اصل آتما یعنی بمب کی
نہیں ہیں کیونکہ اُس میں حرکت کا امکان محال ہے۔ کتاب ہذا وید
آنو وچن میں باوا صاحب نے چراغ اور سورج کی مثال سے دکھلایا
ہے کہ ساکھشی اُن حرکات کا جو اُس کی موجودگی میں ہوں ذمہ دار
نہیں ہوتا اور جو افعال اُس کی موجودگی میں ہوں اُن سے وہ ہمیشہ
آزاد اور الگ رہتا ہے۔ اسی طرح سے جان لینا چاہیئے کہ انتہ کرن
کی حرکات سے جیو آتما اور اُس کا بمب آتما ہمیشہ اسنگ اور آزاد اور الگ
رہتے ہیں۔ مگر جس طرح انجان لوگ آسمان کو جس کی کوئی شکل نہیں
ہے نیلگوں یا آندھی کے باعث گردگوں کہتے ہیں اُسی طرح اگیانی
لوگ انتہ کرن کی حرکات کو جیو آتما میں قائم کر کے اُس کو کرتا بھوگتا
پاپ پن اور نیک و بد سے متصف کرتے ہیں یعنی انتہ کرن کے اوصاف
جیو آتما کے اوصاف بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ جہل دور
ہو جاتا ہے تو پھر ظاہر ہوتا ہے کہ جیو آتما اسنگ ساکھشی روپ ہے۔
ممکن ہے کہ اب یہ سوال پیدا ہو کہ اِس دُنیا کے پیدا کرنے کا محرک
کون ہے اور انتہ کرن اور دیگر موجودات میں حرکت کیونکر ہوتی ہے
اور کون اس کا باعث ہے؟ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دنیوی مادہ
ایک اوصافی مادہ ہے جس طرح ظل انسان کا انسان کے ساتھ رہتا
ہے اسی طرح سے یہ مادہ جس کو مایا یا اودیا یا پرکرتی بولتے ہیں۔
آتما کے ساتھ ظل روپ سے قائم رہتا ہے۔ جس طرح سے لاٹھی کے

اوصاف لاٹھی میں ظلّ روپ سے قائم رہتے ہیں لاٹھی سے الگ نہیں رہ سکتے۔ جس طرح ستاروں کا ڈگمگانا ستاروں سے غیر نہیں ہے۔ اسیطرح یہ ظلّ آتما سے الگ نہیں ہے۔ اس کا کھلنا جگت کی اتپتی۔ اس کا سکڑنا جگت کی پرلے ہے۔ یہ ظلّ آتما کے ایک ویش یعنے حصّہ میں رہتا ہے جیسے انسان کا ظلّ انسان میں۔ اس لئے اس ظل میں چونکہ یہ سَرو ویاپک نہیں حرکت موہومہ کا تصور ہوتا ہے۔ اس مادّہ یعنی ظلّ کی بابت ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ یہ تین گنوں کا مجموعہ ہے۔ اور ان تین گنوں میں رجوگن خالص حرکت روپ ہے پس ہلنا اس کا خاصۂ ذاتی ہے۔ اور ہلاوٹ اس کی ایک شان آتما کی ہے۔ اور ہلاوٹ کی واپسی جو وہ بھی ایک قسم کی حرکت ہے جس کو پرلے کہتے ہیں دوسری شان آتما کی ہے۔ یہ ہر دو شان اپنی ہستی اور اظہار کے لئے محتاج آتما کی ہیں۔ آتما ان کا محتاج نہیں۔ چونکہ کُل مادّہ کا ایک جزو حرکت روپ ہے اس لئے ہر شئے میں حرکت کا اظہار پایا جاتا ہے اور حرکت ہمیشہ غیر از چیتن میں ہوتی ہے۔ چیتن ساکھشی ہمیشہ ایک رس رہتا ہے۔ انتہ کرن جو لطیف حصّہ دنیوی مادہ کا ہے اس میں بڑے واضح طور پر حرکت کا اظہار معلوم ہوتا رہتا ہے اس میں سوائے حالت نِرو کلپ سمادھی یا سُشپتی کے ایسا کوئی وقت نہیں کہ جب حرکت معلوم نہو۔ دیگر مادّی اشیاء میں بوجہ کثافت مثلاً پتھر میں موٹی نظر سے حرکت کا اظہار معلوم نہیں ہوتا مگر سائینس کی رُو سے سب کو معلوم ہے کہ حرکت ہر شئے میں ہر آن جاری رہتی ہے۔ اور یہی باعث ہر شئے کے زوال اور کمال کے ہونے کا ہے۔

اِس اُصول کو مدِ نظر رکھ کر ہندوستان کے فلاسفروں نے مشاہدِ درِشٹی سرِشٹی باد کو بیان کیا ہے۔ وُہ کہتے ہیں کہ ہر ایک کن میں نئی سرِشٹی پیدا ہوتی ہے کیونکہ بباعث حرکت کے اُس میں ہر آن تغیر پیدا ہوتا رہتا ہے۔ اِس امر کے بیان میں زیادہ طوالت کی ضرورت معلوم نہیں دیتی کیونکہ دانا لوگ جانتے ہیں کہ حرکت دُنیوی مادّہ کا خاصۂ ذاتی ہے اور یہ ہمیشہ ہوتی ہے اور ہوتی رہے گی۔ اس کی حرکات کو ناواقف لوگ چیتن آتما اور جیو آتما کی حرکات بیان کرتے ہیں جو سراسر غلط اور خلافِ اُصول ہے۔ اور یہ نگاہ اُن کی ویسی ہی ہے جیسا کہ کوئی آئینہ کی حرکات کو عکس یا صاحبِ عکس کی حرکات خیال کرے۔ اسی طرح سے بعض لوگ انتہ کرن کے دھرموں کو جیو آتما کے دھرم مان لیتے ہیں جیسے بالک چندر ماں کے اوپر بادلوں کو چلتے ہوئے دیکھ کر کہتے ہیں کہ چندرماں دوڑتا چلا جاتا ہے۔ یا ریل میں بیٹھے ہوئے ہم خود دوڑے جارہے اِرد گرد کی ساکن اشیاء کو دوڑتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اِسی طرح سے اسنگ اور اکرتا آتما کو نادان لوگ سنگی اور کرتا کہتے ہیں درحقیقت حرکت اور فعل مایا اور اُس کے کاریہ آلات مدرکہ انتہ کرن وغیرہ کے دھرم ہیں ۔

مکتی یعنی نجات

لفظ مکتی کے معنی ہیں قید سے آزادی حاصل کرنا۔ اب سوال یہ ہے کہ کس نے آزادی حاصل کرنی ہے اور وُہ قید جس سے آزادی

حاصل کرنی ہے کس قسم کی ہے ؟ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آتما آزاد
مُطلق ہے اور بہمہ وجوہ کامل ہے اس لئے وُہ کسی صُورت سے بھی مقید
یا پابند نہیں ہو سکتا۔ اب رہا جیو آتما۔ جیو آتما کی تحقیقات ہم کر چکے
ہیں۔ جو اظہار آتما کا انتہ کرن میں ہو رہا ہے اُس اظہار کو جیو آتما کہتے
ہیں۔ جب تک انتہ کرن کا وجود قائم رہتا ہے اُس میں آتما کے ست
چت آنند سروپ کا اظہار برابر بنا رہتا ہے۔ اور بباعث موجودگی انتہ کرن
کے آتما سے جُدا ہوکر دکھائی دیتا ہے اور فی نفسہ ایک علیحدہ ہستی آتما سے
غیر معلوم پڑتی ہے۔ اس کی مثال برہم وِدیا کے راز جاننے والے اُستاد
اپنے خاص لائق اور عزیز شاگردوں کو واقفِ راز کرنے کے لئے یہ دیا
کرتے ہیں۔ کہ سُورج کی دُھوپ روزِ روشن میں ایک مکان کی دیوار پر
پڑکر اُسکو منوّر کرتی ہے۔ یا کہ ایک کمرہ میں شمع چاروں دیواروں کو روشن
کرتی ہے۔ لیکن اگر آفتاب یا شمع کے رُوبرو ایک شفاف روشماع آئینہ رکھدیا
جاوے تو آئینہ کی مقدار کے مطابق ایک دُوسرا نُورانی ٹکڑا، آفتاب یا شمع
کی روشنی سے منوّر دیوار پر نمودار ہوتا ہُوا نظر آتا ہے۔ اگر آئینہ کو ہلاؤ
تو یہ ٹکڑا نُورانی ہلتا نظر آتا ہے۔ اور تہ و بالا کرو تو تہ و بالا ہوتا ہُوا
معلوم دیتا ہے۔ یہ روشنی دُگنی روشنی ہے یعنی ایک تو روشنی دیوار پر پہلے
ہی سُورج کی تھی مگر اُس پر مزید برآں دُوسری روشنی بوجہ
عکسِ آئینہ کے نمودار ہوکر اصل روشنی سے علیحدہ نظر آئی اور آئینہ کی
حرکات سے متحرک معلوم ہُوئی۔ اسکو باوا نگینا سنگھ صاحب جیسے رازداں
برہم ویتا دُوِگن ([illegible]) برہم بولتے ہیں۔ برہم تو سب جگہ موجود
ہے۔ مگر جہاں انتہ کرن کا آئینہ موجود ہو وہاں چیتن آتما کا آبھاس

(عکس) معمولی چیتن سے دوگنا اور اُس سے الگ نظر آتا ہے - چیتن آتما تو اَکرتا اَبھوگتا اور اسنگ بے تعلق ہے - مگر یہ دُوگُن برہم جسکو عام بولی میں جیو آتما کہتے ہیں انتہ کرن کی حرکات کے باعث حرکت کرتا ہُوا اور بھوگ کرتا ہُوا اور سنگی یعنے تعلق دار معلوم ہوتا ہے درحقیقت جس طرح آتما جو اصل بِمب ہے بے تعلق اور اَکرتا اَبھوگتا ہے ویسا ہی اُس کا عکس بھی ہے جو کہ اصل سے غیر نہیں - مگر باایںہمہ آئینہ کی اُپادھی کے باعث آئینہ سے مُقیّد اور اُس کی حرکات سے حرکت کرنے والا اور ٹوٹے ہُوئے آئینہ سے ٹوٹی ہُوئی شکل والا اور آئینہ کے دُور ہونے سے دُور ہو جانے والا معلُوم ہوتا ہے - اور جبتک یہ آئینہ قائم رہتا ہے اُس وقت تک اگیانی کو جیو آتما قائم بالذاتہ معلوم دیتا ہے - اور وہ اُسی کو کرتا بھوگتا اور گیانی اگیانی دُکھی سُکھی جنمتا مرتا سمجھتا ہے - لیکن گیان وان آئینہ کی موجودگی کے ہوتے ہُوئے بھی جیو آتما کو بوجہ اسکے کہ وہ خود آتما ہی ہے اور صرف آئینہ کے ذریعہ معکوس ہُوا ہُوا غیر ہو کر دکھلائی دیتا ہے عین آتما ہی جانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ آتما سے جیو آتما غیر نہیں بلکہ وُہ ہی ہے - ایک سُورج کے سامنے اگر دس ہزار آئینے یا پانی سے بھرے ہُوئے برتن رکھدیئے جائیں تو ہر ایک آئینہ میں اور ہر ایک برتن میں ایک ایک سُورج نظر آویگا - تاہم سب کوئی جانتا ہے کہ سُورج ایک ہی ہے مگر آئینوں اور پانی سے بھرے ہُوئے برتنوں کی اُپادھی کی وجہ سے ہر ایک آئینہ اور برتن میں الگ الگ سُورج نظر آتا ہے - اسی طرح گیان وان جانتا ہے کہ آتما ایک ہی دویاپک ہے مگر جُدا جُدا انتہ کرنوں کی اُپادھی سے الگ الگ ہُوا نظر

آتا ہے۔ جس طرح اگر آئینہ میں شگاف آجاوے اور آئینہ دو ٹکڑے ہو کر تہ و بالا ہو جاوے تو عکس میں وہ نقص موجود ہو جاتے ہیں اور آئینہ کا شگاف شے معکوس میں شگاف اور تہ و بالا ہونا دکھلاتا ہے حالانکہ شے معکوس جوں کی توں قائم ہوتی ہے اسی طرح انتہ کرن کی ساخت کے نقص یا اُس کا تہ و بالا پن جیو آتما کو وِکاری یعنی چن وان یا پاپ والا بلند حوصلہ یا پست حوصلہ والا ہونے کا اظہار کراتا ہے۔ آتما کا ان صفتوں یا نقصوں سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ بجنسہ اپنی ذات میں قائم رہتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جبتک انتہ کرن کا آئینہ قائم رہتا ہے تب تک جیو آتما مقید اور کرتا بھوگتا کی مانند معلوم ہوتا ہے اور جنمتا اور مرتا آواگون چکر میں پھرتا معلوم ہوتا ہے +

آواگون کا باعث کرموں کی حرکت کے سنسکار (impressions) ہیں جو مرنے کے وقت آنند مے کوش یعنی جیو آتما میں بصورت تخم رہتے ہیں جس طرح تخم کو زرخیز زمین میں ڈالنے سے روئیدگی ہوتی ہے اُسی طرح جب یہ سنسکار انتہ کرن میں واپس ہوتے ہیں تو بھوگ دلانے کے لائق بدن کو پیدا کر کے خواہشات کو پورا کرتے ہوئے اور جدید فعلوں کو کراتے ہوئے آیندہ سنسکاروں کا ذخیرہ بڑھاتے ہوئے سنسار میں جیو آتما کو بھٹکاتے رہتے ہیں۔ جب پرماتما کی عنایت سے انتہ کرن صاف ہو جاتا ہے اور میل دور ہو جاتی ہے اور اُپاسنا اور دھیان سے انتہ کرن کی ہلاوٹ دور ہو کر ساکن آئینہ کی طرح تخیلات حرکت جاتے ہیں اور اُس کا وِگیان زور پکڑ جاتا ہے۔ اور من اُسکے آدھین ہو جاتا یعنی قابو میں آجاتا ہے تب نروکلپ سمادھی اوستھا میں حرکات من ساکن ہو جاتی ہیں اور جیو آتما اپنے سروپ میں قائم ہو جاتا ہے۔ جس طرح بے خوابیا

نیند سے بیدار ہوکر اُس حالت کے آرام کا انوبھو کرتا ہؤا اُس کی شہادت
دیتا ہے۔ اسی طرح سے اگیان رُوپی نیند سے جاگا ہؤا اور سمادھی سے
اُٹھ کر وگیان آتما (निर्विकल्प) نروکلپ سمادھی میں قائم رہنے والے
آتما کو ست چت آنند سروپ سے بیان کرتا ہے۔ جب وگیان آتما اس طرح
سے آتم درشٹا ہو جاتا ہے تو پھر اُسکو مرغوب پدارتھوں کے حاصل کرنے کی
یا نفرت والے پدارتھوں کے دُور کرنے کی خواہش نہیں رہتی۔ پھر نہ اُس کا
کوئی دشمن ہوتا ہے نہ دوست۔ جب کہ یہ اپنے آپ کو خود سب کا آتما دیکھتا
ہے تو پھر کس سے محبت کرے اور کس سے نفرت؟ جب یہ صورت ہوتی ہے
تو مختلف پدارتھوں میں اس کی رغبت نہیں رہتی اس لئے آیندہ کے لئے
کوئی نئے خیالات پیدا نہیں کرتا۔ اور جو کچھ کرتا ہے مجبور کی طرح کرتا
ہے۔ شوق سے نہیں کرتا۔ پس جو حرکات اس کے کرم سے پیدا ہوتی ہیں وہ
بہت کمزور ہوتی ہیں بلکہ اس حد تک کہ حواس خمسہ کی حرکات سے من بھی
متحرک نہیں ہوتا۔ اور اگر من میں توجہ پیدا ہو بھی جاوے تو وگیان کی
مضبوط دیوار سے ٹکر کھا کر واپس ہوتا ہے۔ اور وگیان گرو بی حاکم ایسی
حرکات کو آنند مے کوش میں جانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا جس طرح
سے مزدور اور زور آور ہؤا ہؤا گیانی پرش کا وگیان بیرونی خیالات کے
اندر آنے کو مانع ہوتا ہے اسی طرح اُن سنسکاروں کو جو آنند مے کوش
میں (अनेक) ایک جنموں سے جمع ہیں انتہ کرن میں جو سنسکاروں کے
نشو و نما پانے کی زمین ہے واپسی کے لئے مزاحم ہوتا ہے کیونکہ اب
اُس کو آیندہ کی ضروریات کے سوچنے کی ضرورت نہیں رہتی اور نہ ہی
کوئی خواہشات کو پورا کرنے کا ارادہ باقی رہتا ہے۔ جو پراربدھ سے موجود

ہُوئے ہُوئے نیک یا بد اعمالوں کے نتائج یعنی بھوگ اُسکو ملتے ہیں بلا کسی
نفرت یا محبت کے اُنکو بھوگتا ہے اور سب سے الگ اور اُداسین (उदासीन)
رہتا ہے۔ اب اُسکو نہ کوئی باعثِ رنج ہے اور نہ راحت ہے۔ نہ اُس کو
کوئی خوفِ زوال ہے اور نہ راحتِ حصولِ آسائشاتِ دُنیوی۔ نہ اُس کا
کوئی دوست ہے نہ دُشمن۔ نہ اُس کا کوئی تعلقدار ہے نہ وُہ کسی کا۔
مادر و پدر شرم و حیا سے برتر۔ ایسا غنی جسکو کوئی احتیاج باقی نہیں۔
بُزرگ سے بزرگ اور حقیر سے حقیر پاک سے پاک اور کثیف سے کثیف۔ بلند
سے بلند اور پست سے پست بڑے سے بڑا اور چھوٹے سے چھوٹا غرض کہ
سب کچھ اُس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ سب میں سب کچھ وہ اپنے آپ کو دیکھتا
ہے۔ آنند رُوپ زندگی بسر کرتا ہے۔ یہ حالت گیان وان کی زندگی میں ہوتی ہے
اور اس حالت کے لحاظ سے وُہ جیوَن مُکت کہلاتا ہے۔ مرنے پر اُس کی
کوئی گتی نہیں ہوتی۔ اُس کے پران وائیو میں۔ اُسکی حرارت اگنی میں۔ پانی
پانی میں۔ پرتھوی پرتھوی میں سما جاتے ہیں۔ انتہ کرن اُس کا غیر مُمکن زمین
کی طرح ہو جاتا ہے جس میں نہ تو کھاد ڈالا جاتا ہے اور نہ کوئی تُخم ریزی
کی جاتی ہے۔ اور وگیان نے جب جیو آتما کو فرضی قید سے رہائی دِلا دی
تو خود اُسکو بھی اب کوئی کام کرنا باقی نہ رہا۔ جس طرح آگ جنگل سے پیدا
ہو کر جنگل کو جلا کر خود فرو ہو جاتی ہے جس طرح پھٹکری وغیرہ اشیاء
میلے پانی میں ڈالنے سے ہمعہ میل نیچے بیٹھ جاتی ہیں۔ اسی طرح مایا
کے ستوگن انش سے پیدا ہُوا ہُوا گیان پردۂ مغایرت کو جو جیو آتما
اور پرماتما کا فرضی بھید تھا دُور کر کے خود بھی وراٹ کے وگیان سے
کوش میں سما جاتا ہے۔ اسی طرح دیگر اجزا انتہ کرن کے وراٹ کے انتہ کرن

میں سما جاتے ہیں۔ انتہ کرن کے آئینہ کے اجزا جُدا جُدا ہونے سے آئینہ
معدوم ہو جاتا ہے۔ آئینہ کے دُور ہونے سے جو عکس اُس میں چیتن
آبھاس رُوپ ہوکر دکھلائی دیتا تھا خود ہی دُور ہو جاتا ہے اور کہا جاتا
ہے کہ جیو آتما مکت ہو گیا یعنی جو دوگُن (द्विगुण) برہم انتہ کرن کے
آئینہ کی وجہ سے تھا وُہ دُور ہو گیا۔ جیسے دیوار پر جو آئینہ کی وجہ
سے دوسری روشنی پڑتی ہے آئینہ کے دور کرنے سے دُور ہو جاتی
ہے۔ اسی طرح سے جیو آتما جو اپنے اصل یعنی برہم سے جُدا ہو کر دکھلائی
دیتا تھا اب انتہ کرن کے زائل ہونے سے دکھلائی نہیں دیتا۔ یہ مُکتی
مکتی ہے۔ سنسکرت کے فلاسفروں کا قول ہے کہ دُنیا میں شے کے حاصل
کرنے کے دو طریق ہیں۔ اول یہ کہ اگر کسی کے پاس کوئی چیز نہ ہووے
اور وہ اُس کو مل جاوے اُسکو اپراپت کی پراپتی کہتے ہیں۔ دوسرے وہ
کہ شئے مطلوبہ پاس موجود ہو مگر فراموشی کے باعث یاد نہ رہی ہو اور جب
یاد آجاوے تو کہتا ہے کہ "جس شئے کی تلاش تھی وہ مجھکو مل گئی"
اُس کو پراپت کی پراپتی کہتے ہیں۔ یہی حال مکتی کا ہے۔ کوئی نئی شئے
حاصل نہیں کی گئی۔ آتما ہمیشہ آزاد مکت اور اسنگ تھا اور رہیگا۔
یہی کیفیت اُس کے عکس کی ہے جو کہ اصل کا عین ہے مگر اگیان کی
وجہ سے اپنے آپ کو جُدا مان کر سُکھی دُکھی ہوتا ہُوا معلوم ہوتا تھا
جب اگیان دُور ہُوا تو سمجھتا ہے کہ مکتی حاصل ہُوئی۔ در حقیقت کوئی
نئی چیز نہیں ملی حاصل شدہ شئے تو پہلے سے موجود تھی۔ ایسے حصول
کو پراپت کی پراپتی کہتے ہیں ؛

گیان وان کے مرنے پر کہا گیا ہے کہ اُس کے بدن سے عنصر و رانت

کے عنصروں میں اور اُس کا انتہ کرن وراٹ کے انتہ کرن میں سما جاتا ہے۔ جو شخص شوکھشم شریر کا تھا وہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اور جو انتہ کرن کے تشخص کی وجہ سے جنم مرن ہوتا تھا وہ نہیں ہوتا۔ لیکن جو سنچت کرم سنسکار روپ سے آنندمئے کوش میں موجود تھے اور جن کو گیانی نے کوش نے انتہ کرن میں واپس ہونے سے روک دیا تھا اُنکی بابت بیان نہیں کیا گیا کہ اُن کا کیا حال ہُوا۔ یہ سنسکار نیک و بد افعال کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ آنندمئے کوش اور انتہ کرن کے ناش ہونے پر جنکے ساتھ اُن کا تعلق تھا یہ لاوارث ہو جاتے ہیں مگر نیچر (nature) کے اندر ہم دیکھتے ہیں کہ ہم قسم اشیا ایک دوسرے کی طرف میلان کرتی ہیں۔ اور اس مسئلہ کو مختصراً اِس طور پر بیان کیا گیا ہے کہ "کند ہم جنس با ہم جنس پرواز" پس جو لوگ گیان وان شخص کے دیہہ کے ناش ہونے پر اُس کے بد اعمال کو یاد کرتے ہیں تو بُرے سنسکار اپنا تعلق ایسے لوگوں کے ساتھ پیدا کر لیتے ہیں اور جو شخص اُسکے نیک عملوں کو یاد کرتے ہیں نیک عملوں کے سنسکار اُنکے ساتھ تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اس وجہ سے عام لوگ جب کسی مرے ہُوئے شخص کو مرگھٹ میں لیجاتے ہیں تو کہا کرتے ہیں کہ مرے ہُوئے کی نیکیوں کو یاد کرنا چاہیئے اور اُس کے بد عملوں کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اور عام طور پر سب کوئی نصیحت کرتا ہے کہ مرے ہُوئے اشخاص کے بُرے فعلوں کو یاد مت کرو۔ درحقیقت وجہ اُسکی یہ ہے کہ سب لوگ نہیں جان سکتے کہ جو شخص مرتا ہے وہ آیا گیان وان تھا یا اگیانی۔ پس وہ ڈرتے ہیں کہ اگر وہ شخص جو مرگیا ہے گیان وان تھا تو اُس کے سنچت کرموں کے سنسکار لاوارث ہُوئے

ہوئے یاد کرنے والے شخص کے ساتھ تعلق پیدا نہ کرلیویں اور مرحوم
کے پاپوں کا نتیجہ اُسکے بدعملوں کو یاد کرنے والوں کو بھوگنا پڑے۔ اور
نیک عملوں کو اس لئے یاد کرنے کی نصیحت کرتے ہیں کہ مرحوم کے نیک
عملوں کا پھل اُن کو حاصل ہو جائے ؞

مَیں اُمید کرتا ہُوں کہ اس دیباچہ کے پڑھنے والوں کو برہم گیان
یعنی برہم وِدیا کے حصول میں امداد ملیگی۔ جو لوگ **ویدآنُو وچن** کو غور کی
نگاہ سے مطالعہ کرینگے اور بار بار پڑھ کر سمجھنے کی کوشش کرینگے اُنکا
پردۂ جہل ضرور دُور ہو جائیگا۔ اور اُن کو شکتی حاصل ہوگی اور اس
سنسار میں جیون مکتی کا سُکھ پاوینگے۔ اوم شانتی شانتی شانتی ؞

ہرنراین

ہوم منسٹر ریاست جموں و کشمیر

جنوری سنہ ۱۹۱۰

غلطنامہ

نمبر صفحہ	نمبر فقرہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	کیفیت
۱	۲	۳	پُرش بنس	پُرش بنش	
۹	۴	۱	چاندنی ہوتی ہیا	چاندنی ہوتی ہیں	
۱۹	۸	۲	آہوتی بہاری بہاری	آہوتی بہاری	صفحہ ۱۹-اور ۲۰ دونوں پر یہ لفظ بہاری لکھا گیا اس لئے ایک کاٹ دینا چاہیے
۲۰	۹	۴	اشارات	اشارت	
"	۱۲	۴	پتروں	پِتر ردن	
۲۱	۱۳	۱	ماد	مادر	
۲۹	۴	۱	اشیاء کھی	اشیاء بھی	
"	۵	۲	वैश्वा तत्वे के विद्या	वैश्वदेव विद्या	
۳۰	۷	۲	کھر	گھر	
۳۲	۱۳	۴	کرتا دل	کرتا ہے۔ دل	
۳۳	۱۶	۱	پھاکن	پھاگن	
۳۴	۱۸	۱۰	رل روپ	بَل روپ	
۳۸	۴	۱	جاؤ بہ نکلنی	جاؤ بہ نکلتی	
۳۹	۸	۴	جینے میں انسان بناتا ہے اور عالم انسان سکے بھوگ دلاتا ہے۔	یہ ساری عبارت کاٹ دو	یہ عبارت دوبارہ صفحہ ۴۰ پر لکھی گئی ہے ایک صفحہ پر کی یہ عبارت کاٹ دو
۴۲	x	۲	اُپان	اَپان	
"	۱۴	۳	"	"	
"	۱۵	۱	"	"	
۴۳	۱۸	۵	اُسی طرح بہ یہ پران	اُسی طرح یہ پران	

نمبر صفحہ	نمبر فقرہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	کیفیت
۴۳	۲۰	۳	بچاوے	پچھاوے	
″	″	۴	ادراک وحرکات حرکات	ادراک وحرکات	حرکات دو دفعہ بر دو صفحہ ۴۳ و ۴۴ پر لکھا گیا۔ اس لئے ایک کاٹ دو
۴۷	۶	۲	پادر (पाद)	پاد (पाद)	
۵۲	۲۰	۲	تمام کام کاعین	تمام کاعین	
۵۵	۲۷	۴	مرنے نہیں	مرتے نہیں	
″	″	۵	بہ دیکھ	یہ دیکھ	
۵۷	۲	۳	ترتیب سے	ترکیب سے	
″	″	۴	″	″	
۷۲	۲۶	۸	بدن سے	جلن سے	
۸۱	×	۲	گرجاتا ہے	رکجاتا ہے	
۹۰	۹۲	۳	برہم وت جیکتا نے	برہم وت چیکتا ہے	
۹۸	۵	۳	اوریہی	اوربھی	
۱۰۱	۱۶	۴	عصری	عنصری	
۱۰۵	۳۰	۵	طلوع ہیں	طلوع میں ہوتے ہیں	
۱۰۶	۳۲	۲	رواح	ارواح	
۱۰۹	۱۲	۶	حاتے ہیں	جاتے ہیں	
۱۱۷	۲۱	۲	منوسے کریں	منوسمے کرمیں	
۱۱۸	×	۳	اُسی سے احاطہ	اُس کو احاطہ	
۱۲۸	۴۹	۴	بکر کر مدد	بکر کو مدد	
۱۲۹	×	۱	زید کا جاننا پرجاپتی کا جاننا بھی اسی نو کے	زید کا جاننا اور پرجاپتی کا جاننا بھی اسی ایک نور کے	
۱۴۸	۵۸	۲	ملحاتا ہے	مٹجاتا ہے	

نمبر صفحہ	نمبر فقرہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	کیفیت
۱۶۵	۱۱۶	۵	پاک لوک	پاپ لوک	
۱۶۸	۱۲۵	۱	اے راجا! سی عارف	اے راجا! یہی عارف	
۱۶۹	۳	۸	دھرم ادھر دونوں	دھرم ادھرم دونوں	
۱۷۹	×	۵	پرتیشٹکا ناڑی	پرتیکا ناڑی	
۱۸۳	۴۴	۸	خالق رارق ہرتا	خالق رازق ہرتا	
۲۰۵	۴۸	۷	کھر جاتے ہیں	بھر جاتے ہیں"	
۲۰۹	×	۴	لاخط کرکے	لحاظ کرکے	
۲۱۰	۶۳	۶	دکھائی دیتے	دکھائی دیئے	
۲۲۴	۱۰۰	۵	ایک اشلوسال	ایک شتوایک سال	
۲۵۱	۱۶	۱	سنکلب	سنکلپ	
۲۶۲	×	۱	منظرات	منظہرات	
۲۶۵	۵۹	۳	رہمنی	برہمنی	
۲۶۶	۶۳	۲	پہلے ھی مجھے	پہلے بھی مجھے	
۲۷۹	۱۰۷	۴	کوٹھوں	کوٹھیوں	
۲۸۵	۱۲۱	۷	مرہی ہے	مرتی ہے	
۲۸۷	۱	۳	رشیوی	رشیوں	
۲۹۲	۲۱	۷	نوربیں حلتے ہیں	نوربیں چلتے ہیں	
۳۰۳	۶۴	۴	طاقتِ واقعہ	طاقتِ واقعہ	
۳۰۹	۹۵	۴	پورنہیں ہوجاؤں گا	پورنہیں ہوجاؤں گا	
۳۲۴	۱۸	۵	اورکیونکہ عقل سے	اورکیونکر عقل سے	
"	۱۹	۳	من ہیں ستولی	من ہیں ستولی	
۳۲۵	×	۲	خاص سکانوں	خاص مکانوں	
۳۲۷	×	۲	بعد سم بھوگ پرعاوں کے	بعدختم بھوگ پھرعماوں کے	
"	۲۶	۱	ایک سامہ	ایک سایہ	
۳۲۹	۳۰	۸	روپ نو ٹپکتا	روپ نور ٹپکتا	
۳۳۲	۴۰	۵	تقدیق کرتی ہے	تصدیق کراتی ہے	

نمبر صفحہ	نمبر فقرہ	نمبر سطر	غلط	صحیح	کیفیت
۳۳۲	۴۰	۷	تقدیق کرتی ہے	تصدیق کراتی ہے	
۳۴۶	۵۳	۶	سرپ رُوپ	سرب رُوپ	
۳۴۸	۸۹	۵	مجسم ہو ہو گیا	مجسم ہو گیا	
۳۵۰	۹۵	۴	ہو جالی ہیں	ہو جاتی ہیں	
"	"	۱۱	اس طرح ا- دیوی	اس طرح اُما دیوی	
۳۵۶	۱۱۵	۲	اگر بازی مارنی	اگر بازی مارلی	
۴۱۵	۱۶۳	۱	آگے نر بولا	آگے نہ بولا	
۴۱۶	X	۱	مفید پوش	سفید پوش	
۴۱۷	۱۶۹	۱	پکارنا من لئے تھا	پکارنا اس لئے تھا	
۴۱۸	۱۷۱	۱۱	گا گیہ	گار گیہ	
۴۱۹	۱۷۳	۸	بھی ستا	بھی نہیں سُنا	
۴۲۱	X	۱	سے ہیں بلایا گیا	سے نہیں بُلایا گیا	
۴۳۸	X	۸	نُور ثابت ہوتا ہے	نور ثابت ہوتا ہے	
۴۴۳	۱۶	۷	بے بہا ور	بے بہا اور	
۴۴۴	۱۸	۶	عمائبات	عجائبات	
۴۴۶	۲۴	۵	لیلن	لیکن	
۴۴۸	۲۹	۷	اُہی	اُنہی	
۴۴۹	۳۴	۱	کرلے کی رُوح	کرنے کی رُوح	
"	"	۳	"	"	
۴۵۲	۴۰	۴	دکھائی دیبے	دکھائی دیتے	
۴۶۱	۷۲	۲	یہ مورت ہے یہ امورت	یا مُورت ہے یا اُمورت	
۴۷۴	X	۹	جب اس ے اسے	جب اُس نے اپنے شرونر	
۴۷۵	۱۲	۱۲	فصل ملتا ہے	فضل ملتا ہے	
۴۷۷	۲۱	۳	اکھٹے رہتے ہیں	اکٹھے رہتے ہیں	
۴۷۹	۳۵	۲	تیرا آیما	تیرا آتما	

وید آنو وچن

یعنے

مقصدِ ویدِ مقدّس

(۱) باوا نگینا سنگھ بیدی رشی مُنی کا یہ انتخاب خالص وید بھگوان کی تعلیم سے لیئے الگ کیا گیا ہے اور اُردو دان اصحاب کے مِلاپ کے لئے ایک اچھا وکیل بنایا گیا ہے۔ پس جو کوئی اُسکی سُنتا ہے وہ اُنھیں ایک سمجھ کا تمغہ عطا کرتا ہے۔ جس سے وہ بغیر روک ٹوک دربار آسمانی میں جو برہم لوک ہے چلا جاتا ہے اور پرجاپتی سے میل پا جاتا ہے۔

(۲) اُسکی تعلیم اصل میں انسانی نہیں بلکہ وُہی قُدرتی ہے جو پرمیشٹی آدک رشیوں نے خاص برہما سے پائی ہے اور دو بنش کے رشیوں کے وسیلہ جو ایک پُرکھ بنس دُوسرا استری بنش ہے ہم تک چلی آئی ہے +

(۳) اب میں منادی کرتا بلکہ تمھیں خوش خبری دیتا ہوں کہ وید بھگوان کے ذریعے ہم کو معلوم ہُوا ہے کہ تمھارے مِلاپ کے لئے قُدرت نے ایک ازلی قاعدہ ٹھہرایا ہے جس کے سبب تم عالمِ ملکوت میں داخل ہو سکتے ہو اور مُکتی بُھگتی پا سکتے ہو +

(۴) وُہ اُسی قسم کا قاعدہ ہے جیسا کہ یہاں گورنمنٹ کا وعدہ ہے کہ جو دُنیا کے علموں کا سارٹیفکیٹ حاصل کرلیتا ہے اور نیک چلن ہوتا

ہے وُہی سرکاری منصب کے لائق خیال کیا جاتا ہے اور دربارِ حکّام میں داخل ہوتا ہے ٭

(۵) میں سچ کہتا ہُوں کہ جس طرح دُنیاوی عِلم کی بدولت تُم دُنیا کی دولت کماتے ہو اور یہاں کے حُکّام کے رُوبرُو تمہیں کُرسی ملتی اور عزّت کیئے جاتے ہو اُسی طرح اِس قُدرتی تعلیم کے سبب تُم کو برہم لوک کے بھوگ مِل سکتے ہیں اور اُس کے خاص دربار میں چوکی پاسکتے اور عزّت دیئے جاسکتے ہو ٭

(۶) بلکہ جس طرح یہاں اپنی اپنی لیاقت کے سبب سرکاری خدمتیں ملتی ہیں اور اختیارات بھی عطا ہوتے ہیں۔ اُسی طرح آسمان میں بھی اپنی اپنی کرنی اور کرتُوت کے مُوافق تمہیں آسمانی خدمتیں مِل سکتی ہیں اور رُوحانی اختیارات بھی عطا ہوسکتے ہیں ٭

(۷) یہاں کے عِلموں میں اگرچہ تُم پاس ہو جاتے ہو۔ لیکن جب تک آسامی خالی نہیں ہوتی تب تک تُم کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اور پھر بھی مُعیّن خدمت تک ترقّی ہوسکتی ہے۔ خود گورنمنٹ یا بادشاہ نہیں ہو جاتے۔ مگر اس قُدرتی تعلیم میں یہ بھی انتظار نہیں اور یہاں تک ترقّی ہے کہ پرجاپتی سے میل پاتے خود پرجاپتی ہو جاتے ہو ٭

(۸) اِس ترقّی کا فائدہ یہ ہے کہ تُم ست سنکلپ اور ست کام ہو جاتے ہو۔ اور جو مطلُوبات یہاں محنت سے بھی نہیں ملتے وہاں سنکلپ سے پالیتے ہو۔ مثلاً یہاں حسین عورتیں مُشکل سے مِلتی ہیں۔ ماں باپ بھائی فرزند جو مرگئے ہیں کسی طرح بھی نہیں مِل سکتے وہاں یہ تمام سنکلپ سے مِل جاتے ہیں ٭

(۹) جب چاہو کہ حسین عورتیں ملیں تو سنکلپ سے عورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور جب چاہو کہ ماں باپ اور بھائی فرزند ہم کو ملیں تو وُہ بھی سنکلپ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح خوش کھانے۔ خوش پوشاک۔ اور خوش مکان۔ غرض جو کچھ چاہو باغ باغیچہ نہریں تمام سنکلپ سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور یہی برہم لوک ہے ٭

(۱۰) پس آؤ میری سُنو! اور مجھ پر بھروسہ کرو کہ مَیں تمہارے ملاپ کے لئے ایک اچھا وکیل بلکہ مُجدّد وسیلہ بن کر آیا ہوں۔ مَیں وُہ نعمتیں دلاؤں گا جو آنکھیں نہیں دیکھتیں اور کان نہیں سُنتے اور خداوند قادرِ مُطلق نے تمہارے لئے آسمان میں تیار کی ہیں۔ اور اُس کے وصل کا مزہ ایک خاص آرام ہے جس کو پرم آنند بولتے ہیں۔ اور اُسی کو پاکر آدمی مُکت ہو جاتا ہے ٭

(۱۱) شاید کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہ تو مشکل بلکہ مُحال ہے کیونکہ یہ باتیں فقط گفتنی ہیں امکانی نہیں۔ خیالی ہیں یقینی نہیں۔ لفظی ہیں تصدیقی نہیں۔ تو مَیں سمجھا دیتا ہُوں کہ قانونِ قُدرت میں کچھ بھی مُشکل نہیں بلکہ تمام مُمکن ہیں۔ اِس لئے مَیں وُہ اُصول وید بھگوان سے چُن کر ترجمہ کرتا ہُوں جس سے تمہیں اِس کا یقین آ جائے ٭

(۱۲) کیونکہ جب تک سُنتا نہیں تب تک جانتا نہیں۔ جب تک جانتا نہیں تب تک یقین نہیں کرتا۔ جب تک یقین نہیں کرتا تب تک چلتا نہیں۔ پس پہلے سُنتا ہے۔ پھر جانتا۔ پھر ایمان لاتا۔ پھر عمل کرتا ہے ٭

(۱۳) ویدوں کا مُختصر مطلب یہ ہے کہ آدمی آخر دیوتا ہو جاتا ہے اور پرجاپتی سے میل پا جاتا ہے۔ اور اس ملاپ کے لئے جملہ دو طریق ہیں

ایک تو معاملہ ہے دوسرا مکاشفہ۔ اور تمام وید انہیں دو طریق کی مفصل تعلیم دیتے ہیں ✤

(۱۴) علم معاملہ واقع میں ایک کیمیائے قدرتی یا کیمسٹری روحانی (spiritual chemistry) ہے جسکے سبب انسان اپنی صورت جسمانی بدل کر لباسِ نورانی آسمانی پہنتا ہے۔ اور علم مکاشفہ اصل میں پہچان ایک بھید کی ہے جسکے سبب انسان سب میں سب کچھ ہو جاتا ہے اور خدا کے خاص آرام میں جو پرماتما ہے داخل ہوتا ہے ✤

(۱۵) پہلے طریق کے سبب تو انسان اُسکی صفات اور قدرت میں راہ پاتا ہے اور جو چاہتا ہے کر سکتا ہے لیکن اُسکی ذات اور اُسکے آرام میں داخل نہیں ہوتا۔ اور اس دوسرے طریق سے تو اُس میں بھی وصل پا جاتا ہے اور وہی ہو جاتا ہے ✤

(۱۶) پھر چونکہ پہلے طریق میں بڑی بڑی مشکلات شرعی اور تکلیفات زہد اور ریاضت ہوتی ہیں اور اُن کا ثمرہ بھی آخر صفاتی ہوتا ہے جو مختلف اور فانی بھی ہے اِس سبب قطعی درد و الم سے صاف نہیں لیکن اِس دوسرے طریق میں کچھ بھی تکلیفاتِ شرعی نہیں بلکہ آزادی ہے۔ اور پھر اُس کا ثمرہ بھی ذاتی اور باقی ہے مختلف نہیں بلکہ واحد ہے۔ اِس لئے صافی ہے جس میں کچھ بھی درد یا غم نہیں ✤

(۱۷) یہ بھی ہے کہ پہلے طریق میں جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے۔ کیونکہ مزدوری مزدور کا حق ہے۔ اِس لیئے یہ مرتبہ عدل کا ہے لیکن دوسرے طریق میں جو کچھ ملتا ہے مفت یا نقد ملتا ہے۔ کچھ بھی کرنا نہیں پڑتا۔ اِس لئے مرتبہ فضل کا ہے ✤

(۱۸) اگرچہ یہ مرتبہ فضل کا بہت بڑا ہے جسکے تمام اُمید وار ہیں۔لیکن چونکہ اِس کا ملنا ایک خاص بھید کی پہچان پر موقوف ہے اسلیئے وہی مستحق اُس کا ہوتا ہے جو صاف عقل اور پاک سینہ رکھتا ہے۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ صفائۓ باطن اور حسن تعقل بغیر عمل نہیں ہو سکتے۔ اِس لیئے اُمیدوارانِ فضل کا پہلا قدم شریعت ہے اور پھر معرفت ✤

(۱۹) اسی سبب ویدوں میں علم معاملہ کو پہلے بیان کیا جاتا ہے اور معرفت کو آخر میں سکھایا جاتا ہے۔ہم بھی اِس تعلیم میں پہلے علم معاملہ کے اُصول اور پھر علم مکاشفہ کے اُصول ترجمہ کرینگے۔لیکن اُسی قدر جسقدر کہ اُردو داں اصحاب کے لیئے کافی خیال کیئے گئے ہیں۔جس کو تمام طلب ہو خود وید بھگوان سے طلب کرے ✤

(۲۰) اب ہم اپنے ایشور پرماتما کی تقدیس کرتے ہیں اور دُعا مانگتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ وعدہ کیا ہے اُس کو وفا کریں اور جو کچھ ہم لکھیں وید کے موافق ہو۔اور ہمارے شاگرد جو شردھا اور بھگتی سے اُسے پڑھیں فضل کا جلوہ پاویں جسکے ہم تمام اُمیدوار ہیں ✤

(۲۱) چونکہ یہ تعلیم ہماری خیالی نہیں بلکہ ویدوں سے لی گئی ہے جو قدرتی ہے اس لیئے اِس کا نام بھی تعلیم قدرتی کہا جاتا ہے۔کیونکہ گو اُردو زبان میں پلٹ دی گئی ہے۔تو بھی بہ معنی کی رُو سے تمام ویدآتُو وچن یعنی کلام آسمانی ہے ✤

کرم کانڈ

پہلی تعلیم علم معاملہ میں فصل اوّل

(۱) علم معاملہ ویدوں میں ایک دلچسپ علم ہے جسکے سبب خاکی آدمی نورانی دیوتا بن سکتا ہے۔ لیکن ونجان آدمی خیال کرتا ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جب وہ غور کرے تو قانون قدرت میں کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ وہ ادنیٰ سوچ سے جان سکتا ہے کہ وہ جب تک انسان نہیں بنا تھا تو کیا تھا اور کہاں تھا +

(۲) بلکہ وہ فوراً یقین کر سکتا ہے کہ وہ ایک ناپاک پانی تھا جو باپ کے چشمۂ منی میں رکھا ہوا تھا۔ لیکن جب وقت آیا تو قدرت نے ماں کے پیٹ میں جو رحم ہے سینچا۔ پھر وہاں وہ قدرتی تجبر کے سبب قطرا بدبد۔ کلکل۔ جنین ہو گیا۔ اور وقت معین پر انسان کی صورت سے نکلا اور جیتی جان ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ یقیناً جان سکتا ہے کہ وہ پانی سے بنایا گیا ہے +

(۳) ابھی زیادہ سوچ کرنی چاہیئے کہ وہ جب تک باپ کے چشمۂ منی میں نطفہ نہیں بنا تھا تو کہاں تھا اور کیا تھا؟ میں یقین کرتا ہوں کہ جو وہ اونئے غور سے فوراً جان لیوے گا کہ اس سے پہلے وہ فقط غذا تھا جو اُسکے باپ نے کھائی۔ پھر وہ باپ کے معدہ میں ہضم ہوئی۔ اور اُس کا صافی جگر میں گیا اور خون ہوا۔ پھر خون ہو کر ہر عضو میں غذا ہوا۔ اور اُن سے نچوڑ کی طرح خلاصہ اُس کا چشمۂ منی میں آیا اور بصورت نطفہ حمل ہوا +

(۴) غذا کی حقیقت ایک گھاس پات ہے جو زمین سے نکلتی ہے۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ وُہ کسی وقت زمین میں حل تھا اور اُس نے اس کو بلباس نباتات جنا۔ اور پھر انسان کے باپ کی غذا ہُوا۔ اِس طرح کے سوچ بچار سے وُہ یقین کرسکتا ہے کہ وُہ ابتدا میں خاک تھا۔ اور خاک سے نکل کر قُدرت کے وسیلہ صورت بعد صُورت انسان ہو گیا ❖

(۵) ابھی اِس کو یہاں وقفہ نہیں دینا چاہیئے بلکہ دیکھنا چاہیئے کہ وُہ اب ہمیشہ اِسی لباس انسانی میں نہیں رہے گا۔ بلکہ قُدرت کے تلے پلٹا کھاتا پہلے بالک پھر جوان پھر بُوڑھا ہوتا ہُوا آخر وقتِ معیّن پر مرجاتا ہے۔ اور پھر زمین میں حل ہوتا ہے اور خاک ہو جاتا ہے۔ اُس وقت تصدیق ہوتا ہے کہ جہاں سے آیا وہاں ہی پھر گیا ❖

(۶) اب یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ اب پھر وُہ زمین سے نہیں نکلیگا بلکہ وُہ پھر بصُورتِ گھاس پات نکلے گا کیونکہ قُدرتی قاعدہ یہی ہے۔ کہ جو حل ہوتا ہے وُہ جنا جاتا ہے۔ اور جو بویا جاتا ہے وُہ آخر اُگتا ہے۔ پھر یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ ہمیشہ غذ لئے انسان ہُوا کرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اُس کو کوئی چرند پرند یا کیڑ پتنگ کھاوے۔ اس حالت میں وُہ اُسکے ترنمادی سے نکلتا چرند پرند یا کیڑ پتنگ ہو جاتا ہے ❖

(۷) پس معلوم ہُوا کہ انسان قُدرتی قانون کے تلے ایک عجیب پلٹا کھاتا کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے جس میں انجان آدمی کی عقل ابتداء میں دنگ ہوتی ہے۔ آخر زیرک آدمی یقین کرسکتا ہے کہ وُہ کبھی انسان کبھی حیوان ہو جاتا ہے۔ کبھی چرند پرند ہوکر چرتا اور اُڑتا ہے۔ کبھی گدہا

اُونٹ بن کر لدا جاتا ہے اور مار کھاتا ہے۔ اسی طرح اَے بھائیو! تم ہر لباس اور ہر صورت میں سیر کرتے کبھی خاک ہوتے ہو کبھی نباتات کبھی جیتی جان ہو جاتے ہو۔ یہ وُہی عجیب چکر ہے جس کو وید دان برہمن جنم مرن کا سنسار چکر کہتے ہیں ۔

(۸) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ وُہ اسی طرح ہمیشہ خاکی چکر میں چکراتا ہے۔ بلکہ ممکن ہے کہ جسکی اصلی رطوبت جو مادہ مختلف مورتیوں کی ہے آفتاب کی تاثیر سے بخار کے طور پر آسمان کو اُڑے اور بادل بن جاوے۔ اور بادل سے بجلی اور بجلی سے روشنی ہوکر کرنوں میں رل جاوے۔ اور کرنوں سے آفتاب میں حل ہو جاوے۔ آفتاب میں اِسی طرح مثل گھاس پات پیدا ہوتا غذائے آسمانیاں ہوتا ہے جس کو ملائک یا دیوتا بولتے ہیں۔ اور وہاں اُسی قاعدے سے نرناری دیوتاؤں میں گزرتا دیوتا ہی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہم تصدیق کرتے ہیں کہ خاکی آسمانی یا آدمی دیوتا ہو سکتا ہے۔ قانونِ قدرت میں یہ کچھ بھی مشکل نہیں ۔

فصل دُوم

(۱) اب وید بھگوان کے ذریعے ہمکو معلوم ہوا ہے کہ زمین اور آفتاب اور چاند بلکہ جملہ ستارگان وشو دیوتا ہیں۔ یعنی دیوتاؤں کی آبادیاں ہیں۔ پس جس طرح زمین میں خلقت آباد ہے اُسی طرح سورج اور چاند بلکہ تمام ستاروں میں بھی خلقت آباد ہے۔ اِسی سبب معاملہ دان برہمن زمین کو **بھولوک** اور سورج کو **سُرلوک** اور چاند

کو سوم لوک بولتے ہیں۔

(۲) جس طرح زمین کی خلقت زمین سے نکلتی خاکی تاریکی ہوتی ہے اُسی طرح چاند کی خلقت چاند سے نکلتی چندر بدن اور سُورج کی خلقت سُورج سے نکلتی سُورج بدن یعنی نُورانی ہوتی ہے۔ اور اسی کو دانا لوگ عالم عُلوی بولتے ہیں۔ اور یہ ایک جُدا گانہ عُلوی چکر اُسی طرح چلتا ہے جیسا کہ خاکی چکر میں اشارت کی گئی ہے۔ دیکھو چاند بہ نسبت زمین کے شیتل شانت نُورانی سیّارہ ہے اور اُسکی خلقت کے بدن بھی شیتل شانت نُورانی ہوتے ہیں ۞

(۳) یہاں کی ناریاں خاکی بدن رکھتی ہیں۔ وہاں کی ناریاں چندر بدن رکھتی ہیں اور زیادہ حسین اور زیادہ نازنین اور زیادہ خوش ادا ہوتی ہیں۔ اُنہیں کو حُور بہشتی یا اپسرا بولتے ہیں۔ اور نروں کو جو چندر بدن ہیں غلمان اور گندھرب کہتے ہیں۔ اور یہی چاند لوک واقع میں بہشت ہے

(۴) پھر چونکہ یہاں کے کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں بھی چاندنی ہوتی ہوتی ہیں اِس لئے بڑی شیتل اور بڑی خوشنُما خوش لذّت اور راحت افزا ہوتی ہیں۔ بلکہ ایسی عجیب ہوتی ہیں کہ خاکیان کے خیال میں بھی نہیں آتیں۔ اور اُسی سبب سے برہمن یہاں کے ناقص بھوگ چھوڑ کر چاند لوک کے بھوگ کی تمنّا میں زہد اور ریاضتیں کرتے ہیں ۞

(۵) زمینی لباس ظلماتی ہے اس سبب رُوح کے کمالات اس میں کامل تر نہیں ہوتے بلکہ ناقص تر رہتے ہیں۔ اُس لوک میں لباسِ جسمانی نُورانی ہیں۔ اِسی سبب سے کمالاتِ رُوحانی صافی تر ظاہر ہوتے ہیں یہی سبب ہے کہ وہاں کی خلقت اپنی اپنی مطلوبات کے پانے

ہیں قادر تر اور غنی تر ہوتی ہے ✣

(۶) آفتاب بہ نسبت جملہ ستاروں کے نُورانی تر ہے۔یہاں کی خلقت آفتابی سنکلپ سے بدن رکھتی ہے۔جسمانیت کو یہاں کچھ بھی دخل نہیں۔اور تمام سے حسین تر اور خوش جمال ہے۔اور تمام سے بڑھ کر یہاں لذتیں اور بھوگ ہیں۔کیونکہ جسقدر ابدانِ آفتابی صافی تر اُسی قدر تاثیراتِ رُوحانی کامل تر و قادر تر ہیں۔اسی سبب یہاں کی خلقت ست کام اور ست سنکلپ ہوتی ہے۔اور یہی عالم سُر لوک اور یہاں کی خلقت سُر دیوتا کہلاتی ہے جس کو ہم کروبی فرشتہ کہتے ہیں ✣

(۷) ویدکی شُرتیاں آفتاب کو ایک امرت کا کُوپ خیال کرتی ہیں اور دیوتاؤں کو مثل شہد کی مکھیوں کے تصور کرتی ہیں جو اس امرت کو کھاتے ہیں۔اور بڑھ کر اس میں لذت دیدارِ الٰہی ہے کہ یہاں وُہ پرجاپتی کے دیدار بھی پاسکتے ہیں ✣

فصل سوم

(۱) مُعاملہ فہم برہمن فرماتے ہیں کہ جُملہ سنسار کیا سِفلی کیا عُلوی بہ ہیئتِ مجموعی ایک آگ کا قُدرتی کارخانہ ہے جس میں پانچ بڑے انجن (یعنی اگن کُنڈ یا آتشکدہ) جل رہے ہیں۔اور انسان اِسی کارخانہ میں صُورت بعد صُورت کبھی خاکی کبھی ماہتابی کبھی آفتابی مُورتیاں دھارن کرتا رہتا ہے۔پہلا انجن آفتاب ہے۔دُوسرا انجن بادل ہے۔تیسرا انجن زمین ہے چوتھا انجن نر ہے۔پانچواں انجن ناری ہے ✣

(۲) عالم بالا میں جب یہ مرتا ہے تو اُس کو آفتاب انجن میں تعبیر کنے

ہیں اور وہاں سے بادل اگن میں آتا ہے۔بادلوں سے برستا ہُوا زمین اگن میں حل ہوتا ہے۔زمین سے گھاس پات ہُوا نر اگن میں کھایا جاتا ہے۔نر اگن سے پھر ناری اگن میں گرایا جاتا ہے۔اس طرح آسمانی زمینی اور نُورانی خاکی ہو جاتا ہے ٭

(۳) جب یہ خاکی یہاں مرتا ہے تو پہلے عُنصری آگ میں جلایا جاتا ہے اور عُنصری آگ سے بادل اگن میں۔اور بادل اگن سے آفتاب اگن میں چڑھتا ہے۔اور وہاں کے نر ناری میں ہوتا پھر نُورانی دیوتا ہو جاتا ہے

(۴) برہم پرواہن راجا نے جو جیبلی بھی کہلاتا ہے جب اودیالک مُنی کو اس علم کی تعلیم دی تو پنجگانہ حقائق کو اگن سے نہیں بلکہ ہوم کی آگ سے تشبیہ دی ہے۔اور یہ مُشابہت بہ نسبت اگنوں کے مُناسب بھی ہے کیونکہ ان میں ہیر انسان بھی اُسی عمل سے ہوتی ہے جو ہوم کہلاتا ہے۔اور ہم اس کو کیمیائے رُوحانی ترجمہ کرتے ہیں ٭

(۵) پرواہن نے فرمایا۔اے گوتم! وہ دیولوک ہوم کی پہلی آگ ہے اس میں آفتاب کو مثل جلتی لکڑیوں کے خیال کر جیسا کہ ہوم کی آگ میں جلتی ہیں۔اور آفتاب کی شُعاعیں گویا دُھواں سا نکلتا ہے۔ روزِ روشن گویا اُس آگ کا شُعلہ ہے۔چاند اُس کا انگارا ہے۔اور ستارے گویا اُسکی چنگاریاں ہیں۔اِس آگ میں جب کارکنانِ قضا و قدر شردھا کو ہوم کرتے ہیں تو یہ سومراج یعنی فلکی ہو جاتا ہے ٭

٭ دیکھو چھاندوگ اُپنشد ادھیائے ۵ کھنڈ ۳ از لغایت ۳ تا ۱۰ ٭ یہ بیان کچھ فرق سے برہدارنیک اُپنشد ادھیائے چھٹا اور براہمن دُوسرے میں بھی ہے۔ایسے ہی ستت پتھ براہمن ۱۴-۸-۱۶ میں بھی مفصل درج ہے ٭

(۶) دوسری آگ ہوم کی میگھ یعنی بادل ہے۔ ہوا اُس میں گویا جلتی سی لکڑیاں ہیں۔ دھند گویا اُس میں دھواں سا نکلتا ہے۔ بجلی اُس میں شعلہ سا ہے۔ بجلی کا گرنا یا گڑھوں کا برسنا گویا اُس کے انگار ہیں رعد کا گرجنا چنگاریاں سی ہیں۔ جب کار کنانِ قضا و قدر اُس سومراج خلقی کو اس میں ہوم کرتے ہیں تو بارش ہوکر برستا ہے +

(۷) تیسری آگ ہوم کی برہن یعنی یہ لوک ہے۔ سال یا برس اُسکی جلتی لکڑیاں ہیں۔ فضا اُس میں گویا دھواں سا اُٹھتا ہے۔ شب تار اُسکا شعلہ ہے۔ اطراف گویا انگار ہیں۔ اور بین الاطراف گویا اُسکی چنگاریاں ہیں۔ جب کارکنانِ قضا و قدر بارش کو اُس میں ہوم کرتے ہیں تو وہ غذا ہو جاتی ہے۔

(۸) پھر نر گویا چہارم آگ ہوم کی ہے اُس کا کلام یا کھلا ہوا منہ گویا جلتی سی لکڑیاں ہیں۔ سانس کا نکلنا گویا کہ دھواں نکلتا ہے۔ زبان گویا شعلہ ہے۔ آنکھیں گویا انگارا ہیں۔ خواس گویا کہ چنگاریاں ہیں۔ جب کارکنان قضا و قدر غذا کو اُس میں ہوم کرتے ہیں تو وہ منی ہوتا ہے +

(۹) پھر اسی طرح ناری گویا کہ پانچویں آگ ہوم کی ہے۔ اُس کا مکان مخصوص گویا کہ جلتی سی لکڑیاں ہیں۔ اور اُسکے موئے زہار گویا کہ دھواں سا نکلتا ہے۔ اور اُسکا رحم گویا کہ شعلہ ہے۔ اور اُس میں دخول گویا کہ انگارا ہیں۔ اور جو اُس میں لذت جماع کی ہے گویا کہ چنگاریاں ہیں۔ جب کارکنانِ قضاو قدر اُس منی کو اُس میں ہوم کرلتے ہیں تو انسان ہو جاتا ہے +

(۱۰) پھر فرمایا کہ سنسار چکر میں زمین اور آفتاب اور ماہتاب بلکہ جملہ ستارگان مثل منازل کے ہیں۔ جن میں جیو آتما ایک منزل سے دوسری منزل تک سفر کرتا مسافر سا خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن جس طرح زمین سے انسان تک

پہلے نباتات پھر خون پھر نطفہ پھر لوتھڑا پھر بُدبُد اور پھر جنین ہوتا ہُوا رستہ طے کرتا ہے اُسی طرح ہر ایک منزل سے دوسری منزل تک خاص ترتیبیں باضابطہ ہیں جو صورت بعد صورت پلٹتا چلا جاتا ہے۔ اور ان خاص ترتیبوں کو معاملہ داں برہمن سڑکیں خیال کرتے ہیں۔

(۱) چونکہ منازل علوی اور سفلی کا شمار مشکل ہے۔ ان سڑکوں کا بھی شمار جو ان میں واقع ہیں البتہ مشکل سا ہے۔ تو بھی آفتاب جو مرکز عالم ہے واقع ہیں دارالسلطنت آسمانی ہے۔ اور تمام ستارے اور زمین جو اُسکے گرد چکر کھاتے ہیں اُسی کے مُلک اور علاقے ہیں +

(۲) پھر چونکہ ہر ایک ستارے کے گرد اُس کے خاص چاند چکر دیتے ہیں اس لئے ایک سڑک تو وہ ہے جو زمین سے خاص آفتاب کو جو مرکز عالم ہے جاتی ہے اور دوسری سڑک وہ ہے جو چاند کو جاتی ہے۔ اور پھر چاند سے وہ ہر ایک ستارے میں جاتا ہے اور تیسری سڑک وہی ہے جو زمین کو آتی ہے۔ یہ ہر تین سڑکیں یا تاریک ہیں یا روشن ہیں کیونکہ جن سڑکوں میں اُسکو صورتیں تاریک حاصل ہوتی ہیں اور جیو آتما اُن میں غرق نیند کی حالت میں بے خبر سا رہتا ہے تو وہ تاریک سڑکیں کہلاتی ہیں۔ مگر جن سڑکوں میں اُسکو نورانی صورتیں ملتی ہیں اور جیو آتما اُن میں خواب کی حالت میں باخبر سا سفر کرتا ہے روشن سڑکیں کہلاتی ہیں +

(۳) جو سڑک کہ آفتاب کو جاتی ہے جو خاص پرجاپتی کی راجدھانی ہے وہ روشن سڑک ہے۔ اور چونکہ یہاں اُسکے گردبھی فرشتے جو سُر دیوتا کہلاتے ہیں آباد ہیں اس سڑک کو (جو دیولوک کو جاتی ہے) دیویاں سڑک بولتے ہیں۔ مگر باقی کی دو سڑکیں جو چاند اور زمین کو جاتی ہیں تاریک ہیں

ہے جو جمراج کہلاتا ہے ۔

(۲۲) حساب کتاب عذاب و ثواب بھی یہاں تمام مشاہدہ ہوتے ہیں۔ ہر ایک کے لئے موافق اُسکے گناہوں کے نرک کی کوٹھڑیاں مقرر ہیں معیّن وقت تک وہاں عذاب پاتا ہے۔ طوق و زنجیر جو کچھ کہ مفصل شاستر میں لکھے ہیں یہاں جملہ سچ ہیں۔ بعد عذاب وہ پھر چاند لوک کو جاتا ہے اور سومراج ہو جاتا ہے جو بالکل گناہوں سے پاک ہے۔ یہاں نہیں ٹھہرتا بلکہ فوراً اُسکو عبور کرتا چاند لوک کو جو سوم لوک ہے چلا جاتا ہے ۔

(۲۳) دیویان سڑک پر جو چلتا ہے بسبب اِس کے کہ وُہ نُورانی سڑک ہے برابر عالم مثال میں کھلا چلا جاتا ہے۔ اور ایسا واقعہ دیکھتا ہے جیسا کہ ایک شاہزادہ سفر سے آیا سلطنت کو جاتا ہے اور ملائک اور دیوتا جا بجا اُسکے استقبال کو آتے ہیں اور مہمانی اور ضیافتیں دیکھتا ہے جو زمینیاں کے خیال میں بھی نہیں گزرتیں ۔

(۲۴) اِس سڑک میں اُس کو حساب کتاب یا عذاب نہیں ہے بلکہ خود اگنی دیوتا اُس کا نقیب ہوتا ہے۔ اُسی طرح عزت سے لیجاتا ہے جیسا کہ خاص وزیر سلطنت شاہزادہ کو اپنی راجدھانی میں لیجاتا ہے اور باپ سے ملاتا ہے ۔

(۲۵) سُورج لوک میں اگرچہ ابدانِ جسمانی نہیں بلکہ نُورانی سنکلپ مئے ہیں تو بھی اُن میں تفاوتِ مراتبات ہے۔ بعض کا تفاوت ایسا ہے جیسا کہ رعایا کا بادشاہ سے اور بعض کا تفاوت ایسا ہے جیسا کہ مصاحبان کا بادشاہ سے اور بعض کا تفاوت ایسا ہے جیسا کہ عُضو کا عُضو سے ہوتا ہے۔ لیکن آخری مرتبہ یہاں ملاپ کا ہے جو خود وُہی ہو جاتا ہے۔

(۲۶) پہلے مرتبہ کو سالوک مُکتی اور دُوسرے مرتبہ کو سامیپ مُکتی اور تیسرے مرتبہ

کو سیایج مکتی اور چہارم مرتبہ کو سارُوپ مکتی کہا کرتے ہیں۔ اور یہ آخری ترقی علم معاملہ کی ہے ٭

(۷۷) آخری ترقی میں اِس کا قیام آفتاب میں نہیں ہوتا بلکہ وہاں سے بھی اُس چاند لوک کو جو خاص آفتاب کا قمر ہے جاتا ہے۔ اور وہاں سے بھی اُس کے بادل لوک اور بجلی لوک میں صعود کرتا ہے اور یہاں ایک خاص نورانی سفیر برہم لوک سے آتا ہے اور اُس کو برہم لوک میں لے جاتا ہے اور پرجاپتی سے وصل رُوحانی پاتا ہے ٭

(۷۸) اے گوتم! جو اِس طرح اِس پنج اگنی ودّیا کو معہ اُسکی ماہیت کے جانتے ہیں اور جنگلوں میں ترک دُنیا کرکے ست کا پالن کرتے ہیں وہ دیویان سڑک پر چلتے ہیں۔ اور اُن کا اِس دنیا میں پھر پھر آنا نہیں ہوتا۔ لیکن جو یگیہ دان سے فقط جپ تپ کا پالن کرتے ہیں اور اِس طرح جانتے نہیں ہیں وہ پتریان سڑک پر رواں ہوتے ہیں اور سومراج ہو جاتے ہیں اور پھر پھر آتے ہیں۔ اور جو اِن سڑکوں کو نہیں جانتے اور نہ ست کا پالن کرتے اور نہ یگیہ دان تپ آدک کرتے ہیں وہ اسی سفلی سڑک میں رواں ہوتے کیٹ پتنگ جونیاں کو پانے بار بار مرتے اور پیدا ہوتے ہیں۔ اُنہیں کے حق میں شرتی فرماتی ہے ”جم جم مر۔ اور مر مر جم“۔ یہی تقدیر بھگوت کی ہے ایسا پرواہن سے اُودیالک مُنی کو تعلیم دی ٭

فصل چہارم

(۱) مبتدی کو یہاں تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ ہم کیونکر مرنے کے بعد شعلہ اور پھر روزِ روشن اور پھر شکل پکھش ہو جاتے ہیں؟ کیونکہ زیرک

آدمی غور سے جان سکتا ہے کہ جو لکڑی آگ میں جلائی جاتی ہے اصل میں وہ آگ بنتی جاتی ہے۔ اِس لیئے کہ جوں جوں لکڑی زیادہ لگائی جاتی ہے شُعلہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ لکڑی شُعلہ بنتی جاتی ہے

(۲) پھر شعلہ بھی اِس طرح روشنی بنتا جاتا ہے کیونکہ جُوں جُوں شعلہ زیادہ ہوتا جاتا ہے روشنی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور یہی روشنی واقع میں حقیقتِ روزِ روشن ہے اور روز روشن کا تکرار شُکل پکھش اور شُکل پکھش کا تکرار ماہ وششماہی و سال ہے۔ اور سال اصل میں گردشِ معین آفتاب ہے جو اُس سے جُدا نہیں ✣

(۳) قانونِ قدرت کے وسیلہ پھر ثابت ہُوا ہے کہ جلتی لکڑیوں میں جو چکنائی ہے وُہ تو شعلہ بن جاتی ہے اور اُسکی رطوبت دُھواں بنتی جاتی ہے۔ اور اُسکی کثافت جو فاضل ہے بھسم بنتی جاتی ہے۔ یہی ایک کیمیائے قُدرتی ہے ✣

(۴) ہم بھی جب موت سنسکار میں جلائے جاتے ہیں تو اِسی طرح آگ اور دُھواں اور بھسم بنتے جاتے ہیں۔ لیکن جو حصّہ چکنائی کا ہم میں ہے وُہ تو آگ۔ آگ سے شُعلہ۔ شُعلہ سے روشنی۔ روشنی سے روزِ روشن روز روشن سے شُکل پکھش۔ شُکل پکھش سے ششماہی۔ ششماہی سے سال اور سال سے آفتاب ہو جاتے ہیں جو دیوتاؤں کی جُونی ہے ✣

(۵) لیکن تری ہماری جلکر دُھواں بن جاتی ہے۔ اور دُھواں سے تاریکی اور تاریکی واقع میں حقیقتِ شبِ تار ہے۔ اور شبِ تار کا تکرار کرشن پکھش ہے اور اُسی کا تکرار جنوبی ششماہی ہے اور وُہی سال ہے۔ اور یہ سال

ایک گردش معین چاند کی ہے جو اُس سے جُدا نہیں۔ کارکنانِ قضا و قدر جب ہم کو اُس وقت حصۂ چکنائی میں تعلق دیتے ہیں تو پتریاں سڑک پر صورت بعد صورت رفتار ہوتی ہے اور یہ تعلق بہ سبب ہمارے اعمال کے ہوتا ہے۔ اِس لئے عمل واقع میں خاص علت صعودِ آسمانی ہے

(۶) وُہ عمل جو اس قسم کی معراج کا خاص مُوجب ہے واقعہ میں کیمیائے رُوحانی ہے جو سنسکرت میں ہوم کہلاتا ہے۔ اور چُونکہ یہ کیمیائے قُدرتی بوسیلۂ آگ کے ہوتی ہے اسی سبب آگ میں ہوم کرنا اصل میں اِس کیمیائے قُدرتی کا بجا لانا ہے۔ اور اُسکی خاص ترتیب برہمنوں کو معلُوم ہے۔ اور برہمن کیمیاگر ہیں جو آگ کے وسیلہ آپ کیمیائی کرتے ہمکو بھی کیمیائی کراتے ہیں۔ اور آپ آسمان پر چڑھتے ہمکو بھی آسمان پر لیجاتے ہیں۔ اِس لیئے معراجِ آسمانی کے لیئے آگ اور برہمن ہمارا وسیلہ اور رسُول ہیں پس جو شخص بغیر وسیلہ آگ اور برہمن کے معراجِ آسمانی کی تمنّا کرتا ہے غلط اور پندار میں ہے ۔

(۷) یہ عمل کیمیائی بھی لبطور کُلیات دو قسم کا ہے۔ یا تو دیوکرم ہے یا پِتر کرم دیوکرم میں تو آگ مقدّم ہوتی ہے اور پِتر کرم میں برہمن مقدّم ہوتا ہے۔ دیوکرم میں آگ کو مقدم کرکے آہوتی دیجاتی ہے اور پِتر کرم میں برہمن کو مقدم کرکے اُس کے مُنہ میں آہوتی دیجاتی ہے ۔

(۸) جب تک کہ ہم فضل کی طرف نہیں بلائے جاتے تب تک عمل دوگانہ ہمپر فرض ہے اور موت تک بھی دوگانہ عمل کرتے آخری آہوتی ہماری

ہماری نسبی آگ میں ہوتی ہے جو ہمارا وسیلہ اور قبلہ ہے۔ اور اسی کے وسیلہ ہم آسمان میں چڑھتے سورلوج یا دیوتا ہو سکتے ہیں +

(۹) لیکن جب ہم فضل کی طرف بلائے جاتے ہیں اور علم مکاشفہ حاصل کرتے ہیں۔ تو فرائض عمل ختم ہو جاتے ہیں اور آزاد ہو سکتے ہیں۔ اور ترقی آسمانی ہم کو مفت ملتی ہے کوئی بھی وسیلہ نہیں پکڑتے جس کی اشارات ہم دوسرے حصّہ میں کرینگے +

(۱۰) شاید کوئی سوال کرے کہ پتر کیا ہیں؟ اور دیوتا کیا ہیں! تو ہم مختصر اُن کے حقائق بھی بیان کرتے ہیں۔ پتر لغت سنسکرت میں بہ معنی والدین کے ہے اور دیوتا بہ معنی حقائق مدرکہ محرکہ کے ہیں۔ جیسے وسیلہ ہم جنے جاتے ہیں وہی والدین یا پتر ہیں۔ جن کے وسیلہ ہم ادراک ماہیات پاتے ہیں اور حرکات کرتے ہیں وہی دیوتا ہیں +

(۱۱) یہ نہیں گمان کرنا چاہئے کہ ماں باپ جسمانی ہی فقط والدین ہیں بلکہ روحانی اسباب بھی جو ہماری پیدایش کے سبب ہیں روحانی والدین ہیں۔ کیونکہ علم معاملہ کے ذریعے ہم پر ثابت ہوا ہے کہ ان سڑکوں پر جو صورتیں ہم کو ملتی ہیں واقع میں مثل والدین زوج ہو رہی ہیں۔ اور انہیں سے ہم اصل میں جنے جاتے ہیں اور موت کے بعد انہیں میں میل پا جاتے ہیں۔ اسی سبب سے موت کے بعد مُردہ کا پتر کرم ہوتا ہے

(۱۲) پہلا پتر آفتاب اور چاند کا جوڑا ہے جو حرارت اور رطوبت سے ازدواج پا رہا ہے۔ دوسرا پتر سال ہے جو این شمالی (अयन उत्तर) اور این جنوبی (अयन दक्षिण) میں زوج ہو رہا ہے۔ تیسرا پتر مہینہ ہے جو شکل پکھش اور کرشن پکھش سے زوج پا رہا ہے۔ چہارم پتروں

رات ہے جو روشنی اور تاریکی سے زوج پایا ہے۔ پنجم پتّر غذا ہے جو بیرج اور رَج سے ذہنیتی (रयाम) ہُوا ہے +

(۱۳) پہلے پتّر میں آفتاب پدر ہے اور چاند ماد ہے۔ اور دوسرے پتّر میں ششماہی شمالی باپ ہے اور ششماہی جنوبی ماں ہے۔ اور تیسرے پتّر میں شکل پکھش پدر اور کرشن پکھش مادر ہے۔ اور چہارم پتّر میں دن باپ ہے رات ماں ہے۔ اور پنجم پتّر میں بیرج پدر اور رج ماں ہے۔ قوسِ شمالی میں آفتاب سے لیکر روزِ روشن تک پدروں کی پانت ہے۔ اور قوسِ جنوبی میں چاند سے لیکر رات تک مادروں کی پانت ہے +

(۱۴) جو پانت پدروں کی ہے وہ واقع میں عین حرارت پرجاپتی کی روحانی حقیقت ہے۔ اور جو پانت مادری ہے وہ عین رطوبت پرجاپتی کی جسمانی حقیقت ہے جو بدلتی ہے۔ پس جو شخص پتّریان سڑک پر چلتا ہے اصل میں سومراج ہوتا جسمانی عُلوی ترقی پاتا ہے۔ اور جو شخص دیویان سڑک پر چلتا ہے وہ رُوحانی علوی ترقی پاتا ہے جو ابدی ہے +

(۱۵) یہ باپ اور مائیں ہماری پیدایش میں واسطہ ہیں جیسا ماں باپ بچّہ کو گود میں لیکر پالتے پوستے ہیں اسی طرح ہم کو بعد موت اُنکی گود میں جانا ہوتا ہے۔ اور اُنہیں میں حمل ہو کر معراج آسمانی اور نزولِ فوقانی ہوتا ہے۔ اور یہ تمام پتّر پرجاپتی کے فرزند پرجاپتی رُوپ ہیں جو ہمارا اعلیٰ مورث ہے۔ سنسکرت میں اِن پتّروں کو دبّ پتّر (दिव्यपितृ) بولتے ہیں۔ لیکن وہ پتّر جو آگ میں جل کر ان میں میل پاتے ہیں اگنی کھواتا (अग्नि ष्वात्ता) کہلاتے ہیں کیونکہ جو آگ میں غذا ہو کر ان سے میل پاتا ہے وہی اگنی کھواتا ہوتا ہے اُنہیں

کے نام سے پنڈ دان ہوتا ہے ÷

---

(۱۶) یہ باتیں جو اُوپر بیان ہُوئی ہیں ہم ہی نہیں کہتے بلکہ پپلاد مُنی*
نے کاتیاین رِکھی کو اسی پر اشارت فرمائی ہے جبکہ اُس نے سوال
کیا کہ اے خداوند! ہم کہاں سے جنے جاتے ہیں اور کون ہمارا باپ ہے ÷
(۱۷) مُنی جی نے فرمایا کہ اولاد کے لالچی پرجاپتی نے سوچا کہ مَیں
عیالدار ہو جاؤں۔ تب اُس نے ایک جوڑا پیدا کیا جو حرارت (force)
اور رطوبت (matter) ہے۔ اور خیال کیا کہ یہ جوڑا میری اولاد
کو بڑھا دیگا۔ آفتاب واقعہ میں عین حرارت ہے اور چاند رطُوبت۔
اور یہ تمام مورتی امورتی جُملہ رطُوبت ہیں۔ اُن میں جو حرارتِ عزیزی
ہے وُہ اُن کی رُوح ہے۔
(۱۸) آفتاب جب مشرق میں چڑھتا ہے تو اُس کی روشن کرنیں شرقی
حصّہ میں پھیلتی ہیں اور جو اشخاص شرقی حصّہ میں آباد ہیں اُن پر بیاپک
ہوتی داخل ہوتی ہیں۔ اور اُن کی ارواح کی حفاظت اور پالن کرتی
ہیں۔ اِسی طرح جنوب اور شمال مغرب اور فوق اور تحت اور بین
الاطراف میں بھی یہ کرنیں پھیلتی ہیں۔ اُن میں جو یہاں رہتے ہیں
داخل ہوکر فیضان ارواح اور صحت کا کرتی ہیں ÷
(۱۹) پس یہ سُورج بیشوانر (वैश्वानरो विश्वरूपः) بشورُوپ اگنی تمام کی
زندگی چڑھتا ہے۔ بید کا منتر بھی اِس پر شہادت کافی دیتا ہے۔ کیونکہ وُہ فرماتا ہے
کہ یہی آفتاب بشورُوپ طلائی شعاعوں والا تمام کی آنکھ ہر ایک کی
زندگی اپنی ہزاروں کرنوں سے انیک طرح پھیلا ہُوا گویا ہماری زندگی چڑھتا ہے
(۲۰) چاند بھی اسی طرح چڑھتا ہُوا ہر ایک میں فیضان رطُوبت عزیزی

* دیکھو پرشن اُپنشد پہلا پرشن

کا کرتا ہے ؛ وہ آفتاب تو فیضان حرارتِ غریزی کا پہنچاتا ہے اور یہ چاند رطوبتِ غریزی بخشتا ہے۔ حرارتِ غریزی فاعلہ ہے اور رطوبتِ غذا منفعلہ ہے اور یہ دونوں طاقتیں جو پرجاپتی کی فرزند ہیں ملکر دُنیا میں کام کر رہی ہیں۔ حرارت اثر کرتی ہے۔ رطوبت بدلتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک شے کی پیدایش اور موت ہوتی ہے۔

(۲۱) اگر حرارت اور رطوبت جو حقیقت سورج اور چاند کی ہے نہ ہوتیں تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ اِس لیئے یہ چاند سورج کا جوڑا پرجاپتی کا فرزند پرجاپتی رُوپ ہمارا پہلا پتر ہے ؛ اور دُوسرا پتر سال ہے کیونکہ سال واقعہ میں گردشِ چاند اور آفتاب سے پیدا ہوتا ہے۔ آفتاب کی سالانہ چال سے سنکرات رُوپ سال پیدا ہوتا ہے اور چاند کی رفتار سے تتھی رُوپ سال پیدا ہوتا ہے۔

(۲۲) چونکہ سال واقعہ میں گردشِ متعین پہلے پتر کی ہے اور اُن کی حقیقت سے جُدا نہیں۔ اِس لیئے یہ دُوسرا پتر بھی پرجاپتی رُوپ ہے اور اُسی کا فرزند ہے جو اینِ شمالی اور این جنوبی سے زوج ہوا ہے کیونکہ سورج اور چاند سالانہ گتی میں جو دائرہ بناتی ہیں یہ دائرہ عظیمہ سے قطع ہوکر دو قوس شمالی و جنوبی پیدا کرتا ہے۔ قوس شمالی کو این شمالی اور قوسِ جنوبی کو این جنوبی کہا کرتے ہیں۔ یہ قوسِ شمالی نر ہے اور یہ قوسِ جنوبی مادہ۔ دونوں کے ازدواج سے یہ پتر بھی بدیہی دکھائی دیتا ہے ؛

(۲۳) اگر یہ سال جو دُوسرا پتر ہے نہ ہوتا۔ تب بھی کچھ نہ ہوتا کیونکہ پیدائش اور نقصان ہر شے کا وقتِ متعین پر موقوف

دکھائی دیتا ہے۔اس لئے زمانہ بھی دُوسرا جوڑا والدین کا ہے۔جب یہ سُورج اور چاند چھ مہینہ قوسِ شمالی میں سیر فرماتے ہیں جو قوسِ پدری ہے تو اُن کے لئے جو عمل اور شغل کو پار کرتے ہیں مترک دیویان کی پالن کرتا ہے۔اور اپنے عزیز فرزندوں کو بعد موت گود میں لیتا دیو لوک میں لیجاتا ہے۔اور بصُورتِ دیوتا جنتا ہے اور رُوحانی نعمتیں جو آسمانی ہیں بخشتا ہے +

(۲۴) لیکن جب یہ سُورج اور چاند قوس جنُوبی میں چھ ماہ معیّن سیر فرماتے ہیں تو قوسِ مادری میں فیض دیتا ہے۔اور اُن کے لئے جو فقط عمل کرتے ہیں مترک پتریان کی پالن کرتا ہے اور اُن کو گود میں لیتا سوم لوک میں لے جاتا ہے اور سومراج بناتا ہے اور جسمانی نعمتیں آسمانی دِلاتا ہے جو حُور و قصور (محلّات) ہیں + چونکہ نعمتیں جسمانی عملوں سے بنائی گئی ہیں آخر ختم ہو جاتی ہیں۔اور یہاں سے پھر لوٹ آتا ہے +

(۲۵) مگر وُہ جو تپ جپ اور برہم چریہ کرتے ہیں اور "میں رُوح کا فرزند ہُوں بدن نہیں"۔"میں پرجاپتی کا بیٹا پرجاپتی رُوپ ہُوں" ایسا تعین کرتے ہیں اِس تصدیق اور پہچان کے سبب ورثہ پدری پاتے ہیں اور پرجاپتی کی گود میں جا بیٹھتے ہیں۔اور اُسی سے میل پاتے تخت نشین آسمانی ہوتے ہیں۔یہی امرت ہے۔یہاں سے اُن کی طرح جو ماں کی گود میں جاتے ہیں پھر نہیں لوٹتے +

(۲۶) سال کا ٹکڑہ مہینہ ہے۔اُسی کا فرزند تیسرا پتر ہے۔اُس میں شکل پکھش۔تو پدر ہے اور کرشن پکھش مادر۔ان دونوں کے ازدواج

سے مہینہ ختم ہوتا ہے جو پرجاپتی کا فرزند پرجاپتی رُوپ ہے۔ جو برہمن
اپنے آپ کو رُوح اور پران تصدیق کرتا ہے جسم یا بدن نہیں جانتا کرشن
پکھش میں بھی یگ (यज्ञ) کرتا گویا شکل پکھش میں ہی یگ کرتا ہے اور
جو برہمن اپنے آپ کو رُوح اور پران تصدیق نہیں کرتا ہے بلکہ فقط
جسم یا بدن اور بندہ جانتا ہے وہ شکل پکھش میں بھی یگ کرتا اصل
میں کرشن پکھش میں کرتا ہے

(۲۷) دن رات بھی مہینہ کا ٹکڑا اُسی کا لخت جگر چہارم پتر ہے۔
اُس میں دن تو باپ ہے رات ماں۔ ان دونوں کے ازدواج سے یہ
چہارم پتر بھی ختم ہوتا ہے اور پرجاپتی کا فرزند پرجاپتی رُوپ ہے۔
جو شخص دن کو اپنی زوجہ سے شہوت کرتا ہے واقع میں پران کا
نقصان کرتا ہے۔ لیکن وہ جو رات کو شہوت کرتے ہیں بھوگ کرتے
بھی برہمچریہ سے نہیں نکلتے اگرچہ ظاہر میں شہوت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

(۲۸) غذا بھی دن رات کا فرزند دن رات رُوپ ہے کیونکہ اُسکی پیدایش
بھی وقتِ متعین پر ہوتی ہے جو دن رات سے حاصل ہوتا ہے اس لئے
غذا بھی اصل میں پنجم پتر ہے جو پرجاپتی کا بیٹا پرجاپتی رُوپ ہے
اور یہ غذا (فرزند) بھی بیرج اور رج سے زوج پایا ہے کیونکہ وہی
غذا کھائی ہوئی باپ میں بصورتِ بیرج اور ماں میں بصورتِ رج ظاہر ہوتی
ہے اور جب بیرج اور رج رحم میں ملاپ پاتے ہیں تو اُس ازدواج
سے انسان پیدا ہوتا ہے۔ اس طرح پرجاپتی ہم کو ان پتروں کے وسیلہ
سے جنتا ہے اور پرجاپتی اصل میں ہمارا باپ مورثِ اعلیٰ ہے اور ہم بھی
اُسی کے فرزند وہی رُوپ ہیں اور اُسی کے ورثہ کے مستحق ہیں +

(۲۹) جو شخص پرجاپتی کی تقلید پر زوج ہوتا ہے اور پرجاپتی کا برت دھارن کرتا ہے وُہ بھی زوج یعنی لڑکا لڑکی جنتا مثل پرجاپتی کے عیالدار ہوتا ہے۔ اور جو شادی پاکر بھی برہم چریہ کرتے ہیں اور ست کا پالن کرتے ہیں وُہی سوم لوک بھی پاتے ہیں۔ لیکن جن میں قطعی چھل یا فریب نہیں وُہ تو برہم لوک میں جاتے آسمانی وارث ہوتے ہیں

(۳۰) اِس طرح یہ پتّر پرجاپتی کے فرزند ہمارے والد ہمارے معاد میں واسطہ ہیں۔ اُنہیں کے وسیلہ ہم دنیا اور آخرت میں عود کرتے ہیں اور یہی ہمارے پالن ہار ہیں۔ اسی سبب سے یہی ارباب کہلاتے ہیں۔ اور پرجاپتی جو مورث اعلیٰ ہے رب الارباب کہلاتا ہے۔ اُسی کی تقلید اصل میں شریعت ہے جو ہوم کرم کہلاتا ہے اور اُس کے طریقے مفصل وید بھگوان میں درج ہیں۔ اِس لیئے جو خلاف وید بھگواں عمل کرتا ہے ہرگز ترقیٔ آسمانی نہیں پا سکتا*

(۳۱) دن رات پتّر جو واقعہ میں چہارم پتّر ہے اُس میں دن تو ایک پرتوہِ آفتاب ہے اور رات سایۂ زمین۔ اِس لیئے آفتاب اور زمین کا زوج گویا بدیہی پتّر دکھائی دیتا ہے۔ پس زمین ماں اور آفتاب باپ ہے کیونکہ آفتاب کے تموز سے پانی برستا ہے اور اُس کی تاثیر اور تابش سے زمین انگوری لاتی ہے۔ اور یہ زمین اور آفتاب مِلکر ایک بدن کبیر پرجاپتی کا ہے۔ اور باقی پتّر اُسی کے اعضاء مثل رگ و پٹے ہیں۔ اور یہ تمام بہ ہیئتِ مجموعی ایک زندہ پرش ہے جس کو ہم وراٹ بولتے ہیں اور مغربی زبان میں یہی رحمان کہلاتا ہے۔

(۳۲) دیو لوک اِس رحمان کا سر ہے۔ سُورج آنکھ ہے

اطراف ہاتھ ہیں۔ زمین پاء ہیں۔ بحر شور شانہ ہے۔ خلا اُس کا بدن ہے۔ ہَوا اُس کا سانس ہے۔ آگ اُس کا دہاں ہے۔ انسان اُس کا فرزند اُسی کی صُورت پر پیدا ہُوا ہے ✤ جس طرح ہمارے عضو اور رگ و پٹے میں زندگی اور قویٰ ہیں۔ اُسی طرح ان پِتّروں میں بھی جو رحمان کے عضو اور رگ و پٹے کے بمنزلہ ہیں زندگی اور قویٰ ہیں اور یہی دیوتا کہلاتے ہیں

(۳۳) چونکہ ہمارے اعضا اور قویٰ میں فیضان دِل و دماغ سے ہوتا ہے اور وہ انہیں اعضاء رئیسہ کے فیضان سے ارواحِ طبعی اور نفسانی کا فیض پاتے زندہ ہو رہے ہیں۔ اسی طرح یہ پِتّر بھی دیو لوک اور سوم لوک سے فیضان پاتے زندہ ہو رہے ہیں۔ اور ہم کو جلتے اور پالن کرتے ہیں۔ اور جس طرح ہمارے مُنہ سے کھائی ہُوئی غذا پہلے معدہ میں جاتی ہے اور پھر جگر میں اور پھر رگ و پے میں پھرتی دِل و دماغ میں جاتی قوی طبعی اور نفسانی میں وصل پاتی ہے۔ اسیطرح ہم بھی موت سنسکار کے وقت آگ میں دیئے اُس رحمان کی غذا ہوتے ہیں اور اُسکے رگ و پے کے وسیلہ جو پِتّر ہیں اُس ترتیب سے جو سڑکوں کی مثال سے ظاہر کیا گیا ہے دیو لوک اور سوم لوک میں چڑھتے دیوتا اور سوم راج ہو جاتے ہیں ✤

(۳۴) یہ امر ظاہر ہے کہ انسان میں کھائی ہُوئی غذا جب ہضم ہوتی ہے تو اُسکی لطافت قوی اور حواس سے متغیر ہوتی ہُوئی قویٰ اور حواس میں میل پاتی ہے اور اُسکی کثافت عضو اور استخواں میں متغیر ہوتی ہُوئی اُنسے ملاپ کھاتی ہے کیونکہ جب ہم غذا نہیں کھاتے تو جیسا گوشت پوست میں لاغری آجاتی ہے۔ ویسا ہی حواس اور

قویٰ میں بھی ضعف آجاتا ہے۔ لیکن جب کھاتے ہیں تو بدن سے فربہ ہوتے ہیں اور حواس اور قویٰ میں طاقت پاتے ہیں۔ پس معلوم ہُوا کہ لطافتِ غذا سے حواس بنتے ہیں اور کثافت سے گوشت و پوست۔

(۳۵) اسی طرح رحمان میں غذا ہوتے ہم بھی ترتیب در تیب اور ہضم بعد ہضم دیولوک میں دیوتا اور سوم لوک میں سومراج ہو جاتے ہیں۔ اور پرجاپتی سے میل پا جاتے ہیں۔ یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ بلکہ جس طرح رُوح غاذیہ غذا کو ہمارے ہر ایک عضو میں تغذیہ کرتی اُسی کی صُورت بناتی اُس سے میل دلاتی ہے اسی طرح رُوح غاذیہ ہر پتّر میں ہمکو تغذیہ کرتی اُسی کی صُورت بناتی اُسی میں میل (وصل) دلاتی ہے۔ اور پھر اُن سے بچھوڑ کی صُورت جُدا کرتی اُسی طرح دیو لوک اور سوم لوک میں لیجاتی ہے جس طرح ہمارے عُضوؤں سے بھی بچھوڑ کرتی اُوجیہ منی باپ اور رحم ماں میں لیجاتی ہے

فصل پنجم

(۱) ہم اُوپر کی فصل میں حقیقت پتّروں کی آشکارا لکھ آئے ہیں۔ اور پھر یہ بھی اشارہ کر آئے ہیں کہ وہ تمام زندہ ہیں اُن میں جو زندگی ہے وہ دیوتا کہلاتی ہے۔ جس طرح انسان میں جو زندگی ہے بلا لحاظ اُنکے جسم و صُورت کے جان کہلاتی ہے اِسی طرح پتّروں میں بھی جو رُوح ہے بلا لحاظ اُنکے جسم و صورت کے دیوتا کہلاتی ہے۔ مثلاً آگ میں جو رُوح ہے وُہ اگنی دیوتا اور دن میں جو زندگی ہے وہ دن کا دیوتا اور شکل پکھش میں جو زندگی ہے وُہ شکل پکھش کا دیوتا اور ششماہی شمالی میں جو زندگی ہے وہ کھٹ ماس کا دیوتا اور سال آفتابی

ہیں جو جان ہے وہ سال کا دیوتا اور آفتاب ہیں جو رُوح ہے وہ آفتاب کا
دیوتا کہلاتا ہے اور یہی قوس پدری ہے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

(۲) اسی طرح دوسری قوس مادری ہیں یہی شب تار کی زندگی رات کا
دیوتا ہے اور کرشن پکھش کی زندگی کرشن پکھش کا دیوتا ہے اور ششماہی
جنوبی کی زندگی اَینِ جنوبی کا دیوتا ہے اور چاند کی زندگی چاند کا دیوتا ہے

(۳) الغرض تحقیقات سے ثابت ہوا کہ کیا مادیات اور کیا مجردات ہر
ایک شے پرجاپتی کا عضو اسی کا ٹکڑا ہے۔ اور ہر ایک اسی طرح زندہ
ہے جس طرح ہمارے عضو زندگی رکھتے ہیں اور وہی زندگی اسی کا
دیوتا کہلاتی ہے۔ چونکہ اشیا کیا لطیف کیا کثیف بے شمار ہیں اُن کی
جانیں اور ارواحیں بھی بے شمار ہیں اُنہیں کو صوفیائے کرام موکّل
ترجمہ کرتے ہیں +

(۴) اشیاء بھی بعض کلّیات ہیں اور بعض مفردات۔ پس کلّیات کی
ارواحیں ملائک کُلّی ہیں۔ اُنہیں کو رب النوع بولا کرتے ہیں۔ اور مفردات
کی رُوحیں ارواحِ مفردہ ہیں اور اُنہیں کو وہ رب الاشخاص نام کہا
کرتے ہیں۔ اور یہ رب الاشخاص خلقی ہیں۔ وہ رب النوع امری ہیں
اسی سبب پوجے اور معبود ہیں +

(۵) اگرچہ شمار ملائک کُلّی کا بھی بے شمار ہے تو بھی بطور اجناس
بشو دیو دیا [illegible] میں گنتی ہوتی ہے اور اُن میں بھی
جنس اعلیٰ کے قاعدے سے جملہ ۳۳ شمار کیے ہیں جن میں
آٹھ بسُو دیوتا ہیں گیارہ رُدّر دیوتا ہیں اور بارہ آدت دیوتا
ہیں ایک اندر ہے ایک پرجاپتی ہے +

(۶) بسو دیوتا جملہ زمین آگ ہوا خلا آفتاب دیولوک سوم لوک ثوابت یعنی ستارے ہیں۔ لغت سنسکرت میں بسُو بمعنی آبادیاں کے ہیں۔ چونکہ اُن میں خلقت آباد ہے اس لئے اُنکو بیدداں برہمن بسُو دیوتا بولتے ہیں پنچ عناصر جن کو پنچ بھوت بولتے ہیں مُرکب ہوکر ہر ایک کا بدن بصورت ہیکل قرار پاتے ہیں اور ہم اِن کی ہیکلوں میں آباد ہیں جب تک کہ ہمارے اعمال ختم نہیں ہوتے ✦

(۷) بسُو دیوتا ہمارے اعمال کے بھوگ دینے کے لیئے متغیر اور مُرکب ہوکر ایک جسمانی گھر اُسی طرح بناتے ہیں جیسا کہ لکڑی لوہا اینٹ گارا ملکر ایک حویلی تیار کرتے ہیں۔ اور ہم کو اُسی طرح اپنے میں بساتے ہیں جیسا کہ حویلی ہم کو بساتی ہے۔ اور جس طرح وہ حویلی اسوجہ سے ہماری آبادی یا گھر کہلاتی ہے اُسی طرح یہ دیوتا بھی ہمارے بسُو دیوتا نامزد ہوتے ہیں ✦

(۸) علاوہ اِس کے زمین تو زمینیاں کے لیئے اور ہوا ہوائیاں کے لیئے اور آگ ناریاں کے لیئے اور پانی آبیان کے لیئے اور خلا گندھربوں کے لیئے اور آفتاب آفتابیاں کے لیئے۔ ماہتاب ماہتابیان کے لیئے اور جملہ ستارے اپنی اپنی خلقت کے لئے اُن کا بدن بناتے اور پھر اُسی کا بچھونا ہوئے مسکن اور آرام دیتے ہیں اِن تمام دیوتاؤں کے ہم شکر گذار ہیں۔

(۹) جب ہم بالک ہوتے ہیں۔ جیسا ماں کی گود میں غلاظت پھینکتے اور اُسکی چھاتیاں چوستے اور اُسی کی بغل میں مسکن کرتے ہیں۔ اُسی طرح ہم زمین کے بالک زمین پر غلاظت کرتے اُسی کی نباتات اور ہر قسم کا میوہ اور اغذیات کھاتے اُسی پر چلتے پھرتے اُسی میں آرام کرتے ہیں۔ یہ

ماں سے بھی مہربان دیوتا ہمارے کسی کام سے بھی رنج نہیں مناتا۔ بلکہ ماں کی طرح ہم پر سایۂ مادری ڈالتا عفو تقصیرات کرتا ہے ٭

(۱۰) حواس جو ادراک کے آلات ہیں۔ اور قویٰ جو حرکات کے آلات ہیں اور دل جو سوچتا سمجھتا ہے گیارہ رُدر دیوتا ہیں۔ پنج حواس جن کو پنج گیان اندریاں کہتے ہیں اور قویٰ حرکات جن کو پنج کرم اندریاں بولتے ہیں رلکر جُملہ دس ہوتے ہیں۔ اور یہ تمام دیوتا ہمارے اعمال کے بھوگ دینے کے لئے بمنزلۂ آلات اور ہتھیاروں کے بدن میں جمع ہوئے ہیں ٭

(۱۱) آنکھ کے وسیلے ہم دیکھتے ہیں۔ کان کے وسیلے ہم سُنتے ہیں۔ زبان کے وسیلہ ہم مزا اُڑاتے ہیں۔ جلد کے وسیلے ہم چھُوتے ہیں۔ ناک کے وسیلے سُونگھتے ہیں۔ اسی طرح کلام کے وسیلے بات چیت کرتے۔ ہاتھوں کے وسیلے پکڑتے۔ پاؤں کے وسیلے چلتے۔ مقعد کے وسیلے غلاظت پھینکتے۔ شہوت کے وسیلے آنند پاتے ہیں۔ دل کے وسیلے سوچتے سمجھتے ہیں ٭ تمام ملائک ہمارے بھوگ کے لئے ساوھن روپ ہو کر ہماری اِس مختصر حویلی میں جمع ہُوئے ہیں۔ اور اُسی طرح ہمارے مُصاحب اور تابعدار ہیں جیسا کہ کروبی فرشتے ہمارے باپ پرجاپتی کے مصاحب اور تابعدار ہیں۔

(۱۲) جس طرح ہمارا باپ پرجاپتی تمام برہمانڈ میں راج کرتا ہے۔ اُسی طرح ہم بھی اُس کے راج کمار اِس مختصر پنڈ میں راج کرتے ہیں۔ جس طرح برہمانڈ پرجاپتی کی راجدھانی ہے۔ اُسی طرح یہ مختصر بدن

بھی ہماری چھوٹی سی راجدھانی ہے ÷
(۱۳) دیکھو عقل ہمارا وزیر باتدبیر ہے۔دل دیوانِ خاص ہے۔حواس جاسوس ہیں۔کیونکہ آنکھ عالم الوان میں دوڑتی ہے۔کان عالم آواز میں سدھارتا ہے۔ناک خوشبو اور بدبو کی خبریں لاتی ہے۔اور ذائقہ میٹھائی اور کھٹائی کی لہریں دکھاتا ہے۔لمس گرم اور سرد کی منجنیں پیش کرتا دل دیوانِ خاص اِن تمام کے پیغام معلوم کرتا حفظ رکھتا ہے۔اور وقتاً فوقتاً ہمارے اجلاسِ عام میں پیش کرتا ہے۔عقل اُس میں نیک و بد کی چھانٹ کرتی ہے اور قبول و نفرت کی ہدایت دیتی ہے ÷
(۱۴) شہوت تحصیل دار ہے۔غضب کوتوال ہے۔قدرت جرنیل ہے۔دل کے خواطر لشکر بیشمار ہیں۔اِسی طرح اگر غور کیا جاوے اور ایک ایک دیوتا کو شمار کیا جاوے تو بیشمار لشکر اور بیشمار عملہ اور بیشمار منصب دار ہیں۔اور تمام انسان (راجکمار) کے لئے بحکمِ پرجاپتی عدل و انصاف سے ہمارے بھوگ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔اور اپنے اپنے خاص کام میں سرشار ہیں۔ہم کو چاہئے کہ پرجاپتی باپ کی تقلید پر ہم بھی صدر نشین ہوکر ہر ایک کام کی نگرانی کریں اور عدل و انصاف سے اُن سے برتاؤ کریں۔کیونکہ شہوت کا تحصیلدار اگر قانونِ پرجاپتی کے برخلاف کچھ بھوگ طلب کرے تو چاہیئے کہ حسب مشورتِ وزیر عقل کے غضب کوتوال کو اُس پر چڑھادیں تاکہ اُس کو سرزنش کرکے قانونِ اعتدال کی طرف بُلاوے۔اور اگر کوتوالِ غضب اسی طرح تجاوز قانون کرے تو تحصیلدارِ شہوت کو اُس پر اُٹھا دیں۔

تاکہ اُس مغرور کو عبرت اور زہد سے نصیحت کرکے برسرِ اعتدال لاوے - اگر ایسا نہیں کرتے تو تقلیدِ باپ سے مکفے کفرانِ نعمت کرتے ہیں +

(۱۵) بہر حال یہ گیارہ ملائک اپنے بیشمار لشکر کے ساتھ ہمارے مصاحب کامل تابعدار بھوگ کے سادھن بھوگ روپ ہیں - اور ہم بھی اُنکے بھوگتا ہیں - اور جب تک کہ ہمارے اعمال ختم نہیں ہوتے تب تک اُسی طرح بھوگ دیتے اِس مختصر راجدھانی میں کام کرتے ہیں - اور جب ہمارے پُن ختم ہوتے ہیں تو چلدیتے ہیں - اور اس مُسافرت کے سبب خویش و اقربا کو رُلاتے اور چھواتے ہیں - اِسی سبب اِنکا نام رُدّر دیوتا ہے - کیونکہ لُغتِ سنسکرت میں جو رُلاتا اور چھواتا ہے اُسکو رُدّر کہا کرتے ہیں - اور یہ ظاہر ہے کہ اِنہیں کے کوچ کے سبب موت ہوتی ہے اور خویش روتے اور چیخیں مارتے ہیں +

(۱۶) چیت سے لیکر پھاگن تک بارہ[۱۲] مہینے بارہ[۱۲] آدِت دیوتا ہیں کیونکہ یہ بارہ[۱۲] دیوتا بار بار گردش کرتے ہمارے عملوں کے بھوگ دینے اور ختم کرنے کے لئے تکرار کرتے ہیں - انہیں کی گردش کے سبب مُعیّن وقت پر ہمارے اعمال بھوگ دینے کے لیئے مستولی ہوتے ہیں اور بسُو دیوتا ترکیب کہاتے بھُتوریتہ ہیولانی ہمارے بھوگ کی حویلی بنتے ہیں اور رُدّر دیوتا بھوگ کے سادھن روپ اِس میں جمع ہوتے ہیں - اور بالک سے جوان اور جوان سے بوڑھے ہوتے ہیں - آخر اِنہیں کی گردش کے سبب مُعیّن اوقات پر ہمارے اعمال ختم ہوتے ہیں اور موت آتی ہے - چونکہ یہ دیوتا ہمارے اعمال کی حفاظت اور برتاؤ اور ختم اور خاتمہ کے لئے ایک میزانِ عدلی ہیں اِس سبب اُن کو آدِت دیوتا بولتے ہیں کیونکہ جس طرح میزان

ایک شے کو عدل سے لینی دینی ہے اُسی طرح یہ بارہ دیوتا بھی عدل و انصاف سے ہمارے بھوگ لیتے دیتے ہیں۔ لُغتِ سنسکرت میں جو اس طرح لیتا دیتا ہے اُس کو آدت بولتے ہیں۔ اور یہی آدت عدالت کی میزان ہے ؂

(۸۷) بتیسواں ۳۲ دیوتا بدیہی آسمان میں بجلی دیوتا ہے جو طاقت اور بل رُوپ سے ہمارے مختصر بدن میں ظاہر ہُوا ہے۔ اور یہی اندر ہے۔ اِسی کے سبب ہم کشتی کرتے اور جنگ و جدل کرتے ہیں اور دشمنوں پر فتح پاتے ہیں۔ اور یہی دیوتا آسمان و زمین میں پرجاپتی کا فرزند دیوتاؤں کا سپہ سالار اور ہمارے لشکر کا بھی کمانڈرانچیف ہے۔ اور اسی سے ہم ہر کام میں مدد مانگتے ہیں۔ اور یہی ہمارا پُوج اور مستجاب الدعوات ہے۔ اور یہی دیو لوک میں دیو راج کہلاتا ہے ؂

(۸۸) تینتیسواں ۳۳ دیوتا بدیہی پران دیوتا ہے جو رُوح اعظم ہے۔ اور یہی پرجاپتی ہے اور یہی تمام دیوتاؤں کی ماں ہے اِسی سبب اِسکو اِدتی بولتے ہیں۔ اور یہی اِن تمام کا باپ ہے اِسی سبب اِس کو پرجاپتی بولتے ہیں۔ اور یہی تمام کی اصل ہے۔ کیا ملائک کیا پتر کیا فرزند اُسی کی شاخیں اُسی کی فروع ہیں۔ اور یہ ایک ہی انیک طرح کا ہوکر تمام دُنیا میں پھیلا ہُوا سب میں سب کچھ کرتا ہے۔ یہی بسو دیوتا رُوپ ہوکر تمام کے بھوگ کی حویلی یعنی پنڈ اور برہمانڈ رُوپ ہو رہا ہے۔ اور یہی گیارہ ۱۱ رُدر رُوپ ہوکر تمام کے بھوگ کا سادھن اور آلہ ہے۔ اور یہی بارہ ۱۲ آدت ہوکر ہر ایک کے بھوگ کے دین لین میں میزانِ عدل ہے۔ اور یہی تمام میں بل رُوپ ہو کر دیو راج اندر ہے۔ وُہی ہم میں پران رُوپ ہوکر ہماری زندگی ہمارا

باپ ہے۔ اور ہم اُسی کے فرزند اُسی کے رُوپ ہیں۔ اس طرح یہ ایک ہی رُوح اعظم خداوند خدا تینتیس[۳۳] دیوتا رُوپ اور پانچ پتر رُوپ ہوکر دبشواز وراٹ بھگوان مُشاہدہ ہوتا ہے جو رحمان کہلاتا ہے ✣

(۱۹) ان دیوتاؤں کی تفصیل جو اُوپر بیان کی گئی ہے ہماری اپنی کپول کلپنا نہیں بلکہ یاگیہ ولک مُنی نے جو اعلیٰ درجے کا ویدداں ہے شاکل برہمن کے سوال میں ظاہر کی ہے کیونکہ ہم سُنتے ہیں کہ راجہ جنک کی مجلس عام میں شاکل برہمن نے جو غضب اور حسد سے جلا ہُوا تھا یاگیہ ولک سے دقیق سوال دیوتاؤں کا کیا تھا۔ اور یاگیہ ولک مُنی نے اس رازِ مخفی کو مجلس عام میں ظاہر کر دکھایا تھا ✣

(۲۰) جلے ہُوئے شاکل نے کہا کہ اے یاگیہ ولک! دیوتا کتنے ہیں؟ مُنی جی نے کہا جتنے ویشو دیو کی رنبدا (निविदा) میں کہے گئے ہیں اُتنے ہی دیوتا ہیں۔ رنبدا شاستر میں اُن منتروں کے مجمُوعہ کو کہتے ہیں جو دیوتاؤں کے نام ویشو دیو شاستر میں مقرّر کرتے ہیں ✣

(۲۱) پھر اُسنے کہا مختصر کہو۔ کہا مختصر تینتس[۳۳] دیوتا ہیں۔ کہا اور بھی مختصر کرو۔ کہا چھ ہیں۔ کہا اور بھی مختصر کرو۔ کہا تین ہیں۔ کہا اور بھی مختصر کرو۔ کہا دو ہیں۔ کہا اور بھی مختصر کرو۔ کہا ڈیڑھ ہے۔ کہا اور بھی مختصر کرو کہا ایک ہے۔ کہا رنبدا شمار میں کون کون ہیں۔ کہا وہ تمام انہیں تینتیس[۳۳] کی تجلّیات ہیں۔ کہا تینتس[۳۳] کون سے ہیں؟ کہا [۸] آٹھ بسو دیوتا ہیں۔ گیارہ[۱۱] رُدر ہیں۔ بارہ[۱۲] آدت ہیں۔ ایک اندر ہے۔ ایک پرجاپتی ہے ✣

(۲۲) کہا آٹھ بسو کون سے ہیں؟ کہا آگ۔ زمین۔ ہوا۔ انترکھش۔ سُورج چاند۔ دیو لوک اور نکھشتر ہیں۔ انہیں میں تمام آباد ہیں اس سبب سے بسو

✣ دیکھو برہدارنیک اُپنشد ادھیاے ۳ براہمن ۹ ✣

دیوتا کہلاتے ہیں۔ کہا گیارہ[11] رُودر کونسے ہیں؟ کہا دس[10] ارواح ہیں جو انسان میں آلاتِ اِدراک و حرکات کی صُورت پر ظاہر ہورہی ہیں اور گیارہواں نفس ہے جسکو دِل بولتے ہیں۔ جب یہ بدن سے چلتے ہیں تو رُلاتے ہیں اِس لئے رُودر کہلاتے ہیں ❊

(۲۳) کہا آدِت کونسے ہیں؟ کہا یہی بارہ[12] مہینے ہیں۔ یہی تمام کی عمر کو لیتے دیتے ہیں اس لئے آدِت کہلاتے ہیں۔ کہا اِندر کون ہے؟ کہا جو گرجتا ہے وہی اِندر ہے۔ کہا گرجتا کون ہے؟ کہا جو چمکتا ہے اور برستا ہے۔ کہا پرجاپتی کون ہے؟ کہا یگیہ (यज्ञ)۔ کہا یگ کون ہے؟ کہا جو حیوانات ہیں وہی یگیہ (पशवः) ہیں ❊

(۲۴) کہا چھ[6] دیوتا کونسے ہیں؟ جو اِن کا بھی اختصار ہے۔ کہا آگ خاک ہَوا انترکش سُورج دیو لوک ہیں۔ کہا انکے بھی مختصر تین کونسے ہیں؟ کہا تین لوک ہیں۔ دیو لوک اور سُورج لوک ملکر اعلیٰ لوک ہے اور زمین اور آگ ملکر ادنیٰ لوک ہے۔ انترکش اور ہَوا ملکر درمیانی لوک ہے اور تمام دیوتا انہیں کی تجلّیات ہیں ❊

(۲۵) کہا دو مختصر کونسے دیوتا ہیں؟ کہا حرارتِ غریزی اور رطوبتِ غریزی ہیں۔ کہا ڈیڑھ[1½] کون ہے؟ کہا جو جاتا ہے۔ کہا کیوں تو ڈیڑھ ہے؟ کہا جو آپ غنی ہو اور دُوسروں کے لئے مُنعم ہو وہی ڈیڑھ ہوتا ہے۔ ہر دم جو اندر جاتا ہے مُمدِ حیات ہے۔ ہر دم جو باہر نکلتا ہے مفرّحِ ذات ہے۔ اِس لئے یہ ہَوا یتا مُنعم ہے اور یہی ڈیڑھ ہے اگر یہ نہ ہو تو کچھ بھی زندہ نہ ہو۔ کہا ایک کون ہے؟ کہا پران ہے۔ یہی برہم ہے یہی غائب خدا ہے۔ اسی کو سنسکرت میں تیت (त्यत्) بولتے ہیں ❊

فصل ششم

(۱) اب یوں سمجھو کہ دیوتا کی حقیقت اصل میں رُوح ہے اور رُوح کو سنسکرت میں پران بولتے ہیں۔ پس ایک ہی رُوحِ اعظم پھیلتی ہُوئی انیک ارواح ہو جاتی ہے۔ اُنہیں کو دیوتا بولتے ہیں۔ اور اُنکی خاص مُورتیاں دیو لوک میں موجود ہیں۔ لیکن اُنکی تجلّیات تمام دُنیا میں پھیلتی سب میں سب کچھ کرتی ہیں۔ اِنکی مُورتیوں کی مثال مثلِ آفتاب ہے۔ اور اِن کی تجلّیات کی مِثال مِثل کرنوں کے ہے جو آفتاب سے نکلتی اور دُنیا میں پھیلتی ہیں +

(۲) جس طرح آفتاب کی خاص مُورتی آسمان میں موجود ہے اُسی طرح دیوتاؤں کی خاص مُورتیاں دیو لوک میں موجود ہیں۔ اور ہر ایک کی تصویر شاستری شاستر میں مندرج ہے۔ مگر جس طرح آفتاب اپنی کرنوں میں بکرن ہوتا دکھرتا ہُوا، دُنیا میں پھیلتا ہے اُسی طرح یہ دیوتا مُورتیاں بھی بکرن ہوتی ارواح رُوپ دُنیا میں ویاپک ہو رہی ہیں +

(۳) رُوحِ اعظم کی پھیلاوٹ جو جہاں دیو ہے جُملہ دوگانہ ہے۔ پہلی پھیلاوٹ اُسکی جو عام ہے پنجگانہ ہوتی ہے کیونکہ اِس پھیلاوٹ میں یا تو وُہ کھینچتی ہے۔ یا نکالتی ہے۔ یا روکتی ہے یا پچاتی ہے۔ یا بناتی ہے + جب وہ کھینچتی ہے تو رُوحِ جاذبہ۔ جب نکالتی ہے تو دافعہ۔ جب روکتی ہے تو ماسکہ۔ جب پچاتی ہے تو ہاضمہ۔ جب بناتی ہے تو غاذیہ کہلاتی ہے۔ رُوحِ جاذبہ کو سنسکرت میں پران۔ رُوحِ دافعہ کو اپان۔ رُوحِ ماسکہ کو ویان۔ رُوحِ ہاضمہ کو سمان۔ رُوحِ غاذیہ کو اُدان کہا کرتے ہیں۔ اور یہی اسماء الٰہی پنج پران

کہلاتے ہیں۔ اور یہ پانچ اسماء تمام دنیا ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات کیا آسمانی کیا زمینی سب ہیں سب کچھ کرتے ہیں ÷

(۴) دیکھو جب ہم غذا کھاتے ہیں تو جاذبہ نگلتی ہے۔ اور اُس نگلی ہوئی غذا کو ماسکہ معدہ ہیں روکتی ہے۔ اور ہاضمہ اُس کو پکاتی ہے اور دافعہ اُس کے فضلہ کو جو غلاظت ہے باہر نکالتی ہے۔ اور غاذیہ اُس کے صافی کو خون گوشت پوست بناتی ہمارے خون اور گوشت پوست میں ملاپ دلاتی ہے ÷

(۵) پھر چونکہ ہم میں سانس دم بدم چلتے ہیں۔ وُہ جو سانس اندر کو کھینچتی ہے جاذبہ ہے۔ وُہ جو باہر نکالتی ہے دافعہ ہے۔ لیکن ہم معین وقت تک سانس کو روک سکتے ہیں۔ پس وُہ جو روکتی ہے ماسکہ ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ سانس کے وسیلہ ہم ہوا کھاتے ہیں۔ پس وُہ جو اُس کو صفا کرتی ہے ہاضمہ ہے۔ وہ جو کھلاتی ہے غاذیہ ہے ÷ دُوسری طرح بھی ظاہر ہے کہ نبضیں ہماری برابر چلتی ہیں۔ جب وُہ کھلتی ہیں تو دافعہ کام کرتی ہے۔ جب وہ ملتی ہیں تو جاذبہ کام کرتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب ہم کبھی زور کا کام کرتے ہیں تو نہ وہ کھلتی ہیں نہ ملتی ہیں۔ اُس وقت ماسکہ کام کرتی ہے۔ مثلاً جب سخت کمان کو زور سے کھینچتے ہیں تو اُس وقت سانس اور نبضیں بند ہو جاتی ہیں۔ وہ جو اُن کو بند کرتی ہے وُہی ماسکہ ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خون جو نبضوں میں چلتا ہے اُنہیں میں ہضم ہوتا ہے۔ وُہ جو اِس طرح خُون کو پکاتی ہے ہاضمہ ہے۔ پھر ہضم ہوئے خون کو نبضوں اور ہر ایک عضو میں اُنہیں کی شکل بناتی اُن سے

بلاتی ہے وُہی غاذیہ ہے۔ غلاظت پیشاب پسینہ کو جو دفع کرتی ہے وُہی دافعہ ہے ؛

(۶) نباتات بھی ہماری طرح غذاء کرتی اور ہُوا کھاتی ہیں اور بڑھتی پھولتی ہیں۔ اگر اُن میں پنجگانہ ارواح نہ ہوتیں تو کیسے کھاتیں اور کیونکر بڑھتیں یا پھیلتیں۔ دیکھو جس قدر کھاد اور پانی پودوں میں زیادہ دیا جاتا ہے اُسی قدر وہ زیادہ پھلتے پھولتے ہیں۔ پھر چونکہ زمین میں جو شَے دفن کی جاتی ہے زمین اِس کو کھا جاتی ہے اور اُس کو خاک بناتی اپنے میں میل دلاتی ہے۔ اِسی طرح آگ میں ہوم کی شے بھی جلتی آگ ہو جاتی ہے۔ پانی میں گرائی ہُوئی گلتی اور ہَوا میں خشک ہو جاتی ہے۔ اِس قسم کی غور سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ پنجگانہ اسماء الٰہی سب میں سب کچھ کرتے ہیں ؛

(۷) ہرچند علماء نے خاص خاص کام کے سبب اُن کے علیحدہ علیحدہ نام مقرر کئے ہیں۔ مثلاً غاذیہ کو جو ہمارے بدن میں کام کرتی ہے غاذیہ نام کیا ہے۔ اور وُہی جب نطفہ کو رحم میں علقہ مضغہ جنین بناتی ہے تو مولدہ نام کیا ہے۔ اور وُہی جب موت میں من کو اُٹھا لے جاتی ہے۔ اور اُن سڑکوں پر جن کا ذکر ہو چکا ہے صُورت بعد صُورت بناتی پتروں سے میل دلاتی ہے ہاتکہ یا ملک الموت نام کیا ہے تو بھی سنسکرت میں اُس کو اُدان پران کہا جاتا ہے ؛

(۸) یہی اُدان غذا کو ہمارے عضو عضو میں اُس کو عضو رُوپ بناتا ہے۔ اور پھر اُن سے نچوڑ کرتا نطفہ بناتا ہے۔ اور پھر یہی معیّن وقت پر رحم میں نطفہ کو لے جاتا ہے اور وہاں لوتھڑا بار بار کلکل بناتا دسویں مہینے میں انسان بناتا ہے اور عالم انسان کے بھوگ دلاتا ہے

رچینہ میں انسان بناتا ہے اور عالَم انسان کے بھوگ دِلاتا ہے۔لیکن جب اُسکے بھوگ یہاں کے ختم ہوتے ہیں تو یہی اُسکو یہاں سے اُڑا لیجاتا ہے۔یا تو زمین میں میل دِلاتا ہے اور زمین سے نباتات اور نباتات سے غذا۔غذا سے خُون۔خُون سے نطفہ اور ہر ہر نوع کی نر ناری میں نکالتا ہُوا کیڑے پتنگ یا چرند پرند کی جُونیاں دِلاتا ہے۔ (۹) پھر جب ہمارے بھوگِ آسمانی طلُوع ہوتے ہیں تو یہی اُدان پران ہم کو آگ بناتا ہے۔آگ سے روزِ روشن اور روزِ روشن سے شُکل پکھش۔اِس طرح دیویاں سڑک پر دیو لوک میں لیجاتا ہے اور دیوتا بناتا ہے۔اور اسی طرح پتریاں سڑک پر لیجاتا سوم لوک میں سومراج بناتا ہے۔پس یہی اُدان خالق۔رازق۔ہرتا۔کرتا ہے۔اور یہی ہمارا اِشٹ پھل ہے۔اسی کے چُنگل میں۔ہم اپنے اعمالوں کے سبب کچھُ کے کچھُ بن جاتے ہیں۔کبھی ہم زمین میں چرند ہوکر چرتے کبھی پرند ہوکر اُڑتے۔کبھی گدھا اُونٹ ہوکر لدے جاتے اور مار کھاتے ہیں۔کبھی ہم آسمان میں معراج کرتے ست سنکلپ دیوتا ہوتے اور جلالی لباس پہنتے تمام دُنیا کے مالک بنتے ہیں۔جسقدر دُنیا میں عجائبات ہیں اِسی اُدان پران کے عجائبات ہیں۔اور اسی کے کام وفعل ہیں قُدرتی کام کہلاتے ہیں۔اور یہ ایک ہی مہاں دیو پنجگانہ اسماء سے دُنیا میں ویاپک دُنیا کا راج کرتا ہے ❊

(۱۰) ہرچند یہ اکیلی ہی روحِ اعظم پنج اسماء سے دُنیا میں ویاپک سب میں سب کچھُ کرتی ہے تو بھی عُلماء نے باعتبار انفس وآفاق وملکوت اسی کو تین قسم میں تقسیم کیا ہے۔کیونکہ جس قدر حصہ اُس کا بدنوں

اور نفسوں میں داخل ہے اُسے رُوح النفسی کہا کرتے ہیں۔ اور جسقدر حصّہ اُس کا عالمِ ملکوت یعنی دیوتا مورتیوں میں داخل ہے اُسکو رُوحِ الٰہی بولا کرتے ہیں۔ اور جسقدر حصّہ اُس کا آفاق میں داخل ہے اُسے رُوحِ آفاقی نام کرتے ہیں۔ رُوح النفسی کو سنسکرت میں ادھیاتم پران اور رُوحِ الٰہی کو ادھی دیوک پران اور رُوحِ آفاقی کو ادھی بھوتک پران کہا کرتے ہیں ✣

(۱۱) ارواح النفسی کے پنجگانہ اسماء بدنوں اور نفسوں میں۔ ویاپک خیال ہوتے ہیں۔ اور ارواحِ آفاقی کے اسماء آفاق میں مبسُوط ہیں۔ اور ارواحِ الٰہی کے اسماء ملائک میں مُحیط ہیں۔ لیکن بعض اُن کے ظاہر تر ہیں اور بعض مخفی تر۔ پس جہاں جہاں ظاہر تر ہیں وُہی وُہی اُسکے خاص مکان مقرّر کئے گئے ہیں۔ مثلاً اَدھیاتم پران کا خاص مکان مُنہ اور ناک ہے۔ اور اپان کا مکان مقعد۔ اور ویان کا مکان رگ و پٹھے۔ اور سمان کا مکان معدہ۔ اور اُدان کا مکان وُہ رگ ہے جو اُوپر دماغ کو جاتی ہے جسے سنسکرت میں سُشُمنا ناڑی (सुषुम्ना नाड़ी) بولتے ہیں ✣

(۱۲) اِس طرح ارواح آفاقی یعنی ادھی بھوتک پران بھی اگرچہ تمام آفاق میں پھیلے ہُوئے ہیں تو بھی پران کا خاص مکان آفتاب ہے کیونکہ وُہی مرکزِ عالم ہے اور تمام اُسی کی قوّت جاذبہ سے کھچے ہُوئے اپنے مدار پر چکّر کھاتے ہیں۔ اور وُہی دیوتا آنکھ پر رحمت کرتا اُس کے دیکھنے میں مدد دیتا ہے ✣

(۱۳) زمین میں جو قُوّتِ جاذبہ ہے وُہی اپانِ اعظم ہے کیونکہ وُہی

ویدا نُرودھی

زمینیان کو آفتاب کی طرف جانے سے اپنی طرف بُلاتی ہے اور آفتاب کی طرف سے دفع کرتی ہے۔ اور اسی اُپان اعظم میں اُپان انفسی اُسی طرح مدد پاتا ہے جس طرح ایک خیمہ کی چوب کو چاروں طرف کی ڈوریاں قائم کرتی ہیں اور ہوا کے صدمے سے روکتی ہیں +

(۱۴) یہ ظاہر ہے کہ زمین چاروں طرف مساوی ہم کو اُسی طرح کھینچتی ہے جس طرح ڈوریاں چوب خیمہ کو باہر سے مساوی کھینچتی ہیں اور اِس زمین دیوتا کی مہربانی سے اُپان انفسی اُسی طرح مرکز ثقل پیدا کرتا ہے جس طرح کہ چوب خیمہ اُن ڈوریوں کی کشش میں عمود ہوتا ہے۔ اور اُسی مرکز ثقل میں ہم زمین پر رفتار کرتے ہیں +

(۱۵) اگر اُپان انفسی و آفاقی اِس طرح مرکز ثقل نہ بناتا تو بیشک ہم بھی زمین میں اُسی طرح گرکر جھٹ جاتے جیسا کہ ایک پتھر گرتا ہُوا زمین میں لپٹ جاتا ہے۔ پس یہی طاقت زمینی مُوکل زمین ہے۔ اسی کو سنسکرت میں پرتھوی دیوتا بولتے ہیں

(۱۶) زمین اور آفتاب کے درمیان میں جو خلا ہے وہی خاص مکان باضمہ آفاقی ہے جو ادھی دیوک سمان کہلاتا ہے کیونکہ ہر شئے کا پکنا اِسی آکاش میں ہوتا ہے۔ اور جو اِس میں ہوا ہے وُہی خاص مکان ویان کا ہے کیونکہ ہر شئے کی روک ہوا سے ہوتی ہے۔ اور جو اِس میں حرارت ہے وُہی خاص مکان اُدان اعظم کا ہے۔ اسی سبب سے ہر شئے کا نشو و نما حرارت سے ہوتا ہے +

(۱۷) یہ* باتیں جو اُوپر بیان ہوئی ہیں ہم ہی نہیں کہتے بلکہ پیپلاد منی نے آشولاین رشی کے سوال پر اِسی طرح جواب دیا ہے +

---

* دیکھو پرشن اُپنشد تیسرا پرشن +

چنانچہ آشولاین رشی نے پپلاد سے پُوچھا کہ خداوند! یہ رُوح اعظم یعنی پران کہاں سے پیدا ہوتا ہے اور کس طرح بدن میں آجاتا ہے اور کس طرح پھیلتا ہُوا ایک سے ایک رُوح ہو جاتا ہے اور کس طرح نکل جاتا ہے۔ اور کس طرح انفس و آفاق میں تقسیم ہوتا ہے؟ +

(۱۸) مُنی جی نے اُس سے کہا کہ تم مُشکل رازوں کو جاننا چاہتے ہو ہر کوئی یہ راز نہیں سمجھ سکتا۔لیکن تمُ بھی راز داؤں میں خیال کیئے جاتے ہو اِس لئے میں اُس بڑے راز پر اشارہ کرتا ہُوں + آتما سے یہ رُوح اعظم صادر ہوتا ہے اِس کے صدُور میں مثال سایہ کی ہے۔جس طرح اِنسان کا سایہ انسان سے نکلتا ہے اور ہیچ ہوتا ہے۔اُسی طرح یہ یہ پران آتما سے نکلتا ہے اور ہیچ ہوتا ہے +

(۱۹) اپنے اپنے عملوں کے نتائج کی قیدیں۔اپنے ارادہ سے یہ بدن میں آ جاتا ہے اور اُس سے تعلق پاتا ہے۔اور جس طرح ایک ہی بادشاہ اپنے اپنے علاقوں میں مختلف حاکم مختلف اختیار سے مقرر کرتا ہے کہ یہ یہ حاکم اِس اِس مکان میں اجلاس کرے اور اِس قدر علاقہ میں یہ کام کرے۔اِسی طرح یہ رُوح اعظم دُوسری ارواحوں کو خاص خاص عضو میں اجلاس دیتا ہے اور خاص خاص امر میں خاص خاص کام کرنے کا ارشاد کرتا ہے +

(۲۰) مثلاً اپان کو خاص مقعد اور آلت میں بٹھاتا ہے۔اور آنکھ کان ناک مُنہ میں پران کو بٹھاتا ہے۔معدہ میں سمان کو۔تاکہ وہ بچاوے۔یہی ہے جو غذا کو پکاتا ہے۔اسی سے ارواحیں نفسانی مثل شعاعوں کے دماغ میں نکلتی ہیں اور اختیاری ادراک و حرکات

حرکات کا سبب ہوتی ہیں۔ اور یہی ارواحیں مِلکر لطیفۂ نفسانی ہیں جو حقیقت آدمی کی ہے ✣

(۲۱) دِل صنوبری جو گوشت کا ٹکڑا ہے اور جیو آتما کی خاص راجدھانی ہے اُس سے ایک سَو ایک رگیں نکلتی ہیں۔ اور ہر ایک رگ میں پھر باریک رگیں مثل شاخوں کے سَو سَو نکلتی ہیں۔ اور پھر ہر ایک شاخ میں دقیق رگیں مثل شاخ در شاخ کے بہتّر بہتّر ہزار نکلتی اور پھیلتی ہیں۔ اور یہ رگیں اعصاب اور وریدوں سے بنائی گئی ہیں۔ اُن میں وِیان رہتا ہے ✣

(۲۲) ان رگوں اور اعصابوں سے جو ایک رگ اُوپر کو جاتی ہے اور دماغ اور دِل میں مُشترک ہے اُس میں اُدان رہتا ہے۔ جب اعمال بھوگ کے اِس بدن میں ختم ہوتے ہیں تو تمام ارواحیں نفسانی پہلے

---

[۱] ایک سَو ایک ناڑیاں تو اصل ہیں اور باقی ان کی فروعات یعنی شاخیں ہیں۔ اِس ایک ایک اصل ناڑی کی ایک ایک سَو شاخ ہے۔ یعنی اِن ۱۰۱ اصل ناڑیوں کی دس ہزار ایک سو (۱۰۱۰۰) شاخیں ہیں۔ اور اِن شاخ رُوپ ناڑیوں میں سے ہر ایک شاخ کی بہتّر ہزار (۷۲۰۰۰) ناڑیاں ہیں۔ یعنی ۱۰۱۰۰ × ۷۲۰۰۰ = ۷۲۷۲۰۰۰۰۰۰ شاخ در شاخ ناڑیاں ہیں۔ اگر اِن میں اصل اور شاخیں رُوپ ناڑیاں ملائی جائیں تو ۱۰۱ + ۱۰۱۰۰ + ۷۲۷۲۰۰۰۰۰۰ = ۷۲۷۲۱۰۲۰۱ یعنی بہتّر کروڑ بہتّر لاکھ دس ہزار اور دُوسو ایک کُل ناڑیاں ہوتی ہیں ✣

برہدار نیک اُپنشد ۲-۱-۱۹ اور ۴-۳-۲۰ + کٹھ اُپنشد ۶-۱۶- اور کوشتیکی اُپنشد ۴-۲۰ میں بھی اِن ناڑیوں کا مُفصّل ذکر آیا ہے اگرچہ باہم ذرا کچھ تفاوت ہے ✣

لطیفۂ نفسانی (شوکشم مشربر) میں جو من سے حذف ہوتی ہیں - اور پھر اُس کو یہ اُدان اُس طرح شکار کرکے لیجاتا ہے جس طرح باز چڑیا کو شکار کرکے لیجاتا ہے اور پھر اُسی کے پن کے موافق پن لوک میں دیوتا یا سوھراج بناتا ہے - اور اُسی کے پاپ کے موافق پاپ لوک میں رکیٹ پتنگ کی صورت میں اُٹھاتا ہے اور پاپ پن کے اعتدال میں انسانی جامہ پہناتا ہے ؂

(۴۳) آفتاب واقع میں باہر کا پران ہے - آنکھ پر مہربانی کرتا ہوا یہی پران طلوع ہوتا ہے - زمین میں جو دیوتا ہے انسان کے اپان کو سنبھالتا ہوا باہر کا اپان ہے - یہ جو آکاش ہے وُہی سمان ہے - یہ جو ہوا ہے یہی باہر کا دیان ہے - یہ جو حرارت ہے وُہی باہر کی اُدان ہے ؂

(۴۴) یہی سبب ہے کہ جب انسان میں حرارت غریزی منطفی ہوتی ہے تو یہ اُدان عود کرتا ہے - پہلے حواس اور قوئی من میں غروب ہوتے ہیں - اور پھر من پران میں غروب ہوتا ہے - اور پران اُدان میں غروب ہوتا ہے - اور یہ اُدان جیسا اُسکا عقیدہ اور عمل ہوتا ہے بھوگتا کو لئے ہوئے اُنہیں تین سڑکوں میں سے ایک سڑک پر جسکا ذکر اوپر ہو چکا ہے صورت بعد صورت بناتا اُسی کی خواہش اور عقیدہ کے موافق تین لوک میں سے ایک لوک کو لیجاتا اور جیدبد بھوگی کے لئے اُٹھاتا ہے ؂

(۴۵) جو شخص اس رُوح کی اس طرح پیدائش کو اور اُسکے خاص مکانوں کو اور اُسکے ان عجائبات کو اور پنجگانہ دوگانہ تقسیم کو جانتا

ہے۔یقیناً وہ امرت ہوتا ہے اور پرجاپتی سے وصل پاتا ہے۔ ایسا وید کے منتر شہادت دیتے ہیں ✣

فصل ہفتم

(۱) دوسری پھیلاوٹ رُوحِ اعظم کی سوچ سمجھ رُوپ ہوتی ہے۔جب یہ رُوحِ اعظم دلِ صنوبری میں اِس پھیلاوٹ سے کُھلتا ہے تو اسی کو دل یعنی من کہا کرتے ہیں۔اور چونکہ یہ دل اُس پنجگانہ رُوح کا بیٹا ہے اُسی کی صُورت پر جنا گیا ہے کیونکہ جو جس سے جنا جاتا ہے اُسی کی صورت پر ہوتا ہے۔ اور وُہ رُوح پنجگانہ اصل میں حقیقت پرجاپتی ہے۔اور یہ من (انتہ کرن) حقیقتِ انسان ہے ✣

(۲) جس طرح پرجاپتی پھیلتا ہُوا انیک ارواح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ من بھی پھیلتا ہُوا انیک سنکلپ اور خواطر رُوپ ہوتا ہے۔ جس طرح دیولوک میں پرجاپتی سے انیک ارواحیں نکلتی جُدا جُدا خاص صُورتیں دھارن کرتی ہیں اور پرجاپتی میں ایک ہوتی ہیں۔ اسی طرح من کی برتیاں بھی من سے نکلتی جُدا جُدا سنکلپ سے صُورتیں دھارن کرتی من سے ایک ہوتی ہیں ✣

(۳) جب یہ من دماغ میں پھیلتا ہے تو دوگانہ تقسیم اسکی ہوتی ہے یا تو اسکی تقسیم ادراک میں ہوتی ہے یا حرکت میں۔ اور ہر ایک تقسیم پھر پنج پنج گانہ ہوتی ہے۔تقسیم ادراک میں یا تو وُہ دیکھتا ہے یا سُنتا ہے یا چھوتا ہے یا چکھتا ہے یا سُونگھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے تو اُسی کا نام باصرہ ہوتا ہے۔جب سُنتا ہے تو سامعہ۔ جب

چھوتا ہے تو لامسہ۔ جب چکھتا ہے تو ذائقہ۔ جب سونگھتا ہے تو شامہ کہلاتا ہے ✣

(۴) باصرہ کو سنسکرت میں چکشو (चक्षु) سامعہ کو شروتر (श्रोत्र) لامسہ کو توُچ (त्वच्) ذائقہ کو رسنا (रसना) شامہ کو گھران (घ्राण) کہا کرتے ہیں۔ یہی پنجگانہ ارواح ادراک کے آلات حواس کہلاتے ہیں اور سنسکرت میں انہیں گیان اندریاں بولتے ہیں ✣

(۵) دوسری تقسیم حرکت میں یا تو وہ بولتا ہے یا پکڑتا ہے یا چلتا ہے یا چھوڑتا ہے یا آرام پاتا ہے ✣ جب وہ بولتا ہے تو کلام۔ جب وہ پکڑتا ہے تو قبول۔ جب وہ چلتا ہے تو رفتار۔ جب وہ چھوڑتا ہے تو ترک۔ جب وہ آرام پاتا ہے تو عیش کہلاتا ہے ✣

(۶) کلام کو سنسکرت میں واک (वाच) قبول کو پانی (पाणि) رفتار کو پاد (पाद) ترک کو پایو (पायु) آرام کو اُپستھ (उपस्थ) بولا کرتے ہیں۔ یہی پنجگانہ ارواح قوئ محرکہ کہلاتی ہیں اور انہیں کو سنسکرت میں پنج کرم اندریاں بولتے ہیں ✣

(۷) حسِ باصرہ کا خاص مکان آنکھ ہے۔ سامعہ کا کان ہے۔ لامسہ کا گوشت اور پوست ہے۔ ذائقہ کا زبان ہے۔ شامہ کا ناک ہے کلام کا مکان حنجرہ ہے۔ قبول کا ہاتھ ہے۔ رفتار کا پاؤں ہے۔ پایو کا مقعد۔ آنند کا آلت ہے۔ اسی سبب آنکھ سے دیکھتا۔ کان سے سنتا۔ زبان سے چکھتا۔ گوشت پوست سے چھوتا۔ ناک سے سونگھتا۔ زبان سے بولتا۔ ہاتھوں سے پکڑتا۔ پاؤں سے چلتا۔ مقعد سے غلاظت کرتا آلت سے جماع کرتا ہے ✣

(۸) اگرچہ یہ من پرجاپتی کا بیٹا پرجاپتی کی طرح پھیل کر پنج گیان اِندریاں اور پنج کرم اِندریاں رُوپ ہُوا ہے اور جُداگانہ مکانوں میں اجلاس کرتا خاص خاص کام کرتا ہے۔تو بھی آپ مِثل پرجاپتی کے دِلِ صنوبری میں جلوس فرماتا تمام کی اِدراک اور حرکات میں سوچ بچار کرتا سب کا حاکم سب پر حکم کرتا ہے۔جب وُہ چاہتا ہے تو آنکھ کھُلتی ہے اور دیکھتی ہے۔جب وُہ چاہتا ہے تو کلام بولتی ہے۔اِسی طرح تمام مِثل پرجاپتی کے اُس کے اختیار میں زیرِ فرمان ہیں ❊

(۹) اُسکی پھیلاوٹ کرم اِندریاں رُوپ اُسی پھیلاوٹ پر ہے جو پنجگانہ پران میں ظاہر کی گئی ہے۔اور یہ پھیلاوٹ جو گیان اِندری رُوپ ہے پرجاپتی کی بِگیان سے ارواحوں پر ہے جس کا ابھی ذکر نہیں ہُوا۔اس وجہ سے یہ فرزند بھی باپ کی صُورت پر پیدا ہُوا اُسی کا شاہزادہ اُسی طرح اِس پنڈ میں راج کرتا ہے جس طرح پرجاپتی برہمانڈ میں راج کرتا ہے ❊

(۱۰) جس طرح انسانی من دِلِ صنوبری میں کھُلتا سوچ بچار رُوپ ہوتا ہے اُسی طرح پرجاپتی کا من بھی اُس چاند میں جو آفتاب کے گرد پھرتا ہے سوچ بچار رُوپ کھُلتا ہے۔جس طرح دِلِ صنوبری میں آکاش ہے جو ہردیہ آکاش کہلاتا ہے اُسی طرح چاند میں بھی آکاش ہے جو عرش کہلاتا ہے۔جیسا ہردیہ آکاش انسانی سوچ بچار کا خاص مکان ہے اُسی طرح عرش بھی پرجاپتی کی سوچ بچار کا خاص محل ہے ❊

(۱۱) جس طرح دلِ صنوبری سے لیکر دماغ اور آنکھ تک جو خلا ہے من کا دربار ہے۔ اسی طرح اس چاند سے لیکر سورج تک جو خلا ہے کرسی کہلاتا ہے۔ اور سنسکرت میں اسے دیو لوک بولتے ہیں۔ پرجاپتی کا من یہاں پھیلتا اسی طرح کام کرتا ہے جیسا کہ ہمارا من دماغ میں پھیلتا کام کرتا ہے ٭

(۱۲) یہاں دیو لوک میں پرجاپتی بھی یا دیکھتا ہے یا سنتا ہے یا چھوتا ہے یا چکھتا ہے یا سونگھتا ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے تو اسی کا نام آدت دیوتا ہوتا ہے۔ جب سنتا ہے تو اسی کو دِگ دیوتا بولتے ہیں۔ جب چھوتا ہے تو اسی کو مارُت دیوتا بولتے ہیں۔ جب چکھتا ہے تو اسی کو ورن دیوتا بولتے ہیں۔ جب وہ سونگھتا ہے اسی کو اشونی کمار بولتے ہیں۔ جس طرح باصرہ کا خاص مکان آنکھ ہے اسی طرح آدت کا خاص مکان آفتاب ہے۔ اور دِگ کا خاص مکان اطراف ہیں۔ اور مارُت کا خاص مکان ہوا ہے۔ اور ورن کا خاص مکان پانی ہے۔ اور اشونی کمار کا لوک (خاص مکان) اشونی کمار ہے ٭

(۱۳) پھر جس طرح ہمارا من آنکھ ناک کان میں جو حواس ہیں نسبت وحدانی رکھتا ہے۔ اسی طرح پرجاپتی کا من ہمارے تمام جزوی منوں سے نسبتِ وحدانی رکھتا ہے۔ کیونکہ جب ہم باصرہ سے دیکھتے ہیں تو اسی دیکھی ہوئی چیز کو من سے یاد کرتے ہیں۔ اور جب ہم سنتے ہیں تو اسی سنی ہوئی چیز کو من سے بدستور یاد کرتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو دیکھتا ہے وہی یاد کرتا ہے اور جو سنتا ہے وہی سمرن کرتا ہے۔ اگرچہ باصرہ دیکھتی ہے سنتی نہیں۔ اگرچہ کان سنتا ہے دیکھتا نہیں

تو بھی من باصرہ کی دیکھی چیز کو دیکھنا اور کان کی سُنی چیز کو سُننا
ہے۔ اِس لئے ایک ہی من حواس خمسہ میں واحد نسبت رکھتا ہے۔
اور ہم انہیں کا عین ہے گو حواس اپنے سروپ میں جُداگانہ مختلف
حقائق ہیں ÷

(۱۴) پرجاپتی کا من بھی ہمارے منوں کے سوچ میں سوچ کرتا
ہے اور ہمارے منوں کے وچار میں وچار کرتا ہے۔ اگرچہ زید کا من
بکر کے من سے سوچ وچار نہیں کرتا اور بکر کا من زید کے من
سے سوچ وچار نہیں کرتا تو بھی پرجاپتی کا من تمام کے منوں
سے تمام سوچ وچار پاتا ہے اِسی سبب سے وہ سب کے دلوں
کی باتیں جانتا ہے۔ اور اپنی خاص سوچ وچار کرسی و عرش میں کرتا ہے

(۱۵) جس طرح آنکھ کا دیکھنا من کا دیکھنا ہے اور کان کا سُننا
من کا سُننا ہے۔ اُسی طرح عمرو و بکر و زید کا سوچنا
پرجاپتی کا سوچنا ہے۔ اور اِندر ورن۔ یم دیوتا کا سوچنا پرجاپتی کا
سوچنا ہے ÷ اس طرح کیا انسان کیا دیوتا کیا چرند کیا پرند تمام
کے من واقع میں افراد ہیں۔ اور پرجاپتی کا من اُن تمام افراد کا
کُلی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کُلی ہر ایک فرد کا عین ہوتا ہے۔
پس پرجاپتی کا من ہر ایک من کا عین ہے۔

(۱۶) جبکہ اُس کا من ہر ایک من کا عین ہے اور ہر ایک کا من
ہر ایک کے حواس کا عین ہے تو پرجاپتی کا من بھی ہر ایک کے
حواس کا عین ہے۔ اِسی سبب سے جو ہم دیکھتے یا سُنتے ہیں واقع
میں پرجاپتی دیکھتا یا سُنتا ہے۔ اور جو بولتے یا چلتے ہیں واقع میں

پرجاپتی بولتا یا چلتا ہے۔اور جس طرح ہمارے من اور حواسوں کو بلکہ ارواح مُحرّکہ کو بھی ہمارے افراد بدن میں نسبتِ وحدانی ہے اُسی طرح پرجاپتی کے حواس اور ارواح کو بھی ہمارے بدنوں سے نسبتِ وحدانی ہے۔اگرچہ ہمارا سر ایک ہے لیکن تمام سر پرجاپتی کے ہیں۔اگرچہ ہماری آنکھ دو ہیں لیکن تمام آنکھیں پرجاپتی کی ہیں۔ اگرچہ ہمارے کان دو ہیں لیکن تمام کان پرجاپتی کے ہیں اسی لئے وید کے منتر اُسکی ثنا کرتے ہیں کہ ہزاروں اُسکے سر ہیں۔اور ہزاروں اُسکی آنکھیں ہیں اور ہزاروں اُسکے کان ہیں۔اور ہزاروں اُسکے پاؤں ہیں ❖

(۱۷) اسی طرح کیا انسان کیا دیوتا کیا چرند پرند کیا عُنصر کیا عُنصریات کیا زمین کیا آسمان سب میں سب رُوپ پرجاپتی ہے۔اور یہی عالم بہ ہیئت مجموعی اُسی کا بدنِ کبیر ہے۔اور یہی رُوحِ اعظم اُس میں عین اُسی کی رُوح ہے۔اسی سبب سے وُہی وِراٹ بھگوان کی صُورت میں ہم کو بدیہی آنکھوں سے دکھلائی دیتا ہے۔یہ پتر اور دیوتا جو اُوپر بیان ہُوئے ہیں اُسی کے اعضاء اُسی کے افراد ہیں۔اور وُہ تمام ہیں دنیا یک تمام رُوپ واحدِ رحمان ہے ❖

(۱۸) دیو لوک اُس کا اعلیٰ سر ہے۔سُورج اُسکی آنکھ ہے۔اطراف اُسکے کان ہیں۔زمین اُسکے پاؤں ہیں۔سمندر اُسکا مثانہ ہے۔آگ اُسکا مُنہ ہے۔اسی طرح ہر ایک شئے اُسی کے عضو اُسی کے اجزا ہیں۔اور وُہی کُلّی سب کا باپ سب کا پالن ہار جگت رُوپ جسمانی صُورت میں ظاہر ہُوا ہے۔ہم تمام اُسی کے فرزند اُسی

کے فرد ہیں اور اُسی کے وارث ہیں ؛

(۱۹) چاند لوک ہیں وہ۔ بذاتہ سوچ بچار کرتا ہوُا۔ ہمارے منوں میں بھی عین ہوُا سوچ کرتا ہے۔ سُورج میں بیٹھ کر تمام کو دیکھتا ہوُا بھی ہماری آنکھوں میں دیکھتا ہے۔ ہمارا دیکھنا اُسی کا دیکھنا ہے۔ اور اُس کا دیکھنا ہمارا دیکھنا ہے۔ ہمارے بھوگ اُسی کے بھوگ ہیں۔ ہمارے سُکھ اُسی کے سُکھ ہیں۔ ہمارے پُن اُسی کے پُن ہیں۔ لیکن ہمارے پاپ سے وُہ انضمام نہیں پاتا۔ اور ہمارے دُکھوں سے وُہ دُکھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ اُس نے پہلے کلپ میں اپنے سُوکرت اعمال سے یہاں پرجاپتی کا منصب پایا ہے اور اُنہیں حسنِ اعمال کے سبب اب کُلی صُورت میں اُٹھا ہے۔ اسی سبب تمام سُکھ اور ایشورج کے لیئے وُہ تمام کا عین ہُوا ہے تاکہ وُہ تمام کے پُن اور سُکھ کا بھوگتا ہووے۔ ہمارے اعمالِ بد کے نتائج دُکھوں کی شکل میں ہمکو پامال کرتے ہیں لیکن اُس میں بے تاثیر ہیں۔ یہی تقدیر ہے ؛

(۲۰) پنچ پران اور دیگر دیوتا بھی جو اُوپر ذکر ہو چکے ہیں گو پرجاپتی کی طرح باحد واحد کام کے لئے تمام عالم میں پہلے تمام کام کا عین ہیں تو بھی وُہ تمام دیو لوک میں خاص مُورتیاں پُن رُوپ دھارن کرتے اپنے منصب کے موافق اپنے پُن بھوگتے ہیں اور اُنہیں پُنوں کے سبب ہمارے پُن اور سُکھوں کے حق بھی مثل پرجاپتی پاتے ہیں۔ اسی سبب لکھا ہے کہ دیوتا پُن لوک میں پراپت ہونے پُن کے بھاگی ہیں۔ اور پاپ سے جُونیاں فقط پاپ کی بھاگی ہیں ؛ لیکن انسان جو پُن پاپ سے مساوی بنایا گیا ہے سُکھ اور دُکھ

دونوں کو پاتا ہے۔

(۲۱) اِن دیوتاؤں کی مُورتیاں جو دیو لوک میں موجود ہیں اُنکے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اُردو داں پُرانوں میں اُس کو معلوم کر سکتا ہے۔ اور اُن مُورتیوں کے علاقے کے سبب وہ اُسی طرح برتاؤ کرتے ہیں جس طرح ہم بھی بدن کے علاقے کے سبب اِس لوک میں برتاؤ کرتے ہیں۔ اور چونکہ وہ اپنے اپنے اسطلے چمن کے سبب چمن لوک کو پاتے ہیں اور ہمارے بھوگ و ترقی کے لیئے واسطہ یعنی وسیلہ ہیں۔ اسی سبب معبود اور پوجیہ ہیں اور اُسی شاستری مُورتی سے دھیان کے قابل ہیں جو دیو لوک میں رکھتے ہیں *

(۲۲) جس طرح پرجاپتی کی رِچت برتیاں ہماری چت برتیاں کی عین ہیں۔ اور جس طرح اُسکے حواس ہمارے حاسوں کے عین ہیں اُسی طرح پنچ پران بھی ہماری کرم اندریان کے عین ہیں۔ اور یہی پنچ پران بھی اُسی کی کُلّی کرم اِندریاں ہیں * جس طرح ہماری کرم اِندریاں اِس فرد فرد من کے تابع ہیں اُسی طرح یہ پنچ پران بھی اُس کُلّی من کے تابع ہیں۔ کیونکہ جس طرح ہمارا سنکلپ ہوتا ہے اُسی طرح یہ کرم اِندریاں کام کرتی ہیں۔ اُسی طرح جیسا جیسا عرش میں پرجاپتی سنکلپ کرتا ہے یہ پنچ پران بھی کام کرتے ہیں۔ اور جس طرح یہ ہمارا مختصر بدن ہمارا جسم ہے اُسی طرح تمام جسم کبیر جو براٹ ہے پرجاپتی کا بدن اُسکے بھوگ کا سادھن ہے۔ اور جس طرح ہمارا فرد فرد من گیان اندریان اور کرم اِندریاں سے

مِلکر بہ ہئیتِ مجموعی سُوکھشم شریر یا آننتہ کرن کہلاتا ہے۔اُسی طرح وہ کُلّی من تمام دیوتاؤں سے مِلکر ہرنیہ گربھ کہا جاتا ہے +

(۲۳) پرجاپتی جس طرح اپنے بدنِ کبیر اور ہرنیہ گربھ سے ملاپ پایا ہُوا زندہ پُرش ہے۔ہم بھی انتہ کرن اور مختصر بدن سے میل پائے ہُوئے زندہ پُرش یا جیبنی جاگتی جان ہیں۔جس طرح وہ برہمانڈ میں متصرّف ہُوا راج کرتا ہے۔ہم بھی اُسی کی صُورت پر اِس مختصر پنڈ میں راج کرتے ہیں +

(۲۴) دیکھو جب ہم چاہتے ہیں کہ ایک اونکار لکھیں تو پہلے حرکتِ ارادی ہمارے دِلِ صنوبری میں اُٹھتی ہے۔اور پھر دماغ میں اُس کی صُورت متخیّل ہوتی ہے۔اور پھر کرم اِندریوں اور گیان اِندریوں کے وسیلے سے وہی صُورتِ متخیلہ اونکار کی قلم اور سیاہی سے باہر کاغذ پر بناتے ہیں +

(۲۵) پرجاپتی بھی جب کوئی چیز بنایا چاہتا ہے تو پہلے اُسکا ارادہ چاند لوک میں جو عرش ہے اُٹھتا ہے۔اور اُس کی صورت دیو لوک میں متخیّل ہوتی ہے۔اور پھر دیوتاؤں اور ستاروں کی وساطت سے اُسی قاعدے سے زمین لوک میں حرکت ہوتی اور صُورتِ خارجی پیدا ہوتی ہے۔اِس طرح تمام اشیاء کی پیدایش ہوتی ہے اور تمام دیوتا و پِتّر اور تمام نر ناری اُسی کے اسباب اور آلات ہیں کیونکہ بعض اشیاء تو فقط بوساطت دیوتاؤں کے بنتی ہیں اور بعض انسان کی وساطت سے۔اسی سبب سے وُہی پرجاپتی مسبّب الاسباب کہلاتا ہے +

(۲۶) پرجاپتی کا سنکلپ اپنے بھوگ اور ایشوریہ کے لیئے اپنے پُن کرموں کی قید میں ہے لیکن دُوسروں کے بھوگ کے لیئے اُنہیں کے اعمال کی قید میں ہے۔ جیسے جیسے اُن کے اعمال ہوتے ہیں۔ ویسے ویسے اُس کے سنکلپ اُن کے دُکھ یا سُکھ کے بھوگ کے لیئے اُٹھتے ہیں۔ اور اُسی طرح ہوتا ہے۔ اسی سبب سے وہ ست سنکلپ اور عادل بھی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علم معاملہ واقع میں عدل کا علم ہے۔ جیسا کوئی کرتا ہے ویسا پاتا ہے۔ اور یہی مُوجب ہے کہ وید داں برہمن اِس علم میں اعمال کو مقدم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ کار کُنانِ قضا و قدر میں اگرچہ ایشور اور دیوتا اور اوقات و پتر و عمل ملکر اسباب ہیں تو بھی اُن میں ہر ایک کے اعمال مقدم ہیں۔ پس اَے بھائیو! اگر بد کرتے ہو تو اپنے لیئے اگر نیک کرتے ہو تو اپنے لیئے۔ لیکن دانا آدمی کب کُنوئیں میں چھلانگ مارتا ہے اور کیوں گڑھے میں گرتا ہے؟ بلکہ وُہی جو اندھا اور جاہل ہوتا ہے۔ تُم کو بھی جب ہم نے آشکارا دِکھایا ہے کہ موت کے بعد کیا ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ پھر کیوں جان بُوجھ کر بدی کرتے ہو۔ اور کیوں جھُوٹ اور چھل کا پیشہ کرتے ہو؟

(۲۷) مغربی تعلیم سے جو فقط دُنیا کی تعظیم ہے تُم کو غفلت ہوتی ہے اور آخرت کے علم سے وُہ غافل کرتی ہے اور یہی عشوہ دِلاتی ہے کہ مُوا سو گیا۔ ہائے افسوس! مگر یہ نہیں سمجھاتی کہ تم موت کے سبب سے لباس بدلتے ہو مرتے نہیں۔ اگر مرتے تو چھُوٹ جاتے۔ پر دیکھو دوزخ تُمہارے سامنے کھڑا ہے اور اُسی

طرح کھینچتا ہے جیسا مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ اور لوہے میں اُس کی استعداد ہے کہ مقناطیس کی طرف کھچا جاتا ہے۔ اِسی طرح تم میں بھی پاپ ہیں جن سے دوزخ کی طرف کھینچے جاؤگے اور جم لوک میں اضافات پاؤگے ۔

(۲۸) پر وُہ جو جتن کرتے ہیں اور لالچ کو چھوڑ کر ست کا پالن کرتے ہیں اور اِس چند روزہ دُنیا کو ہیچ جانتے ہیں اور اپنے حق پر شاکر ہوکر نیکی سے برتاؤ کرتے ہیں اُن کے لئے سوم لوک جو بہشت ہے بُلاتا ہے۔ اور یہ خاکی بدن چھوڑتے ہی سومراج ہونے بہشت کے مزے اُڑاتے ہیں۔ اور اپسرا اور حور و قصور اور طرح طرح کے کھانے اور نعمتیں پاتے ہیں۔ پس آؤ سمجھو۔ دُنیا کا فریب مت کھاؤ۔ اور مغربی علم کی روشنی پر نازاں نہ رہو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ خبردار ہو جاؤ۔

فصل ہشتم

(۱) پنچ پران کی حقیقت ایک دھکتی سلگتی آگ ہے اور من یعنی انتہ کرن کی حقیقت ایک جلتی آگ ہے۔ جس طرح دھکتی آگ میں پھونک سے آگ جل اُٹھتی ہے اور شعلہ مارتی ہے اُسی طرح پرانوں میں پھونک سے من پیدا ہوتا ہے اور شعلہ مارتا ہے۔ دماغ تک پھیلتا ہے اور اُسی طرح آنکھ۔ کان۔ ناک مُنہ میں نکلتا ہے جس طرح جلتی آگ بھی دیگدان کے پانچ طرف سوراخوں

ہیں نکلتی ہے ÷

(۲) یہ ظاہر ہے کہ جب انگار میں کچھ بالن (ایندھن) دیا جاتا ہے اور اُسے پھونک ماری جاتی ہے (یعنی پھونکا جاتا ہے) تو خاص ترتیب سے وُہ آگ جل اُٹھتی ہے اور روشنی دیتی ہے۔ اِسی طرح پران میں جب غذا دی جاتی ہے اور خاص ترتیب سے پرجاپتی پھونکتا ہے تو اُس میں من بھی جاگ اُٹھتا ہے۔ اور روشنی سوچ سمجھ کی دیتا ہے اور حواس رُوپ ہوکر دماغ میں پھیلتا ہے ÷

(۳) خاص ترکیب یہ ہے کہ جب غذا خون ہوکر جگر سے دِل صنوبری میں جاتی ہے اور وہاں نضج پاتی ہے تو باہر کے سانس سے پھونک پہنچتی ہے اُس سے سوچ سمجھ رُوپ رُوح پیدا ہوتی ہے اور دماغ تک شعلہ زن ہوتی ہے۔ اور آنکھ۔ کان۔ ناک۔ مُنہ میں پنجگانہ ہوجاتی ہے پھر جس طرح جلتی آگ اُسی دھکتی آگ میں مُنطفی ہوتی ہے اُسی طرح یہ من بھی اُنہیں پرانوں میں حذف ہو جاتا ہے اور سو جاتا ہے

(۴) چُونکہ دُھکتی آگ مبداء ہے اور جلتی آگ اُس کا فرزند ہے۔ اسی طرح پران باپ ہے من بیٹا ہے۔ جس طرح بالک اپنے باپ کی گود میں کھیلتا اور آرام پاتا ہے اُسی طرح من بھی پران کی گود میں جاگتا اور سوتا ہے ÷ خیال رہے کہ جیسا بالک باپ کی گود میں لیٹا ہُوا ہاتھ بڑھا کر برتاؤ کرتا ہے اُسی طرح من بھی پرانوں کی گود میں لیٹا ہُوا آنکھ۔ کان۔ ناک۔ مُنہ میں پھیلتا ہُوا زمین اور آسمان سے منطبق (نِرار رُوپ) ہو جاتا ہے اور اُسکا ادراک کرتا ہے

(۵) ننھّا بچّہ گود میں جب کوئی باہر کا صدمہ دیکھتا ہے تو

بھاگ کر باپ کی بغل میں چھُپ جاتا ہے۔اُسی طرح اگر دماغ یا
دُوسرے عُضو میں چوٹ لگتی ہے تو مَن فوراً بھاگ کر باپ پران
کی بغل میں چھُپ جاتا ہے۔اِسی کو عام لوگ غشی بولتے ہیں۔
اور جب عُضو اُس چوٹ سے صحت پاتا ہے تو پھر بغل سے نکلنا
اُنہیں میں آ جاتا ہے اور برتاؤ کرتا ہے۔مگر جب کوئی اِن
عُضووں کو زیادہ خراب کر دے تو باپ پران بھی اِس ننھّے بچّے
کو گود میں لیکر اِس بدن کی حویلی سے لے اُڑتا ہے اور دُوسری
حویلی تیّار کرکے اِسکو اُسی صُورت سے اُٹھاتا ہے۔

(۶) باپ نے اِس ننھّے بچّے کے لئے بدن کو اُسی طرح تیّار کیا ہے
جس طرح اُس نے اپنی آبادی کے لئے برہمانڈ کو تیّار کیا ہے
دِلِ صنوبری ایک خاص آرام کا بنگلہ بنایا ہے جس میں یہ منو
راج کرتا ہے۔اس بنگلہ میں دو عمدہ دروازے لگائے ہیں
جو دِل کے کان کہلاتے ہیں۔اور اُس پر عمدہ چک ڈالی ہے
جو دِل کا پردہ کہلاتی ہے۔اور ایک پنکھا اُسکے اُوپر ہلتا
ہے جسکو پھیپھڑا بولتے ہیں۔اور یہ پنکھا اُسکی راحت کے لئے
ہر وقت ہلتا ہے اور اُسکی فرحت کے لئے ہر دم ہوا کو پہنچاتا ہے۔

(۷) اس دِلِ صنوبری سے دو شہانی رگیں نکلتی ہیں جو دماغ
کو جاتی ہیں۔اور یہ رگیں اُس کی دو سڑکیں ہیں جو مثل ڈیوڑھیاں
اور پٹڑیاں کے بنائی گئی ہیں۔اور دماغ اُس کا خاص اجلاسِ
عام کا بنگلہ ہے جہاں وُہ بیٹھ کر تمام دُنیا بلکہ باپ کے برہمانڈ
کی سیر کرتا ہے۔جب وہ درُونی بنگلہ سے بوساطت اُن سڑکوں

کے بیرونی بنگلہ دماغ میں آتا ہے تو حواس روپ پھیلتا ہؤا باہر کی سیر کرتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا یا سُنتا ہے اُسکی ماترا کو لے کر اُنہیں سڑکوں کے وسیلے پھر درونی بنگلہ میں آ جاتا ہے اور اُسی ماترا کے مطابق پھیلتا ہؤا اپنے درونی بنگلہ میں ایک عجیب برہمانڈ مثل برہمانڈ پرجاپتی کے بناتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پرجاپتی کا شاہزادہ وُہی کمالات رکھتا ہے جو اُسکے باپ کے ہیں

(۸) جب یہ دماغ میں اجلاس کرتا اپنے باپ کے برہمانڈ کی صورت پر پھیلتا ہے تو عام لوگ اِسے بیداری بولتے ہیں۔ اور جب یہ عالم بیداری کی ماترا لے کر اندر ہی اندر ایک نئی دُنیا بناتا ہے تو خواب نام کہا کرتے ہیں۔ اور جاگرت میں بھی وہ سینہ کے اندر چند کیفیّات سے متموّج ہوتا ہے جیسے غضب اور شہوت اور عفّت اور حکمت بولتے ہیں ؛

(۹) جب وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے تو اُسے لالچ کہا کرتے ہیں۔ جب وہ کسی غیر موافق کے دفعیّہ میں جوش کرتا ہے تو اُسے غضب بولتے ہیں۔ جب وہ کسی امر سے شرمسار ہوتا ہے تو اُسی کو حیا کہتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک کیفیّت میں بدلتا ہؤا اُسی کیفیّت کا رُوپ ہوتا ہے۔ اِسی سبب سے شرُتی بھگوتی تصدیق فرماتی ہے کہ کیا کام۔ کیا سوچ۔ کیا غم۔ کیا اضطرار۔ کیا اطمینان۔ کیا حیا۔ کیا غضب۔ کیا دانست جملہ من ہی ہے ؛

(۱۰) ہرچند اُسکے تغیّرات اور تموّجات بیشمار ہیں تو بھی عُلماء نے بطورِ کُلیّات اُسکو چار کیفیّات میں شمار کیا ہے کیونکہ جب وہ کسی

صحیح امر کی دریافت کرتا اور اُس پر یقین کرتا ہے تو اُسے بُدّھ یعنی عقل بولتے ہیں۔اور جب وہ کسی امر کی سوچ کرتا ہے۔اور نہیں جان سکتا کہ صحیح ہے یا نہیں۔تو اُسی کو مَن بولتے ہیں۔اور جب وُہ کسی چیز دیکھی یا سُنی کو یاد کرتا ہے تو برہمن اُسی کو رچِت کہتے ہیں۔اور جب وُہ اپنی خودی کا اظہار کرتا ہے تو اُسی کو اہنکار نام کرتے ہیں *

(۱۱) اسی طرح ایک ہی انتہ کرن باعتبار برتیوں کے من۔بُدّھ۔چِت اہنکار بولا جاتا ہے اور باقی خواطر یعنی برتیاں اُنکے تحت ہیں بے شمار ہیں جن کے نام نہیں رکھ سکتے۔تو بھی جملہ خواطر اور اندیشے اُسکے دوگانہ ہوتے ہیں۔یا تو نیک ہوتے ہیں یا بد۔وہ جو نیک خواطر ہیں اُن کو دیوتا اور وُہ جو بد خواطر ہیں اُن کو اسُر کہتے ہیں۔اس طرح ایک ہی من (انتہ کرن) ایک دیوتا اور اسُر روپ ہوکر سینہ کے اندر پران روپ تار سے مقیّد ہُوا بستا ہے اور اس تار کی گرہ اُسی کے عمل ہیں جو اُس کے بھوگ دینے کے لئے طلوع ہوتے ہیں *

(۱۲) جب تک یہ اپنے بھوگ بھوگ نہیں لیتا تب تک اُنہیں عملوں کی زنجیر میں پھنسا ہُوا کبھی دُکھ کبھی سُکھ کی کیفیت میں بدلتا دُکھ سُکھ پاتا ہے۔جب کبھی اُس کے اعمال سُکھ کے اُٹھتے ہیں تو سُکھی ہوتا ہے اور جب کبھی اُس کے اعمال دُکھ کے اُٹھتے ہیں تو دُکھی ہوتا ہے *

(۱۳) گارگیہ رکھی نے پِپّلاد مُنی سے پُوچھا کہ ہے بھگون! اِس

* (دیکھو پرشن اُپنیشد چوتھا پرشن)

انسان میں کون کون سے دیوتا سو جاتے ہیں اور کون کون سے جاگتے رہتے ہیں؟ کون سا دیوتا خوابوں کو دیکھتا ہے۔ اور نیند کا آرام کس کو ہوتا ہے؟ اور اُس وقت کس میں یہ تمام حذف ہو جاتے ہیں؟

(۱۴) پپلاد مُنی نے جواب دیا کہ اسے گارگیہ! جیسے سُورج کی کرنیں وقتِ غروبِ آفتاب میں حذف ہو جاتی ہیں اور اُسی سے ایک ہوتی ہیں اور پھر بار بار طلوع کے وقت اُسی سے نکلتی ہیں۔ اسی طرح تمام حواس کیا گیان اندریاں کیا کرم اِندریاں اُسی دیو اعظم من (اِنتہ کرن) میں ایک ہو جاتی ہیں۔ اسی سبب یہ انسان اُس وقت نہ تو سُنتا ہے۔ نہ دیکھتا ہے۔ نہ سُونگھتا ہے۔ نہ چھوتا ہے نہ پکڑتا ہے نہ آنند لیتا ہے۔ اُس وقت تصدیق ہوتا ہے کہ سوتا ہے ؀

(۱۵) لیکن پران رُوپ آگ اِس ہیکل میں جاگتی رہتی ہے۔ اپنے اپنے کام سے معطّل نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ اپان رُوپ آگ مثل گھر کی آگ کے ہے اور ویان رُوپ آگ اُس آگ کی مانند ہے جس پر ہوم کی چیزیں پکائی جاتی ہیں۔ اور پران رُوپ آگ مثل ہوم کی آگ کے ہے جو گھر کی آگ سے ہوم کے لیئے علیحدہ چُن لی جاتی ہے اور سانسوں کا آنا جانا گویا دو آہُوتی ہیں۔ وہ جو یہ آہُوتی کرتا ہے سمان ہے۔ من گویا کہ یجمان ہے۔ اُدان اِس ہوم کا مطلوب پھل ہے کیونکہ وہ روزانہ اُس یجمان کو برہم لوک لے جاتا ہے جو غرقِ نیند ہے۔

(۱۶) اُسوقت یہ دیو خواب میں اپنی عظمت اور جلالت کو دیکھتا ہے۔ بلکہ جو دیکھا یا نہیں دیکھا اُسے دیکھتا ہے۔ جو سُنا یا نہیں سُنا اُسے سُنتا ہے۔ ممالک و اطراف جو جانتے یا نہیں جانتے ہیں اُنہیں جانتا ہے۔ کیا دیکھی کیا ان دیکھی۔ کیا سُنی کیا ان سُنی۔ کیا جانی

کیا ان جانی تمام دیکھتا ہے اور سب ہُوا دیکھتا ہے ؛

(۱۸) پر جب یہ اُوان کی مہربانی سے غرقِ نیند ہیں جاتا ہے جہاں نہ کچھ خواب دیکھتا ہے نہ کچھ جانتا ہے۔اُس وقت اپنے باپ کے خاص آرام میں جو اِس کا پرم آنند ہے واصل ہوتا ہے اور یہی اُس کا پرم برہم لوک ہے۔ اُس وقت جیسے چڑیاں اپنے بسیرے کے وقت ایک درخت میں جمع ہوکر سو جاتی ہیں اُسی طرح یہ تمام پرماتما میں حذف ہو جاتے ہیں ؛

(۱۹) کیا زمین کیا زمین کی ماترا-کیا پانی کیا پانی کی ماترا-کیا آگ کیا آگ کی ماترا-کیا ہوا کیا ہوا کی ماترا-کیا آکاش کیا آکاش کی ماترا کیا دید کیا دیدنی-کیا شنید کیا شنیدنی-کیا سونگھنا کیا سونگھ-کیا چکھنا کیا چاکھ-کیا ذائقہ کیا مذاق-کیا چھونا کیا چھوت-کیا کلام کیا معنی-کیا گرفت کیا گرفتار-کیا ترک کیا طلب-کیا رفت کیا رفتار کیا من کیا سوچ-کیا عقل کیا معقولات-کیا یاد کیا یاد پن--کیا اہنکار کیا انانیت-کیا پران کیا زندگی تمام پرماتما میں حذف ہو جاتے ہیں ؛

(۲۰) اُس وقت وہ تصدیق ہوتا ہے کہ بے چون و چرا ہے-تمام صفات سے پاک ہے-نہیں دیکھتا لیکن عین دید ہے-نہیں سُننا لیکن عین شنید ہے-نہیں سونگھنا لیکن عین سونگھ ہے-بس وہ جو اُسے جانتا ہے جو بغیر سایہ و بدن و رنگ کے ہے وُہی ہمہ دان اور وُہی سرب رُوپ ہوتا ہے" ؛

(۲۱) اس قسم کی ویدک تصدیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عالمِ خواب

عین نمو داری دیو لوک کی ہے۔اور غرق نیند عین حقیقت برہم لوک ہے اور اُدان پران روزانہ اسکو دیو لوک اور برہم لوک ہیں لے جاتا ہے۔لیکن چونکہ وہ اپنی شاست اعمال ہیں مقید ہے۔پھر عالم شہادت ہیں آ جاتا اور دکھ سکھ پاتا ہے ؂

(۲۱) لیکن جب یہ موافق قاعدۂ شاستری شغل اور عمل کو پار کرتا ہے تو بعد موت یہی اُدان اسکو دیویان سڑک پر صورت بعد صورت پلٹتا ہوا آفتاب ہیں لیجاتا ہے اور وہاں سے دیو لوک ہیں پہنچاتا ہے اور ست سنکلپ ہو جاتا ہے۔بلکہ جس طرح دماغ سے دل صنوبری ہیں روزانہ جاتا ہے اسی طرح دیو لوک سے اس چاند لوک کو جو خاص دل پرجاپتی کا ہے جاتا ہے اور اُسکے برابر ہو جاتا ہے اور پرجاپتی سے ایک ہو جاتا ہے۔یہی آخری ترقی عمل اور شغل کی ہے

(۲۲) جبکہ وہ اس لوک ہیں داخل ہوکر چَن لوک ہیں پہنچتا ہے تو یہی اُدان پران اُسی طرح اِس من کے تابع ہوتا ہے جس طرح کہ کرم اندریاں یہاں اُسکے تابع ہیں۔اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح من ارادہ کرتا ہے اُسی طرح کرم اندریاں کام کرتی ہیں۔چَن لوک ہیں جب یہ پنج پران تابع من کے ہو جاتے ہیں۔پھر جو ہم چاہتے ہیں کرتے ہیں جب ہم چاہیں کہ ہم باغ یا غنچہ دیکھیں تو اُسی وقت اُدان پران باغ یا غنچہ ایک آنکھ کی جھپک ہیں تیار کر دیتا ہے۔جب ہم چاہتے ہیں کہ حسین عورتیں ملیں فوراً ملجاتی ہیں۔جب ہم خوش کھانے۔خوش لباس۔خوش سواریاں مانگیں سب سنکلپ سے حاضر ہو جاتی ہیں۔ یہی جنت آسمانی کی وراثت ہے اور اسی کو وید دان برہمن سُشپتی بولتے ہیں

(۲۲) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ یہ چھوٹا سا من کیونکر پرجاپتی کے من سے ایک ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ جان لینا چاہیئے کہ اگرچہ یہ من اپنی شامت اعمال کے سبب اس مختصر ہیکل میں مقید چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ وہ قابلیت رکھتا ہے کہ ہر ایک کے بیچ آ جاتا ہے (یعنی تدروپ ہو جاتا ہے) دیکھو جب یہ جونیاں بدلتا چیونٹی یا مچھر کی جونی میں مقید ہوتا ہے تو چیونٹی یا مچھر کے بیچ (برابر) ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ ہاتھی یا شیر کی جونیاں میں جاتا ہے تو ہاتھی اور شیر کے برابر منطبق ہو جاتا ہے اور انہیں کی طاقت سے کام کرتا ہے۔ جب یہ دیوتاؤں اور آسمانیاں کی جونی میں جاتا ہے تو انہیں کے تدروپ ہو جاتا ہے اور انہیں سے کام کرتا ہے۔ بہت کیا کہیں یہ تمام کے برابر (منطبق) ہو جاتا ہے بلکہ پرجاپتی میں وصل پاتا پرجاپتی ہو جاتا ہے۔ اور سب میں سب کچھ ہو جاتا ہے ؁

(۲۴) اس وقت بھی اگرچہ شامت اعمال میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بھی آنکھ۔ کان سے نکلتا زمین و آسمان اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا عین ہوتا سب کو دیکھتا ہے۔ خواب میں جاتا ہوا ایسی رگ کا جس کا نہایت تنگ تر سوراخ ہے بصورت برہمانڈ پھیلتا ہے اور سب روپ ہوتا ہے۔ اس قسم کے مشاہدات سے زیرک آدمی جان سکتا ہے کہ وہ عالم خلق سے نہیں بلکہ عالم امر سے ہے۔ اور پرجاپتی کا فرزند پرجاپتی روپ ہے۔ اپنی شامت اعمال سے صورت انسانی میں آیا چندے دکھ پاتا ہے۔ اور اسی طرح بیدو

شاستر کی تعلیم میں دیا جاتا ہے جس طرح ایک شاہزادہ بھی جب تک نابالغ ہے اتالیقوں کی بندش میں رہتا ہے ؀

(۵۴) پھر جب وقت آتا ہے اور تعلیم سلطنت کی پاتا ہے اور باپ کا ورثہ پاتا ہے تو پھر اتالیقوں کے ہاتھ میں نہیں رہتا۔ اِسی طرح یہ من بھی جب تک شامت اعمال میں گرفتار ہے وید و شاستر اور برہمنوں کی بندش میں زیرِ تعلیم ہے۔ لیکن جب یہ شاستری اصولوں کی تعلیم پاتا ہے اور نیک عمل اور شاستری شغلوں پر چلتا ہے تو بعد موت دیویان سڑک پر چلتا تختِ آسمانی کا وارث ہو جاتا ہے اور ست سنکلپ ہو جاتا ہے۔ جس قدر سُکھ کے بھوگ ہیں اُس کو ملتے ہیں۔ دُکھ کو یاد بھی نہیں کرتا۔ بلکہ کالعدم ہو جاتے ہیں ؀

اے بھائیو! کیوں وارث ہوکر اس تخت کی خواہش نہیں کرتے بلکہ اپنے اعمال کو دُرست کرو اور انسانی عقل کو دُور کرکے شاستری عقیدے اور عملوں کو مضبوط کرو۔ ورنہ بشر کی طرح مرو گے اور شاہزادوں میں سے ایک کی مانند گر جاؤ گے ؀

فصل ہفتم

(۱) اب پچھلی فصلوں کے پڑھنے سے یقین ہو سکتا ہے کہ بدنِ انسان اگرچہ خاکی ہے لیکن اِس سبب سے کہ اُس میں ارواحِ الٰہی آباد ہیں واقع میں ایک ٹھاکردوارہ یا ہیکلِ الٰہی ہے۔ کیونکہ کیا حواس کیا قویٰ کیا دل کیا پران جملہ ارواح ہیں جو دیوتا کہلاتے ہیں اور ہمارے پچھلے اعمال کے بھوگ کے لئے اِس میں آباد ہوئے ہیں۔ اور گو ہر ایک اپنے بڑے

بڑے عالموں پر تصرف رکھتے ہیں تو بھی عدل و انصاف سے اُسی قدر بھوگ دیتے ہیں جس قدر کہ ہمارے لئے مناسب ہے ؞

(۲) آنکھ واقع میں تمام عالمِ الوان کی ساتر ہے اور ہر ایک رنگ کے ادراک میں مالک اور مُوکّل ہے۔ تو بھی ہمیں اُسی قدر دکھاتی ہے جسقدر کہ ہمیں چاہیئے۔ اور کان تمام آوازیں سُن سکتا ہے اور عالمِ صوت پر مُوکّل ہے۔ پر ہم کو تمام نہیں سُناتا بلکہ اُسی قدر جو عدل ہے۔ اسی طرح کلام تمام گُفتنی پر قادر ہے پر تمام نہیں بتلاتا بلکہ وُہی جو مناسب ہے ؞

(۳) جو لوگ کہ اِن ارواحوں کی عظمت اور جلالت کو نہیں جانتے اور بدن خاکی میں خودی کا تصور جبلی رکھتے ہیں وُہ اُنکو بھوگ کے آلات جانتے ہُوئے طبعی طور پر اُن سے برتاؤ کرتے ہیں۔ اور کیا نیک کیا بد جو حاضر ہوتا ہے اُسی میں فی الجملہ آرام دیکھتے اُنہیں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ وُہ بدکاموں سے کراہیت کرتے اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ تو بھی وہ عادل کے سبب سے انکار نہیں کرتے بلکہ ایسے برتاؤ کرتے ہیں جیسے کہ ایک نوکر برتاؤ کرتا ہے۔ بلکہ نوکر تو طبعی طور پر نہیں چلتا یہ تو طبعی اطاعت بھی کرتے ہیں ؞

(۴) جب وُہ انجان ان ارواحوں کو بدکاموں میں لگاتا اور بھوگ پاتا ہے تو یہ اُسے بھوگ تو بالطبع دیتی ہیں لیکن اُس کے لئے ایک پاپ پیدا کرتی ہیں جس سے وُہ شقی ہو جاتا ہے۔ اور جب وُہ اُن کو نیک کاموں میں لگاتا اور بھوگ پاتا ہے تو یہ اُسے بھوگ بھی دیتی ہیں اور ساتھ ہی پُن بھی پیدا کرتی ہیں جس سے یہ سعید ہو جاتا ہے۔

(۵) پر وہ جو اُنکی حقیقت اور عظمت کو جانتے ہیں اور اُنکی جلالت - اور رُوحانیت سے واقف ہیں اُن کو بد کاموں میں نہیں لگاتے بلکہ نیک کاموں میں برتاؤ کرتے ہُوئے بھی اُنکو قبلہ اور معبُود سمجھتے ہیں۔ اس لئے وُہ اُنہیں کے وسیلہ راہ نجات بھی پاتے ہیں ÷

(۶) یہ باتیں کہ کس طرح یہ معبُود کئے جاتے ہیں اور کس طرح اُنکی اُپاسنا ہوتی ہے علم معاملہ میں دقیق باتیں ہیں۔ ہر ایک اُردو داں اُنہیں نہیں سمجھ سکتا۔ تو بھی ہم مختصر اشارہ کرتے ہیں اور اُس بڑی اُپاسنا پر ایما کرتے ہیں جس میں تمام کے نتائج ضمنی داخل ہو جاتے ہیں ÷

(۷) کلام یا آنکھ یا کان کو جو قبلہ کرکے نیک عمل کرتے ہیں مختصر اور مخصُوص پھل پاتے ہیں۔ لیکن وہ جو رُوح اعظم یعنی پران کی اُپاسنا کرتے ہیں تمام عمل اور شغل کے پھل پا جاتے ہیں اور دیویان سڑک پر چلتے برہم لوک میں داخل ہوتے پرجاپتی سے میل (وصل) پا جاتے ہیں ÷

(۸) شاید کوئی کہے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک پران کی اُپاسنا سے سب دیوتاؤں کی اُپاسنا کا پھل حاصل ہو جاتا ہے؟ تو اُسے ہم ایک ویدک کہانی سے اشارت کرتے ہیں۔ کیونکہ علمی طریق پر اگر جتلادیں تو شاید اُردوداں کے ذہن میں بآسانی نہیں بیٹھ سکے گا۔ بلکہ مُناسب بھی یہی ہے کہ جہاں تک سہل الفہم ہو دقیق طور پر نہ سمجھایا جاوے ÷

(۹)* ہم سُنتے ہیں کہ عالم ملکوت میں ایک دفعہ اِن اندرائوں میں تکرار ہوئی۔ کلام نے کہا میں بڑا ہُوں۔ آنکھ نے کہا میں بڑی ہُوں۔ کان

* دیکھو چھاندوگیہ اُپنشد پرپاٹھک ۵ کھنڈ پہلا÷ اور اسی طرح کی کتھا برہدارنیک اُپنشد ادھیاے ۶ براہمن پہلے میں بھی پائی جاتی ہے ÷

نے کہا میری عظمت ہے۔ دِل نے کہا میری جلالت ہے۔ نطفہ نے کہا کیوں بک بک کرتے ہو میں بڑا ہوں جو سب کو جنتا ہوں۔ پران نے کہا تم سب شیخی مارتے ہو بیل بھی اپنے چرنے پر ڈکارتا ہے۔ غور کرو تو میں سب سے پلوٹھا اور انوکھا ہوں +

(۱۰) یہ ارواحیں اس طرح جھگڑتے جھگڑتے پرجاپتی کے نزدیک گئیں تاکہ وہ اُن میں انصاف کرے۔ پرجاپتی نے فرمایا کہ تم میں سے ایک ایک ہوکر اِس ہیکل سے نکل جاؤ جس کے نکلنے سے تمام نکل جاویں اور یہ ہیکل خراب ہو جاوے وُہی تم میں سے پلوٹھا اور ٹھاکر ہے +

(۱۱) پہلے کلام نکل گیا اور سال تک باہر رہا۔ جب آیا تو دریافت کیا کہ میرے بغیر تم کیسے جیتے رہے؟ تب اُنہوں نے کہا کہ جیسے بے زبان نہیں بولتا لیکن نتھنوں سے سانس لیتا ہے آنکھوں سے دیکھتا ہے کانوں سے سُنتا ہے دِل سے سمجھتا ہے نُطفہ سے جنتا ہے۔ اِسی طرح ہم جیتے رہے۔ تب کلام نے کہا دُرست ہے اور داخل ہوگیا +

(۱۲) پھر آنکھ نکل گئی اور سال تک باہر رہی۔ جب آئی تو دریافت کیا کہ میرے بغیر تم کیسے جیتے رہے؟ تب اُنہوں نے کہا کہ جیسے اندھا آنکھوں سے نہیں دیکھتا لیکن نتھنوں سے سانس لیتا ہے کلام سے بولتا ہے کانوں سے سُنتا ہے دِل سے سمجھتا ہے اور نُطفہ سے جنتا ہے۔ اُسی طرح ہم جیتے رہے۔ تب آنکھ نے کہا دُرست ہے اور داخل ہوگئی +

(۱۳) پھر کان نکل گیا۔ سال تک باہر رہا۔ جب آیا تو دریافت کیا کہ میرے بغیر تم کیسے جیتے رہے؟ تب اُنہوں نے کہا کہ جیسے بہرہ نہیں سُنتا لیکن نتھنوں سے سانس لیتا ہے کلام سے بات چیت کرتا ہے آنکھوں سے

دیکھنا ہے دِل سے سمجھتا ہے اور نُطفہ سے جنتا ہے۔اسی طرح ہم جیتے رہے۔تب کان نے کہا دُرست ہے اور داخل ہو گیا ✣

(۱۴) پھر دِل نکل گیا اور سال تک باہر رہا۔جب آیا تو دریافت کیا کہ میرے بغیر تم کیسے جیتے رہے؟ تب اُنہوں نے کہا جیسے متوالا دِل سے نہیں سمجھتا لیکن نتھنوں سے سانس لیتا ہے کلام سے بات چیت کرتا آنکھوں سے دیکھتا کانوں سے سُنتا اور نُطفہ سے جنتا ہے۔اِسی طرح ہم جیتے رہے۔تب دِل نے کہا دُرست ہے اور داخل ہو گیا ✣

(۱۵) پھر نُطفہ نکل گیا اور سال تک باہر رہا۔جب آیا تو دریافت کیا کہ میرے بغیر تم کیسے جیتے رہے؟ تب اُنہوں نے کہا جیسے خوجہ نہیں جنتا لیکن نتھنوں سے سانس لیتا کلام سے بات چیت کرتا آنکھوں سے دیکھتا کانوں سے سُنتا اور دِل سے سمجھتا ہے۔اِسی طرح ہم جیتے رہے۔تب نُطفہ نے کہا دُرست ہے اور داخل ہو گیا ✣

(۱۶) اب پران نے بھی امتحاناً نکلنا چاہا۔تو جس طرح بڑا زور آور گھوڑا اُچھلتا ہے تب تمام میخیں اگاڑی پچھاڑی کی اُکھڑ جاتی ہیں ایسے تمام ارواحیں ساتھ اُکھڑ گئیں۔اُنہوں نے کہا خداوندا! ٹھہرو۔مت نکلو۔معلوم ہو گیا تمہارے بغیر ہم نہیں جی سکتے۔تم ہم میں بڑے ہو۔تم ہی ہماری آتما اور تم ہی ہمارے قبلہ ہو۔ہم کو چاہیئے کہ ہم تمہاری اُپاسنا کریں اور تمہارے میں قائم ہوں ہم تب ہی پھل لاتے ہیں جب تم میں قائم ہوتے ہیں جیسے شاخیں جب انگور میں قائم ہوتی ہیں تو پھل لاتی ہیں ✣

(۱۷) تب سے کلام نے یقین کیا کہ میں رُوح کا فرزند رُوح رُوپ ہوں اسی طرح آنکھ نے یقین کیا کہ میں رُوح کی فرزند رُوح رُوپ ہوں۔اور نیز کان دِل اور نُطفہ نے بھی یقین کیا کہ ہم تمام

اُسی کے روپ ہیں ÷

(۱۸) اِس قسم کی کہانیوں سے سہل الفہم ہو جاتا ہے کہ کیا قومی کیا حواس کیا دِل سب رُوح کے فرزند رُوح رُوپ ہیں۔ اور یہی تصدیق رُوح کی اُپاسنا ہے۔ پس وہ جو اِس پر شغل کرتا ہے اور اسی پر ایمان لاتا ہے وہی شاستری عمل کا مستحق ہوتا ہے۔ جبتک کہ وُہ اس طرح کا ایمان نہیں پاتا رُوح سے نہیں جنا جاتا بلکہ جسم سے جنا جاتا ہے۔ وُہ جو جسم سے جنا جاتا ہے جسم ہی ہے۔ اور جو رُوح سے جنا جاتا ہے رُوح ہی ہے

(۱۹) شاستری عمل جو واقع میں شریعت ہے اُسی کے لئے ہے جو رُوح سے جنا جاتا ہے۔ اُن کے لئے نہیں جو جسم سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ رُوح تو ابدی ازلی باقی ہے۔ جسم شُدنی فانی ہے۔ اور شریعت کا نتیجہ بعدِ موت آخرت میں ہے۔ جسم یہاں خاک ہو جاتا ہے۔ پس وُہ جو جسم اور جسمانی ہے اُس کے لئے شریعت بے فائدہ ہے بلکہ تکلیف۔ لیکن وہ جو رُوح یا رُوحانی ہے اُس کے لئے آبِ حیات اور راحت ہے ÷

(۲۰) اگر شریعت جسم اور جسمانی کو بھی کارگر ہوتی تو حیوانات پر جاری کی جاتی۔ لیکن حیوان قابلیت نہیں رکھتا کہ اپنے آپ کو رُوح یا رُوحانی تصدیق کرے۔ اسی طرح جو انسان کہ شاستری طور سے رُوح سے نہیں جنا جاتا حقیقت میں جسم یا جسمانی ہے اگرچہ شکلِ آدمی ہے اور اُفقِ حیوانی میں ملتا ہے اگرچہ صُورتِ انسان ہے ÷

(۲۱) وُہ جو جسم یا جسمانی ہے اُسی کو شاستر میں شُودر کہتے ہیں۔ اور اُس سے اُسی طرح خدمت لی جاتی ہے جس طرح حیوانات سے خدمت لینی ضروری ہے۔ مگر وُہ جو رُوح سے دوبارہ جنے جاتے ہیں شاستر میں

دوجنما کہلاتے ہیں اور وُہی کرم کانڈ کے ادھکاری ہیں ؛

(۲۲) تعجّب نہ کرو کہ دوبارہ جنم کیسے ہو سکتا ہے۔کیا پھر وہ دوبارہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے ؟ نہیں۔جب وُہ ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے تو جسم ہوتا ہے۔کیونکہ ماں کا پیٹ بھی جسم ہے اور جو اُس سے نکلتا ہے وہ بھی جسم ہے اور یہ پہلا جنم ہے۔پس اس طرح وہ جو جسم اور پانی سے پیدا ہوتا ہے شوُدر ہے اور اُفقِ حیوانی میں ملتا ہے۔شریعت کا ادھکار نہیں رکھتا۔اسی سبب سے آٹھ برس تک دوجاتی اپنے لڑکوں کے اُپ نَین سنسکار نہیں کرتے کیونکہ وہ ابھی قبولیتِ روحانیت کی استعداد نہیں رکھتے ؛

(۲۳) لیکن آٹھویں برس میں جب وہ بالغ ہوتا ہے اور اس تصدیق کی قابلیت پاتا ہے تو اُس کا اُپ نَین سنسکار ہوتا ہے اور کلام سے دوبارہ جنا جاتا ہے اور پھر وہ جسمانیت سے اُٹھ جاتا ہے اور رُوح میں قائم ہوتا ہے اور اُس وقت اُس پر شرعی قاعدہ فرض ہوتا ہے ؛

(۲۴) دیکھو جب لڑکا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے تو اُسی طرح خودی کا جبلّی یقین جسم میں رکھتا ہے جیسا کہ حیوان اپنے بدن میں خودی کا تصوّر رکھتا ہے۔بلکہ اگر اُسکو اپنی اصلی فطرت پر چھوڑا جائے تو بلوغت کے وقت بھی یہی تصوّر رکھتا ہے کہ" میں بدن ہُوں اور خاک سے نکلا ہُوں اور خاک میں جاؤں گا" اگرچہ وہ سُنتا ہے کہ بدن میں ایک رُوح ہے جس سے بدن زندہ ہے اور حس و حرکت کرتا ہے تو بھی وہ یہ معرفت نہیں پاتا کہ میں رُوح ہُوں اور بدن میری ہیکل ہے۔میں اُسی طرح اس ہیکل میں بستا ہُوں جیسے یہ بدن حویلی میں بستا ہے ؛

(۲۵) اس طرح وہ باپ کے نُطفہ اور ماں کے لہُو سے بنایا گیا ہے۔

جو جسم ہے۔ اور باپ اُس کا نر جسم ہے اور ماں اُس کی
مادہ جسم ہے۔اور یہی حال حیواں کا ہے۔ کھانا پینا بھوگ
کرنا جیسا حیوان کا کام ہے ویسا اُس کا کام ہے۔ جس طرح
حیوان بھی رُوح رکھتا اور سانس لیتا ہے اُسی طرح یہ بھی
رُوح رکھتا اور سانس لیتا ہے۔ لیکن حیوان پر خدمت انسان کی فرض
ہے۔اُسی میں اُس کی سعادت ہے۔اُسی طرح اِس شودر کی بھی خاصیت
ہے۔ دوجاتیوں کی خدمت اُس پر فرض ہے اور اسی میں اُسکی سعادت ہے۔
(۲۶) پر وُہ جو اُس کلام سے تعلیم پاتا ہے کہ "تم روح ہو بدن نہیں کیونکہ
بدن تو مانند پوشاک کے بدلتا ہے پر رُوح نہیں بدلتی۔ اگر تم بدن ہوتے تو
جب چھوٹا سا بدن جو ماں کے پیٹ سے نکلا تھا اور تحلیل سے جاتا رہا تھا۔
اور یہ دُوسرا بدن جو جوانی کی حالت میں ہے غذا سے بطور بدنی اُسی
صُورت اور اُسی مناسبت پر آہستہ آہستہ بدل گیا ہے جیسا کہ پوشاک بدلتی
ہے۔ اور پھر بُڑھاپے میں یہ بھی جاتا رہے گا۔ تو تم میں بھی تبدیلی واقع ہوتی"
تو وُہ اس تعلیم سے یقین کرسکتا ہے کہ "مَیں بدن نہیں جو ہر آن بدلتا ہے
بلکہ مَیں رُوح ہُوں جو نہیں بدلتی۔ تب اُس وقت وہ بدن سے الگ ہو کر
رُوح میں خودی کا تصوّر پاتا ہے۔ اور رُوح تو رُوح کا فرزند رُوح روپ ہے
اِس سبب وہ کلام کے وسیلہ رُوح سے جنا جاتا ہے جو دُوسرا جنم ہے ؂
(۲۷) وُہ کلام جو انسان کو رُوح سے دوبارہ جنتا ہے واقع میں گایتری
منتر ہے جو دوجاتیوں کی رُوحانی ماں ہے۔ اور وہ برہمن جو اُسکی
تعلیم دیتا ہے واقع میں دوجاتیوں کا رُوحانی باپ ہے۔اِس طرح روحانی
پیدایش برہمن اور کلام سے ہوتی ہے۔ اور نئی پیدایش میں داخل ہونا

ہے۔ اور جسمانیوں سے الگ کیا جاتا ہے۔ جس طرح وُہ جو حیوانات سے الگ چُن بیئے جاتے ہیں اور سُوتر یعنی رسّی سے باندھ دیئے جاتے ہیں کہ اُن کو جادید تعلیم دیں اُسی طرح ایسے مولُود کو زُنّار سے چُن لیا جاتا ہے اور یگیّو پویت سے شرعی قید میں باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وُہ آسمانی حکمت کی تعلیم پاوے اور رُوحانی عملوں سے دیویاں یا پتریاں سڑک کی راہ حاصل کرے ؞

(۲۸) اور وہ جو اِس طرح نئی پیدایش میں داخل نہیں ہوتا بلکہ جسم میں اُسی طرح خودی کا تصوّر رکھتا ہے جیسا کہ حیوانوں میں بھی جبلّی تصوّر ہے بلکہ اور بھی مغربی تعلیم سے اُس کو پختہ کر لیتا ہے۔ یہانتک کہ اگر رُوحانی اُسے سکھاوے کہ ”تُو بدن نہیں بلکہ رُوح ہے“ تو وہ توبہ توبہ کرتا ہے کہ ”رُوح تو خُدا ہے کیا مَیں خدا ہُوں؟ مَیں تو خاکی بدن ہُوں اور یہ تصدیق کفر بلکہ خدائی دعویٰ ہے“۔ تو ایسا آدمی حیوانوں سے بدتر ہوتا ہے اگرچہ انسانی صُورت رکھتا ہے۔ اور اُسکو معراجِ آسمانی نہیں ہو سکتا اگرچہ کوئی عقلی شریعت اُس نے مان رکھی ہے۔ کیونکہ جو خاک سے نکلا ہے وہ تو خاک میں جاوے گا اور جو آسمان سے اُترا ہے وُہ آسمان کو جاوے گا۔ بدن تو خاکی ہے رُوح آسمانی۔ اِس وجہ سے دیویاں اور پتریاں سڑک تو رُوحانیوں اور رُوحانیوں کے لئے معراج ہے۔ جسمانی تو وُہی خاک اور گور کی خوراک ہیں ؞

(۲۹) اِس قسم کی باتوں سے معلُوم ہوتا ہے کہ آریہ بچّہ کو

پہلے یہ ایمان لانا ہوتا ہے کہ "مَیں رُوح ہُوں اور رُوح سے نکلا ہُوں۔ خاک نہیں"۔ اور رُوح کی خلقت آگ ہے جو حرارتِ غریزی ہے۔ اس وجہ سے وُہ آگ کا فرزند اگنی رُوپ نُور سے نکلا عین نُور ہے۔ خاک تو ظلمت ہی (۳۰) جب وُہ اِس طرح معتقد ہو جاتا ہے اور جانتا ہے کہ بدن ایک ہیکل ہے جو یہاں کی چیز ہے۔ اور رُوح جو میرا اپنا آپ ہے یہاں کی چیز نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ تو خواہش کرتا ہے کہ مَیں کسی طرح معراج آسمانی پاؤں۔ اور معلوم کرنا چاہتا ہے کہ مَیں کیُوں خاکی ہیکل میں مقیّد کیا گیا ہُوں؟ کس طرح اِس قیدِ جسمانی سے نجات پاؤں گا؟ کیا وجہ ہے کہ آسمان پر نہیں جا سکتا؟ اب مجھے کیا کرنا چاہئیے جس سے مَیں اُونچے چڑھوں؟ اور یہ باتیں وید کی تعلیم سے معلوم ہو سکتی ہیں۔ اِس لئے بعد اِس ایمان کے وید کی تعلیم اُس پر لازم آتی ہے اور قواعد برہم چریہ کے اُس پر فرض ہوتے ہیں اور برہمچاری کہلاتا ہے ٭

(۳۱) جب وُہ عرصۂ معتدبہ میں وید کی تعلیم پاتا ہے تو پھر وہ رُوح کے حقائق بخوبی جانتا ہے اور پُن اور پاپ کے حقائق سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور اُس کیمیائے قدرتی سے جس سے کہ رُوح کو معراجِ آسمانی ہوتا ہے واقف ہو جاتا ہے۔ اور وُہ کیمیائے قدرتی واقع میں اگنی کرم ہے تو اُس وقت اُس پر یہ عمل فرض ہوتا ہے اور مستحق اِس کے ہوتا ہے کہ یگیہ آدک کرم کرے ٭

(۳۲) لیکن وُہ جو جانتا ہے کہ اُس یگ میں تقلید پرجاپتی کی ضروری ہے۔ اور پرجاپتی نے نر ناری ہوکر اُس عمل کو ادا کیا ہے جسکے سبب سے اُسے معراجِ آسمانی ہُوا ہے۔ اِس لئے پہلے پہل اُس کو ایک

اپنے ورن کی استری سے شادی کرنا ضروری ہوتا ہے تاکہ وُہ مثلِ پرجاپتی اُس سے دم پتی ہوکر شروع اِس عمل کا کرے۔اور دم پتی کی حقیقت واقع میں اتحادِ رُوحانی ہے جس سے مرد اور عورت بوساطتِ وید منتروں کے رُوح میں ایک ہو جاتے ہیں ÷

(۳۳) اگرچہ اُسکی وجوہات بہت طویل ہیں کہ کیوں نر ناری ایک ہوکر یگیہ آوک کرتے ہیں۔لیکن خاص وجہ یہ ہے کہ نر بمنزلۂ حرارتِ غریزی کے ہے اور عورت بمنزلۂ رطوبتِ غریزی کے ÷ اور یہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ حرارت اور رطوبت ملکر حقیقتِ پرجاپتی ہے کیونکہ حرارت فاعلہ ہے رطوبت منفعلہ۔اس سبب سے حرارتِ غریزی کا غلبہ نر میں ہے اور رطوبت کا غلبہ عورت میں ہے۔اور جب وُہ ملکر عملِ کیمیائی کرتے ہیں تو بعد موت ایک ہوکر اُن سڑکوں پر جو دیویان اور پتریان کہلاتی ہیں چڑھتے ہیں۔اس حالت میں وُہ برہم چریہ سے نکلکر گرہستی کہلاتا ہے اور پنج یگیہ آوک اُس پر فرض ہو جاتے ہیں ÷

(۳۴) جس طرح وجوہات دم پتی کی دقیق ہیں اُسی طرح طریقے یگیہ کے بھی دقیق ہیں۔تو بھی ہم اُردوداں کے لئے مختصر اشارہ کرتے ہیں کہ یگیہ واقع میں ضیافت رُوحِ اعظم کی ہے جسکے ورثہ کے آریہ دوجاتی مستحق ہیں۔اور اُس میں اسمِ اعظم کی پُوجا ہوتی ہے اور دُعائیں کی جاتی ہیں جس سے وُہ است سے ست کو اور تم سے جیوتی کو اور موت سے امرت کو پراپت ہوتا ہے ÷

(۳۵) یگیہ میں چار برہمن چُن لئے جاتے ہیں جو اِس کیمیائے رُوحانی کو کراتے ہیں۔ایک تو وہ ہوتا ہے جو رگ وید کو جانتا ہے۔دُوسرا

دُوہ جو یجُر وید کا عالم ہوتا ہے۔ تیسرا وہ جو سام وید کا فاضل ہوتا ہے۔چہارم وہ جو اِن تینوں کو جانتا ہے اور اِن کے کاموں کی نگرانی کر سکتا ہے ✤

(۱۳۵) رگ ویدی کو ہوتا (होता) بولتے ہیں۔اور یجُر ویدی کو ادھوریُو (अध्वर्यु) اور سام ویدی کو اُدگاتا (उद्गाता) کہا کرتے ہیں۔اور وہ جو اُن کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے برہما (ब्रह्मा) کہلاتا ہے۔ہوتا کا کام ہوم ہے۔ادھوریُو کا کام آہُوتیاں تیّار کرنا ہے۔اُدگاتا کا کام سام گانا ہے جس سے رُوحِ اعظم خوش ہوتی ہے اور یِگّن جنتی ہے۔برہما کا کام ان تینوں کی نگرانی کرنا ہے ✤

(۱۳۶) ہم اِس کی حقیقت بطور مثال کے سہل الفہم کرتے ہیں۔دیکھو امیروں کی ضیافت میں ایک تو وُہ ہوتا ہے جو کھانے پکاتا ہے جسے باورچی بولتے ہیں۔دُوسرا وُہ ہوتا ہے جو اُن کھانوں کو چُن چُن کر مہمان کے آگے دھرتا ہے۔اور ایک بینڈ ماسٹر بھی ہوتا ہے جو وقتِ ضیافت خوشی کے گیت گاتا ہے اور مبارک باجے بجاتا ہے۔لیکن وُہ جو مہتمم ضیافت کا ہے اور تمام کی نگرانی کرتا ہے افسر ضیافت ہوتا ہے۔اور جو ضیافت دیتا ہے میزبان کہلاتا ہے ✤

(۱۳۷) اسی طرح رُوحِ اعظم کی ضیافت میں ہوتا بمنزلۂ خانساماں کے اور ادھوریُو بمنزلۂ باورچی کے اور اُدگاتا بمنزلۂ بینڈ ماسٹر اور برہما افسر ضیافتِ روحانی ہے۔اور وہ جو یگیہ کرتا ہے یجمان کہلاتا ہے جو بمنزلہ میزبان کے ہے۔اِن چاروں کو اگنی بولا کرتے ہیں اور یہ یگیہ یجمان ہے۔ اِس طرح رُوح کی ضیافت بوسیلہ آگ کے ہوتی ہے اور اسم اعظم کی پُوجا کیجاتی ہے۔

(۳۹) اس کے بعد وہ قواعد کہ کس طرح رُوحِ اعظم بلائی جاتی ہے اور کیونکر آگ میں ہوم کرنے سے وہ کھاتی ہے بہت دقیق ہیں۔ اگر اُس کے اُصول بھی یہاں رکھے جاویں تو شاید یہ تمام رسالہ علم مُعاملہ کو بھی کفایت نہ کرے۔ اس لئے ہم اسی پر کفایت کرتے ہیں کہ بیشوانزی (وید) بیا میں ہم پر یہ ثابت ہُوا ہے کہ آگ وہاں پرجاپتی کا ہے۔ جس طرح برہمن کے مُنہ میں دیا لُقمہ اُس کی خوراک ہوتا ہے اُسی طرح آگ میں دی ہُوئی آہُوتی براٹ بھگوان کی خوراک ہوتی ہے ॥

(۴۰) یگیہ میں اُدگاتا جو سام گاتا ہے بارہ منتر ہوتے ہیں اور اُس میں دُعائیں گائی جاتی ہیں۔ تین دُعائیں تو یجمان کے لئے ہوتی ہیں اور باقی دُعائیں وہ اپنے لئے گاتا ہے۔ اور چونکہ یہ برہمن اِس سبب سے کہ اُس نے تہذیب اخلاق سے باطن دُرست کیا ہوتا ہے مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ جو جو اپنے لئے یا یجمان کے لئے مانگتا ہے پذیرا ہوتا ہے ॥

(۴۱) غرض یگیہ کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ بد خیالات جو دل میں طبعی اُٹھتے ہیں مغلوب ہو جاویں اور نیک خیالات جو تعلیم سے اُٹھتے ہیں غالب آجاویں۔ اِن بد خیالات کو سنسکرت میں اسُر بولتے ہیں اور نیک خیالات کو دیوتا۔ کیونکہ خیالات جو دل میں اُٹھتے ہیں اُن کے لئے کوئی سبب ہے اور وُہی اسباب پچھلے پاپ اور پُن کے سنسکار ہیں۔ مگر وہ جو بدی کے اسباب (پاپ) ہیں اسُر ہیں اور نیکی کے اسباب جو پُن ہیں دیوتا ہیں۔ اِسی سبب سے بدی کے خیالات آسُری سپندا اور نیکی کے خیالات دیوی سپندا کہلاتے ہیں ॥

(۴۲) رُوحانی آدمی کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو بد خیالات کو

روکے اور نیک خیالات کو اُٹھا وے۔ اسی میں اُس کی سعادت ہے۔ لیکن چونکہ بدی کے خیالات طبعی ہیں اور پہلے پیدا ہوتے ہیں اور نیکی کے خیالات تعلیم سے آتے ہیں اس لئے اسُر تو بڑے ہیں اور دیوتا چھوٹے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو پہلے قلعۂ بدن میں قبضہ پاتے ہیں بمشکل دُور ہوتے ہیں کیونکہ جب تک ایک سخت جنگ اسُر اور دیوتاؤں کے درمیان نہ ہو تو اسُر مفتوح نہیں ہوتے ؞

(۴۳) زیرک آدمی پر پوشیدہ نہیں کہ جب وہ اپنے من کی برتّیوں میں غور کرے تو جان سکتا ہے کہ اُس کا دِل ایک قلعہ کی مانند ہے جس پر اسُر اور دیوتاؤں کی چڑھائی ہوتی ہے۔ اور نیکی اور بدی کے خیالات مثل اُن تیروں کے ہیں جو ہر جانب سے آتے ہیں۔ اور کسی وقت بھی فُرصت نہیں ہے کہ دِل خیالات سے خالی ہو۔ پس تعجب ہے کہ وہ آدمی جسکے دِل پر مختلف فوجیں عالمِ ملکوت (منوراج) کی چڑھ آئی ہوں اور اُسے بار بار نشانہ کر رہی ہوں بے فکر بیٹھا رہے بلکہ دُنیا کی ترقی اور گھر بار کے فکر میں لگا رہے

(۴۴) انسان کو چاہئے کہ وہ ضروری کارِ دُنیا سے فراغت پاکر صبح اور شام خلوت میں بیٹھکر من کی برتّیوں کا بچار کرے اور اُن کو اپنے دِل سے روکے۔ اگر نہیں رُکیں تو ضروری ہے کہ بدی کے خیالات کو مغلوب کرے اور نیکی کے خیالات کو آنے دے کیونکہ اسی صُورت میں۔ دیوتاؤں کی فتح اور اسُروں کی ہار ہو جاتی ہے۔ پھر اُس کا دِل بھی فرشتوں کی ایک گُزرگاہ ہو جاتا ہے اور ترقیٔ رُوحانی پاجاتا ہے۔

(۴۵) اسُروں کے نشان تو یہ ہیں کہ وُہ حِسّی (جسمانی) فوائد کو پیشِ نظر کراتے ہیں اور آخرت کے فوائد کو نظر انداز کراتے ہیں۔ لیکن دیوتاؤں کے نشان یہ ہیں کہ وہ جسمانی

بھوگوں کو ہیچ کر دکھاتے ہیں اور رُوحانی بھوگوں کو جو آسمانی ہیں بیش نظر کراتے ہیں ؛

(۴۶) وُہ جس پر اسُر غالب آتا ہے دُنیا کے ظاہری بھوگوں کو پسند کرتا ہے اور آخرت کو شاستر کا ایک عشوہ اور برہمنوں کا حیلہ جانتا ہے انہیں پوپ بلکہ پوپوں کا شکاری تصور کرتا ہے۔ اِس لئے شاستر کو سُنتا ہُوا بھی نہیں سُنتا اور یُونہی فسانۂ عجائب کی کہانی خیال کرتا ہے۔ اگر کبھی کبھی ست سنگ بھی کرتا ہے تو خود شاستر کو اپنی عقل سے ترمیم کیا چاہتا ہے کہ پچھلوں کی غلطی ہے جو ایسا لکھا ہے۔ اس میں تو نقصان ہے کچھ بھی فائدہ نہیں ؛

(۴۷) پر وُہ جس پر دیوتا غالب آتے ہیں دُنیا کے ظاہری بھوگوں کو فانی اور ہیچ جانتا ہے اُنکی زیادہ طلب نہیں کرتا بلکہ اُسی قدر جو اُسکی حیات اور آرام کے لئے کافی ہیں تلاش کرتا ہے۔ اور رُوحانی بھوگوں کی خواہش زیادہ کرتا ہے جو باقی اور ابدی ہیں۔ اور شاستری حکموں پر چلتا اُمیدوار ورثۂ آسمانی ہوتا ہے تاکہ بادشاہتِ آسمانی میں داخل ہووے اور اپنے باپ پرجاپتی کی وراثت حاصل کرے ؛

(۴۸) ہرچند اس جنگ میں بڑی بڑی تدابیرِ علمی اور عملی ہیں جن کے وسیلے اسُر تو مفتوح اور دیوتا فاتح ہو جاتے ہیں (اِس عِلم کو تہذیب اخلاق بولتے ہیں اور اُسکی ابتک بسیط کتابیں ملتی۔ وہ سنسکرت میں ہیں جو یوگ آدِک شاستر کہلاتی ہیں) تو بھی منو برتیوں کا فتح کرنا ایسا مُحال ہے جیسا کہ ایک عاجز آدمی تمام دُنیا کے فتح کرنے میں قاصر ہوتا ہے۔ اِس لئے جبتک خاص بھگوت کرپا اور فضل خداوندی اُسکے یار نہووین

فاتح نہیں ہو سکتا۔ لیکن بیدوں میں اُس کا خاص عمل جیو تشٹھوم (ज्योतिःष्टोम) یگیہ اور پرانوں کا شغل ہے جسکے سبب اسُر ضعیف ہو جاتے ہیں اور دیوتا فاتح ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے انسان کو چاہیئے کہ شاستری قاعدوں سے جیو تشٹھاوک ہوم اور پران اُپاسنا کرے۔ یہی سہل علاج ہے۔ یوگ آدِک شاستروں میں بڑی بڑی ریاضت ہے اور پھر بھی اُس سے فتح اُن کی لابدّی نہیں ✤

(۴۹) جیو تشٹھ آدک ہوم کی صورت نو آرزو واں کے لئے جاننا ضروری نہیں کیونکہ برہمن اسکو کرا سکتے ہیں۔ لیکن پران اُپاسنا ضروری ہے کیونکہ وہ اُسکے عقیدے کی بات ہے۔ اور وہ یہی تقدیق ہے کہ میں رُوح ہُوں خاک نہیں۔ میں پران ہُوں بدن نہیں۔ اور جب یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے تو اسُر خود بخود بھاگ جاتے اور شکست کھا جاتے ہیں۔ کیونکہ بدی کے خیالات اصل میں خاک اور بدن اور حواسوں کے ہیں رُوح کے نہیں۔ اور رُوح تو بدی سے پاک ہے جو پران کہا جاتا ہے۔ جب کہ یہ رُوح سے جنا جاتا ہے اور رُوح ہو جاتا ہے تو پھر اُسی طرح بدی کے خیالوں اور کاموں سے پاک رہتا ہے جیسا کہ آریہ بچّہ مسلمان کے مطبخ میں کھانا پکتا دیکھتا ہے پر کھانے کی آرزو نہیں کرتا بلکہ دیکھکر بھاگ جاتا اور کراہیت پاتا ہے ✤

(۵۰) اسی طرح وہ دوجنما بھی جب رُوح سے جنا جاتا ہے تو بد کاموں اور بدی کے خیالات سے کراہیت پاتا ہے۔ آخر جُوں جُوں رُوح میں جوان ہوتا جاتا ہے تُوں تُوں اُنکی طرف خیال بھی نہیں کرتا۔ اِس وجہ سے اسُر رُوح کے شغل سے بآسان شکست ہو جاتے ہیں یہی سبب ہے

کہ دو جاتی مائیں اپنے بچّوں کو بھی لوریاں دیتی ہیں کہ "بیٹا تُوں تو رُوح اور پران ہے اور دو جاتی ہے۔ تجھے جسمانیوں سے مِلنا اور اُن کے عِلموں کی تعلیم پانا واقع میں رُوحانیوں اور دو جانیوں سے گرجاتا ہے"۔ جُوں جُوں دوجاتی بچہ بڑھتا ہے غیر قوم (جسمانیوں) سے کھان پان نہیں کرتا اور اُن کے عقائد اور علُوم کو سُنتا ہؤا بھی کراہیت پاتا ہے۔ تُوں تُوں اپنے رُوح کی اُپاسنا میں جوان ہوتا جاتا ہے ✤

(۱۵) آہ افسوس! کہ اِس وقت بجائے اِس کے آریہ بچہ مغربی تعلیم میں دیا جاتا ہے۔ اور بجائے برہم چریہ اور تعلیم وید سنسکرت کے جسمانیوں کے علُوم کی تعلیم پاتا ہے جو دُنیا کی طرف رغبت دلاتی اور اُسے جسم جسمانی خیال دلاتی ہے۔ اگرچہ وُہ نام کا دوجاتی اور آریہ ہوتا ہے حقیقت میں نہ تو وُہ رُوح سے جنا جاتا ہے اور نہ دو جنما ہوتا ہے۔ اُسی طرح جسم میں خودی کا عقیدہ پاتا مِثل جسمانیوں کے جسمانی ہوجاتا ہے اور مِثل بشروں کے مَرتا ہے اور شاہزادوں میں سے ایک کی مانند گِر جاتا ہے۔ بادشاہتِ آسمانی میں داخل نہیں ہوتا

(۱۶) یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے ہماری کپول کلپنا نہیں۔ بلکہ اُدگیت برہمن میں ثابت ہؤا ہے کہ خود پرجاپتی کے تجربہ سے تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک مُرود ح میں شغل نہیں کرتا اور اُسی کو مُدگاتا نہیں بناتا ہرگز اسُروں پر فتحیاب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ تجربہ جو پرجاپتی میں ہؤا ہے بطور کہانی اُدگیت برہمن میں درج ہے۔ ہم بھی اُردو دانِ کے یقین کے لئے یہاں مختصر ترجمہ کرتے ہیں ✤

(۵۳) یجر وید ارنیک بھاگ اُدگیت برہمن میں یوں لکھا ہے کہ پرجاپتی کی اولاد دیوتا اور اسُر دو لشکر ہیں۔ جن میں دیوتا تو چھوٹے ہیں اور اسُر بڑے۔ اور پہلے کلپ میں جب تک پرجاپتی نے اس کلپ میں منصب پرجاپتی نہیں پایا تھا بلکہ بصورتِ انسان مجسّم تھا اُن کا جنگ ہُوا۔

(۵۴) اسُروں نے اُسے دُنیا کے بھوگوں کا جلوہ دکھایا اور دُنیا کی طرف لگانا چاہا۔ دیوتاؤں نے اُسے آخرت کے بھوگ دکھائے اور آخرت کی طرف لگانا چاہا ✤

(۵۵) اسی طرح جب خُوب اُن میں جنگ ہُوا اور دونوں طرف سے علمی و عملی تدبیریں کی گئیں تو آخر دیوتاؤں نے یُوں مشورہ کیا کہ آؤ ہم جیوتشٹوم یگ میں اُدگیت عمل سے اسُروں کو جے (فتح) کریں

(۵۶) تب اُنھوں نے کلام کو کہا کہ ہمارے لئے اُدگاین کرو۔ اس نے کہا اچھا۔ تب اُس نے دیوتاؤں کے لئے گائن کیا۔ لیکن جو کلام کے بھوگ ہیں وُہ تو اُن کے لئے گائے اور خوش گفتار اپنے لئے گائی ✤

(۵۷) تب اسُروں نے جانا کہ یہ ضرور اس اُدگاتا کے سبب سے ہمیں جے کریں گے۔ اِس لئے اُٹھے اور کلام کو چھُوا اور ناپاک کردیا اسی سبب سے کلام گُفتنی ناگُفتنی بولتا ہے ✤

(۵۸) پھر اُنھوں نے ناک کو کہا کہ تُم ہمارے لئے اُدگاین کرو۔ اُس نے کہا کہ اچھا۔ تب اُس نے دیوتاؤں کے لئے اُدگاین کیا لیکن جو ناک کے بھوگ ہیں وہ تو اُن کے لئے گائے۔ جو اچھا سُونگھنا ہے وُہ اپنے لئے گایا ✤

✤ دیکھو برہدارنیک اُپنشد ادھیائے پہلا براہمن تیسرا۔ چھاندوگ اُپنشد۔ پرپاٹھک پہلا۔ کھنڈ دوسرا۔

(۵۹) تب اسُروں نے جانا کہ یہ ضرور اس اُدگاتا کے سبب سے ہمیں جے کرلیں گے۔اِس لئے اُٹھے اور ناک کو چھُوا اور ناپاک کر دیا۔اسی سبب سے ناک نیک و بد سُونگھتی ہے ÷

(۶۰) پھر اُنہوں نے آنکھ کو کہا کہ تم ہمارے لئے اُدگاین کرو۔ اُس نے کہا اچھا۔تب اُس نے دیوتاؤں کے لئے اُدگاین کیا۔لیکن جو آنکھ کے بھوگ ہیں وُہ تو اُن کے لئے گائے۔جو خوش دیکھتا ہے وُہ اپنے لئے گایا۔

(۶۱) تب اسُروں نے جانا کہ یہ ضرور اس اُدگاتا کے سبب سے ہمیں جے کرلیں گے۔اِس لئے اُٹھے اور آنکھ کو لگ گئے اور ناپاک کردیا۔ اسی سبب سے آنکھ نیک و بد دیکھتی ہے ÷

(۶۲) پھر اُنہوں نے کان کو کہا کہ تُم ہمارے لئے اُدگاین کرو۔اُسنے کہا اچھا۔تب اُس نے دیوتاؤں کے لئے اُدگاین کیا۔لیکن جو کان کے بھوگ ہیں وُہ تو اُن کے لئے گائے جو خوش سُنتا ہے وہ اپنے لئے گایا ÷

(۶۳) تب اسُروں نے جانا کہ یہ ضرور اِس اُدگاتا کے سبب سے ہمیں جے کرلیں گے اِس لئے اُٹھے اور کان کو لگ گئے اور ناپاک کر دیا۔ اسی سبب سے کان نیک و بد سُنتا ہے ÷

(۶۴) پھر اُنہوں نے دِل کو کہا کہ تُم ہمارے لئے اُدگاین کرو۔اُس نے کہا اچھا۔تب اُس نے دیوتاؤں کے لئے اُدگاین کیا۔لیکن جو دِل کے بھوگ ہیں وُہ تو اُن کے لئے گائے۔جو اچھا سوچتا ہے وُہ اپنے لئے گایا ÷

(۶۵) تب اسُروں نے دیکھا کہ یہ ضرور اس اُدگاتا کے سبب سے ہمیں جے کرلیں گے اِس لئے اُٹھے اور دِل کو لگ گئے اور ناپاک کر دیا۔اِس لئے دِل نیک و بد سوچتا ہے۔اِسی طرح جو جو الفنی ارواحوں میں

اُنہوں نے اُودگاتا یا پیشوا یگ میں بنایا۔ سب کو اسُروں نے پاپی
کر دیا۔ اور آج تک بھی اُن میں نیک و بد کا انضمام ظاہر ہے ٭
(۶۶) آخرالامر اُنہوں نے پران کو جو جانِ پاک ہے کہا کہ تم ہمارے
لئے اُدگایئن کرو۔ اُس نے کہا اچھا۔ تب اُس نے اُن کے لئے گایا۔ اور
اسُروں نے دیکھا کہ اب ضرور اس اُودگاتا کے سبب سے ہمیں جیت کرلیں
گے۔ وُہ اُٹھے اور اُس سے لگے۔ لیکن لگتے ہی اِس طرح ٹوٹ گئے
جس طرح تیز بسُولہ ایک سخت پتھر پر چلایا ہُوا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا
ہے۔ اِس طرح دیوتا فتحیاب ہو گئے اور اسُر مفتوح ہُوئے ٭
(۶۷) اسی سبب سے جانا جاتا ہے کہ جانِ پاک کسی طرح بدی کے
لائق نہیں۔ جب کہ وُہ قابلِ بدی نہیں۔ اسُر اُسے کچھ نہیں کر سکتے بلکہ
اُس سے لگتے خود فنا ہو جاتے ہیں۔ اب جو کوئی ایسا جانتا ہے اُسکے
حاسد مغلوب ہو جاتے ہیں ٭
(۶۸) پھر اُن ارواحوں نے کہا کہ وُہ کون ہے جس کی تقدیم
کرنے میں ہم نے اسُروں پر کامیابی حاصل کی؟ یقین ہو گیا کہ یہی
پاکِ جان ہے جسے پران بولتے ہیں اور یہی ہر ایک کی سار اور آتما
ہے۔ اسی سبب سے اسے انگرس بولتے ہیں ٭
(۶۹) پھر کہا یہی دیوتا ہے کہ جسے دُور بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ موت
اور پاپ اِس سے بعید رہتے ہیں۔ اور اُس سے بھی موت اور پاپ دُور
رہتے ہیں جو اُس میں خودی کا تصوّر کرتا ہے ٭
(۷۰) اسی رُوحِ اعظم کی تصدیق سے ان ارواحوں نے موت اور
پاپ سے نجات پائی۔ بلکہ ان کے پاپ لے کر اُس نے اُن جسمانیوں

ہیں پھینک دیئے جو اُفق انسان میں ملتے ہیں۔یعنی وہ جسمانی جو روح تو رکھتے ہیں لیکن رُوح میں خودی کی معرفت نہیں پاتے۔اور اسی سبب سے سنسکرت میں اُن کو انَنج بولتے ہیں کیونکہ انت لغتِ سنسکرت میں بمعنی اُفق کے ہیں جو اُفقِ انسان میں پیدا ہوتے ہیں اُسے انَنج بولتے ہیں۔ جب کہ پرجاپتی نے اپنے بھاری پاپ اُن میں پھینک دیئے ہیں اور وہ موروثی گناہوں میں گرفتار ہیں۔ دوجاتیوں کو اُن کے ساتھ برتاؤ کھان پان اور صحبت کی ممانعت ہے جیسے حیوان سے انسان کو ممانعت ہے ۔

(۱ے) پھر جب رُوحِ اعظم نے ان ارواحوں کو پاپ سے چھڑایا تو اُنہیں قیدِ موت سے بھی نجات ہوگئی۔یہی کلام جب موت سے ناجی ہُوا تو آگ میں میل (وصل) پا گیا جو اُس کا ادھی دیو ہے۔پس یہ آگ موت سے چھوٹی ہُوئی بدیہی چمکتی ہے اور یہی پرجاپتی کا کلام ہے ۔

(۲ے) پھر ناک کو نجات ہُوئی۔جب اُس نے موت سے نجات پائی تو ہوا میں میل پاگئی (یعنی تد رُوپ ہوگئی) جو اُس کا ادھی دیو ہے۔پس یہ ہوا موت سے چھُوٹی ہُوئی بدیہی چلتی ہے اور یہی پرجاپتی کی ناک ہے ۔

(۳ے) پھر آنکھ کو نجات ہُوئی۔جب اُس نے بھی موت سے نجات پائی تو آفتاب میں میل پاگئی (یعنی ابھید ہوگئی) جو اُس کا ادھی دیو ہے۔پس یہ آفتاب موت سے چھُوٹا ہُوا بدیہی چڑھتا ہے اور یہی پرجاپتی کی آنکھ ہے ۔

(۴ے) پھر کان کو نجات ہُوئی۔جب اُس نے بھی موت سے نجات

پائی تو اطراف میں میل (وصل) پایا جو اُس کا ادھی دیو ہے۔پس وہ اطراف موت سے چھوٹے ہُوئے بدیہی دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہی پرجاپتی کے کان ہیں ❊

(۵ ک) پھر دل کو نجات ہُوئی۔جب اُس نے بھی موت سے نجات پائی تو چاند میں میل (وصل) پا لیا جو اُس کا ادھی دیو ہے۔پس یہ چاند موت سے چھوٹا ہُوا چڑھتا ہے اور یہی پرجاپتی کا دل ہے۔اِسی طرح ہر ایک کو یہ رُوح اعظم نجات دیتی ہے جو اُسمیں خودی کا تعقل کرتا ہے ❊

(۶ ک) پھر پران نے اپنے لئے غذا کو گایا۔اِسی سبب سے جو کچھ ہے تمام رُوح کی خوراک ہے۔اور وُہی اُسے کھاتا ہے۔اور اِس سبب سے کہ سب کو یہی کھاتا ہے یہی ملک الموت ہے ❊

(۷ ک) تب دُوسری ارواحوں نے اُسے کہا کہ جو کچھ ہے سب تُم نے اپنی خوراک کے لئے گایا اب ہم کیا کریں ہمارے لئے بھی کچھ حصہ کرو۔اُس نے فرمایا کہ تُم سب مجھ میں قائم ہو جاؤ۔ اور مجھے اپنی خودی جانو۔ تب اُنہوں نے کہا اچھا۔پھر وُہ تمام اُسی میں قائم ہوگئیں اور تمام کی حقیقت خود یہی پران ہے جو سب کا باپ ہے۔اِس لئے جو کچھ ہم کھاتے ہیں حواس اور قوٰی اُس سے سیر ہو جاتے ہیں ❊

(۸ ک) وُہ بھی جو اِس طرح جانتا ہے کہ "مَیں رُوح ہُوں۔بدن نہیں" ہر ایک کا خداوند ہوتا ہے۔اور تمام اُسی میں زندگی پاتے ہیں۔ جب ایسا عالِم پہلا لُقمہ کھاتا ہے تو اُس سے پران سیر ہوتا ہے۔ اور پران کے سیر ہُونے آنکھ سیر ہوتی ہے۔(اور آنکھ کے سیر ہُونے

آفتاب سیر ہوتا ہے۔ اور آفتاب کے سیر ہوئے جو خلقت آفتاب میں آباد ہے تمام سیر ہو جاتی ہے ٭

(۷۹) جب وہ دوسرا لقمہ کھاتا ہے تو اس سے ویان سیر ہوتا ہے اور ویان کے سیر ہوئے کان سیر ہوتا ہے اور کان کے سیر ہوئے چاند سیر ہوتا ہے۔ اور چاند کے سیر ہوئے اطراف سیر ہوتے ہیں۔ اطراف کے سیر ہوئے جو اُن میں آباد ہیں سیر ہو جاتے ہیں ٭

(۸۰) جب وہ تیسرا لقمہ کھاتا ہے تو پہلے اس کا اپان سیر ہوتا ہے اور اپان کے سیر ہوئے کلام سیر ہوتا ہے۔ اور کلام کے سیر ہوئے آگ سیر ہوتی ہے۔ آگ کے سیر ہوئے زمین سیر ہوتی ہے۔ زمین کے سیر ہوئے جو اس میں آباد ہیں سیر ہو جاتے ہیں ٭

(۸۱) جب وہ چوتھا لقمہ کھاتا ہے تو پہلے سمان سیر ہوتا ہے۔ اور سمان کے سیر ہوئے دل سیر ہوتا ہے اور دل کے سیر ہوئے بادل سیر ہوتے ہیں اور بادل کے سیر ہوئے بجلی سیر ہوتی ہے۔ بجلی کے سیر ہوئے جو بجلی میں آباد ہیں سیر ہو جاتے ہیں ٭

(۸۲) جب وہ پانچواں لقمہ کھاتا ہے تو پہلے اُدان سیر ہوتا ہے۔ اُدان کے سیر ہوئے ہوا سیر ہوتی ہے۔ ہوا کے سیر ہوئے فضا سیر ہوتی ہے۔ فضا کے سیر ہوئے جو کچھ فضا میں رہتے ہیں تمام سیر ہو جاتے ہیں۔ جو شخص پہلے اس طرح ایمان نہیں پاتا کہ "میں رُوح ہوں۔ بدن نہیں۔" جو کچھ آگ میں ہوم کرتا ہے یوں ہی جلاتا ہے۔ بلکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بھسم میں آہوتی کرتا ہے۔ مگر جو ایسا اعتقاد رکھتا ہے اور وید منتروں سے آگ میں ہوم کرتا ہے تو تمام لوک میں اور

جھوٹوں ہیں اور تمام کی آتما میں ہوم ہو جاتا ہے بلکہ آپ بھی کھاتا ہے تو واقع میں ہوم کا پھل پاتا ہے۔ اور جس طرح تنکا آگ میں پھینکا ہوا جلتا ہے اُسی طرح اُسکے پاپ جل جاتے ہیں اور اُسکا جھوٹا اگر چانڈال بھی کھا لیوے۔ تو پاپوں سے بچ جاتا ہے۔ زیادہ کیا لکھیں جس طرح دُودھ کے لئے بچھڑے گائیوں کو ٹوکارتے ہیں اُسی طرح دیوتا اور پتر دیکھتے ہیں کہ ایسا ایماندار (دنشچہ وان) کب کھاتا ہے ❊

(۸۳) تعجب نہ کرو کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ پرجاپتی کے حواس و قویٰ اِس اجمان سے دیوتا ہو گئے بلکہ وجہ اُس کی یہ ہے کہ یہ دیوتا بیرونی جو پرجاپتی کے حواس و قویٰ ہیں یہی ہمارے خباثتِ اعمال کے سبب سے مقید موئث ہو کر ہمارے ساتھ اِس مختصر حویلی میں بصُورتِ حواس و قویٰ جسمانی ظاہر ہوئے ❊

(۸۴) اگنی دیوتا مقید ہوا ہم میں کلام کرتا ہے جس طرح وُہ پرجاپتی میں گفتار کرتا ہے اور اُس سے نکلا اُسی کا رُوپ ہے۔ اس سبب سے کلام تو انسانی طاقت ہے۔ پر آگ جو پرجاپتی کی نطق کی طاقت ہے اُس کا مبداء ہے۔ اِسی سبب سے آگ کو کلام کا ادھی دیوتا کہا جاتا ہے۔

(۸۵) پھر اس طرح ہوا کا دیوتا مُقیّد ہوا ہم میں اُسی طرح سُونگھتا ہے جیسے وُہ پرجاپتی میں خوشبوئیں لیتا ہے۔ اور ناک بھی اُس سے نکلا اُسی کا رُوپ ہے۔ اسی سبب سے ناک تو طاقتِ انسانی ہے۔ پر ہوا جو پرجاپتی کی ناک ہے اُس کا مبداء ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ ہوا کو ناک کا ادھی دیوتا بولتے ہیں۔

(۸۶) پھر اس طرح سُورج دیوتا مقید ہوا ہم میں اُسی طرح دیکھتا ہے جیسا وہ پرجاپتی میں دیدار کا سبب ہوتا ہے۔ اور یہ آنکھ سُورج سے نکلی سُورج رُوپ ہے جو پرجاپتی کی آنکھ ہے۔ اور آفتاب واقع

ہیں اُس کا مبداء ہے اِسی سبب سے آفتاب آنکھ کا ادھی دیوتا کہلاتا ہے۔
(۸۷) پھر اسی طرح اطراف کا دیوتا مقیّد ہُوا بصورتِ کان ہم میں ظاہر ہُوا ہے۔جس طرح اطراف پرجاپتی کے کان ہیں اور اُس کے لئے سماعت کے باعث ہیں کان بھی ہمیں سُناتے ہیں۔اور یہ کان اطراف سے نکلے اطراف رُوپ ہیں جو پرجاپتی کے کان ہیں۔اور وہی اطراف اُسکے مبداء ہیں۔اسی سبب کانوں کا ادھی دیوتا دِگ دیوتا ہے ⁂
(۸۸) پھر اسی طرح چاند کا دیوتا مقیّد ہُوا ہم میں بصُورتِ دِل نمُودار ہُوا ہے۔جس طرح پرجاپتی چاند لوک کے سبب سے سوچتا سمجھتا ہے۔اُسی طرح ہم بھی دِل کے سبب سے سوچتے سمجھتے ہیں۔اِس وجہ سے ہمارا دِل چاند سے نکلا چاند رُوپ ہے۔اور یہی چاند اُس کا مبداء ہے۔اور یہی دِل کا ادھی دیوتا کہلاتا ہے۔
(۸۹) الغرض ہمارے ادھیاتم پران اُسی ادھی دیوک پران کے ٹکڑے ہیں جو پرجاپتی ہے۔اور ہمارے قوٰی و حواس بھی اُسی کے حواس اور قوٰی کے ٹکڑے ہیں جو شامتِ اعمال کے سبب سے مُطلق سے مقیّد ہُوئے ہیں چونکہ بسببِ قیدِ شامتِ اعمال ہم کُل سے جُزو میں نازل ہُوئے ہیں اور ہمارے حواس بھی ہمارے شامتِ اعمال کے سبب سے مُطلق سے مقیّد ہُوئے ہیں اِسی سبب سے ہم بدن میں خودی کا تصوّر پیدا ہیئتی رکھتے ہیں ⁂
(۹۰) پر جب ہم تعلیم شاستری سے رُوح میں خودی کا ایمان (رنشچہ) پاتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ہم رُوح ہیں۔بدن

نہیں۔بلکہ پرجاپتی کے فرزند پرجاپتی رُوپ ہیں"۔ اور پھر اس ایمان سے نیک اعمال کو پار کرتے ہیں تو ہمارے پاپ اُسی طرح دُور ہو جاتے ہیں جیسا کہ پرجاپتی کے پاپ پہلے کلپ میں اِس ایمان سے دُور ہُوئے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب قید باپوں کی ٹوٹتی ہے تو حواس اپنے اپنے مبداء میں ایک ہوجاتے ہیں اور ہم کبھی پرجاپتی بس ایک ہو جاتے ہیں۔اور مُقید مطلق ہو جاتا ہے اسی کو نجات بولتے ہیں۔

(۹۱) اِس قسم کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ "مَیں رُوح ہُوں" یہی ایمان (اعتقاد) اصل بُنیاد عمل کی ہے۔جب تک یہ ایمان نہیں آتا عمل بھی بے تاثیر رہتا ہے۔بلکہ جو یہ ایمان نہیں رکھتا اور عمل کرتا ہے وُہ تو پتریاں سڑک پر چلتا ہے۔چاند لوک کی راہ پاتا ہے۔دیویان سڑک پر نہیں چلتا ۔

(۹۲) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایمان تو چاہیئے۔لیکن زبان سے اس کی تصدیق نہیں چاہیئے۔ یہ غلط ہے۔بلکہ تصدیق اِس کی مثل شیرِ ببر کے گرج کر کرنی چاہیئے۔کیونکہ برہم وت چیکیتانے (~~छन्द त स्यो कि ना ने था~~) یہاں برہمن نے اُس وقت جبکہ تمام رشیوں کے یگ میں اُدگاتا تھا سوم رس کھاتے ہُوئے شیر ببر کی طرح گرج کر اس ایمان کی تصدیق فرمائی ہے ۔

(۹۳) برہم دت نے یگ کا سوم رس کھاتے ہُوئے رشیوں میں گرج کر فرمایا کہ "مَیں رُوح ہُوں بدن نہیں"۔اگر مَیں نے رُوح میں ہوکر اُدگاین نہیں کیا تو یہی سوم رس جو اب مَیں کھاتا ہُوں مجھے عالمِ علوی سے گرادے۔پس مثرنباں ایسی تصدیق

کے آشکارا حکم بھی فرماتی ہیں ٭

(۹۴) جبکہ رشی مُنی وید دان برہمن اِس ایمان کی آشکارا تصدیق فرما رہے ہیں تو اُن لوگوں کا قول جو انکارِ تصدیق میں ہے ضعیف اور غلط ہے۔ اور دلیل بھی ہے کہ جو کچھ دِل میں ہوتا ہے وُہی زُبان پر آتا ہے۔ اگر کوئی دعوےٰ کرے کہ مَیں اُس کا ایمان تو رکھتا ہُوں مگر تصدیق زُبانی نہیں کرتا تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس کا ایمان خام ہے۔ اور عاقبت کے کاموں میں بھی بے تاثیر ہے ٭

(۹۵) ویدوں کا مطلب یہ ہے کہ جب عقائد اور عمل پُختہ ہوتے ہیں تو وُہی موت میں پھل دیتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جیسے مَتی ہوتی ہے ویسے گتی ہوتی ہے۔ کیونکہ بھنگی جب خواب میں جاتا ہے تو اگرچہ اپنے خیال میں زمین و آسمان۔ بادشاہ اور رعایا سب کچھ رچتا ہے لیکن آپ اپنے عقیدے کے موافق بھنگی کی صُورت میں اُٹھتا ہے۔ اور ٹٹیّوں کو صاف کرتا ہے۔ اور راجہ جب خواب میں جاتا ہے تو اپنے تصورِ راجگی کے سبب سے بصُورتِ راجہ اُٹھتا ہے۔ بھنگی نہیں ہو جاتا ہے۔

(۹۶) اسی طرح جس کو پختہ عقیدہ ہے کہ "مَیں رُوح ہُوں اور اور پرجاپتی ہُوں" وُہ موت میں رُوح اور بصورتِ پرجاپتی اُٹھے گا۔ اور جس کو تصوّر ہے کہ "مَیں بدن عاجز گنہگار بندہ ہُوں" وُہ اُسی طرح قیدِ بدن میں عاجز اُٹھے گا۔ اِس لئے نجات کے اُمّید وار کو پہلے پہل یہی ایمان پُختہ کرنا چاہئے کہ "مَیں رُوح ہُوں اور پرجاپتی

کا فرزند پرجاپتی رُوپ ہُوں" جب تک یہ ایمان نہیں پاتا نئی پیدایش میں داخل نہیں ہوتا بلکہ شُودر یا جسمانی ہوتا ہے۔ اور اُسے ویدک کرموں کا بھی اصل میں ادھکار نہیں ہوتا۔ کیونکہ جسم تو فانی ہے یہاں جلایا جاتا ہے۔ عملوں کا پھل کس کو ہوگا؟ لیکن جو رُوح ہے وُہ تو مرتا نہیں۔ عملوں کا پھل اُسے ضرور حاصل ہوگا۔ اِس لئے رُوح کا تصدیق واقع میں عملوں کے استحقاق کا اوّل مُوجب ہے ؛

(۹۷) اُردو داں کو ضرورت زیادہ اسی ایمان کی ہے۔ اِس لئے ہم نے اُس کے اُصول بہ تشریح لکھ دیئے ہیں۔ لیکن عملوں کی صُورت بیان کرنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ برہمن اُس کی صورت کو جانتے ہیں اور اُن کے وسیلہ سے وہ عمل یگ آدِک کر سکتا ہے ؛

(۹۸) ویدوں کا مطلب یہ ہے کہ برہمن دُوسروں کے لئے دلّال کی نسبت رکھتا ہے۔ جس طرح دیہاتی آدمی بیوپار نہیں کر سکتا بلکہ اگر خرید و فروخت چاہے تو اُسے چاہیئے کہ دلّال کی معرفت خرید و فروخت کرے تو نقصان نہیں اُٹھاوے گا۔

(۹۹) جس طرح دلّال کی نظر پر دیہاتی آدمی کا کام چلتا ہے اِسی طرح یگ کرانے والے برہمن کی نظر پر یجمان کو پھل ہوتا ہے۔ اور یہ برہمن جس قسم کا شاستری ایمان رکھتا ہے۔ اُسی کے موافق پران یجمان میں نظر کرتا ہے اور نجات کا باعث ہو جاتا ہے۔

(۱۰۰) راجا جنک کی مجلس میں ہوتا شول (होता ऽश्वल) برہمن نے یاگیہ ولک برہمن منی سے سوال کیا کہ یاگیہ ولک یہ جو اُدگیت برہمن میں معلوم ہوا ہے کہ یجمان کے حواس پانچوں کے لگ جانے سے مقید موت ہو رہے ہیں کس نظر سے نجات پاتے ہیں ؟ منی جی نے جواب دیا کہ جب ہوتا یجمان کے کلام کو اگنی دیوتا اور اپنے سے ایک کرکے دیکھتا ہے تو اِس نظر ہوتا سے اُس کے حواس قیدِ موت سے چھوٹ جاتے ہیں اور محدود گولکوں سے آزاد ہوئے اپنے اپنے ادھی دیو غیر محدود میں رل جاتے ہیں۔

(۱۰۱) دانا ہوتا کا یگ میں یہ تصور ہوتا ہے کہ یجمان کا کلام واقع میں ہوتا ہے اور یہی کلام اصل میں آگ ہے۔اور یہی ہوتا ہے پس یہی نظر اُس کی یجمان کی نجات ہے۔ جو برہمن اس طرح نہیں جانتا اور یگ کراتا ہے انجان ہے۔

(۱۰۲) پھر اُس نے سوال کیا کہ زمانہ گذرتا جاتا ہے یا تو تتھی روپ ہے یا دن رات روپ ہے۔اور زندگی یجمان کے وقت پر موقوف ہے۔کس نظر سے یجمان قیدِ وقتِ دن رات سے چھوٹتا ہے ؟ منی جی نے جواب دیا کہ جب ادھوریو یجمان کی آنکھ کو آفتاب اور اپنے سے ایک دیکھتا ہے تو دن رات کی طوقیت سے چھوٹ جاتا ہے۔اُس کی ویدیوں ہوتی ہے کہ یجمان کی آنکھ واقع میں آفتاب ہے اور یہی یگ کا ادھوریو ہے اور یہی نظر اُس کی نجات ہے *

(۱۰۳) پھر اُس نے سوال کیا کہ تتھی روپ طوقیت سے یجمان کی نجات یگ میں کس طرح ہوتی ہے ؟ اُس نے جواب دیا۔ کہ جب اُدگاتا یجمان

* دیکھو برہدارنیک اُپنشد ادھیائے تیسرا برہمن پہلا۔

کی رُوح کو رُوح اعظم سے اور اپنے سے ایک دیکھتا ہے تو طوقیت نتھی
رُوپ وقت سے چھوٹ جاتا ہے بعد اس کی دِید یوں ہوتی ہے کہ
جو یہ یجمان کی رُوح ہے وُہی پرجاپتی کی رُوح ہے۔ اور یہی اُدگاتا
ہے۔ یہی عقیدہ اُس کی نجات ہے۔

(۱۰۴) پھر اُس نے سوال کیا کہ یجمان ان عملوں اور عقیدوں کے باعث
کس کی پناہ سے بعد موت سُرلوک کو جاتا ہے؟ مُنی جی نے جواب دیا کہ
جو برہما اس کے دِل کو چاند سے ایک دیکھتا ہے یہی دِید اِس کے عملوں
کی پناہ ہوتی ہے۔ اور وُہ دِید اِس طرح ہوتی ہے کہ یجمان کا
دِل واقع میں برہما ہے۔ اور وُہی چاند ہے اور وُہی نجات ہے۔

(۱۰۵) اس سوال و جواب کا مطلب یہ ہے کہ یجمان کے جو مختصر حواس
اور قویٰ ہیں اور اپنے اپنے ادھی دیوتاؤں سے جو کُلّی ہیں ٹکڑے
ٹکڑے ہوکر نکلے ہیں اور قیدِ موت اور وقت میں مقید ہیں یگ
ہیں برہمنوں کی اِس دید سے کہ اُن کو اپنے اپنے مبداء محیط میں
ایک کر دیکھتے ہیں اور عملِ کیمیائی رُوحانی کراتے ہیں بعد موت جُزو
سے کُل ہو جاتے ہیں۔ مقید سے مُطلق ہو جاتے ہیں۔ اِس طرح
اُردوان کے لئے برہمن اس قسم کی اُپاسنا میں وقتِ یگ دلال ہوجاتے
ہیں۔ لیکن وُہ جو خود اس قسم کا ایمان رکھتا ہے وُہ اَور بھی اولیٰ ہے۔

(۱۰۶) اُردوداں کو چاہیئے کہ جہاں تک مُمکن ہو پہلے اس ایمان کو
پُختہ کرے کہ مَیں بدن نہیں بلکہ رُوح ہُوں اور انسان نہیں بلکہ پرجاپتی
کا فرزند پرجاپتی رُوپ ہُوں۔ پھر برہمنوں کو جو وید داں ہیں
دلال کر کے اُن سے عملِ کیمیائی کراوے جو یگ کرم ہیں۔ تو وُہ

بھی بعد موت دیویان سڑک پر چلتا ہوا برہم لوک ہیں ست سنکلپ ست کام پرجاپتی سے وصل پا ویگا- اور تختِ آسمانی کو اپنے ورثہ میں حاصل کریگا* غلام اگرچہ خدمت اور عبادت کرے اُسے تخت نہیں مل جاتا- بیشک فردُور کا حق فروری ہے- اس لئے نیک کاموں سے نعمتیں آسمانی تو ملیں گی لیکن آزاد نہیں ہوتا- اور ست کام وست سنکلپ نہیں ہو جاتا- بلکہ پتریان سڑک کے راستہ چندر لوک میں جاتا دیوتاؤں کا بھوگ ہوتا ہے- اور لذتِ انفعالی پاتا ہے- اور پھر گرتا ہے-

(۱۰۷) پس اے بھائیو! ہم تو شودر نہیں بلکہ دو جاتی ہیں- جسمانی نہیں بلکہ رُوحانی ہیں- غلام نہیں بلکہ شاہزادۂ آسمانی ہیں- پھر کیوں دوبارہ غلامی کے جوئے تلے جُتنے آتے ہو؟ ہمارا کام غلامی نہیں بلکہ اُپاسنا ہے- بدی نہیں بلکہ نیکی ہے- شہوت غضب بھوگِ جسمانی کارِ جسمانیاں ہیں- نیکی اور ہوم اور باپ کی محبت کارِ رُوحانیاں ہیں- فرزندِ رشید وہی ہوتا ہے- جو باپ کے آداب سیکھتا ہے- اور اُس کے آداب وُہی ہیں جو ہوم آدِک کرم ہیں- اور اُس کے خُلق وُہی ہیں جو اُپاسنا آدِک عقیدے ہیں- وُہ فرزند جو اُن آداب سے مؤدب نہیں اور اُن اخلاق سے مہذّب نہیں ورثۂ آسمانی سے گر جاتا ہے- اور شاہزادوں میں سے ایک کی مانند تختِ آسمانی سے محرُوم رہتا ہے-

(۱۰۸) جب تک تخم لڑکے ہو اگرچہ وارث ہو تو بھی- جس طرح نابالغ شاہزادہ غلاموں اور اتالیقوں کی قید اور تعلیم میں مثل غلاموں کے رہنا ہے رہتے ہو- پھر جب وقت آتا ہے اور ورثہ پاتا ہے تو آخر مالک

یقین ہوتا ہے۔ تم بھی دُنیا میں جب تک قیدِ جسمانی ہے برہمنوں اور شاستروں کی قید میں ہو۔ خوب تعلیم پاؤ اور ادب اور اخلاق پرجاپتی سے مہذب ہو جاؤ۔ بادشاہت آسمانی نزدیک ہے۔ اُن جسمانیوں کی تعلیم اور خیالات سے پرہیز کرو۔ کہ اُن کے خیالات اور عقائد غلاموں کے ہیں شاہزادوں کے نہیں۔ زمینوں کے ہیں آسمانیوں کے نہیں —

(۱۰۹) اب ہم علم معاملہ میں اسیقدر اصول اُردو داں کے لیئے کافی خیال کرتے ہیں اِس سے زیادہ اُصول جس کو مطلوب ہوں وُہ وید بھگوان سے جو اصل ہے طلب کرے۔ لیکن ہم جتلا دیتے ہیں کہ علم معاملہ کی گو بڑی ترقی ہے۔ لیکن آخر وُہ بھی فانی ہے باقی نہیں۔ کیونکہ جو عملوں سے بنایا جاتا ہے آخر فانی ہوتا ہے۔ اور پِتر لوک بھی پُن کاموں سے بنایا جاتا ہے اِس لیئے بذاتہٖ امرت نہیں ؛

(۱۱۰) جبکہ یہ ترقّی باقی اور ذاتی نہیں اِسی سبب سے وید بھگوان آخر میں اسکی بڑی ہجو کرتا ہے اور طرف فضل کے بلاتا ہے۔ کیونکہ علمِ معاملہ میں بڑی بڑی فرودوری اور محنت ہے۔ اور جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے۔ اسی سبب سے عدل کا مرتبہ ہے۔ پر علمِ مکاشفہ میں کچھ بھی کرنا نہیں پڑتا اور جو کچھ ملتا ہے نقد اور مُفت ملتا ہے اسی سبب سے فضل کا مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وید بھگوان آخر کرموں میں رغبت دلاتا نہیں۔ بلکہ اُن سے اُپرام کراتا ہے تاکہ آریہ لوگ عدل سے اُسکے فضل میں شامل ہوں۔ اور وُہ جو باپ کا خاص آرام ہے اُس میں بھی دخل پاویں جو پرمانند کہلاتا ہے ؛

(۱۱۱) بڑھکر اس علم میں یہ بزرگی ہے کہ خاص آرام جو ذاتی ہے وہ تو نقد یہاں ہی ملجاتا ہے۔ اور ست سنکلپ اور ست کام آدِک فضائل تو بعد موت اُسے مثل سایہ کے مفت حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسلیئے ہم بھی اب علمِ معاملہ کو ختم کرتے ہیں اور اپنے عزیز شاگردوں کو فضل میں بُلاتے ہیں۔ ایشور پرماتما اُنہیں جو پڑھیں اپنے فضل کا جلوہ عطا کرے۔ تتھاستُو ؛

تعلیمِ دُوم

عِلمِ مکاشفہ میں

فصل (۱)

(۱) ہم پچھلی تعلیم میں حقیقتِ ارواح بخُوبی لکھ چُکے ہیں اور اُنکے خاص خاص کام بھی لکھ آئے ہیں کہ آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سُنتا ہے زُبان چکھتی ہے۔ دِل سوچتا ہے اور سمجھتا ہے۔ ہاتھ پکڑتے ہیں۔ پاؤں چلتے ہیں۔ کلام بولتا ہے۔ جاذبہ کھینچتی ہے۔ دافعہ نکالتی ہے۔ ماسکہ روکتی ہے۔ ہاضمہ پکاتی ہے۔ غاذیہ کچھ کا کچھ بناتی ہے ؞

(۲) یہ ارواحیں مِلکر جب بدن میں کام کرتی ہیں تو اُنہیں بہ ہیئتِ مجموعی انسان کہا جاتا ہے۔ اور اُنکے کاروبار واقع میں انسان کے کاروبار کہلاتے ہیں۔ بعض کار اُسکے بیرُونی ہیں بعض درُونی۔ وُہ ارواحیں جو بیرُونی کار و بار کرتی ہیں حواس و قوائے بیرُونی کہلاتی ہیں۔ اور جو درُونی کار و بار کرتی ہیں درُونی آلات ہوتی ہیں ؞

(۳) چونکہ یہی ارواح حقیقت میں کار و بار کرتی ہیں اِس لیئے یہی کرتا

بھوگتا ہیں کیونکہ عدل یہی ہے کہ جو کرتا ہے وُہی پاتا ہے۔ اسی سبب سے علم معاملہ میں انہیں کی تحقیق ہوتی ہے۔ ہم نے بھی پہلی تعلیم میں انہیں کا ذکر مفصل کیا ہے ÷

(۴) اب جان لو کہ جو کاروبار ہوتا ہے وہ کسی نُور میں ہوتا ہے اندھیرے میں نہیں۔ بلکہ جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کاروبار فوراً بند ہو جاتے ہیں۔ اِن ارواحوں کے کاروبار بھی جس نُور میں ہوتے ہیں وہ آتم نُور ہے۔ اُس کا ذکر ہم نے علم معاملہ میں نہیں کیا کیونکہ وہ نُور اِن سے الگ اکرتا ابھوگتا تماشائی ہے۔ اِس لئے علم معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا ÷

(۵) تمامی نجات اِسی آتم نُور کی پہچان پر موقوف ہے اِس سبب سے اِس کا ذکر علم مکاشفہ میں ہوتا ہے۔ بلکہ جس علم کے ذریعہ اس آتم نُور کی معرفت آتی ہے وُہی علم مکاشفہ ہے۔ اور یہی نُور خدا کا خاص آرام ہے۔ اور یہی عارفین کا پرم دھام ہے اِسی کو جانتا ہُوا یہ نفس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی کی معرفت کے باعث تمام قدرتیں خدائی مُفت میں عطا ہوتی ہیں ÷

(۶) یہ آتم نُور واقع میں سب کا درُونی نُور ہے۔ لیکن بیرُونی انوار میں چھپا ہُوا دکھائی نہیں دیتا۔ اور بیرُونی انوار بہت ہیں جو اِس نُور کے حجاب ہو رہے ہیں۔ انجان آدمی بیرُونی انوار کو ملاحظہ کرتا ہُوا اِس کو دیکھتا ہُوا بھی نہیں دیکھتا ہے۔ اِس لئے اِس بڑے فضل سے محرُوم رہتا ہے ÷

(۷) بیرونی انوار میں سب سے بڑا اور مشہور نور آفتاب ہے۔ کیونکہ جب آفتاب چڑھتا ہے تو انسان اُٹھتا ہے۔ بازار میں جاتا ہے۔ اپنے کار و بار کرتا ہے اور لوٹ آتا ہے۔ چونکہ آفتاب میں انسان اپنا کار و بار بخوبی کرتا ہے۔ اِس لئے آفتاب انسان کا نور ہے ❊

(۸) جب آفتاب نہیں ہوتا تو چاند اُس کا نور ہوتا ہے کیونکہ پھر وُہ چاند میں اُسی طرح کار و بار کرتا ہے جس طرح سورج میں کرتا تھا۔ اور جب چاند بھی نہیں ہوتا تو چراغ اُسکا نور ہوتا ہے کیونکہ پھر وُہ چراغ میں بھی اپنے کار و بار اُسی طرح انجام کر لیتا ہے۔ جب چراغ بھی نہیں ہوتا تو کلام اُسکا نور ہوتا ہے۔ کیونکہ اندھیری رات میں جہاں ہاتھ پسارا بھی نہیں دکھائی دیتا جہاں بُلایا جاتا ہے وہاں چلا جاتا ہے یا جہاں کوئی کُتا بھونکتا ہے یا گدھا رینگتا ہے تو وہاں چلا جاتا ہے ❊

(۹) اگرچہ کلام نور اُس کا مشہور نہیں ہے لیکن حقیقت نور کی اُس میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ جس طرح آفتاب یا چاند یا چراغ اُس کی آنکھ میں تجلّی دیتے ہوئے دل کو تمیز بخشتے ہیں اور اُسے کار و بار میں اُبھارتے ہیں۔ اُسی طرح کلام بھی اُس کے کان میں تجلّی مارتا ہوا۔ دل کو تمیز دیتا اور اُسے کار و بار میں اُبھارتا ہے اِس سبب سے وُہ بھی اُس کا نور ہے ❊

(۱۰) غیر مشہور نور اُسکا فقط کلام نہیں بلکہ بُو ذائقہ اور گرم و سرد بھی اُسکے انوار ہیں۔ کیونکہ یہ انوار بھی ناک زبان اور بدن میں

تجلّی مارتے ہوئے دِل میں تمیز پیدا کرتے ہیں اور اُسے کار و بار کے لئے اُبھارتے ہیں۔اِس سے معلوم ہُوا کہ جو شئے کسی وجہ سے دِل میں تمیز پیدا کرتی اور اُسے کار و بار کے لئے اُبھارتی ہے وہی اُسکی نُور ہوتی ہے

(۱۱) جان لو کہ یہ جُملہ انوار پہلے کسی حواسِ بیرُونی میں تجلّی مارتے دِل کو اُبھارتے ہیں جو بیرُونی آلات ہیں۔بلا اُنکے وسیلہ کے دِل کو جو درُونی آلہ اور تمیز کا مادّہ ہے نہیں اُبھارتے۔اِس لئے یہ بیرُونی انوار ہیں۔لیکن ذکر فکر میں جو دِل خود بخود اُٹھتا ہے اِن انوار سے نہیں اُٹھتا بلکہ درُونی نُور سے جو آتم نور ہے اُٹھتا ہے۔کیونکہ جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی شئے کا دھیان کریں تو دِل ہمارا آتم نُور سے تجلّی پاتا دھیان کی صُورت میں تمیز پاتا ہے اور کار و بارِ درُونی کرتا ہے

(۱۲) اِس درُونی نُور کی واقفی دِید خواب میں ہوتی ہے جب ہم عالمِ مثال میں سیر کرتے ہیں۔کیونکہ وہاں نیند کے سبب سے حواسِ بیرُونی تو بیکار ہوتے ہیں۔نہ تو وہاں آفتاب چمکتا ہے نہ چاند اور نہ چراغ جلتا ہے بلکہ کلام وغیرہ انوارِ بیرُونی بھی نہیں ہوتے۔تو بھی ہم اپنے ذاتی نُور میں ایک عجیب عالمِ خواب دیکھتے ہیں۔اور اُس میں اُسی طرح کار و بار کرتے ہیں جس طرح جاگرت میں بیرُونی انوار کے باعث کار و بار کرتے ہیں

(۱۳) ہم مُقرّر کر چُکے ہیں کہ جس میں انسان بقاعدۂ بالا کار و بار کرتا ہے وُہی اُس کا نُور ہوتا ہے۔اور عالمِ خواب میں انسان کا کار و بار اپنی ذات میں بہ مشاہدہ معلوم ہے۔اِس سے معلوم ہُوا کہ اُسکا آتما بھی اُسکا نور ہے۔اور اِس سبب سے کہ وُہ تمام ارواح کے اندر ہے درُونی نُور کہلاتا ہے ٭

(۱۴) خواب میں ہمارے آتم نُور کے تجلّے سے پاؤں مثالی چلتے ہیں۔ ہاتھ پکڑتے ہیں۔ آنکھیں دیکھتی ہیں۔ کان سُنتے ہیں۔ ہم گھوڑوں پر سوار ہوتے دُور دراز کا سفر کر جاتے ہیں۔ دوستوں سے ملاقات کرتے بازاروں میں جاتے کار و بار کرتے پھر لوٹ آتے ہیں اور حسین عورتوں سے بغلگیر ہوتے چھیڑ چھاڑ کرتے ہیں۔ یہ جُملہ برتاؤ آتم نُور میں ہوتا ہے جو انسان کا درُونی نُور ہے ٭

(۱۵) جب ہم جاگتے ہیں تو بھی اِسی آتم نُور میں برتاؤ کرتے ہیں۔ اور چاند اور سُورج اور چراغ رُوپ انوار تو اُسکی خدمت کرتے ہیں کیونکہ اگر جاگرت میں آتم نُور نہ ہو تو پھر کیا سُورج کیا چاند کیا چراغ مساوی ظلمت ہوتے ہیں۔ اسی سبب سے مُردہ کے حق میں وہ تمام اندھیرا ہے اِس سے معلُوم ہُوا کہ اصل میں نُور یہی آتما ہے۔ وہ بیرُونی انوار واقع میں انوار نہیں بلکہ حواسوں کے اُبھارنے کے اسباب ہیں۔ مگر عام لوگ بطریقِ مجاز اُن کو بھی نُور تصدیق کرتے ہیں ٭

(۱۶) جب ہمارا آتما آنکھ وغیرہ میں جلوہ دیتا ہے تو آنکھ دیکھتی ہے کان سُنتا ہے ناک سُونگھتی ہے زبان چکھتی ہے اور بدن گرم و سرد پہچانتا ہے۔ اسی کو دانا جاگرت بولتے ہیں۔ بیرُونی انوار تو اُنکے بعض کاموں میں وسیلہ ہوتے ہیں۔ مثلاً سُورج یا چاند یا چراغ تو عُنصری اندھیرے کو دُور کرنے کی خدمت کرتے ہیں تاکہ آنکھ اپنا پُورا اور صحیح کام کرے۔ اسی وجہ سے وہ تمام انوارِ بیرُونی اپنی خدمت میں محتاجِ نُورِ آتما ہیں ٭

(۱۷) لیکن آتم نُور اپنے پرکاش میں محتاج اُنکا نہیں کیونکہ بغیر

آنکھوں کے خواب میں دیکھتا ہے۔ بغیر کانوں کے سُنتا ہے۔ پاؤں کے بغیر چلتا ہے اور بغیر ہاتھوں کے پکڑتا ہے۔ انوارِ بیرونی جو جاکر حواسوں کے ہیں بہت دُور رہتے ہیں۔ کچھ بھی علاقہ اُس سے نہیں پاتے۔ اِس لئے معلوم ہُوا کہ آتم نُور اپنی ذات میں غنی ہے۔ اُن کا محتاج نہیں ہے *

(۱۸) بیرونی انوار اگرچہ حواسوں کی خدمت کرتے ہیں اور اُن میں تجلّی مارتے اُنہیں اُبھارتے ہیں لیکن وہ نہ اپنے آپ کو جانتے اور نہ حواسوں کو جانتے اور نہ اپنی خدمت کو جانتے ہیں اسلئے جڑھ ہیں * آتم نُور دِل کو دِل کے خیالات کو اور حواسوں کو اور کیا آفتاب کیا چاند کیا چراغ سب کو جانتا ہے۔ اس لئے سوپرکاش (स्वप्रकाश) اور نُورًا علیٰ نُور ہے۔ اِسی کو سنسکرت میں چیتن بولتے ہیں *

(۱۹) بیرونی انوار میں تو فقط تحریکِ حواس ہے دِیدار نہیں۔ آتم نُور میں علاوہ تحریک کے دِیدار بھی ہے۔ اِس لئے انوارِ بیرونی ناقص ہیں اور یہ آتم نُور کامِل نُور ہے۔ معہذا اُنکی تحریک بھی مختصر ہے کیونکہ آفتاب اور چاند و چراغ تو فقط آنکھ میں تحریک کرتے ہیں کان یا ناک میں تحریک نہیں رکھتے۔ آتم نُور تو کیا آنکھ کیا ناک۔ کیا کان سب میں تحریک کرتا ہے اور اُنہیں دیکھتا ہے۔ اس لئے ویاپک ہے *

(۲۰) اور وجہ سے بھی آتم نُور بہ نسبت انوارِ بیرونی فائق ہے۔ وہ یہ ہے کہ بیرونی انوار گو کسی وجہ سے سبب کار و بارِ بیرونی الشان

کے ہیں تو بھی اُسکے کار و بار میں تصرّف نہیں کرتے ہیں۔ آتم نُور کا تو اُسکے کار و بار میں کسی طرح تصرّف (ابھمان) بھی پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک طبعی تصرّف ارواحوں میں اِس کا نہیں ہوتا تب تک وُہ جُملہ رُوحیں بیکار اور مُعطّل ہوتی ہیں ٭

(۲۱) دیکھو جب یہ آتما دِل میں اور حواسوں میں تصرّف کرتا ہے تو جاگرت کے کار و بار انجام ہوتے ہیں۔ اور جب حواسوں سے تصرّف چھوڑتا فقط دِل میں تصرّف رکھتا ہے تو خواب کے کار و بار ہوتے ہیں اور عالمِ مثال کے بھوگ دِلاتا ہے۔ اور جب دِل سے بھی تصرّف چھوڑتا فقط پنج پران میں تصرّف رکھتا ہے تو غرق نیند ہو جاتی ہے۔ فقط پنج پران کار و بار کرتے ہیں۔ اور جب اُن سے بھی تصرّف چھوڑتا ہے تو موت ہوتی ہے ٭

(۲۲) اِس قسم کی غور سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آتم نُور کا ابھمان (تصرّف) اُن میں ہوتا ہے تو وہ کرتا بھوگتا ہوتے ہیں اور اپنے کار و بار کرتے ہیں۔ لیکن بیرُونی انوار اُن میں ابھمان یا تصرّف نہیں کرسکتے اِس وجہ سے بھی وُہ ناقص اور یہ کامِل نُور ہے اور وُہ جڑھ اور یہ چیتن ہے ٭

(۲۳) یہ نہیں گُمان کرنا چاہیئے کہ آتم نُور کا ابھمان ذاتی ہے۔ نہیں بلکہ کلپت ہے۔ کیونکہ جیسے جیسے اعمال اِنسان کے اُس کے بھوگ کے لئے طلُوع ہوتے ہیں ویسے ویسے اُس کا طبعی ابھمان اُنکے برتاؤ کے لئے ہوتا ہے۔ جب وہ اعمال ختم ہوتے ہیں تو وُہ اِس قسم کے ابھمان سے بھی اپنی ذات میں پاک دکھائی دیتا ہے ٭

(۲۴) دیکھو جب اُسکے اعمال جاگرت کے بھوگوں کے طالع ہوتے ہیں تو اُس کا ابھان حواسوں میں ظاہر ہوتا ہے۔جب وُہ ختم ہوتے اور خواب کے بھوگوں کے اعمال طلُوع ہوتے ہیں تو اُس کا ابھان حواسوں میں نہیں بلکہ فقط دِل میں ہوتا ہے۔اور جب جاگرت اور خواب کے بھوگ بھی ختم ہوتے ہیں تو غرق نیند ہوتی ہے۔اُسوقت دِل سے بھی ابھان نہیں کرتا۔بہت کیا لکھیں جب زندگی کے اعمال بھی ختم ہو جاتے ہیں تو پنج پران سے بھی ابھان نہیں کرتا اور موت ہوتی ہے ٭

(۲۵) اِس قسم کے مشاہدہ اور تجربہ سے معلُوم ہو سکتا ہے کہ اُسکا ابھان بھی ذاتی نہیں بلکہ مُستعار ہے۔اور یہ استعارہ انسان کے اعمال کے سبب سے اُس میں ہوتا ہے۔الغرض جس طرح آفتاب کی تجلّی کے لیئے آنکھ کی صحت درکار ہے اُسی طرح اُسکی تجلّیٔ ابھان کے لیئے بھی انسان کے بھوگ کے اعمال درکار ہیں ٭

(۲۶) یہ ظاہر ہے کہ جب آنکھ میں صحت ہوتی ہے تو آفتاب اُس میں تجلّی مارتا اُسے کار و بار کے لیئے اُبھارتا ہے۔اِسی طرح جب انسان کے بھوگ کے اعمال طلُوع ہوتے ہیں تو آتم نُور بھی اُس میں تجلّی ابھان کی مارتا ہے اور اُسے کار و بار میں تحریک کرتا ہے۔پر جیسے آفتاب کا تجلّی آنکھ سے لگاوٹ نہیں پاتا بلکہ پاک کا پاک رہتا ہے۔اُسی طرح نُورِ آتما بھی کسی رُوح سے لگاوٹ نہیں پاتا بلکہ پاک کا پاک رہتا ہے ٭

(۲۷) قصّہ مختصر۔اس آتم نُور میں کبھی جاگرت کبھی خواب کبھی غرق

نیند ہوتی ہے- اور جیسے جیسے اعمال انسان کے طلوع ہوتے ہیں ویسی ویسی حالتیں اُسکی پلٹ جاتی ہیں- اور جُملہ کار و بار اور بھوگ اُس کے اِسی آتم نُور ہیں سرانجام ہوتے ہیں ؛

(۲۸) بلکہ موت ہیں بھی جو کار و بار ہوتے ہیں وُہ بھی اِسی آتم نُور ہیں تمام ہوتے ہیں- کیونکہ موت ہیں یا تو وہ دیویاں اور پتریاں سڑک پر چلتا ہے یا سِفلی سڑک ہیں گِرتا ہے تو اگرچہ وہاں فقط اُودان پران کرتا (فاعل) ہوتا ہے تو بھی جس طرح کوئی کاریگر چراغ ہیں کام کرتا ہے یہ اُودان پران بھی وہاں اِسی چراغِ درُونی کے وسیلہ کار و بار کرتا ہے ؛

(۲۹) دیویاں سڑک پر اُودان پران اِسی آتم چراغ کے نُور ہیں پہلے اُسے آگ اور آگ سے شُعلہ اور شُعلہ سے روزِ روشن بناتا ہے جیسا کہ رِشیم مُعاملہ ہیں ظاہر کیا گیا ہے- یا پتریاں سڑک پر پہلے دُھواں اور دُھواں سے شبِ نار- اور سِفلی سڑک پر پہلے بھسم پھر خاک پھر نباتات وغیرہ بناتا آخر حملِ ناری ہیں لے جاتا ہے ؛

(۳۰) پھر دیولوک اور پِترلوک ہیں سومراج یا دیوتا رُوپ سے اُٹھاتا اور بھُولوک میں ناری کے حمل ہیں سے چرند پرند انسان کے جنم ہیں پیدا کرتا سُرلوک اور چاند لوک اور بھُو لوک کے بھوگ دیتا ہے- یہ تمام کار و بار کیا عُلوی کیا سِفلی کیا اَنفسی کیا آفاقی کیا انسانی کیا الٰہی جُملہ اُسکے اعمالوں کے طلوع ہیں- اور اُودان پران اُن کا کرتا ہے- اِس لئے ارواح واقع میں مُتفِیہ اعمال کرتا و بھوگتا ہیں- لیکن اُنکے بھوگ اور کار و بار کا انجام اسی آتم نُور کی پناہ میں

ہوتا ہے۔ اِس لئے یہ تمام کار و بار کی پناہ ہے ❖

(۲۲) جہاں عُلوی یا سِفلی سڑکوں پر فقط اُوان پران کار و بار کرتا ہے تو اِسی تجلّی کے ابھمان سے کرتا ہے۔ اور اِسی ابھمان کے سبب خالق نام پاتا ہے۔ جب دیو لوک یا پِتر لوک میں وُہی پران نانا ارواح رُوپ ہوکر عُلوی بھوگ پاتا اور آسمانی کار و بار کرتا ہے تو اِسی نُور کے ابھمان کے سبب الٰہی یا ملائک ناموں کو پاتا ہے اور یہی عالمِ انسان یا چرند پرند میں جیو نام پاتا ہے۔ سماوی لوکوں میں سبب پُن کرنیوں (کرموں) کے مختار ہوتا ہے۔ یہاں پاپ کرنیوں (اعمال) سے غیر مختار ❖

(۲۳) اس طرح کیا عُلوی کیا سِفلی جُملہ سنسار چکّر اِسی آتم نُور میں انادی چلتا ہے۔ اور اپنے اپنے اعمالوں کے سبب سے یہ ارواح کبھی قوسِ عُروجی کبھی نزُولی میں سفر کرتے ہیں۔ اور یہ نُور ان تمام کار و بار کی پناہ ہے۔ اور اُن سے الگ اکرتا ابھوگتا ہے کیونکہ کرنا یا پانا واقع میں ارواح کا کام ہے۔ نُور کا نہیں ہے۔ اِس لئے وُہ اسنگ آتما ہے ❖

فصل دُوم

(۱) تحقیقات سے ثابت ہُوا ہے کہ اگرچہ کار و بار نُور کی پناہ میں ہوتے ہیں لیکن نُور خود کرتا نہیں ہوتا بلکہ اُسکو کار و بار سے بجز پرکاش کچھ بھی تعلّق نہیں ہوتا۔ دیکھو آفتاب یا چاند یا

چراغ میں ہم کار و بار کرتے ہیں(کیونکہ روشنی میں ہم بازار جاتے اور وہاں سے کار و بار کرکے پھر لَوٹ آتے ہیں)۔ اُن کار و بار کا کرنا یا اُن کا نفع یا نُقصان اُٹھانا انسان کا خاصّہ ہے آفتاب یا چاند یا چراغ کا نہیں ؛

(۲) ہم اُوپر کی فصل میں آتما کو نُورًا علیٰ نُور ثابت کر چکے ہیں اور جُملہ کار و بار انسانی کیا بیرُونی کیا وِرُونی کیا عُلوی کیا سِفلی کیا انسانی کیا الٰہی تمام اِسی آتم نُور میں ثابت ہوتے ہیں۔ اور کرتا بھوگتا وہی ارواح ہیں جو آلاتِ کار و بار ہیں۔ پس اُن کا کرنا اور اُن کے نتائج کا پانا بھی اُنہیں کا دھرم ہے۔ آتم نُور کا نہیں۔ بلکہ وہ تو اکرتا ابھوگتا اسنگ آتما رہت حکت ہے ؛

(۳) ہم اس توضیح کے لیے ایک مثال لکھتے ہیں اور پھر اُس کو تمثیل میں مُطابق کرتے ہیں تاکہ اردو داں پر یہ دقیق مسئلہ سہل الفہم ہو جاوے۔ وہ یہ ہے کہ فرض کرو ایک مجلس شاہی میں رات کو تماشا ہوتا ہے ؛

(۴) وہاں ایک بڑا عالیشان محل ہے جس میں یہ تماشا ہوتا ہے۔ اور ایک گوشہ میں قندیل لٹکتی ہے جس میں شمع روشن ہوتی ہے۔ اور ایک تختِ شاہی پر بادشاہ بیٹھا ہے اور درجہ بدرجہ اُس کے مُصاحب بھی ہم جلوس ہیں۔ اور ایک کنچنی اُسکے سامنے تماشا کرتی ہے۔ اور قوّال بھی اُسے سرود پر نچاتے ہیں۔ اور یہ کنچنی اُنہیں باتوں پر جو وہ نچاتے ہیں ناچتی ہے ؛

(۵) اِس مثال میں ظاہر ہے کہ جس طرح قوّال اُسے نچاتے ہیں

اسی طرح وُہ کنچنی ناچتی ہے۔جب وہ با قاعدہ رقص کرتی ہے تو بادشاہ
اور مصاحب خوش ہوتے ہیں۔مگر جب وُہ بے سُر یا بے تال ہو جاتی
ہے تو انہیں رنج ہوتا ہے۔اور چراغ کا نُور کیا کنچنی کیا قوال کیا
بادشاہ کیا مصاحب کیا حویلی تمام کو چمکاتا انہیں پرکاشتا (روشن
کرتا) ہے۔اور تمام تماشا اُسی کی پناہ میں ہوتا ہے (کیونکہ اگر چراغ نہ
ہو تو تماشا بھی بند ہو جائے) تو بھی وہ چراغ نہ تو خود تماشا کرتا ہے
نہ اُس تماشے کے سبب سے کچھ حظ یا رنج اٹھاتا ہے*
(۶) پھر جس وقت وہ کنچنی اور قوال کچھ آرام کے لئے بیٹھ جاتے
ہیں تو اُن کے آرام کو بھی اُسی طرح جَلاتا ہے جس طرح کہ اُسکے
رقص کو روشن کرتا تھا۔جب وہ تمام تماشا کرنے والے اور ٹہلنے والے
چلے جاتے ہیں تو فقط حویلی کو اور اُنکے نہونے کو روشن کرتا ہے*
نہ اُنکے ہونے کی اُسے کچھ پرواہ ہے اور نہ اُنکے نہ ہونے سے
اُسے کچھ رنج ہوتا ہے بلکہ اُن تمام سے اسنگ رہتا ہے*
(۷) اسی طرح تمثیل میں بھی بدن ایک شاہی حویلی ہے جس میں
ارواحِ معاملہ آباد ہیں۔ اہنکار تو اُس میں بمنزلہ بادشاہ ہے۔اور
درُونی قوے بمنزلہ مصاحبین کے ہیں۔عقل ایک تماشا کرنے والی کنچنی
ہے۔ حواسِ بیرُونی قوال ہیں۔انوارِ بیرُونی اُن کے ساز ہیں۔اور
آتم نُور بمنزلہ شمع کے ہے جو چراغدانِ دِل پر دھڑا دھڑ جلتا ہے
(۸) جُوں جُوں حواسِ بیرُونی جو قوال ہیں بیرُونی انوار سے سُر
تال کرتے ہیں وُوں وُوں عقل ناچتی ہے۔کیونکہ جیسا جیسا اُن
بتاتے ہیں اُسی اُسی موافق عقل تمیز پاتی کار و بار کرتی ہے۔اگر

اچھا کار کرتی ہے تو اہنکار مع مصاحبین خوشی کے بھوگ پاتا ہے۔ اگر بد کرتی ہے تو وہ رنج کے بھوگ پاتے ہیں +

(۹) یہ تمام تماشا اُسی آتم چراغ میں ہوتا ہے۔ اگر یہ چراغ نہ ہوتا تو کیا حواس۔کیا عقل۔کیا قواے۔کیا اہنکار سب معطل ہوتے۔پس معلوم ہُوا کہ اُسی کی روشنی اور اُسی کی پناہ میں یہ تمام تماشا کرتے ہیں +

(۱۰) آتم نُور حواسوں کو روشن کرتا ہے اور حواسوں کے کار و بار کو روشن کرتا ہے اور پھر اُنکے بیرُونی انواروں کو جو بمنزلۂ ساز ہیں روشن کرتا ہے اور اُنکے کار و بار کو بھی روشن کرتا ہے اور عقل کو روشن کرتا ہے اور جس جس طرح عقل سوچتی یا سمجھتی ہے اُس کو بھی روشن کرتا ہے +

(۱۱) پھر جس جس طرح اُسکے کار و بار سے اہنکار خوشی یا رنج پاتا ہی اُسکو بھی اور نیز اہنکار کو روشن کرتا ہے۔ نہ تو حواسوں کے سُرتال اور عقل کے ذکر فکر میں اُسے کچھ لگاوٹ ہے۔ نہ اہنکار کے رنج و راحت میں کچھ شراکت ہے بلکہ تمام کے کار و بار اور تمام کے سروپ سے الگ۔ اسنگ نُورا علی نُور ہے +

(۱۲) جب جاگرت ہوتی ہے اور وہ تمام ملکر جاگرت کا تماشا کرتے ہیں تو یہ آتم نور جاگرت اور اُن کی جاگرت کے کار و بار کو روشن کرتا ہے۔ جب وہ خواب میں جاتے خواب کا تماشا کرتے ہیں تو وہ نُور خواب کو اور عالمِ مثال کے تماشے کو بھی اُسی طرح روشن کرتا ہے جیسا کہ جاگرت میں کرتا تھا۔ اور جب وہ غرق نیند میں تمام معدوم ہو جاتے ہیں تو فقط حویلی کو اور اُن تمام کے نہ ہونے کو روشن کرتا ہے

(۱۳) نہ تو اُسے جاگرت اور خواب کے تماشے کی کچھ پرواہ ہے

نہ اُسے غرقِ نیند کی بے خبری اور نفئ تمام سے کچھ غرض۔ بلکہ
جیسا ہوتا ہے ویسا دکھاتا ہے۔ اِس سبب سے نہ تو وہ کرتا یا بھوگتا
ہے بلکہ اکرتا ابھوگتا نُوراً علیٰ نُور اسنگ آتما ہے ٭
(۱۴) بہ نسبت مثال کے اِس میں بڑھ کر وجہ تقدیس کی یہ ہے
کہ روشنئ چراغ تو مثال میں محض روشنئ عنصری کا فیضان دیتی
ہے خود اُس تماشے کو نہیں دیکھتی۔لیکن یہ آتم نُور اُسکو دیکھتا بھی
ہے اور اُسکی شہادت بھی دیتا ہے کیونکہ یہ چیتن ہے۔اور یہ مشہور
ہے کہ جو معاملات کو دیکھتا ہے وہ کرتا نہیں بلکہ گواہ ہوتا ہے۔
اور گواہ ہمیشہ پاک از معاملات ہوتا ہے۔کسی عدالت نے گواہ
پر عذاب یا خطاب نہیں روا کیا ٭
(۱۵) جب وہ نُور گواہ ہے مدّعی یا مدّعا علیہ نہیں تو زیرِ الزام
بھی نہیں آتا اسی سبب سے وہ پر معاملاتِ دُنیوی اور اُخروی میں
مقیّد نہیں بلکہ مُطلق و آزاد ہے۔اور اسی گواہ کو ساکھشی (شاہد)
بولا کرتے ہیں۔اسی سبب سے آتما کو ویدانت گرنتھوں میں ساکھشی
نام سے یاد کیا جاتا ہے ٭
(۱۶) ہندوستان میں رواج ہے کہ جب کہیں ماتم ہوتا ہے تو
مستورات سیاپا کرتی ہیں۔اور نائن یا ڈومنی سیاپا سے الگ ہوکر
اُلاہنی دیتی ہے۔اور تمام ماتم کرنے والی عورتیں اُسکی اُلاہنی کی
پناہ میں سیاپا با وزن کرتی ہیں۔اِسی طرح جملہ ارواحِ معاملاتی
اس ساکھشی آتما کی تحریک میں برتاؤ کرتی ہیں۔لیکن خود وہ
سیاپے کی نائن کی طرح برتاؤ سے الگ رہتا ہے۔ماتمی نہیں ہوتا

(۱۷) جب تک انسان بدن یا ارواح معاملاتی میں خودی کا ازلی وہم رکھتا ہے تب تک وہ معاملات میں مقید ہوتا کرتا بھوگتا ٹھہرتا ہے۔ جب اس ساکھشی کی معرفت پاتا اُس میں اپنی حقیقی خودی جانتا ہے تو مطلق ہوتا تماشائی ہو جاتا ہے اور نقد نجات ملتی ہے ٭

(۱۸) ارواحِ معاملاتی تو خود تماشا ہیں کیونکہ جو جو اُنکے کام اوپر بیان کئے گئے ہیں وہ وُہ عمل وہ کرتی ہیں۔ مگر وہ جو اِنکی خودی میں ایمان رکھتا ہے وہ بھی تماشا ہوتا ہے۔ لیکن جو اپنے آتما کو ان سے اسنگ جانتا ہے۔ خود تماشا نہیں ہوتا بلکہ تماشائی ہو جاتا ہے اور اپنے عضوؤں اور ارواحوں کے معاملات میں ساکھشی ہوکر رہتا ہے۔ اِسی سبب سے وہ اپنی کرتوتوں کا بدلہ کبھی نہیں پاتا کیونکہ گواہ یا ساکھشی معاملاتی نہیں ہوتا بلکہ پلٹا (بدلہ) وُہی پاتا ہے جو معاملہ کرتا ہے ٭

(۱۹) پس اَے بھائیو! تم بھی گواہ بنو۔ معاملاتی نہ رہو بلکہ جو جو عضو اور قوائے و ارواح کرتے ہیں اُن کو دیکھو۔ یہی دیکھنا عینِ معرفت ہے اور اسی معرفت کے سبب سے فضل حاصل ہوتا ہے۔ اور جو دیکھنے والا ہے وُہی حق ہے۔ وہ جو دکھائی دیتے ہیں معدومی ہیں ٭

(۱) ہر چند آتم نُور اسنگ و متقدس ہے اور اُن ارواحوں سے جو کرتا ہیں الگ ہے تو بھی جس طرح چراغ کی روشنی تماشہ پر تجلی

دھارتی ہے ہر ایک کی صورت پر معین ہوتی اُسی کا عین دکھائی دیتی ہے۔اسی طرح آتم نور بھی ہر ایک قواے اور اعضا اور ارواح میں متجلی اُس کی صورت پر اُسی سے ایک ہوا دکھائی دیتا ہے ❊
(۲) چونکہ یہ آتم نور اصل میں کوئی شکل یا صورت تو اپنی نہیں رکھتا بلکہ بے چون و چرا ہے تو بھی جس پر متجلی ہوتا ہے اُسی کی صورت دھارن کرتا سا معلوم ہوتا ہے۔ اِس لئے متوسط درجے کی عقل میں اُس کا فرق یا امتیاز نہیں ہوتا۔ وہ قویٰ اعضا اور ارواح تو دریافت ہو جاتے ہیں مگر یہ آتم نور یکایک دریافت نہیں ہوتا ❊
(۳) اِس کی ملاوٹ ایسی ہوتی ہے جیسا کہ صاف دُودھ میں ایک لالڑی ڈال دی جاوے تو وہ دُودھ بھی سُرخ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح آتم نور میں منوّر ہوئی ارواح و قواے و اعضا بھی زندہ اور چیتن معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح اصل ذات میں دُودھ سفید ہے لالڑی کی رنگت اُس میں نہیں آجاتی۔ اُسی طرح تمام ارواح و قواے و اعضا اصل ذات میں ظُلماتی ہیں نورانی نہیں لیکن اس نور میں منور ہوئے نورانی دکھائی دیتے ہیں۔ اِس سبب سے اِس نور کا امتیاز اُسی شکل کا سا ہو جاتا ہے ❊
(۴) ارواحیں جو کارو بار کرتی ہیں لطیف ہیں لیکن مثل آئینہ کے شفّاف بھی ہیں۔ اِسی سبب سے اُن میں بطریقِ عکس یہ نور دکھائی دیتا ہے۔ پہلے پرتوہ اُسکا دِل یعنی انتہ کرن میں پڑتا ہے۔ اور پھر جب دِل بصورتِ خیال متوجہ ہوتا دماغ میں جاتا ہے تو دُوسرا پرتوہ اُس کا دماغ میں پڑتا ہے۔ اور پھر دماغ سے بذریعۂ اعصاب یہی

خیال آنکھ ناک کان مُنہ میں اُترتا ہے تو تیسرا تجلّی وہاں ہوتا ہے۔ پھر جب آنکھ کان سے خیال نکلتا ہے تو جس جس پر لگتا اُسکی شکل دھارن کرتا ہے اُس اُس شئے کو روشن کرتا ہے۔ اس طرح یہ انسان دیکھتا سُنتا کار و بار کرتا ہے +

(۵) اسکی مثال یُوں سمجھو کہ بدن ایک حویلی ہے۔ دلِ صنوبری یعنی ہردیہ کنْول جو سینہ میں ہے ایک طاق ہے۔ اور من اُس میں ایک قندیل کی مانند ہے جس میں یہ نُور چراغ کی طرح متجلّی ہے۔ دماغ ایک چھت کی طرح ہے جس میں پانچ سُوراخ ہیں۔ اور حواسِ پنجگانہ اُن میں دُوسرے آئینہ لگائے گئے ہیں +

(۶) من (انتہ کرن) کا آئینہ ایک ایسا بدلنے والا جسم ہے جو ہر وقت بصُورتِ خیالات جوش مارتا ہے بلکہ جس طرح آفتاب سے کرنیں نکلتی ہیں من (یعنی انتہ کرن) سے بھی برابر کرنیں اُٹھتی ہیں اور دماغ کو جاتی ہیں۔ اور آتما کا پرتوہ اُن میں بھی اُسی طرح پڑتا ہے جیسا کہ انتہ کرن میں پڑتا ہے۔ اور اُنہیں کرنوں کو ہم خیال نام دیتے ہیں اور سنسکرت میں برتی بولا کرتے ہیں +

(۷) جب یہ منو برتیاں (یعنی دل کے خیال) دماغ میں جاتی ہیں۔ تو دماغ میں پھیلتی اُس نُور سے اُسی طرح دماغ کو روشن کرتی ہیں جس طرح ایک چراغ جس جس جگہ لیجاویں اُسی اُسی جگہ کو روشن کرتا ہے۔ پھر دماغ سے بذریعۂ اعصاب تمام بدن میں اِن (برتیوں) کی پھیلاوٹ ہوتی ہے اور تمام بدن روشن ہوتا ہے۔ پھر جب اُسکی (من کی) بعض کرنیں پنجگانہ سُوراخوں میں جاتی ہیں جہاں حواسوں کے آئینے لگے ہُوئے ہیں تو اُن میں بھی

اُس نُور کا پرتوہ پڑتا ہے اور اُنہیں بھی روشن کرتا ہے۔ اسی کو عام طور پر بیداری (جاگرت) بولتے ہیں ٭

(۸) پھر جُوں جُوں حواسوں سے خیال نکلکر اشیا پر لگتے اُنکی شکل دھارن کرتے ہیں ووُں ووُں اشیاء بھی اُسی نُور سے روشن ہوتی دکھائی دیتی ہیں۔ اِس طرح یہ نُور دِل کے اندر پرتوہ انداز ہے۔ اور اسی سبب سے اُسکو دڑوونی نُور کہا کرتے ہیں۔ اور پھر مرتبہ بعد مرتبہ بہ ترتیب بالا تمام دُنیا کو روشن کرتا ہے اور کار و بار کا سبب ہوتا ہے ٭

(۹) چونکہ پہلا تجلّی اُس (نُور) کا دِل یا خیال ہیں ہوتا ہے اسلئے اُسکے انکشاف (آنُوبھو) کے لئے دِل یا خیال ہی مُقرّر ہُوا ہے۔ کیونکہ جس طرح راہُو کا درشن چاند یا سُورج ہیں ہوتا ہے اُسی طرح اُسکا درشن دِل یا خیال میں ہوتا ہے۔ لیکن ہم لکھ آئے ہیں کہ یہ نُور اپنی اصلی کوئی شکل نہیں رکھتا بلکہ جس میں پرتوہ انداز ہوتا ہے اُسی کی شکل پر دکھائی دیتا ہے اِس سبب سے خیال میں بصُورتِ خیال اور دماغ ہیں بصُورتِ دماغ اور حواسوں ہیں بصُورتِ حواس اور معلُومات ہیں بصُورتِ معلُومات دِکھائی دیتا ہے۔

(۱۰) اس قِسم کی دریافت سے معلُوم ہو سکتا ہے کہ جس جس کی شکل خیال دھارن کرتا ہے اُسی اُسی شکل پر وُہ نُور ظاہر ہوتا ہے جس طرح بیرُونی نُور بھی جس پر پڑتا ہے اُسی کی شکل پر دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً سُرخ کو روشن کرتا سُرخ دکھائی دیتا ہے اور سیاہ کو روشن کرتا سیاہ دکھائی دیتا ہے۔ اِسی طرح یہ دڑوونی نُور بھی خیال میں خیال ہُوا دکھائی دیتا ہے ٭

(۱۱) لیکن جس طرح بیرُونی نُور سُرخ میں سُرخ اور سیاہ میں سیاہ ہوکر دِکھائی دیتا ہے تو بھی نہ تو وہ سُرخ اور نہ سیاہ ہو جاتا ہے بلکہ سُرخ

اور سیاہ سے الگ بیرنگ رہتا ہے اسی طرح آتم نُور بھی خیال میں خیال حواسوں میں حواس رُوپ ہوتا ہُوا بھی نہ تو خیال ہے نہ حواس بلکہ اُن سے الگ محض نُور ہے +

(۱۲) دانا آدمی جانتا ہے کہ وُہ جو روشن کرتا ہے اُس سے جو روشن ہوتا ہے جُدا ہے۔ آتما تو روشن کرتا ہے اور خیال و حواس و قویٰ روشن ہوتے ہیں اس لئے آتما کیا دِل کیا خیال کیا حواس کیا قویٰ کیا بدن اِن تمام سے الگ سب میں سب رُوپ ہے +

(۱۳) جبکہ وُہ سب میں سب کچھ ہے تو اُس سے الگ کرکے وہ کسی شکل میں بھی نہیں دیکھا جاتا کیونکہ وُہ اپنی ذات میں بے چُون و چرا فقط نُور ہے جس طرح بیرونی نُور بھی سُرخ میں سُرخ۔ سیاہ میں سیاہ۔ زرد میں زرد دکھائی دیتا ہے مگر اصل میں نہ وہ سُرخ نہ سیاہ نہ زرد ملاحظہ ہوتا ہے۔ اسی طرح آتما بھی سب میں سب کچھ دکھائی دیتا ہے مگر حقیقت میں تمام سے الگ دُرونی نُور ملاحظہ ہوتا ہے +

(۱۴) اسکے مشاہدہ کے لئے طالب کو چاہیئے کہ پہلے حواسوں کو معطّل کرے اور اپنے خیالات کا اندر میں ملاحظہ کرتا رہے۔ اس حالت میں مُتفرق خیالات پیدا ہونگے اور دُور ہونگے۔ وُہ جو اِن خیالات کے طلُوع اور غرُوب اور اُنکی فصلوں کو دیکھتا اور روشن کرتا ہے وُہی آتم نُور ہے +

(۱۵) اس مُشاہدہ میں خیالات بمنزلہ آئینہ کے ہو جاتے ہیں۔ جس طرح دیکھنے والے کے مقابل ایک آئینہ رکھدیں اور پھر اُٹھالیں۔ اور دُوسرا رکھدیں پھر اُسے بھی اُٹھا دیں۔ تیسرا رکھدیں۔۔ اسی طرح کرتے جاویں تو وُہ اپنے چہرہ کو اُن میں دیکھتا ہے۔ اسی طرح مُراقبہ میں طالب (جگیاسُو) آتم نُور کو خیالات میں

ملاحظہ کرسکتا ہے ÷

(۱۶) کیونکہ مثال میں جب ایک شیشہ مقابل ہوتا ہے اُسی آن میں اُس میں اپنا چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ جب وُہ اُٹھایا جاتا ہے تو وُہی دُوسرے شیشہ میں دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک خیال میں دیکھنے والے کا پرتوہ دکھائی دیتا ہے کیونکہ جب ایک خیال طلوع ہوتا ہے تو خیال کا اور خیال کے اُٹھنے کا اور نیز اُس نور کا جسکے سہارے (آشرے) وہ خیال اُٹھتا ہے ملاحظہ ہوتا ہے ÷

(۱۷) لیکن جب وہ خیال دُوسری آن میں غرُوب ہوتا ہے تو اُس خیال کا اور اُسکے غرُوب ہونے کا اور نیز اُس نُور کا جسکے آشرے (سہارے) وہ خیال غرُوب ہونے کا بیوہار کرتا ہے ملاحظہ ہوتا ہے۔ اور پھر اُسی آن میں جو دُوسرا خیال اُٹھتا ہے تو اُس خیال کو اور اُسکے اُٹھنے کو اور پہلے خیال کی فصل کو جو ساکھا ہے اور اُس نُور کو جسکے سہارے وُہ خیال غروب ہوتا ہے اور یہ اُٹھتا ہے سب ملاحظہ کرتا ہے ÷

(۱۸) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ یہاں خیالاتِ منوّرہ نُور ہیں۔ کوئی دُوسرا الگ آتم نُور نہیں۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیئے کہ وُہ جو طلُوع و غرُوب کا کاروبار ہے وہ تو خیالات کا کام ہے لیکن جسکے آشرے (سہارے) یہ کاروبار ہوتا ہے اور جو اُن کا ملاحظہ کرتا ہے وہ اُن سے الگ آتم نُور ہے۔ اگرچہ جس طرح شیشوں کے اُٹھانے سے عکس کا بھی دُور ہونا فی الجملہ پایا جاتا ہے تو بھی صاحبِ عکس فانی نہیں ہوتا اور دُوسرے آئینہ میں جو متواتر مقابل ہوتا ہے پرتوہ انداز دکھائی دیتا ہے۔ اِسی

طرح ایک خیال کے غروب ہونے میں دیکھنے والے کا پرتوہ غروب ہوتا سا گمان ہوتا ہے تو بھی آتما جو دیکھنے والا صاحب پرتوہ ہے غروب نہیں ہوتا۔ اور جس طرح روشنما آئینہ چہرہ کے دکھانے کا موجب ہو جاتا ہے اسی طرح مراقبہ میں خیالات بھی عارف کو آتما کے دیدار کے سبب ہو جاتے ہیں ٭

(۱۹) جس طرح آنکھ بغیر وساطت آئینہ اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔ اسی طرح آتم نور بھی بغیر موجودگی خیالات اپنے آپ کو گیاتا نہیں ملاحظہ کرسکتا۔ اسی سبب سے من یا انتہ کرن اس آتم نور کا مظہر مقرر ہوا ہے۔ اور اسی لئے وید کی شرتیاں برتیوں کو آتم نور نما لکھتی ہیں کیونکہ جس طرح آئینہ رو نما تصدیق ہوتا ہے اسی طرح خیال بھی آتم نما یقین کیا گیا ہے ٭

(۲۰) اب یوں سمجھو کہ انتہ کرن میں بقاعدۂ بالا جب آتم نور کا پرتوہ پڑتا ہے تو اسی انتہ کرن کے تموج یعنی برتیوں کے منور کرنے وجاننے کو علم نام کرتے ہیں۔ علم میں ایک حصہ تو یہی نور درونی ہے اور دوسرا حصہ من یعنی انتہ کرن ہے جو بصورت خیالات متموج ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شے اس علم میں آجاتی ہے تو حصہ من کا جو خیال ہے بصورت اس شے کے متمثل ہوتا ہے اور یہ نور درونی اس پر متجلی ہوتا اسے روشن کرتا اور اسے دیکھتا ہے ٭

(۲۱) دیکھو جب کوئی شے ہماری آنکھوں کے سامنے آتی ہے تو ہماری منو مے کرمیں بصارت کی کرنوں سے ٹی ہوئی آنکھوں سے باہر نکلتی اس شے پر اسی طرح جا پڑتی ہیں جس طرح سورج کی کرنیں بھی ابھیر

پڑتی ہیں۔اور پھر جب طرح سُورج کی کرنیں اُسکی شکل دھارن کرتی اُسکے گرد محیط ہوتی ہیں اُسی طرح علم میں جو خیالی حصہ ہے وہ شئے کی شکل پر متمثّل ہوُا اُس سے احاطہ کرتا ہے اور آتم جلوہ اُسے کشف کرتا ہے۔ اسی کو عام لوگ دیکھنا بولتے ہیں ⁂

(۲۲) لیکن جب ہم کسی شئے کا دھیان کرتے ہیں تو خیال جو واقع میں من ہے ہمارے اندر بصُورت اُسی شکل کے بن جاتا ہے اور اُس میں جو نُور ہے اُس کا ملاحظہ کرتا ہے۔تو عارف یہاں جانتا ہے کہ من کا حصّہ علم میں سے الگ ہوکر بصُورتِ شئے مشہُود ہو رہا ہے۔اور نُور الگ ہوکر اُس کا شاہد ہے۔اور اسی شاہد کو سنسکرت میں ساکھشی بولتے ہیں۔

(۲۳) جبکہ بقاعدۂ بالا خیال یعنی برتیّ تو بصُورت دکھائی دینے والی شئے کے ہے اور آتما اُسکا دیکھنے والا ساکھشی ہے۔تو مُمُکشی کو چاہیئے کہ اس تمیز کو حاصل کرنے کے لئے پہلے اپنے خیال کو کسی شئے کی شکل پر قائم کرے۔جب وہ تصوّر یعنی برتیّ شئے کا عین یعنی تدرُوپ ہو جائے تو پھر دھیان میں جو دکھائی دیتا ہے اور وہ جو دیکھتا ہے اُن دونوں میں تمیز کرے۔تو آتما اِس قاعدے سے مِثل بجلی کے اَنُوبھَو ہوگا ⁂

(۲۴) پھر جب اس طرح یہ حالت موجود ہو (پھر جب ایسا اَنُوبھَو ہو) تو مشق کرتا رہے۔مگر یہ یاد رہے کہ اس مشق میں ساکھشی (شاہد) و تصوّر (مشہُود) اور علم (شہادت) موجود ہیں گو وُہ علم یا تصوّر صرف ایک ہی شئے کا ہوگا۔خواہ وہ کسی بیرُونی شئے کا تصوّر ہو خواہ کسی اندرُونی حالت کا علم مثلاً شنیدِ انہد شبد یعنی آوازِ غیبی مگر تریپٹی یہاں بنی رہتی ہے۔چند عرصہ اِس طرح مشق کرتے کرتے شئے معلومہ اور اُس کا علم معدُوم ہونا شروع

ہوگا یہاں تک کہ نِروکلپ سمادھی کی حالت موجود ہو جائیگی جہاں کہ کوئی اُودے است (آغاز و اختتام) برتی یعنی خیال کا نہیں رہتا۔جس حالت میں من یعنے انتہ کرن ساکن ہُوا متوجّ نہیں کھاتا۔جہاں آتم نُور مثل ایسے جلتے ہُوئے انگار کے کہ جس میں دُھواں یا لاٹ یا شُعلہ یا چنگاری نہیں قائم بالذات رہتا ہے۔اور ایسی حالت کا علم بھی اس نِروکلپ سمادھی سے اُٹھنے پر ہوتا ہے سمادھی کے وقت نہیں ہوتا۔تمام نجات کا انحصار اس نِروکلپ سمادھی پر ہی ہے۔اور اسی حالت سمادھی کو نقد دیدارِ آتما بولتے ہیں۔اور اسی دیدار پر فضل منحصر ہے ۞

(۴۵) جان لو خیال جب تک کہ وہ موجود ہے مظہر اسی نُور کا رہتا ہے اگرچہ وُہ کسی کی شکل پر متشکل ہو۔اور قُدرت نے اُسے ایسا بنایا ہے کہ وہ ہر ایک شئے کی صُورت پر بدلجاتا ہے۔مگر ابھیّاس یعنی مشقِ بالا کرتے کرتے نِروکلپ سمادھی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے جبکہ کسی شئے کا خیال نہیں رہتا۔یعنی انتہ کرن فی الجُملہ بلا حرکت کے ہو جاتا ہے جس طرح ہوا کی حرکت کے بند ہونے پر پانی ٹھہرا ہُوا ہو یا آگ کا انگارہ دہک رہا ہو۔ اس نِروکلپ سمادھی کو حالتِ بے چون و چرا کہتے ہیں۔اگرچہ من کے متوجّہات اُس وقت بالکل بند ہوتے ہیں مگر من اِس حالت میں لے یعنی حذف نہیں ہو جاتا جیسے حالتِ گھوک نیند (سُشُپتی) میں ہوتا ہے۔اپنی ہستی میں قائم ہوتا ہے مگر بلا متوجّ یعنی ساکن ہوتا ہے ۞

(۴۶) لیکن جب وُہ معقولات کی تعلیم میں دقیق اور لطیف حقایق کی دریافت میں مشتاق کیا جاتا ہے اور کثیر مجاہدہ عملیات کے سبب سے محسوسات کی محبّت سے چھُڑایا جاتا ہے تو علمِ معرفت کی وِچار کے مستحق ہو جاتا

ہے۔اور علم معرفت میں آتما کی وچار ہوتی ہے تو پھر سہل بے حرکت ہونے لگ جاتا ہے اور دیدار پاتا ہے +

(۲۷) کیونکہ جب وُہ بلا حرکت ہوتا ہے تو اُس وقت بھی وہ اُس نُور کا مظہر تو رہتا ہے لیکن خود بے چُون و چرا ہونے سے مشہود نہیں رہتا بلکہ آتما عین دیدار اُس میں ملاحظہ ہوتا ہے۔اور اسی کو عُرفِ عام میں مراقبہ اور سنسکرت میں سمادھی بولتے ہیں +

(۲۸) جب معلوم ہُوا کہ خیال (من) کا اور آتم نُور کا علاقہ باہمی اظہار کا ہے کہ بغیر نُور کے خیال (من) اور بغیر خیال (من) کے نُور ظاہر نہیں ہوتا۔اور خیال اور نُور باہمی ظاہر ہوکر علم کہلاتا ہے تو اسی سبب سے شُرتیاں تصدیق کرتی ہیں کہ آتم نُور عُنصری نُور نہیں بلکہ علمی نُور ہے کیونکہ علم میں وہ بہ نزکِ حصۂ خیالی نقد پایا جاتا ہے +

(۲۹) اور یہ خیال (من) جو علم میں ظُلمانی حصہ ہے واقع میں تمام کاروبار کا سبب ہے کیونکہ ہر شئے کی دریافت میں بھی بھی خیال (من) مُوجب ہوتا ہے۔اِس لئے کہ آتما تو اپنی ذات میں عین دیدار ہے وُہ جو آتما ہیں کسی وجہ سے ایک ہوتا ہے جانا جاتا ہے۔اور ہم بیان کر چُکے ہیں کہ خیال مظہر آتما کا اور آتما مظہر خیال کا ہے اس لئے اِن دونوں کا اظہار باہمی ہے۔پس خیال ہی کسی وجہ سے مانعِ دیدار ہے اور خیال ہی دُوسری وجہ سے سببِ دیدار ہے +

(۳۰) جب یہ خیال کسی شئے کی شکل پر بنتا اور اُسکا احاطہ کرتا ہے تو وہ شئے بھی خیال میں اُسی طرح منعکس ہوتی ہے۔جس طرح آتما خیال (من) میں منعکس ہے۔اور اِس صُورت میں شئے منعکسہ بھی آتما

سے ایک ہوتی ہے اور آتما میں وہ پرکٹش ہوتی ہے۔اس وجہ سے بھی خیال واسطۂ دیدار ہوتا ہے ۞

(۳۱) جب بحالتِ بیہوشی یا سُشُپتی (گہری نیند میں) اننہ کرن میں تموّج نہیں ہوتا (اننہ کرن لہرانے نہیں پاتا یا خیال کسی شکل پر نہیں بنتا یا کسی شئے پر قبضہ کرنے نہیں پاتا) تو ایسی صورت میں بھی خیال حجابِ دیدار ہوتا ہے۔اس لئے خیال ہی واقع میں تمام کار و بار کا سادھک ہوتا ہے اور حواس تو اُسکی ایک گذرگاہ ہیں جن میں سے نکلتا ہُؤا خاص خاص کار و بار کرتا ہے۔اور خیال ہی اس نُور کی تجلی میں متجلّی ہُؤا علم کہلاتا ہے ۞

(۳۲) اب یُوں سمجھو کہ علم میں جو حرکت تصدیق اور تصوّر کی ہے وہ تو خیال کا ذاتی کام ہے۔لیکن اِس میں جو کشف ہے وہ نُور کا ذاتی کام ہے۔تو بھی خیال کے کار و بار آتما میں اور آتما کے انکشاف خیال میں مُستعار ظاہر ہوتے ہیں۔اسی سبب سے انجان آدمی آتما کو مُقدّس اور اسنگ نہیں جان سکتا بلکہ خیال کے کار و بار کا آتما میں وہم کھاتا ہے۔اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جو جو کار خیال (من) کرتا ہے آتما میں ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ بادل چلتے ہیں تو چاند چلتا دکھائی دیتا ہے ۞

(۳۳) اسی طرح من بدھ اِندری دیہ تو چلتے ہیں۔پر آتما چلتا سا دکھائی دیتا ہے۔جب خیال کسی کی تصدیق کرتا ہے تو آتما تصدیق کرتا سا ہو جاتا ہے۔جب یہ خیال کسی کا تصوّر کرتا ہے تو آتما تصوّر کرتا سا ہو جاتا ہے۔جب خیال کچھ دُوسری لیلا کرتا ہے تو

آتما بھی وُہی لیلا کرتا سا دکھائی دیتا ہے ٭

(۳۴) اسی سبب سے شرتی بھگوتی فرماتی ہے کہ وُہ خیال میں خیال ہُوا دونوں عالموں کی سیر کرتا ہے۔ سیر تو نہیں کرتا بلکہ سیر کرتا سا ہو جاتا ہے۔ دھیان تو نہیں کرتا بلکہ دھیان کرتا سا ہو جاتا ہے۔ لیلا تو نہیں کرتا بلکہ لیلا کرتا سا ہو جاتا ہے ٭

(۳۵) جب یہ خیال اُٹھتا ہے اور حواسوں تک پھیلتا ہے اور بیرونی اشیا کے آکار (منطبق) ہوتا ہے تو اسی پرماتما میں بیداری کا الزام ہوتا ہے۔ اور جب وُہی خیال حواسوں تک نہیں پھیلتا بلکہ حواسوں کو مُعطّل کرتا ہُوا دِل کے اندر خواب کا تماشا کرتا ہے تو اِسی آتما میں نیند کا الزام ہوتا ہے ٭

(۳۶) اور جب یہ خیال (من) اس بدن سے قطعی علاقہ چھوڑتا ہے اور باپ پران کی گود میں بیٹھ کر اس حویلی سے نکلجاتا ہے تو موت کا الزام اسی پرماتما میں لگاتا ہے۔ اور جب یہ پھر کسی دُوسری ہیکل میں تعلق پاتا ہے تو جنم کا الزام اسی میں دکھاتا ہے۔ اسلئے جاگنا اور نیند اور جنم اور موت آتما میں استباری ہیں حقیقی نہیں۔

(۳۷) عجیب امر یہ ہے کہ جب خیال اُٹھتا کچھ کرتا ہے اور فوراً دُور ہوتا ہے تو اُسکی تاثیر (impressions) دِل میں رہتی ہے۔ اور پھر اُسی تاثیر کے سبب سے وہ دوبارہ اُٹھتا ہے اور پھر تاثیر پیدا کرتا ہے۔ اِس طرح وہ ایک عجیب دائرہ بناتا ہے جس کی ابتدا یا انتہا نہیں۔ اور انہیں تاثیرات کو سنسکرت میں پُن یا پاپ بولا کرتے ہیں کیونکہ جب وہ نیک سوچتا اور نیک کرتا ہے تو نیکی کی تاثیر

دِل میں ہوتی ہے۔ جب وہ بدی سوچتا اور بدکام کرتا ہے تو بدی کی تاثیر اُس میں پیدا ہوتی ہے۔ اُس پہلی تاثیر کا نام پُن ہے اور اِن دُوسری تاثیروں کا نام پاپ ہے ؛

(۳۸) اس وجہ سے پُن اور پاپ واقع میں خیال یا دِل کے دھرم ہیں۔ اور جاگرت سوپن میں اور ویسا ہی جنم مرن میں یہی پاپ پُن بھوگ کے سبب ہیں۔ پُنوں کے سبب سے اُتّم جنم اور اُتّم بھوگ پیدا ہوتے ہیں۔ پاپوں کے سبب سے ناقص جنم ناقص بھوگ ملتے ہیں۔ بار بار جاگرت اور سوپن اور جنم مرن اِنہیں اعمالوں کے سبب سے دِل یا خیال میں ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ تمام کار و بار اُسی نُور میں ہوتے ہیں اور اُسی کے ابھمان سے ہوتے ہیں۔ خیال کے اعتبار سے اگیان آدمی اپنے آتما میں پُن پاپ کا الزام کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ تو الگ اسنگ آتما ہے۔ نہ تو پُن اُس میں چھُوت پاتے ہیں اور نہ پاپ اُسے تاریک کرتے ہیں جیسا چراغ یا آفتاب کا نُور بھی کیا پاخانہ کیا گنگا جل اُن میں چاندنا کرتا اُنہیں روشن کرتا ہے تو بھی وہ پاخانہ پر تجلّی مارتا پلید نہیں اور شری گنگا جل پر تجلّی پاتا پاک نہیں ہو جاتا ؛

(۳۹) اسی طرح جب خیال (انتہ کرن) پُن پیدا کرتا ہے تو پُنّی ہوتا ہے جب پاپ پیدا کرتا ہے تو پاپی ہوتا ہے۔ پر نُورِ درُونی جو خیال میں چمکتا ہے نہ تو پُنوں سے پُنّی ہوتا ہے نہ پاپوں سے پاپی بلکہ وہ تو خیال کو اور پُن پاپ کو اور اُن کے علاقہ کو روشن کرتا اور اُسکے عجائبات کا ساکھشی ہوتا ہے اور بُتوں کا تُوں قدوس (پاک) رہتا ہے۔ اسی سبب سے وید کی شُرتیاں اُسے پوِتّر آتما کہتی ہیں جس کا ترجمہ

رُوح القُدس ہے ؛

(۴۰) بہر حال وہ تمام صفات سے پاک ہے تو بھی خیال کے سبب سے تمام صفتیں بطور الزام اُس میں کلپت ہوتی ہیں۔ جس طرح سفید گلاس بلّور کا جب سُرخ شراب سے بھرا جاتا ہے تو وہ بھی سُرخ کلپت ہوتا ہے۔ اِسی طرح خیال کے پُن اور پاپ بھی اگرچہ خیال اور دِل میں ہیں تو بھی وہ اِس نُور میں کلپت ہوتے ہیں۔ جس طرح نادان لڑکا غلطی کھاتا گلاس کو سُرخ تصدیق کرتا ہے اُسی طرح انجان آدمی بھی غلطی کھاتا پُن اور پاپ اپنے آتما میں دیکھتا ہے اور خیال سے بِلا ہُوا جنم مرن سنسار بھی اپنے میں دیکھتا ہے۔ یہی کُفر اور قید ہے

(۴۱) لیکن دانا آدمی جانتا ہے کہ مثال میں سُرخی اصل میں شراب کا دھرم ہے۔ گلاس میں اُس کا کچھ بھی انضمام نہیں۔ بلکہ وہ تو اپنے اصل دھرم میں اُس وقت بھی سفید ہے۔ اسی طرح عارف بھی جانتا ہے کہ کیا پاپ اور کیا پُن دِل اور خیال کے دھرم ہیں۔ آتما کے نہیں۔ آتما تو مُقدس اسنگ نِت مُکت ہے۔ بس اَے بھائیو! ہم بھی گنہگاروں کی مانند ہیں پر بے گناہ ہیں۔ نیکوکاروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں پر نیکوکار نہیں ؛

(۴۲) کیا دِل کیا خیال کیا پاپ کیا پُن جُملہ تاریکی ہیں۔ اور آتما ایک نُور ہے جو اُن میں چمکتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ تاریکی کو نُور سے کیا نسبت ہے۔ جھُوٹ کا سچائی میں کیا ساجھا ہے۔ مگر چشم شپر جس طرح آفتاب میں تاریکی اور دِن میں رات دیکھتی ہے ویسے ہی جاہل پُن و پاپ کو بھی اپنے آتما میں دیکھتا ہے۔ اور یہی کُفر ہے۔ اور اِسی کے سبب سے وُہ جنم مرن کی قید میں رہتا ہے۔ لیکن وہ جو کہیا

دل کیا خیال کیا حواس کیا بدن کیا پُن اور کیا پاپ بلکہ تمام میں الگ اُن کا گواہ یا نُور اپنے آپ کو دیکھتا ہے صداقت اور راستبازی پاتا ہے۔اور اسی راستبازی پر نقد نجات ملتی ہے اور وہ بادشاہت جو پرجاپتی کی ہے اور علمِ معاملہ سے ملتی ہے اس راستباز کو مُفت مل جاتی ہے۔ اسی سبب سے یہ داخلِ فضل ہے ۔

(۴۳) اِسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس وِید کے سبب سے اُس غلطی و جہل کو رفع کرتا ہے جو بیج سنسار کی ہے یا ماں معاد کی ہے۔جیسا کہ ایک درخت کی بیخ اُکھاڑ دی جائے تو گو چند روز وہ سبز رہتا ہے آخر خود بخود خشک ہوجاتا ہے اسی طرح عارفین اُس غلطی کو جو بِدّیا ہے معرفت سے اُڑاتے ہیں۔اور وُہ چکّر جو علمِ معاملہ میں دکھایا گیا ہے اصل میں بِدّیا ہے واقعی نہیں۔ وہی ہے حقیقی نہیں۔اور وُہ بِدّیا اسی قدّوسِ آتما کی پہچان سے اُڑتا ہے۔عمل سے نہیں جاتا۔عمل سے تو پُن اور پاپ پیدا ہوتے ہیں۔بِدّیا نہیں اُڑتا۔کیونکہ حجرے میں جو اندھیرا ہوتا ہے کسی عملِ جرّ و ثقیل سے نہیں نکالا جاتا لیکن چراغ سے دم میں اُڑ جاتا ہے۔اسی طرح خدائے بِدّیا بھی تاریکی ہے اور جنم مرن سنسار چکّر بھی بِدّیا ہے۔اور تاریکی ظاہر ہے کہ کسی عمل سے دُور نہیں ہوتی۔خواہ نیک ہو خواہ بد بلکہ نُور سے اُڑتی ہے۔آتما نُور ہے اُس میں پُن اور پاپ دیکھنا غلطی اور کفر ہے۔ اور یہی طبعی بِدّیاِ الٰہی ہے جو موجبِ معاد ہے لیکن اس اسنگ آتما نُور کی پہچان معرفت ہے اسی سے وہ غلطی اور کفر بھی رفع ہوتا ہے۔اسی سبب سے نجاتِ خاصہ معرفتِ آتما پر مقرر

ہُوئی ہے۔ یہی تقدیر ہے ✣
(۴۴) اب یُوں سمجھو کہ جس طرح ایک زید کے اندر دِل میں یہ نُورِ درُونی بطریقِ عکس چمکتا ہے اُسی طرح بکر کے دِل میں بھی یہی پرتوہ مارتا ہے۔ اور جس طرح زید کے خیال اور دماغ اور حواس کو روشن کرتا ہے اُسی طرح بکر کے اعضا کو بھی منوّر کرتا ہے۔ اور جس طرح زید اِسی کے ایمان اور اِسی کی چاندنی میں انسانی کار و بار کرتا ہے اُسی طرح بکر بھی اِسی کے ایمان اور اِسی کی روشنی میں اپنا کار و بار کرتا ہے۔ کیا زید کیا بکر کیا عَمرو بلکہ تمام انسان کے اندر یہی ایک شمع جلتی ہے۔ اور اسی کی روشنی میں اُنکے تمام کار و بار کیا انفسی کیا آفاقی انجام ہوتے ہیں ✣
(۴۵) اگرچہ عَمرو اور بکر اور زید تمام انسان باعتبارِ بدن اور بہ ہیئت مجموعی اُن ارواحوں کے جو کرتا بھوگتا ہیں الگ الگ بدن اور نفوس رکھتے ہیں لیکن اس نُور میں سب ایک ہیں۔ اور یہی سب کا آتما ہے اور یہی نہیں کہ فقط انسانوں کے اندر ہی پرتوہ انداز ہے بلکہ چرند پرند کیڑے پتنگ سب کے دِلوں کے اندر اُسی طرح چمکتا ہے جس طرح کہ انسانوں کے اندر چمکتا ہے۔ اسی لئے یہ آتما سب میں ایک ہے۔ اور سبھی آپس میں ایک ہیں ✣
(۴۶) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ یہ نُور فقط چرند پرند یا انسان کے اندر ہی چمکتا ہے بلکہ جس طرح اُنکے اندر چمکتا ہے اُسی طرح ملائک اور پِتروں کے دِلوں میں بھی چمکتا ہے۔ اور اُنکے آسمانی کار و بار کا سبب ہوتا ہے۔ اور وُہ تمام جو سُرلوک اور پِترلوک میں ہیں اپنے

آسمانی کاروبار اور اُسکے بھوگ اسی تجلّی میں انجام دیتے ہیں۔اس لئے
کیا زمینی کیا آسمانی اور کیا خاکی کیا نورانی تمام اس میں ایک ہیں ۔

(۴۷) زیادہ کیا لکھیں پرجاپتی کے دِل میں بھی یہی نور اُسی طرح
چمکتا ہے۔ اُسی طرح اُسکے حواسوں اور اُسکے عرش و کرسی کو بھی
روشن کرتا ہے جس طرح انسان کے دِل اور خیال اور دماغ اور حواسوں
کو روشن کرتا ہے۔اور جس طرح انسان کے کاروبار اسی تجلّیٔ شمع
میں انجام ہوتے ہیں اُسی طرح خدا کے کاروبار بھی اسی چراغ میں
تمام ہوتے ہیں۔اور جو انسان کا نور ہے وہی پرجاپتی کا نور ہے
جو انسان کا آتما ہے وُہی پرجاپتی کا آتما ہے۔اِسی کی پہچان میں
عارف تصدیق کرسکتا ہے کہ مَیں اور پرجاپتی ایک ہیں ۔

(۴۸) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ اگر عمرو اور بکر کا آتما ایک ہے تو عمرو
کے معلومات بکر کے معلومات کیوں نہیں ہوجاتے۔ اور بکر کے دُکھ
عمرو کے دُکھ کیوں نہیں ہو جاتے۔ بلکہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ
یہ نورِ پاک عینِ کشف ہے۔دُکھ سُکھ کی تصدیق اور معلومات کا
تصوّر خیالی حرکت ہے۔خیال میں ہوتے بطریقِ الزام اِس میں بھی
کلپت ہوتے ہیں۔جس جس خیال میں یہ تصدیقات و تصوّرات ہوتے
ہیں اُسی اُسی خیال اور دِل میں اُنہیں یہ کشف کر دیتا ہے۔
خود اُن سے علاقہ نہیں پاتا۔بلکہ زید کی تصدیقات جو زید کے خیال
کے نقش ہیں اُسی کے خیال میں روشن کرتا ہے۔بکر کے خیال میں
کشف نہیں کرتا۔ اور بکر کی تصدیقات جو بکر کے خیال کے نقش
ہیں اُسی کے خیال میں ظاہر کرتا ہے زید کے خیال میں نہیں ۔

(۴۹) دیکھو جب عمرو اور بکر ایک کمرہ میں چراغ جلا کر جُدا جُدا کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایک ہی چراغ عمرو کی کتاب کو روشن کرتا عمرو کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے پر بکر کو نہیں۔ اور وُہی چراغ بکر کی کتاب کو روشن کرتا بکر کو مدد دیتا ہے لیکن عمرو کو نہیں۔ اسی طرح زید کی تصدیقات جو زید کے خیال میں ہوتی ہیں اُسی کا اہنکار دانست پاتا ہے بکر کا نہیں۔ اور بکر کی تصدیقات جو بکر کے خیال میں ہوتی ہیں اُسی کا اہنکار دانست پاتا ہے زید کا نہیں اگرچہ یہ تصدیقات اور دانستیں ایک ہی آتم نُور میں انجام ہوتی ہیں ۞

(۵۰) اسی طرح پرجاپتی کی دانشیں اور حکمتیں انسان کی دانشیں اور حکمتیں نہیں ہو جاتیں اگرچہ وہ بھی اسی آتم نُور میں انجام پاتی ہیں۔ لیکن انسان کی دانشیں پرجاپتی کی دانشیں ہو جاتی ہیں۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ پرجاپتی کا دِل انسانوں کے دلوں سے بلکہ تمام کے دِلوں سے وُہی نسبت رکھتا ہے جو اُن کا دِل اُن کے حواسوں سے رکھتا ہے۔ جس طرح آنکھ کا دیکھنا کان کا دیکھنا نہیں ہو جاتا۔ اور کان کا سُننا آنکھ کا سُننا نہیں ہو جاتا۔ تو بھی آنکھ کا دیکھنا اور کان کا سُننا دِل کا دیکھنا اور سُننا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عمرو کا جاننا بکر کا جاننا نہیں ہو جاتا اور بکر کا جاننا عمرو کا جاننا نہیں ہو جاتا لیکن کیا بکر کیا عمرو سب کا جاننا پرجاپتی کا جاننا ہو جاتا ہے ۞

(۵۱) جس طرح آنکھ کا دیکھنا ۔ کان کا سُننا اور دِل کا سمجھ جان لینا ایک ہی نُور کے وسیلہ سے ہوتا ہے اور وہ نُور اُن سے پاک

رہتا ہے۔اِسی طرح عمر و بکر و زید کا جاننا پرجاپتی کا جاننا بھی اِسی نُور کے وسیلہ ہوتا ہے تو بھی یہ نُور پرجاپتی کی دانست سے پاک رہتا ہے بلکہ اُسکا بھی گواہ اور شاہد اُسی طرح رہتا ہے جس طرح انسانوں کی دانست کا شاہد اور گواہ رہتا ہے ۔

(۵۲) جس طرح آنکھ کا دیکھنا اور کان کا سُننا اور اُنکی دیکھی سُنی دانستوں کو دِل کا جان لینا تمام کا اِسی نُور میں الزام ہوتا ہے اُسی طرح پرجاپتی کی حکمتوں اور دانستوں کا بھی اِس میں الزام ہوتا ہے۔اُن میں یہ مُجرم یا مقید نہیں ہو جاتا۔اِسی سبب سے آزادِ مُطلق اسنگ آتما اور نِت مکت سروپ تصدیق ہوتا ہے ۔

(۵۳) بہر حال اپنی ذات میں آزادِ مُطلق الگ اور اسنگ ہے تو بھی چونکہ وہ خیالوں اور دِلوں اور حواسوں میں چمکتا ہے اور اُنہیں نُورانی کرتا ہے وُہ بھی اپنی تاریکی اور خواصوں سے اِسے مُلزم بناتے ہیں۔اِس طرح باہمی اظہار کے سبب اُنکے کار و بار آتما میں کلپت ہوتے ہیں اور آتما کا پرکاش اُن میں کلپت ہوتا ہے۔بیچارہ انجان اِسکو نہ جانتا ہُوا آتما کو دِلوں خیالوں اور حواسوں سے جُدا نہیں کر سکتا۔اِس لئے اُسے دیکھتا ہُوا بھی نہیں دیکھتا۔اُسے سُنتا ہُوا بھی نہیں سُنتا۔اُسے جانتا ہُوا بھی نہیں جانتا ۔

(۵۴) اب یُوں سمجھو کہ اِس نُور میں ایک ازلی ستر رہتا ہے جو تاریک ہے۔اور جب اُس میں سے اسرار نکلتے ہیں تو ایک سنسار دِکھائی دیتا ہے۔تمام دُنیا کیا لوک کیا پرلوک اِسی کے اسرار ہیں۔اگرچہ یہ اسرار بہت وراز ہیں تو بھی بطور کُلیات بجُملہ تین ہیں۔ایک تو وہ ستر ہے جو اِسی کو ڈھانپ لیتا ہے اور جس کے سبب سے یہ نُور مخفی رہتا ہے۔دُوسرا وہ ستر ہے جس میں یہ چُھپا ہُوا بھی ظاہر ہو

جاتا ہے۔ تیسرا وہ ستر ہے جس سے کچھ کا کچھ ہو کر وہ دکھائی دیتا ہے۔ اُس ستر کو جو اُسے ڈھانپ لیتا ہے تموگُن بولتے ہیں۔ اور اُس کو جو اُس میں مخفی خزانہ کو ظاہر کرتا ہے ستوگُن کہا کرتے ہیں۔ وہ جو کچھ کا کچھ کر دکھلاتا ہے رجوگُن بولتے ہیں۔ اور اِن تینوں گُنوں کو اجمالی حالت میں ستر الٰہی کہتے ہیں اور عام میں اِسی ستر کو قدرتِ الٰہی بولتے ہیں۔ اور اِسی ستر کے الزام سے وہ قادر کہلاتا ہے +

(۵۵) جب کبھی ہر ایک کے اعمال ہر ایک کو بھوگ دینے میں تیار ہوتے ہیں تو اِس ستر میں حرکت ہوتی ہے۔ اور اِن اسراروں کی چھانٹ ہوتی ہے۔ ستوگُن کی جب کامل چھانٹ ہوتی ہے تو اُسی کو ہم وِدیا بولتے ہیں۔ لیکن ناقص ستوگُن کو اوِدیا کہا کرتے ہیں۔ چونکہ ستوگُن میں وہ مخفی نُور بطریق عکس ظاہر ہوتا ہے باعتبار اُس تجلّی کے جو وِدیا میں پڑتا ہے اور وِدیا میں اُس کے سبب سے ابھمان ہوتا ہے اُسی کو ایشور کہا کرتے ہیں۔ اور جو تجلّی اوِدیا میں پڑتا ہے اور اُس کے سبب سے اوِدیا میں ابھمان ہوتا ہے اُسے جیو بولا کرتے ہیں +

(۵۶) چونکہ وِدیا واقع میں حکمتِ کاملہ ہے اور اُس ستر سے جو اُسے ڈھانپ لیتا ہے بالکل صافی ہوتی ہے اِس آتم نُور کی معرفت ہے۔ اسلئے وہ ایشور رب حکمت ہے اور ہمہ داں بھی ہے۔ جو کچھ چاہتا ہے کر سکتا ہے کیونکہ وہ صاحبِ حکمت ہے +

(۵۷) لیکن اوِدیا واقع میں ناقص حکمت ہے۔ کیونکہ تموگُن سے پوری پوری صاف نہیں ہوتی اِس لئے وہ اس آتم نُور سے معرفت نہیں رکھتی۔ اسلئے انسان بند اوِدیا میں مقیّد ہُوا اُلٹا پلٹا اُس میں تصور رکھتا ہے جو صحیح نہیں

اور ہمہ داں نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسی قدر کر سکتا ہے جو کہ اُس کے عمل اُسکے بھوگ دینے کے لئے طیار ہوتے ہیں۔ اِس لئے عاجز اور جہل کی قید میں پھنسا ہوا سا ہوتا ہے ۔

(۵۸) اور یہ ظاہر ہے کہ کامل چھانٹ ایک ہوتی ہے اور ناقص چھانٹ انیک۔ اِس لئے ایشور ایک ہے رجیو انیک۔ لیکن اوِدیا جو جیو کی مظہر ہے واقع میں مبداء قلوب و نفوس ہے۔ اور محدود قلوب و نفوس کے جو کار و بار ہیں وہ جیو میں کلپت ہیں۔ اور خیال کے سبب سے جسکی بیج اوِدیا ہے اُس کے اعمال کے بھوگ کے لئے سنسار چکر کا اُس میں الزام ہوتا ہے۔ جیسا وُہ کرتا ہے ویسا پاتا ہے۔ یہی عدل ہے جس کی اشارت بہ تفصیل علم معاملہ میں کی گئی ہے ۔

(۵۹) عمل یا تو نیک ہوتے ہیں یا بد۔ نیک عملوں کے سبب سے وہ دیویان اور پتریان سڑکوں کے ذریعہ علوی عالموں میں جاتا ہے اور آسمانی بھوگ پاتا ہے۔ جب وُہ اعمال ختم ہوتے ہیں تو پھر لوٹ آتا ہے۔ اسی طرح کبھی اُوپر کبھی نیچے چکراتا ہے جسے جنم مرن سنسار چکر بولتے ہیں ۔

(۶۰) لیکن عملوں کے سبب سے وہ سر جو اوِدیا میں ہے نہیں اُڑتا کیونکہ اوِدیا تو وِدیا سے دُور ہوتی ہے۔ جب تک وُہ روِدیا نہیں پاتا چاہے علم معاملہ میں وُہ کسی قدر۔ ترقی بھی کرے اوِدیا نہیں جاتی۔ اِس لئے فضل کے اُمیدوار اِس آتم نُور کی پہچان میں لگتے ہیں۔ جب اِسکی پہچان ہوتی ہے تو رودیا ملتی ہے جس سے اودیا دُور ہو جاتی ہے۔ اورجب اوِدیا جو بیج نفوس و حواس ہے دُور ہوتی ہے تو اُسکی نفی سے بعد موت وُہ تمام دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وُہ رودیا ایشور کی مظہر ہے اِس لئے وہ ایشور سے ایک ہو جاتا ہے۔ اور تمامی سلطنت

آسمانی اِس معرفت کے وسیلے اُسے مُکتت مِلتی ہے ✤

(۶۱) الغرض نُورِ مقدّسِ آتما ہر طرح سب سے الگ سب رُوپ ہے اور اسنگ ہے۔خیال کے مساوی ہُوا دِھیان کرتا سا اور لِیلا کرتا سا ہوتا ہے لیکن حقیقت میں نہ تو وہ دھیان کرتا ہے نہ لیلا کرتا ہے۔جب خیال نیند کی حالت میں بدلتا ہے تو سوتا سا۔جب وُہ بیداری کی حالت میں بدلتا ہے توجاگتا سا ہو جاتا ہے ✤

(۶۲) جب یہ خیال (انتہ کرن) بدن سے قطعی علاقہ چھوڑ جاتا ہے تب یہ مرتا سا دکھائی دیتا ہے۔جب یہ دُوسرے بدن میں علاقہ پاتا ہے تو یہی جنمتا سا وہم ہوتا ہے۔حقیقت میں نہ یہ مرتا ہے نہ جنمتا ہے۔تمام اِسی کے اسرار ہیں۔ اور اسی میں کار و بار کرتے ہیں۔اور تمام ستری و خیالی ہیں۔ اور اُنہیں اعمال کے بھوگ کے لئے یہ خیال (انتہ کرن) پرانوں کی تار سے بندھا ہُوا دِلِ صنوبری میں مُقیّد ہے جو پہلے جنم میں اُس کے پانو کی زنجیر ہوتے ہیں ✤

(۶۳) جب کہ زنجیرِ اعمال سے پرانوں کی تار کے سبب سے وُہ خیال دِلِ صنوبری میں مقیّد ہے اور مظہر اُس نُور کا ہے اُس کے اعتبار سے نُورِ آتما بھی دِل میں مقیّد سا وہم ہوتا ہے حالانکہ آزاد ہے۔یہی پہچان واقع میں بھید کی پہچان ہے اور اُس کے پانے کا مکان یا موقع بھی یہی دِل یا خیال ہے ✤

فصلِ چہارم

(۱) ہم نے جو کچھ اوپر کی فصلوں میں لکھا ہے کچھ کیول کلپنا نہیں بلکہ رشی منیوں کی بحث میں بتکرار ثابت ہوا ہے۔ کیونکہ سویم جیوتی (स्वयं ज्योति) براہمن میں ہم سنتے ہیں کہ ایک دفعہ یاگیہ ولک منی یوں ہی راجا جنک کے ہاں جا نکلا تو راجا نے پوچھا کہ اَے یاگیہ ولک! انسان کا نور کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اَے راجا! سورج اِس کا نور ہے کیونکہ اسی کی روشنی میں یہ اٹھتا بازار جاتا اپنا کار و بار کرتا پھر واپس آ جاتا ہے اور یہ سورج اس سے اور اس کے کار و بار سے الگ اسنگ رہتا ہے۔ کہا ٹھیک ہے*

(۲) پھر راجا نے پوچھا جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کا کون نور ہوتا ہے؟ کہا اَے راجا! چاند اس کا نور ہوتا ہے کیونکہ چاند کے پرکاش میں یہ اٹھتا بازار جاتا اپنا کار و بار کرتا پھر واپس آ جاتا ہے اور یہ چاند اس سے اور اس کے کار و بار سے الگ اَسنگ رہتا ہے۔ کہا ٹھیک ہے*

(۳) پھر راجا نے پوچھا جہاں سورج غروب ہوا اور چاند بھی غروب ہوا ہو تو اس کا نور کون ہوتا ہے؟ کہا اَے راجا! چراغ اس کا نور ہوتا ہے کیونکہ تب چراغ کی روشنی میں وہ اٹھتا بازار جاتا اپنا کار و بار کرتا پھر واپس آ جاتا ہے اور یہ چراغ اس سے اور اس کے کار و بار سے الگ اسنگ رہتا ہے

* دیکھو برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۴ براہمن تیسرا*

کہا ٹھیک ہے ؛

(۴) پھر راجا نے پُوچھا جہاں سُورج بھی غرُوب ہو اور چاند بھی غرُوب ہو اور چراغ بھی نہ ہووے وہاں اِس کا نُور کیا ہے ؟ کہا۔ اَے راجا! کلام اس کا نُور ہوتا ہے کیونکہ پھر یہ کلام کے تجلّی میں اُٹھتا بازار جانا اپنا کار و بار کرتا واپس چلا آتا ہے اور یہ کلام اُس سے اور اُس کے کار و بار سے الگ اسنگ رہتا ہے۔ دیکھو جہاں کہیں ایسی اندھیری رات ہو کہ جس میں ہاتھ پسارا بھی دکھائی نہ دے تو جہاں آواز سُنتا ہے وہاں ہی چلا جاتا ہے۔ کہا ٹھیک ہے

(۵) پھر راجا نے پُوچھا کہ جہاں سُورج بھی غرُوب ہو اور چاند بھی غرُوب ہو اور چراغ بھی نہ ہو اور کلام بھی نہ سُنتا ہو وہاں اُس کا نُور کیا ہوتا ہے ؟ اور یہ ظاہر ہے کہ جب یہ خواب میں ہوتا ہے تو کلام بھی نہیں سُنتا۔ کہا۔ اَے راجا! وہاں اُس کا آتما نُور ہوتا ہے کیونکہ وہ اِس آتم نُور میں اُٹھتا بازار جاتا کار و بار کرتا پھر واپس آ جاتا ہے اور یہ آتما اُس سے اور اُس کے کار و بار سے الگ اسنگ رہتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خواب یعنی سوپن میں بھی انسان اُسی طرح کار و بار کرتا ہے جیسا کہ بیداری میں کرتا ہے ؛

(۶) اَے راجا! سُورج چاند چراغ کلام اُس کی بیرُونی جیوتی ہیں۔ اور یہ آتما اُس کی درُونی جیوتی ہے۔ جس طرح بیرُونی کار و بار بیرُونی جیوتیوں سے وُہ کرتا ہے اُسی طرح درُونی کار اُس درُونی جیوتی میں کرتا ہے بلکہ بیرُونی کار بھی بغیر اُس درُونی جیوتی کے نہیں ہوتے۔ بیرُونی جیوتیاں تو اُس کی فقط معاون ہیں۔ اور جس طرح بیرُونی جیوتیاں انسان سے الگ ہیں اور اُس کے کار و بار سے کچھ علاقہ نہیں رکھتیں اُسی طرح یہ آتم نُور بھی انسان سے علیحدہ ہے اور اُسکے کار و بار سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا ؛

(۷) راجا نے پوچھا مہاراج! یہ آتما کونسا ہے؟ مُنی جی نے کہا- یہ جو علمی نور خیال اور حواسوں میں دل کے اندر چمکتا ہے وہی انترجیوتی پُرش ہے اور یہ دل میں اُس طرح مرکوز ہے جس طرح آئینہ میں مُنہ داخل ہوتا ہے- اگرچہ مُنہ شیشے کے اندر کہا جاتا ہے مگر وہ واقع میں اُس کے اندر نہیں ہوتا بلکہ اُس سے الگ اور اسنگ ہوتا ہے- اِسی طرح آتم نور بھی دل کے شیشہ کے اندر جھلکتا ہے اور پھر دوسرے آئینوں میں جو خیال اور حواس ہیں بہ ترتیب آ جاتا ہے +

(۸) مُنی جی نے پھر آپ ہی فرمایا کہ جس طرح آئینہ کی حرکت سے چہرہ بھی ہلتا سا دکھائی دیتا ہے لیکن ہلتا نہیں- اِسی طرح خیال کی حرکت سے یہ جیوتی پُرش بھی ہلتا سا دکھائی دیتا ہے لیکن ہلتا نہیں- خیال کی حرکتیں جملہ سوچ وچار مروپ ہیں اِس لئے آتما سوچ کرنے والوں کی مانند ہوتا ہے لیکن سوچ نہیں کرتا- دھیان کرتا سا ہوتا ہے مگر دھیان نہیں کرتا- لِیلا کرتا سا ہوتا ہے مگر لیلا نہیں کرتا- بلکہ جملہ نفسانی حرکتیں اور کیفیتیں جو خیال یا من کے دھرم ہیں- تمام آتم جیوتی میں مفروض ہوتی ہیں +

(۹) اَے راجا! بطور مجموعۂ (کُلیات) من کی دو قسم کی حرکتیں ہیں- یا تو وہ دِل سے پھیلتا ہے اور دماغ اور حواسوں میں آجاتا ہے اُس حالت کو عوام بیداری بولتے ہیں- یا وہ مُنقبض ہوتا حواسوں اور دماغ سے لَوٹتا دِل کے اندر جہاں وہ اپنی بیج رکھتا ہے چلا جاتا ہے اُسے نیند کہا کرتے ہیں- یہ جاگرت اور نیند واقع میں من کے دھرم ہیں- لیکن جیوتی پُرش نہ تو پھیلتا ہے اور نہ منقبض ہوتا ہے تو بھی خیال سے مساوی ہُوا جاگتا سوتا تصدیق ہوتا ہے-

(۱۰) جب خیال یا من بیداری کی حالت میں بدلتا ہے تو گمان ہوتا ہے کہ

میں جاگتا ہوں۔ جب یہی من نیند کی حالت میں بدلتا ہے تو ظن غالب ہوتا ہے کہ میں سوتا ہوں۔ اِس طرح یہ جیوتی پُرش من کے سمان ہوا جاگتا سوتا سا ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہ وہ جاگتا ہے نہ سوتا ہے بلکہ یُوں ہی خیال کے سبب سے یہ حالتیں اُس میں فرض ہوتی ہیں ٭

(۱۱) اَے راجا! یہ من پنچ بھوتوں کے ستوگن اثروں سے بنایا گیا ہے اور اپنے اعمالوں کے بھوگ کے لئے دلِ صنوبری میں مقید ہو رہا ہے۔ جب جاگرت کے بھوگ دینے کو اعمال تیار ہوتے ہیں تو وُہ بحالتِ جاگرت بدل جاتا ہے۔ جب خواب کے بھوگ دینے کو اعمال تیار ہوتے ہیں تو نیند کی حالت میں بدل جاتا ہے۔ جب تک وہ اعمال ختم نہیں ہوتے اِس بدن سے وُہ علاقہ رکھتا ہے۔ یہ آتم جیوتی اگرچہ حقیقت میں قیدِ اعمال اور علاقۂ بدن سے پاک ہے تو بھی یہ اُنکی قید میں اور من کے بھوگ اس میں تصدیق ہوتے ہیں۔

(۱۲) جب یہ عمل ختم ہوتے ہیں اور دُوسرے اعمال بھوگ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں تو یہ من اِس بدن سے علاقہ چھوڑ دیتا ہے اور جدید بدن سے جو اِن دُوسرے اعمال نے بنایا ہے علاقہ پا جاتا ہے۔ اِس طرح یہ جیوتی پُرش من کے مساوی ہُوا دونوں عالموں میں سیر کرتا ہے۔ اصل میں سایر نہیں ہوتا۔

(۱۳) اَے راجا! اب یُوں سمجھ کہ کیا انسان ظاہری کیا باطنی جو بدن اور من و حواس ہیں جملہ عملوں کے بنے ہُوئے ہیں۔ اور یہ اعمال واقع میں پاپ ہیں اِس سبب سے وہ بھی جو اُس سے بنائے گئے ہیں پاپ رُوپ ہیں۔ اور یہ آتما اُس سے اسنگ ہوتا ہُوا بھی من کے مساوی ہُوا بدن سے علاقہ پاکر جنمتا سا ہوتا ہے اور پاپوں سے لگا سا دکھائی دیتا ہے اور جب مرتا سا ہُوا اُنہیں چھوڑتا ہے تو چھوڑتا سا دکھائی دیتا ہے ٭

(۱۴) اِس لئے اِس جیوتی پُرش کے دو مقام ہوتے ہیں۔ایک دُنیا دُوسری آخرت۔ اِس بدن میں جو پاپ رُوپ ہے جب تک علاقہ سا پاتا ہے تو دُنیا (اِس لوک) میں تصدیق ہوتا ہے۔جب اِن پاپوں کو چھوڑتا ہے تو پُن رُوپ آخرت کے بدنوں سے علاقہ پاکر پرلوک میں تصدیق ہوتا ہے۔لیکن خواب (برزخ) اِن دونوں میں تیسرا مقام ہے۔اِس برزخ میں آیا وہ دونوں مقاموں کو دیکھتا ہے ۔

(۱۵) عالمِ خواب ان دونوں عالموں کی برزخ ہے۔اِس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں آدمی اکثر اِس جاگرت کے دیکھے سُنے آثاروں سے اُسی قسم کا عالم دیکھتا ہے جو یہاں دیکھا ہے ۔

(۱۶) جب کبھی اُس کے اعمال دُوسرے بھوگ کے لئے تیار ہوتے ہیں تو اکثر بطور پیش خبری خواب میں اُس کی نمُوداری دکھاتے ہیں۔اِسی سبب سے کبھی کبھی خواب میں عجیب خوابیں آتی ہیں جو دُنیا میں دیکھی یا سُنی نہیں ہوتیں۔بس جیسا وہ جانے کو تیار ہوتا ہے اُنہیں آثاروں کو لے کر خواب میں دونوں عالموں کا ملاحظہ کرتا ہے جو پاپ رُوپ اور آنند رُوپ ہیں۔اور یہی ملاحظہ دونوں مقاموں کے لئے کافی ثبوت ہے ۔

(۱۷) لیکن جب یہ غرقِ نیند میں جاتا ہے تو دونوں مقاموں سے نکل جاتا ہے بلکہ تمام کو چھوڑتا ہُوا بھی سب کے آثار ساتھ لے جاتا ہے۔اور غیروں میں خودی چھوڑ کر اپنی ذاتی خودی میں قائم ہوتا ہے۔ اور اُن آثاروں کو بہ حیثیت مجمُوعی مجمل دیکھتا ہُوا بھی اُن سے الگ دیکھنے والا رہتا ہے۔یہاں یہ سویم جیوتی (स्वयं ज्योति) ہوتا ہے ۔

(۱۸) دیکھو وہاں نہ تو گاڑیاں ہوتی ہیں اور نہ گاڑیوں کے گھوڑے اور نہ اُنکی سڑکیں۔لیکن گاڑیوں اور گھوڑوں اور سڑکوں کو جھٹ پٹ اُنہیں آثاروں

سے پرچ لیتا ہے۔ نہ وہاں شوق ہوتا ہے نہ اُنس نہ محبت۔ مگر شوق اور اُنس
اور محبت کو بھی پرچ لیتا ہے۔ نہ وہاں باغیچہ نہ باغیچہ میں چلتی نہریں اور نہ کوٹھیاں
ہوتی ہیں۔ لیکن باغیچوں اور باغیچوں میں چلتی نہروں اور کوٹھیوں کو رچ لیتا
ہے۔ وہاں یہی کرتا سا ہوتا ہے ۔

(۱۹) لیکن یہاں بھی اِس کرتوت کا الزام اُنہیں آتاروں کے سبب ہوتا ہے
کیونکہ غرق نیند میں اُس کی ذات آتاروں سے الگ دیکھنے والی ثابت ہوتی ہے۔
اسلئے وہ کرتا ہرتا بھی نہیں کرتا کیونکہ جو صفات ذاتی نہیں ہوتیں وہی پوشاک
کی طرح اُترتی ہیں لیکن وہ جو صفتِ ذاتی ہے کبھی بھی نہیں اُترتی۔ چونکہ
تمام کرتوتیں دونوں مقاموں یا برزخ میں مختلف ہوتی ہیں اور غرق نیند میں
مِثل پوشاک اُس سے اُتر جاتی ہیں اِس لئے تمام اناتما ہیں ۔

(۲۰) مگر دیکھنا اُس کا نہ تو دونوں مقاموں یا برزخ میں مختلف ہوتا ہے نہ
اُس سے مِثل پوشاک کے اُتر جاتا ہے بلکہ فقط وید اُس کی غرق نیند میں
عُریاں نُوراً علیٰ نُور عین شہادت باقی رہتی ہے۔ اگر وہ بھی اُتر جاتی تو پھر
غرق نیند کی شہادت کون دیتا۔ اِس لئے ثابت ہوتا ہے کہ اُس کا سروپ
عینِ دیدار۔ نُوراً علیٰ نُور۔ اکرتا۔ ابھوگتا ہے۔ اور یہی آتما ہے ۔

(۲۱) اَے راجا! جو دھرم۔ دھرمی سے کبھی بھی الگ نہ ہو وہی اُس کا سروپ
ہے۔ دیکھو چراغ کی روشنی چراغ سے کبھی بھی آتاری نہیں جاتی اسی سبب
سے چراغ عین نور کہلاتا ہے۔ آتما کی وید بھی نہ تو ناسوت نہ ملکوت نہ جبروت
میں اُترتی ہے اِسی سبب سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آتما عین وید۔ عین شہادت
نوراً علیٰ نُور۔ اسنگ ہے ۔

(۲۲) پھر مُنی جی نے فرمایا اے راجا! اس بارے میں ہمارے پاس وید کے

منتر ہیں۔ ہم سُنتے ہیں کہ سوپن میں بدن کو ترک کرکے خُفتہ حُفنوں کو دیکھتا ہے اور انہیں آثاروں کو لے کر پھر مقاموں میں آ جاتا ہے۔ وہ جو اِن مقاموں میں پھرتا اُن سے الگ ہے ایک ہنس پُرش ہے +

(۲۳) پرانوں سے اپنے آشیانہ کی حفاظت کرتا ہُوا آشیانہ سے باہر نکل جاتا ہے اور امرت کو پاتا اپنی مرضی سے پھر آشیانہ میں آجاتا ہے۔ آشیانہ میں پھرتا ایک ہنس پُرش ہے +

(۲۴) خواب میں یہی جہان دیو بزرگی اور خرابی میں آیا سا طرح طرح کے رُوپ کرتا ہے۔ کبھی عورتوں سے محبّت کرتا ہنستا ہُوا لیلا کرتا ہے۔ کبھی خوف دیکھتا ہے آہ! افسوس ہے کہ اُسکی لیلا کو تو خواب میں دیکھتے ہیں لیکن اُسے نہیں دیکھتے

(۲۵) طبیب لوگ کہتے ہیں کہ سونے کو جلدی نہیں جگانا چاہیئے۔ نہیں تو کوئی لاعلاج مرض ہو جائیگا۔ لیکن یہ وجہ نہیں جانتے کہ شاید وہ جلدی سے بدن میں نہ آوے تو ہیکل کا کام خراب ہو جاوے۔ اِس قسم کے ویدک منتروں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جاگرت سُوپن سُشپتی میں پھرتا اُن سے اور اُن کے کار و بار سے الگ دیکھنے والا ساکھشی پُرش ہے۔ اَے راجا! اس طرح یہاں سُشپتی میں وہ سوم جیوتی ہوتا ہے۔ تب راجا نے آتما کی پہچان پاکر کہا۔ بھگوان! مَیں ایک ہزار گائیں دکشنا دیتا ہُوں لیکن میری نجات کے لئے کچھ زیادہ فرمایئے۔ راجا کو ابھی اچھی طرح قدّوس ظاہر نہیں ہُوا اس لئے پھر زیادہ تشریح چاہتا ہے۔

(۲۶) منی جی نے فرمایا۔ دیکھو یہ آتما خواب میں طرح طرح کی لیلا کرکے اور پاپ و پُن دیکھ کر عالمِ آرام میں جاتا ہے۔ وہاں نہ تو کوئی خوف ہے نہ کوئی غم بلکہ اپنا خاص آرام پاتا ہے۔ اِسی سبب سے سُشپتی کو سنسکرت میں سمپرساد (सम्प्रसाद) بولتے ہیں کیونکہ یہ اُس کے خاص آرام کا مکان ہے۔ یہاں

بخوبی وہ غنی اور واحد ثابت ہوتا ہے بلکہ جانا جاتا ہے کہ جس طرح وہ عین وید ہے اسی طرح وہ عین آرام بھی ہے۔ پہلے مقاموں میں جو درد و الم دیکھتا ہے دل اور خیالات کے دھرم ہیں۔ اگر اس کے دھرم ہوتے تو یہاں کس طرح اس سے اتر جاتے؟ جب وہ خیال اور دل کے اترنے سے ساتھ ہی اتر گئے تو تمام وہ دل اور خیال کے دھرم ہیں اس کے نہیں۔ جب وہ اِن مقاموں میں دل کو اور خیال کو پوشاک کی طرح پہنتا ہے تو اس کے درد و غم بھی اس میں کلپت ہوتے ہیں ✤

(۲۷) اے راجا! یہ آتما قدوس عین آرام پھر اِس عالم آرام سے جو سپرساد ہے باقاعدہ باضابطہ سوپن کے لئے نکلتا ہے۔ اور جو کچھ وہاں دیکھتا ہے اس سے بے آلود ہوتا ہے کیونکہ وہ اسنگ پرش ہے۔ نور کا تاریکی کے ساتھ کیا علاقہ۔ آرام کو درد سے کیا نسبت۔ غنی کو خوف سے کیا مناسبت۔ دیکھنے والے کو دکھائی دینے والے سے کیا بگاڑ ہے۔ گواہ کو معاملہ سے کیا۔ راجہ نے کہا درست ہے میں ایک ہزار گائیں اور دکھشنا میں دیتا ہوں ابھی زیادہ فرمایئے تاکہ نجات پاؤں ✤

(۲۸) اے راجا! یہ آتما قدوس عین آرام۔ ساکھشی اس سوپن میں بھی لیلا کرتا سا اور بلاس کرتا سا پُن پاپ کو دیکھتا ہوا پھر اسی قاعدہ اور ضابطہ سے جاگرت کے لئے نکلتا ہے۔ جو کچھ وہاں دیکھتا ہے اس سے بے آلودہ نکلتا ہے کیونکہ وہ اسنگ پرش قدوس ہے۔ راجا نے کہا درست ہے۔ ایک ہزار گائیں اور دکھشنا دیتا ہوں ابھی زیادہ کیجئے تاکہ نجات پاؤں ✤

(۲۹) اے راجا! یہ آتما قدوس۔ تمام معاملات کا گواہ۔ خود آرام۔ اِس جاگرت میں بھی لیلا کرتا سا بلاس کرتا سا پُن اور پاپ کو دیکھتا اسی قاعدہ اور ضابطہ سے پھر خواب میں چلا جاتا ہے۔ جو کچھ جاگرت میں دیکھتا ہے اس سے بھی بے آلود

جاتا ہے جس طرح مُرغابی بھی پانی میں کبھی غوطہ مارتی ہے اور کبھی اُڑ جاتی ہے لیکن پانی سے بھیگ نہیں جاتی۔ اِسی طرح یہ آتما بھی تینوں مقاموں میں پھرتا جو کچھ وہاں دیکھتا ہے اُس سے آلایش نہیں پاتا بلکہ جُوں کا تُوں پاک نکلتا ہے ٭

(۳۰) پھر کہا۔ تینوں مقاموں میں یہ جیوتی پُرش اِس طرح بے خوف پھرتا ہے جس طرح ایک بڑا مچھ ناپیدا کنار سمندر میں کبھی دائیں کبھی بائیں پھرتا ہے۔ اگرچہ بڑے بڑے طلاطم خوفناک اُٹھتے ہیں پر اُس مچھ کو کچھ نہیں ضرر دیتے۔ نہ تو وہ مچھ اُن سے ڈرتا ہے اور نہ اُن سے بھیگتا ہے۔ اسی طرح یہ آتم دیو بھی جاگرت سوپن میں پھرتا ہے اور اُن کا تماشائی ہوتا ہے۔ وہاں کے پُن پاپ کچھ بھی اُسے اثر نہیں کرتے ٭

(۳۱) پھر جب یہ مچھ آرام کرنا چاہتا ہے تو اُس (سمندر) کے تلے چلا جاتا ہے اور آرام سے سوتا ہے۔ اسی طرح یہ آتما بھی جاگرت اور سُوپن کی سیر کرکے تیسرے مقام میں جو اُس کا خاص آرام ہے آرام کرتا ہے۔ جہاں نہ کچھ خواب دیکھتا ہے اور نہ کچھ باہر کی خبریں ہوتی ہیں ٭

(۳۲) پھر کہا۔ راجا! یہ آتما ایک زور آور شاہباز ہے۔ جیسا وہ بھی مہاں آکاش میں بے خوف اُڑتا اور سیر کرتا ہے اور پھر اپنے پروں کو لپیٹ کر اپنے خاص آشیانہ میں داخل ہوتا آرام کرتا ہے اِسی طرح یہ آتم دیو بھی جاگرت سوپن میں سیر کرکے کیا دل کیا خیال کیا حواس تمام کو بلکہ اُس سے بھی جو باہر ہے لپیٹ کر اپنے خاص آرام میں جو سنپرساد ہے آرام کرتا ہے۔ یہاں نہ تو کوئی کام ہے اور نہ کوئی خواب ٭

(۳۳) اَے راجا! جبکہ اِس سنپرساد میں وہ ذاتی غنی۔ عَین آرام اور عَین

دیدار ثابت ہوتا ہے تو خواب ہیں جو اُسے خوف۔غم۔خوشی اور ہاس بلاس (ذہنی مخول) ہوتے ہیں وہ دل۔اور خیال کے اعتبار سے کلپت ہوتے ہیں جیسے مچھ بھی بڑے سمندر کی لہروں میں سیلاب زدہ معلوم ہوتا ہے لیکن مچھ جانتا ہے کہ مجھے یہ طلاطم کیا کرسکتے ہیں۔کیا نوح کا طوفان اگر دنیا کو ہلاک کرے تو کرے لیکن چھوٹی سی مچھلی یا بط کے بچہ کو کیا خوف ہے۔جہاں تک اونچا ہو۔ہو۔ مچھلی یا بط کا بچہ تو اُسکے سر پر تیرتا ہے ؛

(۳۴) دنیا اور آخرت کے غم و شادی یا موت اور زندگی کے طلاطم خیال کے علاقہ میں ہوں تو ہوں۔پر ساکشی چیتن کو جو انہیں دیکھتا ہے کیا خوف۔ وہ تو جہاں خیال جاتا ہے اور جوں جوں دُکھ و راحت میں آکار پاتا ہے اس میں اسی طرح چمکتا ہوا تیرتا ہے جیسا کہ طوفانِ نوح میں مچھ اوتار تیرتا تھا ؛

(۳۵) اَے راجا! درد و غم یا راحت و خوشی تجھے نہیں ہوتے بلکہ تیرے اہنکار کو ہوتے ہیں۔اور تیرا اہنکار بھی ایک اسی خیال اور دل کی خاص موج ہے۔جس طرح طوفان میں بھی خاص موج اُٹھتی تھی جو بھگوان مچھ اوتار کے آکار تھی اور اس کے اِرد گرد محیط تھی اگر دوسری موجیں اس بڑی موج کو ابتر کریں تو کریں اگر اُس کی جمعیت کریں تو کریں مچھ کو کیا۔اسی طرح اہنکار بھی تیرے خیال کی ایک بڑی موج ہے جو تجھے خاص علاقۂ ابھمان کی موجب ہے۔اگر دُکھ روپ موجیں اُسے رنج دیں تو دیں اگر سُکھ آکار موجیں اُس سے موافق ہوں تو ہوں۔تجھے کیا ؛

(۳۶) اَے راجا! اپنے اہنکار کو اناتم خیال کی بڑتی جان کر اپنے آتم بل سے جو ہبیک کر دکھا دیا ہے الگ ہو۔یہ دُکھ اور سُکھ آتما کے دھرم نہیں

اہنکار کے دھرم ہیں۔ اور اہنکار تو پوشاک کی طرح سنپہرساو ہیں تُم سے اُتر جاتا ہے۔
پھر کیوں اُسے پہن کر اُسکی غم و خوشی کو اپنے ہیں مانتے ہو؟ دانا جانتے ہیں
اگر پوشاک سُرخ ہے تو ہم سُرخ نہیں ہو جاتے۔ اگر پوشاک سیاہ ہے تو ہم
سیاہ نہیں ہو جاتے۔ اگر اہنکار بھی درد و الم پاتا ہے تو تُجھے کیا۔ اگر پُن پاپ
سے آلایش کھاتا ہے تو تُمہیں پُنّی یا پاپی نہیں کرتا ÷

(۳۷) اَے راجا! تُو جاگرت اور سُوپن ہیں بیگانہ گُناہوں سے گُنہگار اور بیگانہ
بھُوک پیاس سے بھُوکا پیاسا اور بیگانہ زندگی اور موت سے جیتا مرتا ہے لیکن
ظاہر ہے کہ بیگانہ گُناہوں سے کوئی گُنہگار نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح دُوسرے کی
بھُوک سے دُوسرا بھُوکا نہیں ہو جاتا۔ اور خیال کی زندگی اور موت سے آتما مرتا
یا جنمتا بھی نہیں۔ یہ تمام اُس ہیں خیال اور بدن کے علاقہ کے سبب سے
ہیں اور اُس کا تعلق بڑا وہمی ہے۔ پھر کیوں اُس کے دھرموں کو اپنے ہیں
وہم کرتے ہو؟ ÷

(۳۸) اَے راجا! جبکہ یہ آپ اسنگ ہے۔ خیال کے سبب سے اِس ہیں بیگانہ
دھرم ظاہر ہوتے ہیں۔ اور جب خواب ہیں اِس کو دُشمن یا چور باندھتے اور
مارتے ہیں یا کوئی ہاتھی پیچھے پڑتا ہے تو ایسا تصوّر ہوتا ہے کہ مارا اور گرطھے
ہیں گرا۔ اور ایسے ہی یہاں جب جاگرت کے خیالات دیکھتا ہے اور اوِدّیا کے
سبب سچ جانتا ہے ورنہ جھوٹھ مُوٹھ دِکھاوا ہی ہے۔ پر اگر وہاں وچار
کرے اور راجا اور دیوتا کی طرح جان لیوے کہ جو کچھ یہ ہے "مَیں ہی ہُوں"۔
تو یہی سچ ہے اور یہی اُس کا پرم دھام ہے ÷

(۳۹) اَے راجا! خواب ہیں اگر دُشمن نے باندھ لیا یا چور نے مارا یا
ہاتھی نے گرطھے ہیں گرا دیا تو یہ بھی وہمی تصوّرات ہیں۔ اگر برعکس اُسکے

معلوم ہوگیا کہ یہ تمام خیالات ہیں بلکہ میں ان تمام کا آتما ہوں۔ اور یہ تماشا ہے میں تماشائی ہوں تو یہ بھی ایک وہمی تصوّر ہے۔ تو بھی وہ پہلے تصوّرات جھوٹے اور دُکھ کے سبب ہیں اور یہ دُوسرا تصوّر برعکس اُس کے معرفت اور راستی ہے اور سُکھ کا سبب ہے۔ اسی سبب سے وِدّیا اِس کا پرم دھام ہے اور اودّیا اس کا جہاں نرک ہے۔ اگرچہ وِدّیا اور اودّیا بھی اُس کی ذاتی صفت نہیں تو بھی اِودیا گئی تو پھر پرم کلیان ہے +

(۴۰) وِدّیا اور اودّیا سے الگ جو اُس کا سروپ ہے وہ تو سنپرساد ہیں خود بخود دن رات ثابت ہوتا ہے۔ اور یہاں سنپرساد ہیں ویدوں سے بھی گزر جاتا ہے۔ جبکہ ویدوں سے گزر جاتا ہے تو پاپوں سے بھی گزر جاتا ہے بلکہ غنی اور لادھڑک ہوتا ہے۔ یہی اُس کا اصلی سروپ ہے +

(۴۱) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ سنپرساد میں نہ تو وہ کچھ دیکھتا ہے نہ سُنتا ہے بلکہ بے خبر ہوتا ہے اِس لیئے وہاں اودّیا یا بے خبری اُس میں ہوتی ہے کیونکہ جیسے کوئی متوالا معشوق کو بغل میں لیئے محظوظ ہوتا ہے نہ تو کچھ گھر کی اور نہ باہر کی خبر رکھتا ہے ایسے ہی یہ آتما بھی اپنے خاص آرام میں جو اُس کا ذاتی آرام ہے نہ تو اپنی خبر رکھتا ہے نہ غیر کی۔ تو بھی اُس کی ذاتی نظر لوپ دگم نہیں ہو جاتی +

(۴۲) اور یہی رُوپ اُس کا اپنا ہے کیونکہ تمام مُرادیں یہاں حاصل ہیں اور یہاں بجز اپنے آپ کے دُوسرے کی طلب نہیں۔ اور یہی رُوپ اُسکا بے طمع اور بغیر خواہش کے ہے۔ یہاں باپ باپ نہیں رہتا۔ ماں ماں نہیں رہتی۔ عالم عالم نہیں رہتا۔ وید وید نہیں رہتا بلکہ یہاں چور چور نہیں رہتا۔ خُونی خُونی نہیں رہتا۔ چانڈال چانڈال نہیں رہتا۔ تھکا تھکا نہیں رہتا۔ بیمار بیمار نہیں رہتا۔ کیونکہ

پتوں سے جیسے الیپ ہوتا ہے ویسا ہی پاپوں سے الیپ ہوتا ہے۔یہاں ہی دل کے تمام درد و الم سے پار جاتا ہے۔اور یہی سروپ اُس کا سنسار سمندر کا تارو دینےوالا ہے ٭

(۴۳) اے راجا! باپ تو وہ تب ہو جب وہاں کوئی اُس کا بیٹا ہو۔اور ماں بھی تب ہو جب کوئی وہاں اُس کا بچہ ہو۔وہاں کوئی دوسرا نہیں جو اُس کا فرزند خیال کیا جائے۔اس لئے نہ تو باپ ہے نہ ماں ہے۔اور اسی طرح کوئی عالم نہیں کیونکہ نہ تو دنیا ہے نہ آخرت۔اور نہ وہاں وید ہیں جو اس دنیا اور آخرت کے پھل جتلائیں۔جبکہ وید نہیں تو دھرم ادھرم بھی وہاں نہیں۔بلکہ کیا چانڈال کیا برہمن کیا قاتل کیا مقتول کیا راجا کیا فقیر تمام یہاں ایک ہوتے ہیں۔اور یہی سروپ اُس کا یگانہ ہے جسے پاتے امرت ہوتے ہیں ٭

(۴۴) جبکہ وہاں بجز ذات اپنی کے کوئی دوسرا اُس کے ساتھ نہیں تو اودیا بھی وہاں نہیں ہے کیونکہ وہ بھی غیر ہے اور غیر کی وہاں رسائی نہیں۔لیکن وہ جو وہاں دیکھتا نہیں۔وہ تو دیکھتا ہوا نہیں دیکھتا کیونکہ اُس کی نظر کا لوپ تو ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے۔لیکن وہاں اُس سے غیر کوئی نہیں جسے دیکھے ٭

(۴۵) پھر چونکہ وہاں وہ سونگھتا نہیں۔تو واقع میں سونگھتا ہوا نہیں سونگھتا کیونکہ اُس کی سونگھ کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے۔لیکن وہاں اُس سے کوئی غیر نہیں جسے سونگھے ٭

(۴۶) پھر چونکہ وہ مزہ نہیں لیتا۔تو واقع میں مزہ مارتا ہوا مزہ نہیں لیتا کیونکہ اُس کے مذاق کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے لیکن وہاں کوئی غیر مزہ نہیں جسے پاوے ٭

(۴۷) پھر چونکہ وہاں کچھ کہتا نہیں۔ تو واقع میں کہتا ہُوا نہیں کہتا کیونکہ اُسکے کلام کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وُہ واجب ہے۔ لیکن وہاں اُس سے جُدا کوئی غیر نہیں جس کے ساتھ بولے ✣

(۴۸) پھر چونکہ وہاں کچھ سُنتا نہیں۔ تو واقع میں سُنتا ہُوا نہیں سُنتا کیونکہ اُس کے سُننے کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وُہ واجب ہے۔ لیکن وہاں اُس سے جُدا کوئی نہیں جسے سُنے ✣

(۴۹) پھر چونکہ وہاں کچھ سوچتا نہیں۔ تو واقع میں سوچتا ہُوا نہیں سوچتا کیونکہ اُس کے سوچ کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے۔ لیکن وہاں اُس سے جُدا کوئی سوچ طلب نہیں جسے سوچے ✣

(۵۰) پھر چونکہ وہاں کچھ چھُوتا نہیں۔ تو واقع میں چھُوتا ہُوا نہیں چھُوتا کیونکہ اُس کی چھُوت کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے۔ لیکن وہاں اُس سے الگ کوئی چھُوت کے قابل نہیں جسے چھُووے ✣

(۵۱) پھر چونکہ وہاں کچھ جانتا نہیں۔ تو واقع میں جانتا ہُوا نہیں جانتا کیونکہ اُس کی دانش کا لوپ ممکن نہیں اِس لئے کہ وہ واجب ہے۔ لیکن وہاں اُس سے الگ کوئی قابل جاننے کے نہیں جسے جانے ✣

(۵۲) اَے راجا وہ تو عین علم ہے دُوسرا کوئی معلوم نہیں جسے جانے۔ وہ تو عین آنکھ ہے دُوسرا کوئی دِکھائی دینے والا نہیں جسے دیکھے۔ وہ تو عین سُونگھ ہے دُوسری کوئی بُو نہیں جسے سُونگھے۔ وُہ تو عین مزہ ہے دُوسرا کوئی مزیدار نہیں جس کا مزہ لے۔ وُہ تو عین شُنید ہے دُوسرا کوئی سُنائی دینے والا نہیں جسے سُنے۔ وہ تو عین سوچ ہے دُوسرا کوئی سوچ طلب نہیں جسے سوچے۔ وہ تو عین چھُوت ہے دُوسرا کوئی گرم و سرد نہیں جسے

چھووے ٭

(۵۳) جبکہ ایک اکیلا عین علم۔عین آرام۔عین ہستی رہتا ہے تو کسے جانے۔ کسے موجود کرے۔کسے آرام والا خیال کرے۔وہ تو کیا حواس۔کیا خیال۔کیا دل سب سے پار الگ جا رہا ہے۔اور پاپ پُن بھی جو اُنہیں کے دھرم ہیں اُن سے بھی نز گیا۔کہاں اَوِدّیا۔کہاں وِدّیا۔دونوں سے پار اور دونوں سے برتر ہے۔اور دیکھ! وہ تُوہی ہے کیونکہ تُو تصدیق کرتا ہے کہ میں سُپرساوپن تھا

(۵۴) لیکن جہاں یہ بیگانہ بیگانوں کی طرح ہوتا ہے تو وہاں بیگانہ بیگانوں کو دیکھتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کو سُونگھتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کا مزا لیتا ہے۔بیگانہ بیگانوں سے بولتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کو سُنتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کو سوچتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کو چھُوتا ہے۔بیگانہ بیگانوں کو جانتا ہے ٭

(۵۵) اَے راجا! جب یہ بیگانہ بیگانہ ہوتا ہے۔ تو آنکھ اور رُوپ ہوتا دیکھتا سا ہوتا ہے۔اور ناک اور بُو ہوتا سُونگھتا سا ہوتا ہے۔اور ذائقہ اور لذّت ہوتا مزے اُڑاتا سا ہوتا ہے۔اور کلام اور آواز ہوتا بولتا سا ہوتا ہے۔کان اور صدا ہوتا سُنتا سا ہوتا ہے۔سوچ اور سوچان (غور و خوض) ہوتا سوچتا سا ہوتا ہے۔چھُوت اور گرم و سرد ہوتا چھُوتا سا ہوتا ہے ٭

(۵۶) اَے راجا! وہ یگانگت اور یہ بیگانگت دونوں اُس کے کمال ہیں۔لیکن وُہ یگانگت تو اُس کا کمالِ حقیقی ہے۔اور یہ بیگانگت غیر حقیقی۔اور بیگانگی میں یا تو اَوِدّیا سبب ہے یا وِدّیا۔جہاں اَوِدّیا سبب ہے وہاں تو وہ محدود اور دُکھ درد پاتا سا اُٹھتا ہے۔جہاں وِدیا سبب ہے وہاں سرب رُوپ ایشور یہ مان اُٹھتا ہے ٭

(۵۷) جہاں محدود اُٹھتا ہے اپنے اعمال کی شامت میں بند سا دکھائی دیتا

ہے۔کہیں مار کھاتا ہے۔کہیں مزے اڑاتا ہے۔کہیں چاہتا ہے کہ ملے پر نہیں ملتا۔کہیں مانگتا ہے کہ دیکھے پر نہیں دیکھتا۔خیال ہوتا ہے کہ نصیب یاور نہیں۔ لیکن جہاں چاہتا ہے اور مل بھی جاتا ہے تو جانا جاتا ہے کہ نصیب یاور ہیں۔ اِس طرح اوِدّیا اور نصیب اور کام میں بندھا ہُوا سنسار چکر میں چکراتا ہے ۔

(۵۸) لیکن جہاں وِدّیا کے سبب سرب روپ اٹھتا ہے۔وہاں جو چاہتا ہے پاتا ہے جس کی طلب کرتا ہے ملجاتا ہے۔سنکلپ سے زمین و آسمان ہو جاتے ہیں۔سنکلپ سے بھوگ بھوگتا اٹھتے ہیں۔اور سرب روپ ہُوا سرب میں بھوگتا ہوتا ہے۔لیکن دُکھوں کا بساط (بچھونا یا آدھار) ہوتا ہے۔بھوگتا تو نہیں ہوتا۔تو کہا جاتا ہے کہ اپنے اعمال کا پابند نہیں بلکہ قادرِ مطلق ہے۔اِس لئے وُہ عجز اور نیاز اوِدّیا کے سبب اس میں آروپت ہوتے ہیں۔اور یہ قدرت اور کمال وِدّیا کے سبب آ جاتے ہیں۔لیکن واقع میں دونوں بیگانہ ہیں۔اور ان میں یہی آتما یگانہ ہے ۔

(۵۹) جو کوئی اپنی اس یگانگت کو جانتا ہے۔اور اس طرح معرفت پاتا ہے کہ مَیں سنپرساد میں اپنی یگانگت دیکھتا ہُوں اور بیگانگت میں بھی آپا بیگانہ دھرموں سے دھرم والا ہوتا ہُوں۔لیکن ان سے سنگ (تعلق) نہیں پاتا جیساکہ خواب میں دکھلایا گیا ہے۔تو اسی وِدیا کے سبب یہاں تو وقتِ معین تک دُکھ پاتا ہُوا بھی نہیں پاتا۔لیکن موت کے بعد سُکھ پاتا ہُوا بھی پا جاتا ہے اور شامتِ اعمال سے نکلجاتا ہے۔اِس لئے اِس دانست پر یہ دُوسرا کمال غیرِ حقیقی مُفت ملجاتا ہے۔یہی فضل ہے۔اور چونکہ یہ عدل سے مقرر ہُوا ہے اِس لئے عدل اور فضل میں جھگڑا نہیں ہوتا۔

(۶۰) اَے راجا جب کہ اپنا ذاتی کمال سنپرساد میں جان لیا۔کہ عین آرام ہُوں۔

تب جاگرت اور سوپن میں خیال اور نصیب کے سبب اگر کچھ دردوں کا تصور
بھی ہوتا ہے تو ہوتے ہوئے بھی نہیں ہوتا۔ اور جبکہ موت کے بعد مایا کے سبب
درد تو نہیں بلکہ ست سنکلپ اور ست کام آدِک پاتے ہیں تو گو اُس کی
ذات میں (ست کام ست سنکلپ وغیرہ) نہیں۔ تو بھی نہیں ہوئے ملجاتے ہیں۔
اور اُس پہلی حالت کو نقد نجات اور دُوسری کو مُفت نجات بولتے ہیں۔ نقد
نجات کو سنسکرت میں جیون مُکتی۔ اور مُفت نجات کو کیول مُکتی کہتے ہیں۔ کیونکہ جو
کیول گیان سے ملتی ہے وُہی کیول ہے۔ چونکہ عملوں اور ریاضت کی یہاں
درکار نہیں اِسی سبب سے مُفت ہے۔ اور وہ معرفت یہی ہے:۔ کہ "جاگرت سوپن
سُشپتی میں ایک یگانہ پھرتا اسنگ ہے۔ اور کیا جاگرت کیا سوپن اور کیا سُشپتی
بلکہ بیگانہ ہیں۔ اور یگانہ بیگانوں میں آیا بھی بیگانہ نہیں ہو جاتا۔

(۶۱) بلکہ اکیلا پاک دیکھنے والا جہاں دُوئی کو راہ نہیں خود بخود سنپرساد
میں ہوتا ہے۔ اور یہی اُسکی پرم گتی ہے۔ اور یہی اُس کا پرم کمال ہے۔
اور یہی اُس کا پرم لوک ہے۔ اور یہی اُس کا پرمانند ہے۔ اور اِسی
آنند کے قطروں سے تمام زندگی پاتے ہیں۔ کیا چیونٹی کیا پرجا پتی
یہی پرمانند کی تفصیلیں ہیں جو تیرا اپنا آپ ہے۔ اِس طرح یاگیہ ولک
راجہ جنک کو اچھی طرح ہدایت کی۔

(۶۲) اے راجا یہی سنپرساد رُوپ تیرا آتما جب دو ماہُوا چیونٹی میں اُٹھتا
تو چیونٹی رُوپ ہوتا چیونٹی۔ ہاتھی میں ہاتھی۔ آدمی میں آدمی۔ دیوتا میں
تا۔ پرجاپتی میں پرجاپتی اور خدائی میں خدا ہوتا ہے۔ اور اسی کے آرام
کے دلوں میں سنکس ہوتے کم و زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسے ایک ہی
چہرہ آرسی میں چھوٹا اور آئینہ میں بڑا دکھائی دیتا ہے لیکن کیا بڑا کیا چھوٹا

سب کے سب ایک ہی چہرہ کے عکس ہیں۔ اسی طرح کیا چیونٹی کیا پرجاپتی سب کے آرام اسی کی تجلیات ہیں۔ یہی سب کے آراموں کی کان ہے جسے آراموں کی کان خود بخود حاصل ہو کب چاہتا ہے کہ میں اس کی مختصر تجلّی کی تلاش کروں ؀

(۳-۶) چیونٹی میں چھوٹا دل اور کدورت ناک خیال ہے۔ وہاں اگر چھوٹا اور ناقص آرام کا جلوہ ہے تو نقص چیونٹی کے دل کا ہے۔ اور پرجاپتی میں بڑا دل اور پاک ستوگن محض ہے اور اس میں اگر کامل آرام کا جلوہ ہے تو کمال پرجاپتی کے دل کا ہے۔ لیکن صاحب عکس میں جو عین آرام مطلق آتما ہے کچھ نقص نہیں۔ نہ کمال ہے بلکہ جیسے کا جیسا اور ویسے کا ویسا کیا چیونٹی اور کیا پرجاپتی سب میں مطلق یگانہ ہے ؀

(۴-۶) وہ تو ہر ایک بیگانہ میں ایک ہی سچ درجے کا یگانہ ہے۔ اس کی لٹک تو ہر ایک مظہر میں عارفین کو منوہر (دلکش) دکھائی دیتی ہے۔ جہاں جہاں ان کی نظر جاتی ہے بیگانہ میں یگانہ دیکھتے ہیں۔ جن کو یہ آرام یگانہ ملتا ہے پھر وہ بیگانہ آرام کی طلب نہیں کرتے۔ کیا بہشت کیا مرلوک سب کے آرام بیگانہ ہیں۔ کون عقلمند ہے کہ بیگانہ کی آرزو کرے کیونکہ بیگانہ ابد تک اپنے پاس نہیں رہتا۔ لیکن یگانہ تو ایک ہے اور ایک سے ایک جدا نہیں ہوتا۔ تُو ہی پرمانند ہے اور تُو ہی ابدی ہے۔ اور وہ تجھے مدام حاصل ہے ؀

(۵-۶) بیگانوں میں جو آرام ہیں مظہرات کے اعتبارات سے کم و بیش ہو کر مخصوص ہوتے ہیں۔ مطلق نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک آدمی کا جو خاص آرام ہے وہ وہی ہے جو ایک نوجوان صاحب علم و حکمت صحیح البدن اور تمام دنیا کے بادشاہ کا آرام ہے ؀

؀ دیکھو برہدارنیک اپنیشد، ادھیائے چوتھا براہمن تیسرا منتر تینتیسواں۔ اور یہی بیان تیتریہ اپنیشد برہماولی آٹھویں انوواک میں بھی ہے ؀

(۶۶) لیکن اگر انسان کے اس خاص آرام کو صد چند (سو گنا) کیا جاوے تو ایک اگنی کھواتا پتّروں کا مخصوص آرام ہوتا ہے۔ اور اُس کا صد چند طبعی پتّروں کا (पितॄणां जितलोकानामानन्दः) خاص آرام ہے۔ اور اُن کا سو گنا گندھربوں کا خاص آرام ہے۔ اور اُن کا صد چند ایک بناوٹی دیوتا کا (कर्मदेवानामानन्दः) خاص آرام ہوتا ہے۔ اور اُس کا صد چند ایک طبعی دیوتا کا (आजानदेवानामानन्दः یعنی جو جنم سے ہی دیوتا ہیں) خاص آرام ہے اور اُس کا صد چند ایک پرجاپتی کا خاص آرام ہے۔ اور اُسکا صد چند ایک برہم لوک کا خاص آرام ہے جس سے بڑھ کر کوئی خاص آرام نہیں

(۶۷) اَے راجا! اِن مخصوص آراموں میں بھی قید ہے۔ آدمیوں کا آرام اگرچہ پتّروں میں شامل ہے لیکن آدمی پتّروں کا آرام نہیں پا سکتے۔ اور پتّروں کا آرام اگرچہ طبعی پتّروں میں شامل ہے لیکن بناوٹی پتّر اُن کا آرام نہیں پا سکتے۔ اِسی طرح پرجاپتی اور برہم لوک تک یہی حال ہے کہ فرو تر مرتبہ کا آرام تو اُوپر کے مرتبہ میں حاصل ہے مگر اُوپر کا آرام نچلے مرتبہ والوں کو نہیں اگرچہ طلب اور درخواست اُس کی کرتے ہیں۔ بہرحال انتہا مرتبہ میں جو اُوپر ہے جو کچھ چاہو ملجاتا ہے۔ اسی سبب سے بڑا ہے +

(۶۸) تو بھی اُس میں پہلے خواہش ہے اور پھر پاتا ہے۔ جب ملا تو آرام ہے۔ جب نہ ملا تو یہی درد ہے۔ لیکن خواہش میں فی الجملہ پایا نہیں جاتا بلکہ دوسری آن میں ملتا ہے۔ تو پہلی آن میں درد اور دوسری آن میں راحت ہے۔ اگرچہ ہر آن میں حصول کے سبب درد کالعدم ہوتا ہے تو بھی درد و الم سے خالی نہیں +

(۶۹) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب طلب ہوتی ہے تو اُس طلب کے سبب سے

اِس آنند روپ آتما میں ایک بیگانہ درد ہوتا ہے۔ مگر جب مطلوب ملجاتا ہے تو طلب رفع ہو جاتی ہے اور وہی اپنا ٹھیک آتم آنند ظاہر ہوتا ہے ✣ انجان سمجھتا ہے کہ یہ آرام مجھے مطلوب سے ملا۔ لیکن آرام تو آگے ہی حاصل تھا طلب کے سبب درد میں چھپ گیا تھا۔ جب مطلوب ملا تو بیگانہ درد جاتا رہا جس میں اپنا آرام بے آرام سا ہو گیا تھا۔ اور اب وہی آرام حاصل شدہ سا معلوم ہوتا ہے۔ اِس طرح جو آرام طلب یا مطلوب سے ملتا ہے خاص (یعنی محدود) آرام ہے اگرچہ برہم لوک میں ہے۔ مگر سپہر ساد میں جو آرام ہے بغیر طلب کے مطلوب ہوتا ہے اِس لئے مخصوص نہیں بلکہ غیر منتہی ہے ✣

(۷۰) لیکن وہ جو اپنے پرمانند کو سپہر ساد میں ثابت کرتے اور جانتے ہیں جاگرت و سوپن میں مطلوبات کو بھی اپنا آپ دیکھتے ہوئے اِس کی طلب نہیں کرتے کیونکہ طلب بیگانہ کی ہوتی ہے بیگانہ کی نہیں۔ جب کہ طلب نہیں تو درد نہیں۔ جب کہ درد نہیں تو آرام ہر آن میں حاصل ہے۔ کسی آن میں چھپتا نہیں۔ وہی مطلق ہے۔ وہی یگانہ ہے۔ وہی باقی ہے ✣

(۷۱) اَے راجا! تو ہر ایک مخصوص آرام کو اس مطلق آرام سے جانچ کر دیکھ لے۔ ادنیٰ سے اعلیٰ تک۔ انسان سے لیکر برہم لوک تک ہر ایک کا آرام مطلق آرام کے اندر شامل ہے۔ کیونکہ وہ جو خواہش کرتا ہے اور پاتا ہے اُسی کے مساوی ہوتا ہے جو نہیں چاہتا اور نہیں پاتا۔ مثلاً جسے پیاس ہے اگر پانی پاتا ہے تو اُسی کے موافق ہوتا ہے جسے پیاس نہیں اور پانی نہیں پاتا ✣

(۷۲) فرض کرو انسان دُنیا میں بادشاہت مانگتا ہے۔ اگر اُسے ملے تو اُسی کے مساوی ہے جو اُسے نہیں چاہتا بلکہ اگر ملے تو نہیں لیتا۔ اِسی سبب سے سکندرِ رومی اور ہند کا عارف پرمہنس برابر ہیں۔ وہ تو نہ ملنے میں تکلیف

مانتا ہے۔ یہ ملنے میں بکھیڑا جانتا ہے۔ اس میں بھی مساوی ہیں ❊

(۴۲) پھر چونکہ انسان اگرچہ پتروں کے آرام مانگتا ہے لیکن نہیں ملتے۔ اور پتر بھی طلب کرتے ہیں۔ پر پاتے ہیں اُسی کے مساوی ہیں جو پتروں کے بھوگ نہیں طلب کرتا اور نہیں پاتا بلکہ ملجاویں تو بکھیڑا دیکھتا ہے۔ اِس لئے ہند کا عارف اور پتر لوک کا پتر بھی مساوی ہیں ❊

(۴۴) اسی طرح کیا پرجاپتی کیا برہما تک جو جو بھوگ ہیں وہ تو اُن کی طلب کرکے پاتے ہیں۔ اور یہ پرم ہنس اُن کی طلب نہیں کرتا اور نہیں پاتا بلکہ ملجاوے تو گھبراتا ہے۔ اِس لئے کیا پرجاپتی اور کیا برہما تمام ہند کے عارف کے مساوی ہیں ❊

(۴۵) اِن باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لاانتہا آرام جو آتما آنند ہے خود بخود ہر ایک کو ہمیشہ حاصل ہے۔ اور یہی یگانہ ہے لیکن بیگانہ طلب میں بیگانہ یافت میں ہر ایک کو ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ جو نہیں پاتے دُکھی ہوتے ہیں۔ مگر وہ جو یگانہ کا طالب ہے بیگانہ کی طلب نہیں کرتا اُسے سدا ملتا ہے۔ اور وہ جو اسے جانتا ہے بغیر طلب و مطلوب کے پاتا ہے نت آرام میں ہے جس کی ابتدا یا انتہا نہیں۔ اِس لئے آتما کی پہچان واقع میں پرمانند کا سبب ہے۔ کوئی عمل درکار نہیں عمل تو بیگانہ طلب میں ہوتا ہے یگانہ میں نہیں ہوتا۔ اور یہی عارف لوگ واقع میں بے لالچ ہیں۔ ورنہ چیونٹی سے لے برہما تک لالچی تصدیق ہوتے ہیں۔ اور لالچ ہی تمام درد و غم کا سبب ہے ❊

(۴۶) اَے راجا! مطلب یہ ہے کہ جب یہ یگانہ لالچ میں آتا ہے تو بیگانہ ہوجاتا ہے۔ آپ ہی طلب ہے۔ آپ ہی طالب ہے۔ آپ ہی مطلوب ہوتا ہے۔ اور اودّیا کے سبب سے نہیں جانتا کہ "مَیں ہی طالب میں ہی طلب مَیں ہی مطلوب ہُوں" بلکہ بیگانہ ہُوا ا

بیگانہ کو مانگتا ہے۔اور وہ کبھی ملتا ہے اور کبھی نہیں ملتا۔جب ملتا ہے تو راحت ہوتی ہے۔جب نہیں ملتا تو درد ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ پاوے۔یہی عمل ہیں۔اس طرح عملوں میں آکر عملوں کا بندہ ہو جاتا ہے۔اور عمل کی قیدوں میں مقید ہوا چیونٹی سے برہم لوک تک چکر لگاتا ہے۔وہاں ست سنکلپ ہوا جو چاہتا ہے پاتا ہے۔لیکن چونکہ وہاں بھی لالچ سے خالی نہیں۔ اور لالچ آخر فانی ہے۔اس لئے تمام بھوگ بیگانہ فانی ہیں۔اور یہ جو آرام یگانگت کا ہے فانی نہیں بلکہ باقی ہے۔ایسا یاگیہ ولک نے فرمایا ؂

(۷۷) تب راجا نے کہا بھگون! میں ہزار گائیں اور دیتا ہوں ابھی کچھ زیادہ فرمایئے تاکہ میں نجات پاؤں۔یہاں یاگیہ ولک نے کچھ تامل فرمایا کہ راجا دانا ہے میری تمام معرفت چاہتا ہے۔اس لئے کہ لائق و شائق شاگرد ہے دینی چاہیئے ؂

(۷۸) اس تامل کے بعد یاگیہ ولک نے فرمایا اَے راجا! جس طرح یہ (یگانہ) جاگرت سوپن میں باقاعدہ باضابطہ آتا جاتا ہے۔اسی طرح موت میں اِس بدن سے نکلتا دُوسرے بدن میں زندگی کے لیئے آ جاتا ہے اور سنساری کہلاتا ہے۔حقیقت میں اسنگ و اسنساری ہے ؂

(۷۹) جس طرح خواب اور بیداری خیال کے سبب سے اِس (یگانہ) میں مفروض ہوتے ہیں۔اسی طرح جنم مرن بھی خیال اور پران کے سبب سے اِس میں کلپت ہوتے ہیں۔اصل میں نہ تو وہ جاگتا نہ سوتا ہے اور نہ وہ مرتا نہ جنم لیتا ہے ؂

(۸۰) اگر اس باریک راز کے معلوم کرنے کی خواہش ہے تو تجھے ایک مثال سے سہل سمجھ میں آجاویگا۔وہ یہ ہے کہ جس طرح ایک مسافر

پردیس جاتا ہے اسی طرح یہ بھی پرلوک کو جاتا ہے۔ جس طرح مسافر چلتا ہؤا اپنا اثاثہ کیا چکّی۔ کیا اوکھلی۔ کیا مُوسل۔ کیا چھلنی۔ کیا سُوت۔ کیا برتن۔ کیا کھانے پینے اور پہننے کی چیزیں سب کی سب یعنی صندوق اور پٹاریوں میں بند کرکے ایک چھکڑے پر لادتا ہے۔ اسی طرح یہ جیو آتما بھی اپنی۔ اگلی پچھلی کرتُوتوں اور اپنی اگلی پچھلی دانستوں اور اُنکے سادھنوں یعنی آنکھ ناک کان رسنا۔ من سب کو بند کرکے اُدان پران رُوپ چھکڑے پر لادتا اور چلدیتا ہے

(۸۱) جس طرح مسافر کا لدا ہؤا چھکڑا سُورج چاند یا چراغ کی روشنی میں رینگتا چھنتا سڑکوں پر چلتا ہے۔ اُسی طرح یہ پران کا چھکڑا بھی پراگیہ (प्राज्ञ) آتما کی روشنی میں رینگتا چھنتا اُنہیں سڑکوں پر چلتا ہے جو علمِ معاملہ میں دکھلائی گئی ہیں اور جن کا راستہ آگ سے پھٹتا ہے۔ اِس چھکڑے کے چلنے کے سبب سے اُس (دیگانہ) میں بھی جنم مرن سنسار کلپت ہوتا ہے۔ واقع میں تو وہ اِس رفتار اور چھکڑے کی رینگ میں ساکھشی یا چراغ ہے۔ خود نہیں چلتا بلکہ چھکڑے کی چال سے چلتا سا ہوتا ہے۔ خود نہیں رینگتا بلکہ پرانوں کی رینگ کے سبب سے رینگتا سا ہوتا ہے ؎

(۸۲) اے راجا! یہ کب ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے؟ آپ کان لگاکر سُنئے۔ جب بدن بیماریوں یا بڑھاپے سے لاغر یا ضعیف ہو جاتا ہے اور کھایا پیا اُسے کچھ نہیں لگتا (اور یہ تب ہوتا ہے جب بھوگ یہاں کے ختم ہو جاتے ہیں) تو اُس وقت اِس بدن سے یہ اِس طرح تعلق چھوڑ دیتا ہے جس طرح ایک آم یا جامن کا پکّا ہؤا پھل شاخ کے پیوند سے جُدا ہوکر گر جاتا ہے۔ یا نہیں پکّا تو آندھی اور ہَوا وغیرہ کے صدمہ سے گر پڑتا ہے ؎

(۸۳) بہرحال جب یہاں کے بھوگ کے اعمال ختم ہوتے ہیں تو انیک اسباب

نام دیتے ہیں ؞

(۹۰) اِن ارواحوں کا پہلا اُٹھنا ایسا ہے جیسا کہ سُورج سے کرنیں نکلتی ہُوئیں زمین تک جھٹ پٹ پُہنچ جاتی ہیں اور زمین و آسمان میں پھیلتی ہُوئیں بھی سُورج سے بدستور تعلق رکھتی ہیں۔ لیکن فرض کرو کہ سُورج زمین پر اُتر آوے تو کرنیں بھی ساتھ اُتر آویں۔ یہ اُترنا دُوسری طرح کا ہے۔ ویسا ہی پرانوں کی اُتکرانتی اور گتی کا حال ہوتا ہے ؞

(۹۱) اے راجا اب یُوں سمجھ کہ جب یہ انسان اُونچے سانس لیتا ہے اور موت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو کارکنانِ قضا و قدر اُسکی منشاء کو پاتے اُسی طرح تیاریاں اور انتظاریاں کرتے ہیں جیسا کہ مُلکوں کے منصبدار راجا کی آمد میں کرتے ہیں۔

(۹۲) دیکھو۔ جب راجا چکروَرتی دُوسرے مُلک میں جانا چاہتا ہے تو اُس مُلک کے منصبدار کیا گورنمنٹ۔ کیا فنانشل۔ کیا صاحب کمشنر بہادر۔ کیا ڈپٹی کمشنر بہادر بلکہ تحصیلدار و کوتوال و نمبردار اور چوکیدار جگہ جگہ متنبہ ہوکر کوٹھیوں اور گودام کا انتظام کرتے ہُوئے انتظار کرتے ہیں کہ ہمارا راجا یہ آتا ہے یہ آتا ہے

(۹۳) اِسی طرح جب یہ انسان اُونچے سانس لیتا ہے تو کارکنانِ قضا و قدر کیا ادھی دیوک کیا ادھی بھوتک سب کے سب اُس کی منشاء کے موافق متنبہ ہوتے ہُوئے۔ کیا بدن کیا بدن کے سادھن اور اُس کے بھوگ اور بھوگوں کے سادھن باقاعدہ و باضابطہ تیار کرتے ہیں اور انتظاری کرتے ہُوئے پکارتے ہیں کہ اب خُداوندِ نعمت۔ اب خُداوندِ نعمت یہاں آیا چاہتے ہیں۔

(۹۴) اَے راجا یہ ملائک منشاء کے عُمدہ جاننے والے ہیں اور عُمدہ کام کرنے والے ہیں۔ تیرے اِن اہلکاروں میں غلطی مُمکن ہے مگر اُن میں تو

غلطی بھی ممکن نہیں۔بلکہ وہ جانتے ہیں کہ خُداوندِ نعمت کو اِس قسم کی کوٹھی یا بنگلہ کی ضرورت ہے۔اور اُس بنگلہ میں اس طرح کے بھوگ کی طلب ہے اور پہلے آتے ہی وہ دُودھ لینگے۔پھر حاضری طلب کرینگے۔اِس لئے دُودھ کی مٹکیاں اور حاضری کے سامان سب تیّار کرتے ہیں۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب حمل ہوتا ہے تو ماں کی دُودھیاں (چھاتیاں) ہیں وہ کس طرح دُودھ بناتے ہیں؟ ❊

(۹۵) اِس قسم کی سوچوں سے یقین ہو سکتا ہے کہ مساوی ارواحیں ادھیاتمک۔ ادھی بھوتک ادھی دیوک منصبوں پر تقسیم ہوکر اسی کی خدمت کے لئے دُنیا میں پھیلتی ہوئیں سب میں سب کچھ کر رہی ہیں۔اور یہی اُن کا شاہزادۂ آسمانی ہے۔اور ہر جگہ اسی کی انتظاری اور اسی کے خیر مقدم کی مُشتاق ہیں ❊

(۹۶) اَے راجا! اِدھر تو ادھی دیوک رُوحیں جہاں وہ جانا چاہتا ہے وہاں انتظاریاں اور تیّاریاں کر رہی ہیں۔اُدھر ادھیاتمک رُوحوں کا حال سُنیئے کہ وُہ کیا کرتی ہیں ❊

(۹۷) جس طرح بڑے بڑے خاص مصاحب کرّوبی بادشاہ کے کُوچ کا منشاء پاتے ساتھ چلنے کی تیّاریاں کرتے ہیں۔اُسی طرح کیا آنکھ۔کیا ناک۔کیا کان سَب کی سب ارواحیں کرّوبی گیان اِندریاں اور کرم اِندریاں بھی جو خاص مصاحب ہیں ساتھ چلنے کی تیّاریاں کرتی ہیں۔اور اپنے اپنے معیّن مکان چھوڑ کر دِل میں جو خاص اُس کی راجدھانی ہے جاکر جمع ہوتی اور اُس سے ایک ہوتی ہیں ❊

(۹۸)❊ یہ کب ہوتا ہے اور کیونکر ہوتا ہے؟ کان لگا کر سُنیئے۔جب یہ انسان

(❊ دیکھو برہدار نیک اُپنشد۔ادھیاے ۴۔براہمن ۳)

ضعیف اور لاغر ہوا بے طاقت ہو جاتا ہے اور آخری سانس اونچے اونچے بھرتا ہے تو سب ارواحیں ادراک اور حرکت کی کرنے والی دل میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور ان سب کو وہ اپنے میں کامل وصل دیتا دل کے کانوں میں دانشمند رہتا ہے اور باہر کی طرف سے بے خبر اور غش کھایا سا ہو جاتا ہے ❖

(۹۹) جب یہ آنکھ جاتی ہے تو باہر کا روپ نہیں دیکھتی۔ اندر تو اس سے ایک ہوتی ہے لیکن نزدیکی کہتے ہیں "نہیں دیکھتا"۔ ناک بھی اس سے ایک ہوتی ہے وہ کہتے ہیں "نہیں سونگھتا"۔ رسنا بھی اس سے ایک ہوتی ہے وہ کہتے ہیں "نہیں چکھتا"۔ کلام بھی ایک ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں "نہیں بولتا" ❖ کان بھی ایک ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں "نہیں سنتا"۔ من بھی ایک ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں "نہیں جانتا" ❖

(۱۰۰) جب اس طرح یہ اپنے مصاحبوں کو دل میں شامل کرتا ہے اور اپنی کرتوتوں اور دانشوں کے بھاروں کو باندھتا ہوا پران چھکڑے پر لادتا ہے۔ اور آپ بھی اس میں سوار ہوا دل کے کانوں میں غلاف کے اندر اس دروازہ پر جہاں سے نکلتا ہے دانشمند رہتا ہے ❖

(۱۰۱) باہر کے نزدیکی تو کہتے ہیں اب غش میں ہے کچھ دانش نہیں رکھتا لیکن وہ تمام دانشیں کیا اگلی کیا پچھلی اور تمام کرتوتیں کیا اگلی کیا پچھلی حاضر کرتا ہے اور دیکھتا ہے۔ ان میں جو دانشیں اور کرتوتیں غالب ہوتی ہیں اپنے بھوگ دینے کے لیئے صورتیں دکھاتی ہیں۔ اور انہیں دانشوں اور کرتوتوں میں مغلوب ہوا انہیں صورتوں کو پسند کرتا ہے ❖

(۱۰۲) جب وہ غالب دانش اور کرتوتوں میں مغلوب ہوا انہیں جونیوں کو پسند کرتا ہے تو اس کا منشاء انہیں جونیوں کے حصول کا ہوتا ہے۔ اور یہ اسکی

دانش کا پہلا تجلی ہے جو اِس بدن ہیں علاقہ رکھتے ہوئے بھی منجلی ہوتا ہے اور جب اُدان پران اِس بدن کے بھوگوں کے ختم ہونے کے سبب سے آزاد ہوتا ہے اسی کے منشاء کے تابع ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی اُسی کی منشاء کے موافق منجلّی ہوتا ہے اور رگوں کے راستہ سے یا آنکھ یا ناک یا کان کے وسیلہ سے نکلتا ہوا جہاں جانا پسند کرتا ہے وہاں مثل سورج کی کرن کے جاتا ہے اور کارکنانِ قضا و قدر کو متنبہ کرتا ہے۔ اُسی جُونی ہیں اُسکے بدن اور بھوگوں کے لئے عمارت اور سادھنوں کی ساخت کی ابتدا کرتا ہے

(۱۰۳) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ سب کوئی نیک جُونی کا خواہشمند ہے بدجُونیوں کو کوئی بھی نہیں چاہتا۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ بدجُونی میں جاتا ہے؟ بلکہ جس طرح چور جانتا ہے کہ چوری اچھی نہیں لیکن موقع پاکر چوری کرتا ہے تو اُسے اصل ہیں فی الجملہ پسند کرتا ہے - یا زناکار جانتا ہے کہ زنا اچھا نہیں مگر جب خلوت اور معشوق اور شہوت پاتا ہے تو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح کیا نیک کیا بد جُونیاں اپنے اعمال اور عقائد کے سبب سے جن ہیں مغلوب ہے پسند کرتا ہے:

(۱۰۴) دیکھو جب انسان جانتا ہے کہ چوری اور زنا اچھا نہیں لیکن لالچ اور شہوت ہیں مغلوب ہوا موقع پر وُہی پسند کرتا ہے۔ اسی طرح اگرچہ موت سے بیشتر بدجُونیوں کو پسند نہیں کرتا لیکن موت ہیں جب یہاں کے بھوگ ختم ہوتے ہیں اور دوسرے جنم کے بھوگوں کے عمل غالب آتے ہیں تو اُنہیں ہیں مغلوب ہوا بدجُونیوں کو بہ نسبت نیک جُونیوں کے پسند کرتا ہے اور ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ یہی عدل ہے:

(۱۰۵) ہم بڑے بڑے امیروں کو دیکھتے ہیں کہ اچھی دانش رکھتے ہیں

اور نیک و بد کی تمیز اور تعلیم بھی رکھتے ہیں۔ جب شراب پیتے ہیں تو نشہ
میں مغلوب ہوکر جو نہیں کرنا ہوتا کرتے ہیں۔ اور جو نہیں چاہیئے وُہ پسند
کرتے ہیں۔ جو نہیں لائق ہے وہ بولتے ہیں۔ تو دانا جانتے ہیں کہ بسبب
نشہ کے جو پسند کے قابل نہیں وُہی پسند کرتے ہیں۔ اسی طرح موت
میں اِس کا حال ہے ۔

(۱۵۰) چونکہ موت میں اسکی دانش اپنے اخلاق اور اعمال کے تابع ہوتی
ہے اور پران جو روح اعظم ہے اُس کی دانش کے تابع ہوتا ہے اسی
سبب سے شاستر شروع دانش سے تہذیب اخلاق اور نیک عادات کی قید
میں رکھنے کے لئے فتوے دیتا ہے کہ تا مرت شاستری عقائد اور شاستری
عمل میں مشق کرے کیونکہ آخری وقت میں دانش تابع اعمال ہوتی ہے اور
اخلاق تابع دانش۔ اِس لئے اُردو دال کو قید شاستری میں رہنا چاہیئے ۔
اور وُہ نہیں جانتا کہ کون سا کام نیک جُونی کی دانش کا موجب ہے اور
کون سا عمل بدجونی کا سبب ہے۔ لیکن شاستری جانتا ہے کہ جو حسد
اور لوگوں کو ضرر دیتا ہے تو طبع میں سانپ یا بچھو کی عادت رکھتا ہے اور
موت میں صورت تابع معنی ہے۔ اِس لئے حاسد اور خلقت کا ایذا دینے والا
سانپ اور بچھو کی جُونی پسند کرے گا۔ اور یہ ایک بڑا باریک شاستر ہے جس کو
ہر کوئی نہیں جانتا ۔

(۱۵۱) علم معاملہ میں شاستر نے اس کی چھانٹ کردی ہے۔ وہاں سے
دیکھ لینی چاہیئے۔ یہاں ہم اُسکو تفصیل وار لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ چونکہ
طویل ہے گنجایش بھی نہیں رکھتے۔ بہرحال جب اس طرح یہ جیو آتما حواسوں
اور قویٰ کے ساتھ مِلا ہُوا دلِ صنوبری میں دانشمند ہُوا اُٹھتا ہے تو اُسکے

اُٹھتے ہی پران اُٹھتا ہے۔اور پران کے اُٹھتے ہی تمام ارواح و قویٰ اُٹھتے ہیں۔اور اِس وقت میں بھی وہ دانشمند ہوتا ہے۔جس جس سڑک پر جس جس طرح چلنا ہوتا ہے اور جہاں جہاں جانا ہوتا ہے دانشمند ہوتا ہے جیسے مسافر بھی جب تک پہلے منزلِ مقصود کو نہیں جانتا اور پھر اُسکے راستہ کی حقیقت نہیں جانتا نہیں چلتا۔اور یہی اُسکی انگڑائی ہے ٭

(۸-۱) اَے راجا جس طرح مسافر اپنے چھکڑے پر اپنا توشہ لادتا ہے اور منزل پر نکال کر کھاتا ہے۔اُسی طرح یہ جیو آتما بھی اپنی دانشیں اور عمل کیا پہلے اور کیا پچھلے ساتھ ہی لیجاتا ہے اور دوسری جُونی میں کام کے علاقہ پائے جانے پر جب حواس و قوتے ایک ہوکے کھلتے ہیں تو اُنہیں کے موافق بھوگ پاتا ہے۔اور یہ رُوح اعظم بھوگ دینے والا پھر تابع مرضی نہیں ہوتا۔ اُس کے اعمال کی قید میں جو شروع کے منشاء سے ہوئی ہے کام کرتا ہے۔اِس لئے چاہتا ہے کہ پاؤں۔نہیں ملتا۔چاہتا ہے کہ بچوں۔نہیں پاتا۔ اِس طرح مجبور ہو جاتا ہے۔اور اپنی منشاء میں پھنسا ہوا اپنا ہی کیا پاتا ہے یہی منزل ہے ٭

(۹-۱) لیکن وہ جو کیمیائے قدرتی اور شغل کو پار کرتے ہیں اُنہیں دیویان سڑک پر چلنا ہوتا ہے۔اور دیولوک میں جانا ہوتا ہے۔اور سب سنکلپ ہوتے ہیں۔ یہی چوتھی منزل ہے۔اور ایسا جاننے والا واقع میں شاہزادہ آسانی ہے۔اِس لئے میرے بھائیو! سمجھو۔اِس چند روزہ دُنیا کی زندگی کے بھروسہ پر مفت بیش قیمت عُمر ہاتھ سے نہ دو۔جہاں تک ہوسکے شاستر کے تابع ہوکر چوتھی کرم میں برتاؤ کرو۔نہیں تو پھر بجز افسوس کچھ ہاتھ نہیں آوے گا ٭

(۱۰-۱) بہرحال جب اِس طرح پہلے انگڑائی ہوتی ہے تو پھر اگلی راہ کے

وقت اُس کا قطعی اُٹھنا ہوتا ہے۔اور سڑکوں پر جیسا کہ علم معاملہ میں ظاہر کیا گیا ہے گتی ہوتی ہے اِس اُتکرانتی اور گتی کی مثال جسے ہم رستخیز یا قیامت ترجمہ کرتے ہیں ایسی ہے جیسا کہ ایک جونک جانور جہاں جانا ہوتا ہے بڑھ کر اپنے بدن کو پسارتا ہے اور مقصود تنکے پر اگلے پاؤں جاکر ترتیب وار پچھلے پاؤں اُٹھاتا پہلے تنکے کو قطعی چھوڑتا ہے اور ترتیب وار مقصود تنکے پر جا جمع ہوتا ہے۔اسی طرح یہ جیو آتما بھی رستخیز کرتا ہے +

(۱۱۱) اب یُوں سمجھو کہ خیال یا پران جو پھیلتا ہے تو بغیر بناد نہیں پھیلتا ہے بلکہ خیال پران کی پناہ میں اور پران جسم کی پناہ میں پھیلتا سمٹتا ہے۔اِس لئے پہلی اُتکرانتی میں جب دیویان سڑک پر چلنا ہوتا ہے تو خیال اور آگے مطابق پران پرتشٹھا (پ्राण प्रतिष्ठा) وغیرہ رگوں میں پھیلتا اور رگوں سے پیشانی کی درزِ سمی سے نکلتا سورج کی کرنوں کے وسیلہ آفتاب اور دیو لوک میں کارکنانِ قضا و قدر کو متنبہ کرتا اُس کے لئے رُوحانی بدن اور بھوگ کی تدبیر کرتا ہے۔اور پھر پنج عناصر کی ماتراؤں سے جس میں پانی مقدم ہوتا ہے اور ہم نے علم معاملہ میں اُسکو چکنائی اور رطوبت سے ترجمہ کیا ہے لپٹا ہُوا دیویان سڑک پر چلتا معیّن وقت میں ترتیب وار جونک کی طرح دیولوک میں جانا اُنہیں عنصری ماتراوں سے آسمانی بدن بناتا ہے۔اور یہی حال دوسری سڑکوں کا ہے +

(۱۱۲) اے راجا! اسکی مثال یُوں ہے کہ جس طرح ایک سنار سونے کی ماتراؤں کو لے کر ایک صورت سے نئی صورت میں تیار کرتا ہے کبھی سُندری سے بالا اور بالا سے سُندری۔اسی طرح یہ جیو آتما بھی اُسی رطوبت عنصری سے جو رطوبت غریزی کہلاتی ہے بدن کو چھوڑتا ہُوا پھر نیا بدن بنا لیتا ہے +

(۱۱۳) اِس طرح یہ بدن چھوڑ کر پتروں کا بدن بنا لیتا ہے۔ یا گندھربوں یا دیوتاؤں یا پرجاپتیوں یا برہما یا دیگر نوع کا جس جُونی میں جانا ہوتا ہے بنا لیتا ہے اِس طرح خاکی کو چھوڑتا ہے جلالی بدن کو پہنتا ہے ظلماتی کو پھینکتا ہے نورانی کو پاتا ہے ✤

(۱۱۴) اِس لئے یقین ہوتا ہے کہ یہ سرب مئے ہے۔ جب یہ جانتا ہے تو گیان مئے ہوتا ہے۔ جب یہ سوچتا ہے تو منومئے ہوتا ہے۔ جب یہ کچھ کرتا ہے تو پران مئے ہوتا ہے۔ جب یہ دیکھتا ہے تو چکشو مئے ہوتا ہے۔ جب یہ سُنتا ہے تو شروتر مئے ہوتا ہے۔ اسی طرح پرتھوی مئے۔ جل مئے۔ بایو مئے۔ آکاش مئے۔ تیجو مئے۔ اتیجو مئے۔ کام مئے۔ اکام مئے۔ کرودھ مئے۔ اکرودھ مئے۔ دھرم مئے ادھرم مئے۔ بلکہ سرب مئے جو کچھ یہ اور وہ ہے سب مئے ہوتا ہے ✤

(۱۱۵) کیونکہ جہاں جاتا ہے اُسی کے موافق اپنا بدن بنا لیتا ہے۔ اِس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اسکی مختصر رطوبتِ اصلی میں تمام دُنیا کی سامگری موجود ہے۔ جہاں جہاں جس جس لوک میں اِس رطوبت میں لپٹا جاتا ہے وہاں وہاں اُسی کے موافق برتاؤ کرتا اُنہیں میں سے ایک سا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے یہی تمام کا مالک اور یہی شاہزادہ ہے۔ اور سب کچھ اسی کے بھوگ اور بھوگ کے سادھن ہیں ✤

(۱۱۶) اگرچہ یہ سرب مئے ہونے کے سبب سے سب میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن عدل کے سبب جیسا اُس کا آچار ہے ویسا ہی اُس کا کار ہوتا ہے۔ اِس لئے شُرتیاں کہتی ہیں۔ یتھا کاری یتھا چاری (ودھا کاری) ہوتا ہے۔ سادھو کاری سادھو ہوتا ہے۔ پاپ کاری پاپی ہوتا ہے۔ اِس لئے اُس کا یہی عدل ہے کہ پُن کرموں سے پُن لوک اور پاپ کرموں سے پاپ لوک کو جاتا ہے ✤ پس داناؤں نے اُس کے اعمال

اور دانشیں کو ہی اُس کے بھوگ اور بھوگ کے سادھنوں میں مقدم رکھا ہے ۞
(۱۷) لیکن وہ جو دانائی میں دانشمند تر ہیں، تُوں کہتے ہیں کہ معاد میں مقدم لالچ ہے۔ جیسا لالچ ہوتا ہے ویسا ہی یقین کرتا ہے۔ ویسا ہی پھر عمل کرتا ہے۔ جیسا وہ عمل کرتا ہے ویسا ہی پاتا ہے۔ اس لئے پہلے لالچ اور خواست ہے۔ پھر یقین۔ پھر عمل۔ پھر پھل ہے۔ کیونکہ بغیر خواست اور لالچ کے جو کرتا ہے کھیل ہوتا ہے جس کا کوئی بھی پھل نہیں۔ اس لئے لالچ میں آیا سنساری ہے ۞
(۱۸) اے راجا! اس بارے میں ہمارے پاس بید کا منتر ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس میں یہ لالچ کرتا ہے عملوں کی مدد سے موت میں اُسے پاتا ہے۔ اس لئے پھر اُس لوک سے اس لوک میں آتا ہے تاکہ پھر عمل کرے۔ اس قسم کے منتروں سے جانا جاتا ہے کہ سنسار کا ابتدائی موجب لالچ ہے ۞
(۱۹) لیکن وہ جو لالچ کو اُکھاڑتا ہے اُسے سنسار نہیں ہے۔ وہ جو لالچی نہیں وہی غنی ہے۔ اور لالچ ایک انتہ کرن کی کیفیت ہے۔ آتما کا دھرم نہیں۔ بلکہ وہ تو کیا لالچ۔ کیا غضب۔ کیا صبر۔ سب کیفیاتِ نفسانی کا شاہد (دیکھنے والا) ہے جس کو ہم پہلے جیوتی سروپ۔ اسنگ ثابت کر چکے ہیں ۞ وہ جو اس معرفت کے سبب سے کیا بدن کیا بدن کے دھرم۔ کیا حواس کیا حواسوں کے دھرم۔ کیا انتہ کرن کیا انتہ کرن کے دھرم۔ کیا پران کیا پران کے دھرم سب سے اپنے آپکو اسنگ پاتا ہے وہی لالچی نہیں۔ اگرچہ انتہ کرن میں اُسے پاتا ہے لیکن اپنے میں نہیں پاتا وہی بے لالچ ہے ۞
(۲۰) اگر کوئی مجاہدہ سے چاہے کہ انتہ کرن سے لالچ کو اُکھیڑ دوں تو ممکن نہیں کہ دریا میں سے لہر نہ اُٹھے۔ لیکن اُس فضا میں جو دریا بہتا

سے متوّج نہیں۔ اسی طرح انتہ کرن میں لالچ ہو بھی تو بھی چدا کاش آتما میں اُس کا وجود نہیں۔ اِس طرح جو جانتا ہے وُہی بے لالچ ہوتا ہے۔اور جو بے لالچ ہوتا ہے وہی نشکام ہوتا ہے۔ اور جو نشکام ہوتا ہے وہی آپت کام ہوتا ہے۔ اور جو آپت کام ہے وُہی آتم کام ہے۔اور یہی فضل میں ہے۔عدل کی قید میں وُہ نہیں آتا بلکہ فضل میں داخل ہوتا ہے ؂

(۱۲۱) اَے راجا! اِس معرفت کے سبب فضل میں آیا ہُوا عارف اگرچہ بدن سے بدن کے کام اور حواسوں سے حواسوں کے کام اور پرانوں سے پرانوں کے کام کرتا ہے لیکن آتم وویک کے سبب اپنے میں نہیں دیکھتا بلکہ جھوٹے اناتم دھرم مثل خواب کے آروپت دیکھتا ہے۔ تو اُس کے تمام کام کام تو نہیں ہوتے بلکہ کاموں کی تصویر ہو جاتے ہیں۔ جیسے تصویریں بھی شکلیں تو رکھتی ہیں فائدہ نہیں رکھتیں۔ اسی طرح اُسکے برتاؤ بھی صورت برتاؤ کی رکھتے ہیں لیکن برتاؤ نہیں ہو جاتے۔ اسی سبب سے وہ کرتا ہُوا اکرتا ہے۔ وہ کھاتا ہُوا اکھاتا ہے۔ وہ چلتا ہُوا نہیں چلتا ؂

(۱۲۲) اَے راجا! ایسا پُرمہنس سنیاسی ایک بھکھاری سا معلوم ہوتا ہے لیکن واقع میں تمام۔ کا بادشاہ ہے۔کوڑی نہیں رکھتا لیکن سب مال اُسی کا ہے۔ کنگلا سا معلوم ہوتا ہے اصل میں غنی ہے کیونکہ اُسے کچھ لالچ نہیں ہے جو سب دُکھوں کا مُول ہے ؂

(۱۲۳) اَے راجا! جب تک اِس کی زندگی ہے ایسا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن جب اِس کے بھوگ یہاں کے ختم ہوتے ہیں۔ تو اُسکے بھی حواس و قویٰ دِل میں اُسی طرح جاتے ہیں جیسے سنساری کے جاتے ہیں۔ اور من پرانوں میں ایک ہوتا ہے۔ لیکن اسکے پران مثل اُسکے نہیں اُٹھتے ہیں بلکہ برہم میں

حذف ہوتے برہم ہو جاتے ہیں۔یہی فضل ہے اور یہی نجات ہے +

(۱۲۴) اس بارے میں ہمارے پاس بید کے منتر ہیں۔وہ یہ ہیں کہ جب اسکے سب لالچ جو دل میں ہیں اِس سے الگ ہو جاتے ہیں تب یہ امرت ہوتا ہے اور یہاں ہی برہم پا جاتا ہے۔جیسا سانپ اپنی کینچلی اُتارتا ہے اور اپنی بانبی میں پھینکتا اُس کے ساتھ رہتا ہے لیکن اُس سے علاقہ نہیں رکھتا۔اِسی طرح یہ عارف بھی اپنے بدنِ خارجی کو جب وویک سے پھینکتا ہے تو اگرچہ ساتھ ہی پاتا ہے مگر کچھ علاقہ نہیں رکھتا +

(۱۲۵) اِس لئے۔اَے راجا! یہی عارف بدن میں ہوتا ہُوا بھی بدن سے الگ ہوتا ہے۔ امرت۔برہم۔ پرانوں کا بھی پران نوراً علیٰ نور ہے۔تب راجا نے کہا کہ مَیں ہزار گائیں اور بھی دیتا ہُوں اور یہ نہ کہا کہ کچھ اور زیادہ کہو بلکہ پُوری تسلّی پاکر چُپ ہُوا۔اور یہ دان شکریہ کا دیا +

(۱) اُوپر کی داستان میں معلُوم ہوچکا ہے کہ لالچ واقع میں مُوجبِ سنسار ہے۔اور لالچ ریاضت سے دب جاتا ہے اُکھڑتا نہیں۔لیکن آتما کی معرفت سے کہ "مَیں نہ تو بدن ہُوں نہ ارواح۔نہ انتہ کرن۔بلکہ ایک سویم جیوتی نُور ہُوں جس کی تجلّی میں یہ سب کار و بار کرتے ہیں" قطعی اُکھڑ جاتا ہے۔کیونکہ جیسا چراغ بھی گو کار و بار اور کار و بار کرنے والوں میں برتاؤ کا سبب ہے لیکن خود کار و بار نہیں کرتا۔اسی طرح یہ آتم جیوتی بھی جملہ کار و بار اور ارواحوں میں گو مُوجب ہے مگر خود اُنکے کار و بار سے لیپ

(آلایش) نہیں پاتا +

(۲) یہی معرفت جب پختہ ہوتی ہے تو ایسے عارف سے جو کچھ کرتوتیں سرزد ہوتی ہیں وہ اپنے عضووں اور ارواحوں میں دیکھتا ہے۔ اپنے میں نہیں پاتا اگرچہ اسکی کرتوتیں دوسرے کو اسی کی کرتوتیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور یہ اسی قسم کا وہم ہوتا ہے جیساکہ بادلوں کی چال (رفتار) چاند میں دوسروں کو معلوم دیتی ہے۔ مگر چاند اپنے میں وہ چال نہیں دیکھتا +

(۳) اسی طرح عارف کا بھی حال ہے۔ کہ وہ گناہ نہیں کرتا بلکہ گناہ گاروں کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ وہ نیکی نہیں کرتا بلکہ نیکوکاروں کی طرح نظر آتا ہے۔ وہ نو اکرتا ابھوگتا ہے لیکن سب کچھ کرتا بھوگتا سمجھا جاتا ہے۔ وہ جو اس میں گناہ دیکھتے ہیں واقع میں بیگانہ گناہوں سے اسے گناہگار ٹھیراتے ہیں۔ وہ جو اس میں نیکی کا علم پاتے ہیں واقع میں بیگانہ نیکیوں سے اسے نیک پاتے ہیں۔ اسطرح وہ بیگانہ گناہ اور نیکیوں سے گناہگار اور نیکوکار ہوتا ہے کیونکہ گناہ تو اسکے عضو اور ارواحوں میں ہیں اس میں نہیں۔ نکوکاریاں تو اسکے عضو اور ارواحوں میں ہیں اس میں نہیں اسی سبب سے شرتی بھگوتی فرماتی ہے کہ آتما دھرم ادھرم دونوں سے الگ ہے +

(۴) جب یہ معلوم ہوا کہ آتما اسنگ دھرم ادھرم سے الگ ہے۔ اور اناتم بدن اور ارواحوں کی کرتوتیں جو بیگانہ ہیں اس میں کلپت ہوتی ہیں۔ تو یہ عدل ہے کہ بیگانہ گناہوں سے کوئی سزا نہیں پاتا اور بیگانہ نیکیوں سے کوئی خلعت بھی نہیں پا جاتا۔ اس لئے آتم نشٹھی پرمہنس عذاب و ثواب آخرت سے برتر ہے۔ اور یہی واقع میں نجات ہے۔ اور یہی جیون مکتی ہے +

(۵) پھر جونکہ لالچ غضب شہوت عفت شجاعت اور کیا فضائل و رذائل نفسانی جملہ نفس یا انتہ کرن کی کیفیات اور اسی کے دھرم ہیں آتما کے

نہیں۔ اور جو وہ تو من سے الگ اُسی میں گنشکسی سوہم بھیتی نوراً تو رمنی نور ہے جسکی چاندنی میں من ان کیفیات سے برتاؤ کرتا ہے۔ جب کہ من بھی آتما سے بیگانہ ہے تو اس کے دھرم بھی آتما میں بیگانے ہیں۔ اور لالچ بھی من کا دھرم ہے۔ تو بیگانہ لالچ سے وہ لالچی سا ہوتا ہے۔ لیکن لالچی نہیں ہے۔ اس طرح معرفت سے لالچ کی بیخ کنی ہوتی ہے۔ اور وہ جو مجاہدہ سے لالچ کو توڑتے ہیں بے شک کم ہو جاتا ہے بلکہ یہاں تک دب جاتا ہے کہ دوسروں کو دکھائی بھی نہیں دیتا۔ تو بھی اس کی بیخ جو من ہے نہیں اُکھڑتی ہے۔ جب موقع ملتا ہے تو بصورت لالچ تموج مارتا ہے۔

(بھا) اس عارف میں برعکس اس کے لالچ انتہ کرن میں ہی ہوتا ہے آتما میں محسوس نہیں ہوتا۔ اور اُن مجاہدین کی طرح باہر سے دبتا بھی نہیں بلکہ بظاہر دکھائی دیتا ہے۔ تو بھی وہ بیگانہ دھرم انتہ کرن کا ہے آتما کا نہیں۔ یہاں تو لالچ ہوتا ہوا بھی نہیں ہے۔ مگر وہاں نہیں ہوتا ہوا بھی ضرور ہے۔ اس لئے عام لوگوں پر معاملہ برعکس ہو جاتا ہے کہ لالچی کو بے لالچ اور بے لالچ کو لالچی جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عارف کو کوئی نہیں پہچانتا مگر ولی را ولی مے شناسد۔ یعنی برہم گیانی کی گت برہم گیانی جانتا ہے۔

(دیکھے) انجان آدمی اسکو جو سعی کرنے سے لالچ دبا لیتا ہے اچھا اور ناجی خیال کرتے ہیں اور اس کی خدمت اور تواضع میں لگے رہتے ہیں۔ مگر عارف میں لالچ پاتے اسے لالچی سمجھکر دھکیل دیتے ہیں۔ اچھا نہیں جانتے۔ بلکہ اگر وہ اپنے مشاہدہ سے انہیں کہتا ہے کہ "میں بے لالچ ہوں۔ یہ تو بدن کا دھرم ہے۔ کوئی بیگانہ گناہوں سے گنہگار نہیں ہو جاتا" تو اسے ہنسی میں اڑاتے ہیں اور واچک گیانی ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے عارفین اور بھگتوں کا جھگڑا ہو جاتا ہے

(۸) اگر اُردو داں غور کرے تو جان سکتا ہے کہ اُن کا جھگڑا اِس قسم کا ہے
کہ جیسا ایک گلاس بطور اگر سُرخ شراب سے بھرا ہو تو گلاس بھی سُرخ سا
دکھائی دیتا ہے اور انجان اور دانا کا بھی یہاں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ انجان تو
کہتا ہے کہ گلاس سُرخ ہے اور دانا کہتا ہے کہ گلاس سُرخی سے پاک ہے
بلکہ بیگانہ سُرخی سے یونہی سُرخ دکھائی دیتا ہے ۔

(۹) ہم اُوپر کی فصل میں ثابت کر چکے ہیں کہ آتما فقط نُور ہے جس میں
عضو اور ارواحیں برتاؤ کرتی ہیں۔ اگرچہ اُن کا برتاؤ بغیر آتم نُور کے نہیں
ہو سکتا تو بھی وہ نُور اُنکے برتاؤ میں شامل نہیں ہو جاتا۔ بلکہ جس طرح
دُنیا کا کاروبار آفتاب یا چراغ کی روشنی میں ہوتا ہے تو بھی آفتاب یا چراغ
اُس کا کرتا نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح درونی نُور آتم جیوتی کا حال ہے ۔

(۱۰) لیکن چونکہ آفتاب یا چراغ تو بیرونی نُور اتانم جیوتی ہیں اِس لئے اُس
میں دُوسروں کا کار و بار کلیت بھی نہیں ہوتا۔ اور یہ نُور آتم جیوتی تو اُنکا
درونی نُور ہے اسلئے اُن (ارواحوں) کا برتاؤ مثل اُس گلاس اور شراب کے جو
ذکر کیا گیا ہے اُس (نُور) میں انجان کو وہم ہوتا ہے۔ اور اُس کتے کی طرح
جو شیشے کے محل میں جاتا اپنے عکسوں کو بھونکتا ہے ناحق عارفین سے
جھگڑتا ہے ۔

(۱۱) ہم پچھلی فصل میں ثابت کر چکے ہیں کہ آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سُنتا ہے
ناک سُونگھتی ہے۔ زبان چکھتی ہے۔ کلام بولتا ہے۔ ہاتھ پکڑتا ہے۔ پاؤں چلتا
ہے۔ اور یہ تمام برتاؤ اُن کا درونی نُور آتما کے سبب سے ہوتا ہے جیسا کہ
کاتب لکھنے کتابت چراغ میں کرتا ہے۔ مگر جس طرح کتابت کا ملاپ چراغ میں
نہیں ہوتا۔ اُسی طرح کیا آنکھ۔ کیا کان۔ کیا ناک۔ کیا زبان۔ کیا کلام۔ کیا ہاتھ

کیا پاؤں کا برتاؤ آتما کا برتاؤ نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وُہ تو دیکھتا ہُوا نہیں دیکھتا۔ وہ سُنتا ہُوا نہیں سُنتا۔ وہ بولتا ہُوا نہیں بولتا۔ وُہ پکڑتا ہُوا نہیں پکڑتا۔ وہ چلتا ہُوا نہیں چلتا جیسے وہ گلاس سُرخ ہُوا بھی سُرخ نہیں ہوتا ÷

(۱۲) پھر چونکہ بھُوک پیاس بھی پرانوں کی خاصیّت ہے کیونکہ وہی غاذی ہیں۔ جب بدن اپنی حرکات سے تحلیل پاتا ہے۔ تو اُس کے بدل ہیں وہ (پران) غذا اور پانی کی ضرورت پاتے ہیں اور اُسے کھاکر تحلیل کا بدل کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ پرانوں کا برتاؤ بھی اُسی آتم جیوتی کے نُور میں ہوتا ہے لیکن اُسی طرح وہ آتم نُور میں انضمام نہیں پاتے جیسے شراب کی سُرخی گلاس میں۔ بلکہ بھُوک میں بھی سیری اور پیاس میں بھی بے پیاس ہے ÷

(۱۳) اسی طرح غم حُزن لالچ غضب رحمت شہوت پاکیزگی ملال محبّت خوشی رنج محنت۔ دشمنی تمام دِل کے تموج ہیں۔ اور بے شک یہ بھی اُسی درونی نُور آتم جیوتی کے سبب سے دِل میں موج مارتے ہیں۔ لیکن دِل کی موجیں ہیں کچھ آتما میں لگاوٹ نہیں پاتے۔ وُہ تو اِن سب کا دیکھنے والا گواہ ہے جسے سنسکرت میں ساکھشی بولتے ہیں۔ معاملہ میں جو گواہ ہوتا ہے وہ فریق نہیں ہو جاتا ÷

(۱۴) بہرحال انسان کے عُضووں اور ارواحوں کے تمام کار و بار اِس آتم جیوتی کے نُور میں یا یُوں کہو کہ شہادت میں ہوتے ہیں۔ تو بھی وہ اُن کا کرتا نہیں ہو جاتا۔ جُوں کا تُوں پاک اسنگ آتما رہتا ہے اسی سبب سے یاگیہ ولک مُنی نے راجا کو جاگرت۔ سوپن۔ سُشپتی میں بیگانہ کاروں اور خواصوں کو اُس میں نفی اثبات کے ذریعے عرفانِ ذات عطا کیا ÷

(۱۵) جس کی جو خاصیّت ہوتی ہے اُس سے الگ نہیں ہوتی۔ جاگرت میں جو جاگرت کے کار و بار ہیں اگرچہ جاگرت میں وہ آتما میں دکھائی دیتے ہیں لیکن خواب میں

جاگرت کے کار و بار تو یہاں رہجاتے ہیں خواب کے کار و بار اس میں کلپت ہوتے ہیں۔اسی طرح خواب کے کار و بار جاگرت میں نہیں آتے۔تو معلوم ہؤا کہ جاگرت اور سوپن کے کار و بار اُن عضو اور ارواحوں کے کار و بار ہیں جو ہر جانب میں آتما میں کام کرتے ہیں جیسا گلاس میں سُرخ شراب کے بھرنے سے گلاس سُرخ ہوتا ہے اور پھر شراب نکال کر دُودھ بھردیں تو سفید دکھائی دیتا ہے۔ (۱۶) لیکن جب اِس گلاس کو شراب یا دُودھ سے پُر نہ کریں بلکہ خالی کردیں تو نہ سُرخ ہوتا ہے نہ سفید۔اسی طرح غرق نیند میں تمام کار و بار آتما میں نفی ہوتے ہیں۔اِس سے معلوم ہؤا کہ آتما نہ تو کچھ جاگرت میں کرتا ہے نہ کچھ خواب میں۔بلکہ جاگرت میں بیگانہ عضووں کے کار و بار اور خواب میں بیگانہ ارواح کے کار و بار اُس میں وہم ہوتے ہیں۔لیکن دیکھنا اُس کا ذاتی خاصہ ہے کیونکہ جاگرت کے کار و بار جاگرت میں دیکھتا ہے اور سوپن کے کار و بار سوپن میں اور غرق نیند میں تمام کی نفی اور اُسکے کار و بار کی بھی نفی دیکھتا ہے۔اِس لئے معلوم ہؤا کہ دیکھنا اُس کا اپنا ذاتی خاصہ ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جو خود نہیں کرتا بلکہ دیکھتا رہتا ہے واقع میں گواہ ہے۔اور گواہ پر کچھ الزام نہیں آتا +

(۱۷) اِسی طرح عارف بھی جاگرت میں آیا ہؤا جو کچھ اپنے عضو کے کار و بار دیکھتا ہے اُن میں گواہ ہو کر رہتا ہے + عقل جب نیک و بد کا اندیشہ کرتی ہے تو ارادہ مطابق اُسکے اُٹھتا ہے۔اور ارادہ کے مُطابق قُدرت اُٹھتی ہے۔اور قُدرت کے تابع عضو ہلنے کار و بار کرتے ہیں۔اور اہنکار اُن کو اپنا کام انتا ہے کیونکہ اُس کا یہی خاصہ ہے۔لیکن جب آتم نشٹھی عارف ایک ایک کے کار و بار اور اُسکے باہمی ربط فقط دیکھتا اور تماشائی رہتا ہے تو اُسکے کار و بار سے

الحاق نہیں پاتا۔ اسی سبب سے لالچ بھی جو سنسار کی اصل ہے ایک قسم کا ارادہ ہے جو تابع عقل ہے۔ اور جبکہ کیا عقل۔ کیا لالچ۔ کیا ارادہ۔ کیا اہنکار انتہ کرن کے دھرم اسی کے منتجات ہیں۔ اسی طرح اس معرفت کے سبب لالچ کی بیخ اکھڑتی ہے۔ مجاہدہ اور ریاضت سے نہیں۔ اسی سبب یاگیہ ولک نے اشارت کی ہے کہ وہ جو لالچ کی بیخ اکھاڑتے ہیں آسے سنسار نہیں۔ اور لالچ کو وہی اکھاڑتے ہیں جو آتما کو جانتے ہیں ❊

(۱۸۸) اس طرح ثابت ہوا کہ آتما کی معرفت سے لالچ اکھڑتا ہے بلکہ کیا لالچ کیا اہنکار۔ کیا غضب۔ کیا رذائل۔ کیا فضائل سب کے سب اکھڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ تو ان تمام کے تماشا کا تماشائی ہوتا ہے۔ اور تماشائی خود تماشا نہیں ہو جاتا۔ اسی پر شرتیاں تصدیق کرتی ہیں کہ عدل سے نکل کر ایسا عارف فضل میں داخل ہوتا ہے۔ پن پاپ اُسے تپاتے نہیں۔ نہ تو وہ پنوں سے بڑھتا ہے۔ نہ وہ پاپوں سے گھٹتا ہے۔ وہ جوں کا توں تماشائی رہتا ہے ❊

(۱۸۹) بعض انجان یہاں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس معرفت میں اگرچہ آتما اسنگ تماشائی اور گواہ رہتا ہے۔ مگر جس طرح اہنکار یہاں ایمان کرتا ہے۔ اُسی طرح یہ آخرت میں بھی سزا پاتا ہے۔ تو یہ اعتراض اُن کا درست نہیں۔ کیونکہ بھید کی بات یہاں یہ ہے کہ ایسا عارف جبتک زندہ ہے اُس کے عضو اور اروایں مثل تصویروں کے ہو جاتے ہیں۔ اور موت میں یہ تمام اُسی نور میں اُسی طرح حذف ہو جاتے ہیں اور اروایں اُسکی اُس میں اُسی طرح بھر جاتی ہیں جسطرح ایک جگہ کی ہوا تحلیل پاتی ہے تو کھلی ہوا وہاں آجاتی ہے اسلئے اُسکو آنکرانتی یا معاد نہیں ہوتا بلکہ البشوری مایا کے کاروبار اُس میں اُسی طرح کلپت ہوتے ہیں جیسے زندگی

ہیں یہ ادھیاتم ارداحوں کے کار و بار کلپت ہوتے ہیں۔اس لئے جس طرح یہاں بمنزلہ مفرروحوں کے کار و بار سے خوشی کرنا خیال ہوتا ہے اُسی طرح ایشور کے کام اُس کے کام ہو جاتے ہیں۔ اور یہی فتح آسمانی ہے جو مفت ملتی ہے۔ اور اسی سبب سے یہ فضل ہے جو عدل سے بمشکل ملتا ہے۔ اگر ملتا بھی ہے تو وُہ دُور ہو جاتا ہے ؂

(۱۳) کیونکہ جو بنایا جاتا ہے وُہ ضرور فانی ہوتا ہے۔ اور آتم جو کیا ہی نہ جنتا ہے بناتا نہیں۔ اِس کے سبب سے جو یہ فتح ہے ابدی ہے۔ اور عدل میں بڑی مشقت۔ بڑا وقت۔ بڑی عمر۔ بڑی مزدوری درکار ہیں۔ اور پھر بھی ابدی نہیں۔ معرفت میں نہ نہ کچھ مزدوری نہ مشقت ہے بلکہ فقط آتما کا اس طرح جاننا ہے۔ اور وُہی کامیابی ہے جو عدل کے مرتبہ میں بمشکل ملتی ہے۔ اور نیز برعکس اُسکے ابدی ہے۔ اسی سبب سے یاگیہ ولک منی نے اِس پر اشارت فرمائی ہے کہ اِس (عارف) کے پران پھر نہیں اُٹھتے بلکہ برہم ہو جاتے ہیں ؂

(۱۴) اب ہم اُردو داں کو اِس راز کے ظاہر کرنے کے لئے آشکارا کہتے ہیں کہ یہ باتیں دلائل سے بھی ثابت ہیں اور وید سے بھی ثابت ہیں۔ اِس لئے ہم پہلے اِس بھید کی صحت میں وجہ بتلاتے ہیں اور پھر وید کے وعدہ کی شُرتیوں کا بھی ترجمہ کرتے ہیں تاکہ اُن کا اعتراض ہمارے شاگردوں میں دخل نہ پاوے ؂

(۱۵) اِس اعتراض کے جواب میں یوں سمجھو کہ آتما کا علاقہ انتہ کرن میں وہمی ہے۔ اور اُس کے عکس کا علاقہ انتہ کرن سے ہمزادگی کا ہے۔ اور انتہ کرن کا علاقہ بدن سے عملی ہے کیونکہ جب تک اُس کے عمل ہیں تب تک انتہ کرن اور ادھیاتم ارواحوں کا بدن سے ملاپ ہے۔ جب اُس کے یہاں کے

ہے۔ اُس کے یہاں کے بھوگ اور انتہ کرن کی برتیاں بھی مثل جاہل کے زندگی تک برتاؤ کرتی ہیں جس طرح جڑ سے کاٹا ہوا درخت بھی چند روز مُعیّن تک سرسبز رہتا ہے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو بیخ سے کٹا درخت جیسے خود بخود خشک ہوجاتا ہے اُسی طرح یہاں کے بھوگ جب ختم ہوتے ہیں تو موت میں عارف کے پران اور منوبرتیاں آتما میں حذف ہو جاتی ہیں۔ باہر نہیں اُٹھتیں۔ اور ایشور کے پران اور منوبرتیوں میں داخل ہوجاتی ہیں ✣

(۳۰) وہ درخت جو جڑ سے نہیں کاٹا جاتا بلکہ اُوپر سے چھانٹ دیا جاتا ہے تو پھر انگوری لاتا ہے۔ اسی طرح آتما کا علاقہ وہمی یا جہلی جو بیج سنسار ہے جب رفع نہیں ہوتا تو بھوگ کے ختم ہونے کے سبب اگرچہ مثل چھانٹ کے بدن اور اعضا دُور ہو جاتے ہیں لیکن جڑ سے تو وُہ قائم ہے اِس سے پھر دُوسری جُونی کے بدن اور عُضووں کی انگوری لے آتا ہے اور جنم پاتا ہے۔

(۳۱) عارف کے بدن۔ انتہ کرن اور انتہ کرن کی برتیاں تو جڑ سے کٹ جاتی ہیں۔ اور موت میں یہ پران آتما میں حذف ہو جاتے ہیں جیسے تپے ہُوئے توے پر پانی کے قطرے جل جاتے ہیں۔ پھر دوبارہ اُسی طرح انگوری نہیں پاتے جیسے جڑ سے کاٹا ہُوا درخت پھر انگوری نہیں لاتا۔ اور یہی اُس کی نجات ہے ✣

(۳۲) یہاں ایک اور بھی اعتراض آتا ہے کہ جب عارف کے وہم اور جہل معرفت سے رفع ہو جاتے ہیں تو جس طرح موت میں اُن کا فنا ہونا ہے غرقِ نیند میں بھی روزانہ فنا ہوتا ہے اِس طرح تو پھر غرق نیند سے بھی اُسے نہیں اُٹھنا چاہیئے۔ اور عارف بھی مثل جاہل کے سونا جاگتا سا دیکھتے ہیں۔ اور جب کہ عارف کی منو برتیاں بھی غرقِ نیند میں فنا ہو جاتی ہیں اور اُٹھتی ہیں تو کچھ وجہ نہیں کہ موت کے بعد پھر نہ اُٹھیں ✣

(۳۳) اس کا جواب یہ ہے کہ نیند میں حواس اور من بیکار ہوتے ہیں اور اپنے

مکانِ مخصوص میں جو پران ہیں حذف ہوتے ہیں۔چنانچہ آنکھ آنکھ میں جو روحِ حیوانی ہے بیکار ہُوئی حذف ہو جاتی ہے۔اور من دِلِ صنوبری کے اُس غلاف میں جو اُس کے اُوپر مثل پردہ کے لپٹا ہے بیکار ہُوا روح حیوانی دِلِ صنوبری میں حذف ہوتا ہے۔اور اس غلافِ دِلِ صنوبری کو سنسکرت میں پرتیتکا ناڑی بولتے ہیں۔کیونکہ یہ غلاف باریک رگوں عضووں سے بنایا گیا مثل رگ کے دِلِ صنوبری پر لپٹتا ہے۔اور چیتن آتما کا عکس دِل کے اندر جو آکاش ہے اُس میں صاحبِ عکس سے ایک ہو جاتا ہے جو برہم ہے۔لیکن پران جو ارواحِ حیوانی ہیں بیکار یا فنا نہیں ہوتے۔بدستور کام کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ سوتا ہُوا تو سانس لیتا ہے۔مُردہ پھر سانس نہیں لیتا +

(۴۳) جب کہ نیند میں حواس اور انتہ کرن پرانوں میں بیکار ہُوئے اُسی طرح حذف ہوتے ہیں جس طرح آفتاب کی کرنیں وقتِ غروب آفتاب میں حذف ہوتی ہیں۔جاگرت یا سوپن میں اُسی طرح نکل آتی ہیں جیسا کہ آفتاب کے طلُوع میں پھر کرنیں بھی نکل آتی ہیں۔اِس وجہ سے پرانوں کے نکلنے یا حذف ہونے تک جاہل اور عارف میں جاگرت نیند کا برتاؤ ہوتا رہتا ہے۔جب فقط حواس بیکار ہوتے ہیں اور من ہنوز کاروبار کرتا رہتا ہے تو سوپن ہوتا ہے۔جب کیا حواس۔کیا من دونوں بیکار اور حذف ہوتے ہیں تو غرق نیند ہوتی ہے جسے سُشُپتی بولتے ہیں۔اور جب پران نکل جاتا ہے یا آتما میں حذف ہوجاتا ہے تو موت ہوتی ہے +

(۴۴) لیکن جاہل کے پرانوں کی بیخ تو جہل اور وہم سے قائم ہوتی ہے اِس لئے پران آتما میں حذف نہیں ہوتا بلکہ اُٹھتا اور نکلتا اپنے عملوں کے مُوافق بھوگوں کے لئے جدید بدن بناتا اُس سے عملی تعلّق پا جاتا ہے جو نیا

جنم ہے۔ اور عارف کے پران کی جڑ اودیا اور لالچ کی سطح سے اُکھڑ جاتی ہے۔ پھر یہاں کے بھوگ کے ختم ہونے سے پنچ کٹا پران اُٹھتا یا نکلتا نہیں بلکہ آتما ہیں حذف ہو جاتا ہے اور نجات ہوتی ہے۔ اِس لئے اُسکے حواس اور منو برتیاں ہیں تو پھر نکلتی ہیں۔ موت ہیں نہیں نکلتیں ؁

(۳۶) جب یہ قدرتی اُصول معلوم ہُوا تو ثابت ہو سکتا ہے کہ گیانی اور اگیانی کے برتاؤ تا زندگی مساوی ہوتے ہیں۔ زندگی ہیں اِسی قدر نجات ہے کہ وہ انتہ کرن کے دُکھ سُکھ رُوپ برتیاں چلتی دیکھتا ہے۔ اپنے ہیں نہیں دیکھتا بلکہ اپنے ذاتی آرام ہیں رہتا ہے۔ اور اگیانی اپنے آتما اور منو برتیوں کے اوویک (لاعلمی) کے سبب سے من کی دُکھ سُکھ رُوپ برتیوں ہیں دُکھی اور سُکھی ہوتا ہے۔ اگرچہ زندگی ہیں جیسا اگیانی کا اہنکار اُن (برتیوں) کے برتاؤ کو اپنے ہیں مانتا ہے ویسا ہی فی الجملہ گیانی کا اہنکار بھی اُن کا برتاؤ اپنے ہیں مانتا ہے۔ تو بھی اِس کو اہنکار ہیں خودی کا تصور ہے اور اُس گیانی کو اُس ہیں خودی کا تصوّر نہیں بلکہ آتما ہیں جو عین آرام ہے خودی کا تصوّر ہے۔ اور اسی تصوّر کے سبب وہ "میں برہم ہُوں" تصدیق کرتا ہے۔ اور یہی معرفت ہے۔ دُکھ سُکھ سے علاقہ نہیں پاتا۔

(۳۷) تو بھی اہنکار جب تک ہے اُن (دُکھ سُکھ رُوپ برتیوں) کو اپنے ہیں مانتا ہُوا دُکھ کے دُور کرنے ہیں اور سُکھ کے پانے ہیں بوساطت وزیر عقل تدبیر کرتا ہے اور ارادہ اور قدرت سے عضووں کو ہلاتا ہے۔ اور یہاں کے بھوگ کے عمل اُس کے اہنکار عقل ارادہ لالچ قدرت اور عضووں کی حرکت کے سبب ہوتے ہیں۔ اور آتما تو مثل چراغ کے اُن کے برتاؤ ہیں روشنی اور شہادت کا فیضان دیتا ہے۔ لیکن اگیانی اہنکار ہیں خودی کا

وہی تصوّر رکھتا ہُوا خود تماشا اور معاملاتی ہو جاتا ہے۔اور گیانی اہنکار میں اناتم تصوّر اور آتما میں خودی کا تصوّر رکھتا ہے۔اِس تمام تماشے کا تماشائی اور گواہ رہتا ہے۔اُن کے برتاؤ یا معاملات میں علاقہ نہیں پاتا ؛

(۳۸) بےشک دُوسروں کی نظر میں گیانی اگیانی کا برتاؤ مساوی ہے۔اُس کی وجہ یہ ہے کہ جیسا اِس کا اہنکار اُن (برتیوں) کے برتاؤ کو اپنے میں مانتا ہے ایسا ہی اُسکا اہنکار بھی اُن برتیوں کے برتاؤ کو اپنے میں مانتا ہے۔اور جس طرح اُس کا اہنکار اپنے منافع کے لئے بذریعۂ وزیرِ عقل تدبیر کرتا ہے ایسا اُسکا اہنکار بھی بذریعہ عقل بدن منافع کے لئے تدبیر کرتا ہے۔اور اسیوجہ سے کیا گیانی کیا اگیانی دُنیا میں بیگانہ گناہوں سے گنہگار ہوکر راجا سے سزا مساوی پاتے ہیں۔لیکن اگیانی تو پرلوک میں بھی اپنی کرتُوتوں کا بدلا پاتا ہے کیونکہ اُس کا اہنکار تو دُوسرے جنم میں پھر اُٹھتا ہے اور پہلی کرنی کا بدلا پاتا ہے۔لیکن عارف کے پران تو یہاں ہی حذف ہو جاتے ہیں اور اہنکار بھی حذف ہوتا ہے۔پھر نہیں اُٹھتا۔اِسی سبب سے اُس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اگیانی معاف نہیں ہوتا ؛

(۳۹) دُنیا کے راجا بھی جو جاہل ہیں اور اس بھید کو نہیں جانتے وہ دُنیا میں گناہ ظاہری کے باعث گیانی اور اگیانی کو سزا مساوی دیتے ہیں۔لیکن وہ راجگان جو اِس بھید کو جانتے ہیں اور نیز جانتے ہیں کہ گیانی سے بجز غفلت اور سہو اور عملوں کے بھوگ کے سبب ایسی حرکت نہیں ہوسکتی خفیف سزا دیتے ہیں۔اگیانی کے مساوی نہیں۔تاکہ وہ غافل نہ رہے اور انتظامِ دُنیاوی ابتر نہ ہو جاوے۔چنانچہ منو سمرتی میں تنوونت براہمنوں کی سزا بہ نسبت جسمانی شُودروں کے خفیف تجویز ہُوئی ہے ؛

(۴۰) کیا اُردو داں نہیں جان سکتا کہ جو دانا سہو سے گناہ کرتا ہے

اُس کو لعنت کرنا اُسی قدر کافی ہے جیسا کہ وہ اگیانی جو جان کر کرتا ہے اور صلیب پاتا ہے۔ بلکہ عارف کی خطا میں تو اُسے "زہے دانائی" کا قول کافی ہے کہ پھر ہوشیاری کرتا اُس سے بچتا ہے۔ جاہلوں کو تو بار بار قید میں دیتے ہیں پھر چوریاں کرتے ہیں +

(۱۴) حال کے قانون کی رُو سے جو مساوی سزا پاتے ہیں اور پچھلے قانون منُو پر اعتراض کرتے ہیں اِس بھید کے نہ جاننے کے سبب سے ہے۔ بھر حال گیانی اوّل تو گناہ میں مُبتلا نہیں ہوتا۔ اگر سہو سے کرتا بھی ہے تو گو دُنیا میں سزا کے قابل ہے تاہم عاقبت میں معاف ہے۔ بلکہ جس طرح اُس کے گناہ معاف ہیں اُسی طرح اُس کے پُن بھی بیکار ہیں کیونکہ پُنّوں کا پھل بھی تو اہنکار پاتا ہے اور وہ آتما میں حذف ہُوا دوبارہ اُٹھتا نہیں پھر پھل کس کو ملے۔ اِس لئے کیا نیک کیا بد جو کچھ اُس کی کرتوتیں ہیں اُس کے نزدیک سب بِلاس (کھیل) ہیں۔ اور وہ سب سے معاف ہے۔ اور واقع میں عارف بے گناہ ہے۔ دُوسرا تو کوئی بھی نیک نہیں۔ سب کے سب گنہگار ہیں۔ کیونکہ گُناہوں کی بیخ اصل میں لالچ ہے۔ اور لالچ جڑ سے بغیر عرفانِ آتما اُکھڑتا نہیں۔ اور عرش سے لیکر فرش تک لالچ سے خالی نہیں۔ اِس لئے سب گُنہگار ہیں اور کوئی معاف نہیں۔ آتما کے جاننے والا حقیقت میں بے گناہ اور معاف ہے۔

(۴۳) عارف اپنی کرتُوتوں اور گُناہوں سے تو معاف ہے۔ فضل اُس پر یہ ہے کہ اپنے عملوں اور پرانوں سے نجات پاکر خُدائی کام اُسے مُفت مِل جاتے ہیں۔ نیکی کرنے والوں کو تو مزدُوری کا حق ملتا ہے۔ جسقدر نیکی کرتے ہیں اُسی قدر آسمانی کام ملتے ہیں۔ لیکن مزدُور اور غلام گھر کا مالِک نہیں ہوتا۔ اور نہ مزدور

اور غلام ابد تک گھر میں رہتا ہے۔ بلکہ جب مزدوری یا چاکری ختم ہوئی تو دھکیل کر گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ اِس لئے جاہل اگر نیکی اور پُن بڑے مجاہدوں سے کرتا ہے تو پتریان سڑک پر چلتا ہُوا معیّن وقت تک آسمانی بھوگ پاتا ہے اور مثل مالک کے پھر بھی مختار نہیں ہوتا اور بروقتِ ختمِ بھوگ پھر دھکیل دیا جاتا ہے۔

(۴۳) عارف تو واقع میں گھر کا مالکِ مختارِ مطلق ہے۔ ایشور کا بھی آتما ہے۔ کیونکہ جب موت میں اُسکی جزوی منو برتیاں اور پران اُس کے آتما میں حذف یا سوخت یا تحلیل ہوتے ہیں تو کُلّی ایشور کی مایا برتیاں اور پران اُسکے بدلے اُسی طرح آداخل ہوتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ کی ہوا کی تحلیل میں باہر کی ہوا بدلہ میں مُفت آ جاتی ہے۔ اور اُن مایا برتیوں اور پران برتیوں کا محل ہُوا یہ عارف اُسی طرح صاحب عکس ہوتا ہے جیسا کہ زندگی میں اپنی جزوی منو برتیوں اور پران برتیوں کے لحاظ سے صاحبِ عکس تھا۔

(۴۴) پھر چونکہ عکس کا اور انتہ کرن کا باہم علاقۂ ہمزادگی بیان کر چکے ہیں۔ جب مایا برتیاں اور پران برتیاں ایشور کی اس میں بھرتی ہیں تو اُسی کا عکس مایا برتیوں اور پران برتیوں میں ظاہر ہُوا واقع میں ایشور ہے۔ اور ایشور کے سنکلپ اُسی کے سنکلپ کلپت ہو جاتے ہیں۔ اور ایشور کا اہنکار اُسی کا اہنکار ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح یہاں زندگی میں اُس کے جزوی اہنکار۔ عقل۔ ارادہ۔ قدرتیں اور عضو کام کرتی ہیں۔ اُسی طرح کُلّی اہنکار۔ عقلِ خدائی۔ ارادۂ ازلی اور قدرتِ عالیہ اُس میں برتاؤ کرتے ہیں۔ اور وہ اپنی ذات میں نِت مکت اسنگ آتما رہتا ہے۔ خالق رازق ہرتا کرتا ہوتا ہے اور مختارِ مطلق ہو جاتا ہے۔

(۴۵) اِس عارف کی مثالِ جیون مکتی اور بدیہہ مکتی میں یوں ہے جیسا

کہ ایک بادشاہ زادہ بڑا داناپہلے چھوٹی سی سلطنت پاکر ایک قانون بنا دیتا ہے۔ اور بڑے بڑے لائق تعلیم یافتہ منصبدار اور علاقہ دار مقرر کرتا ہے۔ اور خود فراغت سے آرام کرتا فقط اُن کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔ خود کچھ نہیں کرتا بلکہ آرام کرتا ہے۔ اسی طرح یہ عارف بھی پہلے اِس مختصر راجدھانی مرتبۂ انسانی میں اپنے آتما کو اسنگ اور پاک جانتا ہُوا کیا اہنکار۔ کیا لالچ کیا ارادہ۔ کیا قُدرت۔ کیا اعضاء۔ کیا حواس۔ کیا کرم اندریاں سب سے الگ اسنگ وویک (اتیپان) کرکے بدن سے نیارا ہوکر اُن کا نگراں (دیکھنے والا) رہتا ہے

(۴۶) اُس کی نظر اور نگرانی میں اہنکار تو ایک بڑا وزیر اعظم ہر ایک کار کا ذمہ وار اور نیکی بدی کا مختار ہے اور اُسے اپنے میں مانتا ہے۔ اور عقل اُس کی سیکرٹری نیک و بد کا اندیشہ کرتی اُسے جتلاتی ہے کہ اس میں تجھے فائدہ ہے۔ اس میں تجھے نقصان ہے۔ اور من اُسے لالچ دیتا ہے۔ نیکی بدی کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ یہی جانتا ہے کہ بدن کی جس طرح حفاظت ہو سکے کرنی چاہئے۔ اور چت اگلی پچھلی تواریخیں یاد دلاتا ہے کہ اس سے یوں ہُوا تھا اُس سے یوں ہُوا۔ اور فکر اُس میں نتیجہ نکالتا ہے کہ اگر اب بھی یوں کروگے تو یہی نتیجہ نکلے گا ۔

(۴۷) اِس طرح جب برتیوں کی کونسل ہوکر اہنکار (پریذیڈنٹ) وزیر اعظم کے ساتھ اتفاق کرتا ہے تو پھر ارادہ اُٹھتا ہے۔ اور اُس کے بعد بڑا جرنیل قُدرت جس کی قید میں سب اعضا ہیں حرکت دیتا ہے اور ہاتھ و پاؤں اُسی طرح کام کرتے ہیں ۔ آنکھیں اگرچہ دیکھتی ہیں۔ کان اگرچہ بلا ارادہ سُنتے ہیں۔ تو بھی جب اُوپر کی کونسل میں فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یہ دیکھنے

سکے قابل ہے یہ نہیں دیکھنا۔ یا یہ سننا ہے یہ نہیں سننا ۔ تو پھر یہ بھی زیر
قدرت اسی طرح سے برتاؤ کرتے ہیں۔ اور آتما شاہزادۂ آسمانی اُن کو اپنے آرام
میں دیکھتا رہتا ہے۔ اُسی کی نظر میں یہ سب برتاؤ کرتے ہیں ؛

(۴۸) جب یہ تمام کاروبار میں تھکان پا جاتے ہیں اور نکمے سے ہو جاتے
ہیں تو حواس معطّل ہوتے اپنے اپنے گولک (خانہ) میں مثلاً آنکھ آنکھ میں۔
ناک ناک میں۔ کان کان میں اور اُسی طرح پران میں حذف ہو جاتے ہیں جس
طرح سُورج کے غروب میں سُورج کی کرنیں حذف ہو جاتی ہیں۔ یا آگ کے
شُعلے پانی کے سبب آگ میں حذف ہو جاتے ہیں ؛

(۴۹) یہ پران ایک بڑا منصب دار محافظ اِس چھوٹی سی ریاست کا ہے۔
اُنہیں رزق پہنچانا اور طلب تقسیم کرنا کیا بیداری کیا نیند ہر حالت میں
تا موت اُنکی مُعیّن روزی اور تنخواہ ہر وقت پہنچاتا رہتا ہے۔ اور دن رات
ناک اور مُنہ اور مساموں کے راستہ سانس لیتا رہتا ہے۔ لیکن جب یہ حواسِ
مُدرکہ اور مُحرّکہ مُعطّل ہوتے ہیں تو ممبرانِ کونسل بدستور کام کرتے ہیں۔
اور متذکرہ عجیب مشاہدات و ملاحظات کو قوتِ حافظہ کے دفترخانہ سے اہلکار وزیر
کے پیش کرتے ہیں بلکہ زمین اور آسمان اور جو کچھ اُس میں ہے سب کا سب
ملاحظہ کراتے ہیں۔ یہی عالمِ خواب ہے جو سوپن کہلاتا ہے۔ لیکن جب ممبرانِ کونسل
بھی تھکان پاتے ہیں تو سب کے سب اُس غلافِ دِلِ صنوبری میں اُسی
طرح مُعطّل اور حذف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حواس مُدرکہ و مُحرّکہ۔ اور یہ
شاہزادہ اپنے باپ شاہنشاہِ عالم کی گود میں جو دِل کے آکاش رُوپ
تخت پر جلوہ گر ہے جا بیٹھتا ہے اور اُس سے وصل پاتا ہے ؛

(۵۰) اِس ملاپ میں پران بدستور خدمت راجدھانی کی کرتا ہے اور حفاظت

رکھتا ہے۔جب یہ اہنکار مع کونسل کے دل کے غلاف سے نکلتا پھیلتا ہے اور دماغ میں آ جاتا ہے تو کیا حواسِ مُدرکہ اور کیا مُحرِکہ جھٹ پٹ نکل کر اپنے اپنے مکانوں میں کار و بار کے لئے تیار ہوئے کام شروع کرتے ہیں۔ اور شاہزادہ عالم باپ کی گود سے بطریق عکس پہلے اہنکار میں پھر بُدّھ میں پھر چت میں پھر آنکھ ناک کان میں آکر اُن کی نگہداشت کے لئے باپ سے ملا ہوا نگرانِ حال ہوتا ہے۔اور بدستور اپنے خاص آرام میں اُن کے کار و بار سے فارغ محض دیکھنے والا رہتا ہے۔یہی بیداری ہے ؛

(۱۵) پھر تو ہاتھ چلتے ہیں۔پاؤں دوڑتے ہیں۔آنکھ دیکھتی ہے۔کان سُنتے ہیں۔اور ممبرانِ کونسل دماغ میں سوچ سمجھ کے مشورہ کرتے ہیں۔اور تمام لشکری اُن کے فتوے کا انتظار کرتے ہیں۔اور نیک و بد کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔اور موافق اُس کے تعمیل ہوتی ہے۔اور نصیبہ کے قانون کے موافق جہاں نصیبہ موافقِ تدبیر آتا ہے بھوگ ملتے ہیں۔جہاں نصیبہ بار نہیں ہوتا بھوگ نہیں ملتے۔جب بھوگ ملجاتے ہیں تو اہنکار پریذیڈنٹ خوشی پاتا ہے۔جب نہیں ملتے تو افسوس و رنج اور ملال پاتا ہے۔شاہزادہ عالم آتم دیو جو وویک سے اہنکار سے الگ آرامِ ابدی میں ہے اُنہیں دیکھتا تو ہے لیکن وہ نہ تو اُن کی خوشی سے خوش اور نہ اُن کی رنجیدگی سے رنجیدہ ہوتا ہے بلکہ جُوں کا تُوں خاص آرام میں جو پرمانند ہے رہتا ہے۔اور اُن کا گواہ رہتا ہے ؛

(۲۵) اہنکار میں جب نصیب کے یار اور تدبیر کے موافق ہو جانے سے بھوگ ملتے ہیں تو اُسکے ساتھ ایک راحت کی برتی طلوع ہوتی ہے۔اور شاہزادہ (آتما) کے خاص آرام سے بطورِ عکس اُس میں آنند بھبکتا ہے۔اِس لئے اہنکار بھی

آنندی ہو جاتا ہے۔لیکن جب بھوگ نہیں ملتے تو تشویش کے سبب یہ برتی قائم نہیں رہتی بلکہ مثل اُس شیشہ کے جو حرکت کرتا ہو مُضطرب اور مُتفکر رہتی ہے۔اس لئے وہ آنند (انش آتما) اُس میں مُنعکس نہیں ہوتا۔اِسی سبب سے اہنکار پریشانی اور رنجیدگی میں دُکھی ہو جاتا ہے۔لیکن جب بھوگ ملتے ہیں تو اہنکار نہیں جانتا کہ یہ اندر سے میرے مالک آتما کے خاص آرام کا رس آتا ہے بلکہ وُہ اُسی بھوگ میں لذّت پاتا بھوگ کی طرف دَوڑتا ہے۔اور عقل اُسے زجر کرتی ہے کہ یہ لذّت اِس بھوگ کی نہیں اندرُونی آتما کی ہے کیونکہ بھوگوں میں اگر لذّت ہوتی تو ویراگیہ وان یا دِل کے بیمار کو بھی اُن سے لذّت ملتی۔اس طرح کی زجر و توبیخ عقل سے اہنکار بھی وقوف پاتا پھر بھوگوں کی طرف کم رغبت کرتا ہے بلکہ وزیرِ عقل کی اشارت پر انتر آتما میں لگتا ہے۔تو یہ بُدھی اُسے بدن کے ابھمان سے پلٹ کر فوراً آتم ابھمان میں لگا دیتی ہے۔اور یہ تب ہوتا ہے جب کار و بار سے فراغت ہو کر خلوت میں دھیان کرتا ہے۔پھر تو آتم اہنکار میں بدن کا اہنکار بھی اُس کے خاص آرام میں شریک اور واصل ہوتا مراقبہ میں ہو جاتا ہے۔اور یہ اُس کا پرمانند ہے ؞

(۵) جب یہ اس طرح پرمانند میں آنندی ہوتا ہے تو باہر کی لذّتیں خود ہیچ ہو جاتی ہیں۔صرف ضروری کپڑا اور بھوجن جس طرح بآسانی ملیں بلکہ گداگری سے حاصل کرکے فقط بدن کی حفاظت کرتا ہے۔اور جھٹ پٹ گوشہ اور تخلیہ کو دوڑتا ہے اور پرمانند کی لٹک لیتا ہے۔نہ تو اُسے دولت کا لالچ عشوہ دیتا ہے۔نہ اُسے بھوگوں کی شہوت فریب دیتی ہے کیونکہ بھوگوں میں تو اُسی آتم آرام کے قطرہ ٹپکتے ہیں۔سماودھی میں تو پرمانند کے ناپیدا کنار آرام میں غرق ہوتا ہے۔پھر جب کہ بھوگوں میں آنند اُسے ہیچ ہو جاتے ہیں۔

اور دولت جو بھوگوں کی سادھن ہے بیچ ہو جاتی ہے اور پھر اس پر تُف کرتا ہے بلکہ کوئی دیوے تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔ اِس طرح جیون مُکتی میں نقد پرمانند پاتا رہتا ہے ۞

(۵۴) جب اِس کے بدن کے عمل یہاں کے ختم ہوتے ہیں اور موت نزدیک ہوتی ہے تو کچھ پرواہ نہیں کرتا ہے بلکہ اس کی طرح جو ایک چھوٹی سی سلطنت سے بڑی سلطنت کا وعدہ نزدیک ہوتا ہے خوشی مناتا بدن کے گرنے کو غنیمت سمجھتا ہے بلکہ زندگی میں ہی اُسے مُردہ سمجھ کر مثل لاش کے گھسیٹتا تھا۔ اب تو مثل سانپ کے کینچلی آسانی سے اُترتی ہے۔ جب یہ بدن گرتا ہے تو کیا پران کیا اہنکار کیا من کیا بدھ کیا چت سب کے سب اِس شاہزادۂ آتما میں حذف ہو جاتے ہیں۔ معاد نہیں کرتے۔ اور باپ کے کُلّی پران اور اہنکار اور بدھ مثل ہوا کے بھر جاتے ہیں۔ اور باپ بیٹا ایک ہو جاتے ہیں۔ اور کُلّی اہنکار میں اُسی طرح شاہزادہ گود سے نکل کر اپنے آپ کو سرب رُوپ دیکھتا سب بھوگوں کو پاتا ہے کیونکہ پھر تو ایشور کے اہنکار کے بھوگ اسی کے بھوگ کلپت ہوتے ہیں۔ اور ایشور کے ست کام اور ست سنکلپ میں جلوہ پایا ہوا ہی ست کام ست سنکلپ ہوتا ہے۔ اور حکمتِ بالغہ میں جلوہ پایا ہوا دُنیا کا منتظم۔ مخلوقوں کا خالق اور مردوں کا رازق ہوتا ہے۔ بہر حال مختارِ مُطلق ہوتا ہے ۞

(۵۵) اگرچہ جیون مُکتی میں اُس کے لشکریان بھوگ پانے میں مقید ہیں۔ یہاں تو اُس کے عمل بھی اُس کے اہنکارِ جُزوی کے ساتھ دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہ نجات پایا ہوا ایشور کے سنکلپوں میں ست کام ہوا جو چاہتا ہے پاتا ہے بلکہ جو زمین پر اُسکے خیال میں بھی نہیں گُذرنے تھے تیار ہیں

جن کا ذکر عنقریب برہما کے وعدہ میں آویگا ؛ اس طرح ایسا عارف آسمانی سلطنت کو مفت اور ورثہ میں پا جاتا ہے۔ مزدوری اور خدمت سے نہیں پاتا؛ پس اَے بھائیو! ہم بھی اسی طرح اِس مختصر راجدھانی میں راج کرکے پرمانند میں فارغ اور آرام یاب ہیں۔ اور اِس مُردہ بدن کو لاش کی طرح گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اور اُسی وعدہ ازلی قدرتی کے انتظار میں ہیں۔ جب وقت آئیگا تو دیکھو مُفت میں بطور وِرثہ پا جائیں گے۔ اب ہم ویدک شُرتیوں سے اُس وعدہ اور اشتہار کا ترجمہ کرتے ہیں جو اس بارہ میں برہما جی نے ازل میں دیا ہے تاکہ ہمارے شاگردوں کو اطمینان ہو۔ یہی نہ سمجھیں کہ ہم اپنی کپوُل کلپنا سے پندار اور گُمان میں ہیں ؛

(۱) سام وید کی چھاندوگ شاکھا میں ہم سُنتے ہیں کہ برہما جی جب نیک اور بد کاموں کے پھل مقرر اور بیان کرچکا تو شروع میں اُس نے وعدہ معافی اور فضل کا اشتہار دیا۔ اور تمام ملکُوت و ناسوت میں منادی کرادی کہ "وہ جو جیسا کرتا ویسا پاتا ہے" عدل کا مرتبہ ہے۔ لیکن "وہ جو آتما کو جانتا ہے معاف ہے بلکہ فضل میں داخل ہوتا مُفت میں برہم لوک پاتا ہے" اور چونکہ تقدیر میں عدل سے یہ قرار پایا ہے کہ جو آتما کو جانتا ہے اُس کے پران موت میں اُٹھتے نہیں بلکہ آتما میں حذف ہو جاتے ہیں۔ اور خدائی رُوحیں۔ خدائی ارادہ۔ خدائی اہنکار اُس میں مثل ہوا بھر جاتے ہیں۔ اسلئے

* دیکھو چھاندوگیہ اُپنشد۔ پرپاٹھک آٹھواں۔ کھنڈ ساتواں ؛

پہلے عدل کی اِس فضل سے مخالفت بھی نہیں *

(۴) وہ جو اشتہار میں مضمون لکھا گیا اور کیا ملکوت اور کیا ناسوت میں چھپاں کیا گیا اس کا ترجمہ ہم ذیل میں کرتے ہیں کہ وہ اَے لوگو! یہ جو دُنیا ہے ایک بڑی سلطنتِ آسمانی ہے۔ اس میں جو انسان کا بدن ہے ایک خاص راجدھانی برہم کی ہے جس کا نام برہم پُوری ہے۔ اور اُسکے سینہ کے اندر جو دِل صنوبری گوشت کا ٹکڑا ہے ایک خاص محلسرائے یا بنگلہ برہم کا ہے۔ اور اُسکے اندر جو آکاش ہے واقع ہیں تخت برہم کا ہے۔ اُسکے اندر جو اپنے آتم برہم کو تلاش کرتا اور جانتا ہے وہ فضل میں بُلایا جاتا ہے۔ یہی عدل ہے اُسکی کرتوتیں اُس کے عضووں میں رہ جاتی ہیں۔ اُس پر عائد نہیں ہوتیں۔ کیونکہ وہ تو وویک (امتیاز) سے اپنے آپکو اُس تخت میں واصل کرتا ایک ہو جاتا ہے۔ اور برہم عدل کی رُو سے پُن پاپ سے پاک ہے کیونکہ اسنگ آتما ہے *

(۳) اگر کوئی خیال کرے کہ اِس برہم پُوری میں چھوٹا سا بنگلہ برہم کا اور اُس میں چھوٹا سا آکاش تخت برہم کا ہے۔ کیا اُس (آکاش) میں کچھ ہے جو برہم کہلاتا ہے؟ تو اُسے سمجھنا چاہیئے کہ اَے بھائیو! جتنا یہ باہر کا آکاش ہے اُتنا ہی یہ ہردیہ آکاش ہے۔ چھوٹا نہیں۔ بلکہ دِل کے اندر آ جانے سے چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ یہاں آکاش میں ایک کوزہ دھر دیں تو آکاش کوئی دو ٹوک ہوکر باہر اندر جُدا نہیں ہو جاتا بلکہ وُہی آکاش کوزہ کے اندر آیا ہُوا چھوٹا سا کوزے کا پولاڈ اور باہر کا فضا یہاں آکاش گُمان ہوتا ہے۔ اِسی طرح یہی آکاش دِل کے اندر آیا ہُوا موافق اندازۂ دِلِ صنوبری کے چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے۔ اصل

* یہاں ست مضمون چھاندوگیہ اُپنشد کے آٹھویں پر پاٹھک کے پہلے کھنڈ سے شروع ہُوا ہے۔

ہیں سالم کا سالم جہاں آکاش اُس کے اندر ہے۔کوئی ٹکڑے نہیں ہو گیا۔
(۴) بلکہ یُوں سمجھو کہ کیا دیو لوک اور کیا بھُو لوک دونوں اِسی ہردیہ آکاش کے اندر جمع ہیں۔اور کیا آگ اور کیا ہَوا دونوں یہاں بستے ہیں۔اور تمام بھُوت اور تمام مُرادیں اسی کے اندر موجود ہیں۔جس طرح تمام خواب کی دُنیا سوتے ہُوئے کے ہردیاکاش میں ہوتی ہے لیکن وہ خواب کے عجائبات سے اپنے آپ کو خواب کی دُنیا کا جُزو گمان کرتا خواب کی زمین و آسمان کو اپنے سے باہر پاتا ہے۔اُسی طرح یہاں حال ہے۔ورنہ حقیقت میں کیا دیو لوک۔کیا بھُو لوک۔کیا۔آگ کیا ہَوا سب کے سب مقصُود اسی ہردیہ آکاش کے اندر ہیں ٭
(۵) اگر کوئی سمجھنا چاہے کہ یہ برہم پُور جس میں سب بھُوت و مطلُوبات جمع ہیں جب بڑھاپے کو پاتا ہے یا موت میں دُور ہو جاتا ہے تو کچھ باقی بھی رہتا ہے یا نہیں؟ تو اُسے سمجھانا چاہئے کہ وہ آتما جو اِس برہم پُور میں راج کرتا ہے نہ تو اِسکے بڑھاپے سے بُوڑھا ہوتا ہے نہ اِسکے مرنے سے وہ مرتا ہے۔یہی ست ہے۔اِسی میں سب مطلُوبات موجود ہیں۔یہی آتما پاپوں سے پاک ہے نہ تو یہ پُرانا ہوتا ہے نہ یہ مرتا ہے۔نہ اِسے غم ہے نہ بھُوک نہ پیاس بلکہ ست کام ست سنکلپ ہے۔جو چاہتا ہے کرتا ہے۔مختارِ مُطلق ہے ٭
(۶) اَے لوگو! جو یہاں اپنے دِلِ صنوبری میں اِس کو نہیں جانتے بلکہ بغیر اِسکی پہچان کے مرتے ہیں اور نہ اسکی مہماں کو جان کر جاتے ہیں کہ وہ ست سنکلپ ست کام مختارِ مُطلق ہے۔اُن کا حال سُنو کہ وہ اگرچہ تمام عُمر نیکیاں کرتے ہیں اور اپنی نیکیوں کے پھل پانے کے لئے اُوپر کے لوکوں میں جاتے ہیں۔لیکن جس طرح یہاں بھی خوش گُزران آدمی بادشاہ اور حاکموں کی حکومت میں بے اختیار ہوتے ہیں اور خراج دیتے ہیں۔اسی طرح وہ بھی دیوتاؤں

کے خدمت گذار اور باج گذار ہوتے ہیں بلکہ جس جگہ جانا چاہتے ہیں یا جس جس مطلب کی طلب کرتے ہیں بغیر مرضی و اجازتِ دیوتاؤں کے نہیں پاتے۔ اسلئے اُسکے ہاتھ میں اُسی طرح مجبور ہوتے ہیں جس طرح رعایا حکّام کے ہاتھ میں مجبور ہوتی ہے۔

(۷) دیکھو وُہ کیونکر مختار ہوویں؟ وہ تو یہاں غلامی اور بندگی کا ایمان رکھتے تھے اور بدن کو اپنا آپ جانتے تھے۔ اور اس اپنے آتما ایشور کو کہیں آسمانوں پر پہچانتے تھے۔ ہاں نیکیاں کرتے تھے۔ مزدوری کا حق مزدور ضرور پاتا ہے۔ یہی اس کا عدل ہے۔ اس لئے وُہ سوم لوک میں خوش گذران تو ہوتے ہیں لیکن غلام گھر کا مالک نہیں ہوتا آخر خدمت گذار ہوتا ہے۔ اور نیز خدمت گذار ابد تک گھر میں نہیں رہتا آخر دھکیل کر نکال دیا جاتا ہے۔ جب انکی نیکیوں کے بھوگ بھی آسمان میں ختم ہو جاتے ہیں تو پھر مرت لوک میں گر جاتے ہیں +

(۸) یہاں بھی جو عملوں سے مُلکوں کو فتح کرتے ہیں آخر وہ اُنہیں چھوڑتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی جو عملوں سے فقط سوم لوک کو پاتے ہیں آخر اُس سے گر جاتے ہیں۔ یہی قدرتی آئین ہے۔ کیونکہ جو بنایا جاتا ہے وہ وقت پر ٹوٹ جاتا ہے۔ نیکیوں سے بنایا گیا جو سوم لوک ہے وہ بھی ابدی نہیں۔ اور یہاں کے چڑھنے والے خود مختار اور آزاد بھی نہیں ہوتے +

(۹) لیکن وہ جو یہاں اپنے آتما کو جانتے ہیں اور اسی برہم پور میں جو ہردیہ آکاش ہے پہچانتے ہیں۔ اور تصدیق کرتے ہیں کہ "میں ہی برہم ہوں اور میں ہی سب کا مالک ہوں اور میں ہی ست سنکلپ۔ ست کام ہوں۔ میرے لیں نہ تو پاپ نہ پُن چھوت پاتا ہے۔ اور نہ اُن کا پھل لگتا ہے۔ کیا دیو لوک کیا بھو لوک

کیا آگ کیا ہوا کیا چاند کیا سُورج کیا ستارے سب کے سب میرے بھیتر کلپت
اسی ہردیاکاش میں ہیں۔ اور یہی ہیرا تخت ہے" اور پھر مرتے ہیں۔
اُنہیں کے لئے ست لوک ہے۔ وہی ست کام اور ست سنکلپ مختارِ مطلق
ہو جاتے ہیں۔ اور تمام لوکوں میں کام چار ہوتے ہیں +

(۱۰) جب وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادوں یا بزرگوں سے ملیں تو اُنکے سنکلپ سے ہی باپ دادے سب بزرگ اُٹھتے ہیں اور اُن سے ملتے ہیں۔ اور وہ اِس پتر لوک سے پراپت ہوتے فخرمند اور عزت مند ہوتے ہیں +

(۱۱) جب وہ ماتاؤں اور دادیوں کو چاہتے ہیں تو سنکلپ سے چشم زدن میں ماتائیں اور دادیاں اُٹھتی ہیں اور اُن سے ملتی ہیں۔ اور وہ اس ماتری لوک سے کامیاب ہوئے فخرمند اور معزز ہوتے ہیں +

(۱۲) جب وہ بھائیوں اور برادری کے لوگوں کو چاہتے ہیں تو فقط سنکلپ سے آنکھ کی جھپک میں بھائی اور برادری کے لوگ اُٹھتے ہیں اور اُن سے ملتے ہیں۔ اور وہ اس طرح بھراتری لوک میں کامیاب ہوئے معزز اور مسرور ہوتے ہیں +

(۱۳) جب وہ سسروں اور سسرال کے لوگوں کو ملنا چاہتے ہیں تو فقط سنکلپ ماتر سے سسر اور سسرال کے لوگ اُٹھتے ہیں اور اُن سے ملتے ہیں اور یہ اس طرح سسر لوک میں کامیاب ہوئے معزز و مسرور ہوتے ہیں +

(۱۴) جب وہ اپنے دوستوں اور یاروں سے دِل لگی کے واسطے ملنا چاہتے ہیں تو فقط سنکلپ ماتر سے دوست اور یار اُٹھتے ہیں۔ اور اُن سے ملتے ہیں۔ اس طرح وہ سکھی لوک میں کامیاب ہوئے چُہل کرتے معزز ہوتے ہیں +

(۱۵) جب وہ خوشبو کی چیزیں مثل عطریات کے چاہتے ہیں تو فقط سنکلپ ماتر سے خوشبو کی چیزیں (عطریات) اُٹھتی ہیں اور اُن میں بھوگ پانے عطریات

لوک میں کامیاب ہوئے معزز ہوتے ہیں *

(۱۶) جب وہ کھان پان کی چیزیں مانگتے ہیں تو سنکلپ ماتر سے کھان پان کی چیزیں اُٹھتی ہیں۔اور کھان پان لوک میں کامیاب ہوئے معزز و مسرور ہوتے ہیں *

(۱۷) جب وہ راگ رنگ اور گیت باجوں کے سُننے کی خواہش کرتے ہیں تو سنکلپ ماتر سے راگ رنگ اور قوّال و ساز اُٹھتے ہیں۔اور وہ راگ رنگ لوک میں کامیاب ہوئے معزز و مسرور ہوتے ہیں *

(۱۸) جب وہ حسین عورتوں کی خواہش کرتے ہیں تو سنکلپ ماتر سے حسین عورتیں اُٹھتی ہیں۔اور اس طرح وہ اِستری لوک سے کامیاب ہوئے معزز و مسرور ہوتے ہیں *

(۱۹) الغرض میں کہاں تک مفصّل کہوں۔جس جس چیز کی وہ خواہش کرتے ہیں فقط سنکلپ سے وہ پا جاتے ہیں۔اور انہیں کے لوکوں سے کامیاب ہوئے معزز اور مسرور ہوتے ہیں۔یہ فضل ہے۔عدل سے نکل کر اس فضل میں آؤ۔دیر نہ کرو۔پھر گیا وقت ہاتھ نہیں آتا۔اور یہ اسی برہم پور میں آتما کی شناخت سے ہوتا ہے۔آتما ہی کو ڈھونڈو۔اُسی کو تلاش کرو۔جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔جو کھٹکھٹاتا ہے اُسی کے لیئے کھولا جاتا ہے۔یہی عدل ہے۔جو فضل کے مخالف نہیں *

(۲۰) اب بھی یہ ست کام اور ست سنکلپ تمہارے آتما میں مرکوز ہیں لیکن جھوٹے حجاب میں پوشیدہ ہیں۔باوجودیکہ وہ سب تمہارے ہردیاکاش میں موجود ہیں لیکن اِس جھوٹے حجاب سے چھپے ہوئے نہیں اُٹھتے ہیں۔بلکہ جو جو فرزند بھائی خویش و اقربا مرگئے ہیں سب کے سب تمہارے آتما

(سردیاکاش) میں اِسی باطل حجاب کے اندر چھپے ہُوئے ہیں۔تمہیں درشن دینے کے لئے نہیں اُٹھتے۔مرے ہُوئے تو کیا اُٹھیں بلکہ وُہ بھی جو زندہ مفقودالخبر مُلکوں میں پھرتے ہیں نہیں ملتے۔لیکن جب تُم آتما کو جو سب کی کان ہے جانتے ہو اور اُس کے دھیان میں اس حجاب کو کھٹکھٹاتے ہو تو موت میں یہ حجاب اُٹھتا ہے۔اور یہ سب اپنے سنکلپ سے ہی اُٹھتے ہیں اور ملجاتے ہیں ٭

(۲۱) ان مُرادوں کو جو تمہارے اندر چھپی ہُوئی ہیں نہیں پاتے۔اُس کی مثال یُوں ہے جیسا کہ کوئی خزانہ تمہاری حویلی میں دفینہ ہو اور تُم اُسے نہیں جانتے ہو اور اُس کے اُوپر پھرتے ہُوئے بھی اُسے نہیں پاتے۔ہائے فسوس! یہ سب مُرادیں اور خود مختاریاں تمہارے آتما میں ہیں اور جھُوٹے حجاب میں ڈھپھی ہُوئی ہیں۔روزانہ غرق نیند میں جاتے آتم برہم میں ایک بھی ہوتے ہو۔لیکن آتما کے اگیان کے باعث نہیں پاتے۔اُس کا سبب یہ ہی ہے کہ اِس آتما کو تُم نہیں جانتے بلکہ اپنے میں غلامی اور گناہوں کے ایمان کی آلُودگی سے اُس کی تحقیر کرتے ہو۔اَے لوگو! تُم تو جھوٹ اور باطل پر سوار ہو۔کس طرح اس ست سنکلپ کو پاؤ گے ٭

(۲۲) یہ ست کام ست سنکلپ آتما جو تمہاری اصلی خودی ہے یہی تمہارے ہردیہ میں موجود ہے۔اور اِسی کا نام ست ہے۔اِس لئے روزانہ غرق نیند میں جاتا ہُوا وانا اِسی سُورگ لوک میں پراپت ہوتا ہے۔لیکن جب یہ سنپرساد آتما اِس باطل بدن سے اُٹھکر اپنے جیوتی رُوپ پرم سرُوپ کو پاتا ہے تو یہ اصلی آتما ہے۔اور یہی امرت۔یہی غنی۔یہی برہم ہے۔اُس وقت پُورا پُورا حجاب باطل اوِدّیا کا اُٹھتا ہے ٭

(۲۳) یہ آتما واقع میں ایک چٹان کے موافق ہے جس پر کیا لوک کیا پرلوک کیا عُلوی کیا سِفلی سب کے خیالی اور وہمی آکار اسی میں ثبت اور کلپت ہیں۔ اِسی سبب سے اُسے سب کا سیتو اور بِدھرتی (सेतुर्विधृति) سنسکرت میں بولتے ہیں کیونکہ سب کی صورتیں موہومی لکیروں کے موافق اِسی چٹان یا بدھرتی میں کھنچی ہیں اور سب کا امتیاز اور سب کی ہستی اسی کے سبب سے ہے۔ وہ لکیریں جیسے چٹان یا تختی پر سے مٹائی جاتی ہیں مٹ جاتی ہیں لیکن چٹان بے آکار کو نہ تو رات دن قطع کرتے ہیں۔ نہ بڑھاپا نہ موت دُور کر سکتے ہیں۔ نہ کوئی اُسے غم نہ کوئی نیکی نہ کوئی بدی اثر کرتی ہے۔ بلکہ سب گناہ اُس سے دُور رہ جاتے ہیں۔ یہی بے گناہ۔ یہی برہم لوک ہے۔

(۲۴) اِسی سبب غرق نیند میں اسی چٹان میں ایک ہُوا اندھا اندھا نہیں رہتا۔ اور قیدی قیدی نہیں رہتا۔ دُکھیا دُکھیا نہیں رہتا کیونکہ اندھا پن اور قید۔ اور دُکھ تو بدن کے آثار ہیں۔ جب وُہ غرق نیند میں بدن کو کسی وجہ سے چھوڑتا اِس چٹان سیتو میں ایک ہوتا ہے کیونکر اندھاپن اور قید پن اور دُکھ کو پاوے؟ وہ تو کیا اندھاپن کیا۔ قید پن کیا دُکھ سب سے آزاد نِت مُکت ہے۔

(۲۵) پھر چونکہ اِسی سیتو بدھرتی کو پاتے راتیں دن ہو جاتی ہیں۔ اندھیرا اُجالا ہو جاتا ہے۔ یہ اَبدی اُجالا ہے اور یہی برہم لوک ہے۔ جو کوئی برہم چریہ سے اِسی اُجالے میں چلتا ہے ٹھوکر نہیں کھاتا۔ بلکہ سیدھا برہم لوک اُنہیں کا ہے جو برہم چریہ کر کے بقاعدۂ نفی اثبات اس اُجالے کو ظلمت سے چھانٹ کرتے ہیں۔ اور جاگرت سوپن سُشُپتی میں ایک رس دیکھتے

ہیں۔ وُہی موت میں تمام لوگوں میں کام جاری ہوتے ہیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ٭

(۲۶) جب اِس انسان کو دُنیا میں کراہیت ہوتی ہے اور اِس آتما کی پہچان کا شوق ہوتا ہے۔ تب ہی وہ برہم چریہ کرتا محسوسات کی لذات سے اُپرام ہوتا ہے۔ اور برہم چریہ سے انتر شُدھ ہوتا استادِ کامل سے جب اس آتما کا وویک پاتا ہے تو یہاں زندگی میں ہی اُسے جیسا ہے۔ ویسا نقد پا جاتا ہے۔ اور خود بے چُون و چرا ہو جاتا ہے۔ اُسے یہ ست کام آدِک مُفت اس طرح ملجاتے ہیں جس طرح کوئی باغ حاصل کرتا ہے تو اُس کے ٹھنڈے سائے مُفت میں آ جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ باغ کی خرید کے وقت وثیقہ میں پھل لکڑی زمین کی ملکیت اپنے نام لکھاتا ہے۔ سایہ کا ذکر نہیں کرتا۔ تو بھی سایہ اور ٹھنڈی چھاؤں بھی اُسے یُوں ہی مُفت رونگے چھونگے میں آ جاتے ہیں ٭

(۲۷) اسی طرح آتما کا مُشتاق بھی جب برہم چریہ کرتا اس کی طلب کرتا ہے تو دُنیا میں کسی کا بھی لالچ نہیں کرتا۔ بلکہ کیا فرزند۔ کیا دولت۔ کیا لوک۔ کیا پرلوک سب سے بیزار۔ سب کو ہیچ۔ سب کو باطل جانتا ہے+ ایک آتما کو جاننا چاہتا ہے۔ اور جب جانتا ہے اور نقد پا جاتا ہے تو یہاں ہی بے چُون و چرا ہُوا اِس مُردہ لاشِ بدن کو گھسیٹتا پھرتا ہے۔ اور اِس کے مختصر دُکھ سُکھ اہنکار میں دیکھتا دُکھی سُکھی سا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن اس معرفت کے وثیقہ کے سبب وُہی آسمانی سلطنت کا ولیعہد ہوتا ہے اور تا زندگی وہ اُس وقت کا انتظار کرتا ہے۔ جب وقتِ مُتعین آتا ہے اور یہ لاش سا بدن چھوٹ جاتا ہے تو پھر اپنے جیوتی سروپ میں قائم ہوتا ہے۔ پھر نہیں اُٹھتا۔ تو بھی مایا

برتیوں کے سبب یہ ست کام اور ست سنکلپ تو رو ٹکے چھوٹنگے ہیں مُفت کلپت رلجاتے ہیں۔وہ نہیں چاہتا لیکن پاتا ہے۔وہ نہیں مانگتا مگر وُہی مالک ہے کیونکہ یہ سب اُسی کے ظِلّ اُسی کے سایہ ہیں۔آدمی کب انتظام کرتا ہے کہ میرا سایہ میرے ساتھ پھرے۔لیکن جہاں جاتا ہے سایہ ساتھ ہوتا ہے ❊

(۲۸) اسی طرح بدیہہ مُکت بھی نت مُکت۔ نرگُن اتیت۔مایا کی طرف نگاہ بھی نہیں کرتا۔ تو بھی مایا بیچاری اُسی کا سایہ اُسی کا ظِلّ کہاں جاوے۔ بغیر اُسکے پناہ نہیں دیکھی۔اسی کی پناہ اُسی کی اطاعت میں دُنیا سے لے برہم لوک تک اُس میں کلپت کرتی برہم لوک اور ست کام آدک آروپت کرتی ہے اِس طرح یہ آسمانی سلطنت ایسے عارف کو مُفت اُونکے چھوٹنگے میں ملجاتی ہے جو اہلِ معاملہ کو مزدوری میں بھی نہیں رلتی۔کیونکہ مزدُور کا حق مزدُوری ہے جس قدر کرتا ہے اُسی قدر پاتا ہے۔آخر دھکیل کر نکال دیا جاتا ہے۔یہ عارف تو گھر کا اور باغ کا مالک ہے۔اَبد تک گھر میں اور اپنی مہاں میں رہتا ہے

(۲۹) اَے لوگو وہ جو مُشتاق آتما کے ہیں۔اور گھر بار چھوڑ کر برہم چریہ کرتے ہیں۔اور اُس آتما کو اپنے ہردیہ میں ڈھونڈتے ہیں۔اور اس باطل دروازہ کو جس میں یہ ست کام ست سنکلپ بند کئے گئے ہیں کھٹکھٹاتے ہیں۔اگر اُن کو اُستادِ کامل جو اُس کی تعلیم دے سکتا ہے ملجاوے اور نقد ظاہر کر دکھاوے تو مُکتی تو اُن کا اپنا ذاتی خاصہ ہے۔اور برہم لوک اور ست کام آدک مُفت ملجاتے ہیں۔لیکن وہ بھی جو برہم چریہ کرتے ہیں اور بغیر پہچان کے بھی اِس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ "میں شُدّھ سچدانند پُورن برہم ہُوں۔میرے میں یہ سب کلپت ہیں" اور ساتھ ہی اِس ایمان کے

برہم چریہ کو پار کرتے ہیں۔ اگر قبیلدار ہیں تو کرم کانڈ بھی پار کرتے ہیں۔ وُہ بھی موت میں دیویاں سڑک پر چلتے برہم لوک کو جاتے وہاں کے مزے اُڑاتے ہیں۔ اور خود برہما سے تعلیم پاتے آتما کو نقد پہچانتے ہیں۔ اور برہما کے ساتھ مکت ہوتے ہیں ٭

(۳۰) کیونکہ جو یگ ہے بڑا ہے ایسا کہتے ہیں۔ لیکن برہم چریہ بھی یگ ہے کیونکہ برہم چریہ سے یہ آتما جسکے سایہ میں ست کام آدک ہیں جانا جاتا ہے۔ پھر کہتے ہیں اِشٹ کرم کرنے چاہئیں۔ لیکن مُشتاقِ دیدار کو برہم چریہ ہی اِشٹ ہے۔ کیونکہ اِشٹ کرم وہ ہیں جن کے کرنے سے اُس کے اصلی مطلوبات ملیں۔ اُس کا اصلی مطلوب تو آتما ہے اور برہم چریہ سے ملجاتا ہے۔ اِس لیئے برہم چریہ ہی اِشٹ ہے ٭

(۳۱) پھر کہتے ہیں کہ ست ترائن (सत्रायण) کرنا چاہیئے۔ لیکن مُشتاقِ دیدار کو برہم چریہ ہی ست ترائن ہے۔ کیونکہ جو ست کو پہنچاوے وہی ست ترائن یگ ہوتا ہے۔ برہم چریہ سے یہ ست آتما جانا جا سکتا ہے۔ اِس لئے برہم چریہ ہی ست ترائن ہے۔ یہ مشتاقِ دیدار برہم چریہ کرکے ہی اِس ست آتما کو جان لیتا ہے ٭

(۳۲) پھر کہتے ہیں کہ مَون اچھا ہے۔ لیکن مُشتاقِ دیدار کو برہم چریہ ہی مَون ہے۔ کیونکہ آتما کی پہچان کرکے برہم چریہ سے ہی پھر منن کرتا ہے۔ اِس لئے اُسے برہم چریہ ہی مَون ہے ٭

(۳۳) پھر کہتے ہیں کہ۔ اناشکاین (अनाशकायन) یگ اچھا ہے

٭ (نمبر ۲۹ تک چھاندوگیہ اُپنشد کے آٹھویں پرپاٹھک کے چار کھنڈ ختم ہوئے۔ اب پانچواں کھنڈ شروع ہوا ہے)٭

مشتاق دیدار کو برہم چریہ ہی اناشکاین ہے کیونکہ جس یگ سے ناش نہ ہو وہ اناشکاین کہلاتا ہے۔ برہم چریہ سے وہ ابناشی آتما کو جانتا اور پاتا ہے۔ اِس لئے اُسے برہم چریہ ہی اناشکاین ہے ✤

(۳۴) پھر کہتے ہیں کہ ارنیاین (अरण्यायन) یگ اتم ہے۔ لیکن مشتاق دیدار کو برہم چریہ ہی ارنیاین ہے۔ کیونکہ ایرن آسمانی شراب کا حوض اور ارنیاین سوم سون آبحیات کا چشمہ جو برہم لوک میں ہے اِس یگ کے کرنے سے ملتا ہے جو یہاں دیکھا سُنا بھی نہیں۔ پر مشتاق دیدار کو جب برہم چریہ سے آتما کا دیدار ہوتا ہے تو برہم لوک اور اُس کے ائرن (ऐर) شراب کے حوض اور سوم سون آب حیات کے چشمے رُوشگے چھونگے میں آ جاتے ہیں۔ اِس لئے برہم چریہ ہی اُسے ارنیاین ہے ✤

(۳۵) آر اور نیہ یہ دو حوض یا چشمہ برہم لوک میں ہیں۔ آخر ایک آسمانی قسم کا غلہ ہے جو یہاں دیکھا سُنا نہیں۔ اُس کی لکڑی جو خمار الٰہی دینے والی ہے اُسے آر شراب بولتے ہیں۔ اور وہاں ہی ایک آسمانی انگور کا درخت ہے جو یہاں دُنیا میں دیکھا سُنا نہیں۔ اُسے سوم سون بولتے ہیں۔ اُس سے جو رس نکلتا چشمہ کی صُورت بہتا ہے وُہی امرت اور آبحیات ہے جسے کھاتے دیوتا امر ہوتے ہیں ✤

(۳۶) پھر کیونکہ اِسی برہم لوک میں جو یگوں اور کرموں سے نہیں فتح ہوتا ایک پور نام طلائی بنگلہ ہے جو یہاں کسی نے نہ سُنا نہ دیکھا ہے۔ اور برہما نے خاص لوگوں کے لئے وہاں بنایا ہے۔ اور بڑے بڑے کرم کانڈیوں کو بھی نہیں ملتا۔ لیکن وہ جو برہم چریہ کرکے آتما کو جانتے ہیں موت میں اُسے مُفت پا جاتے ہیں۔ اُنہیں کا اصل میں برہم لوک ہے اور

وہی سب لوگوں میں سکام چار ہوتے ہیں۔کیونکہ موت میں ایسے عارف کے
پران یہاں اُس کی آتما میں ہی حذف ہو جاتے ہیں۔ اور ایشور کے کُلّی پران
اُس میں ہوا کی طرح بھر جاتے ہیں۔وہ خود ایشور گھر کا مالک ہو جاتا ہے۔
اس لئے اُسے مفت آ جاتے ہیں ٭

(۳۷) اے لوگو! کان دھر سُنو کہ جو لوگ آتما کو نہیں بھی پہچانتے اور اس پر
ایمان لاتے ہیں کہ "میں برہم ہوں" اور برہم چریہ کو بار کرتے ہیں۔ہم وعدہ دیتے
ہیں کہ اُنکے لئے موت میں برہم لوک میں اُنکر اُنی ہوتی ہے اور وہ دیویاں
سڑک پر چلتے برہم لوک میں پہنچ جاتے ہیں۔کیونکہ آدمی کے اندر جو گوشت کا ٹکڑا
ہے جسے دلِ صنوبری یا سنسکرت میں ہردیہ کنول بولتے ہیں اُس سے بہت
سی باریک رگیں نکلتی ہیں۔ اور صفرا۔بلغم۔سودا اور خون سے بھری ہوئی چیز
(چار) رنگ سے اندر دکھائی دیتی ہیں ٭

(۳۸) کیونکہ بلغم کا رنگ سفید ہے۔خون کا سُرخ۔سودا کا سیاہ۔صفرا
کا زرد۔اور سب کی ملاوٹ سے یہ رگیں چت مہتابی رنگ کی ہو جاتی ہیں۔
اور یہ آفتاب بھی سفید سُرخ سیاہ زرد رنگوں کی کرنوں سے مُرکّب ہے۔
شیشۂ مثلثی کے ذریعے سُورج کی کرنیں بھی اگرچہ سیاہ سُرخ سفید زرد سات
رنگ کی علیحدہ علیحدہ ہوکر محقق کو معلوم دیتی ہیں تو بھی اُس کی کرنیں
سات رنگوں کی ملاوٹ سے چت مہتابی رُوپ ہوکر آدمی کی رگوں کے اندر
بھی پھیلی ہوئی ہیں اور اُنہیں گرم کرتی اور رنگین بناتی ہیں ٭

(۳۹) یہ مت گمان کرو کہ جب سُورج غرُوب ہوتا ہے تو کرنیں حذف
ہو جاتی ہیں۔ بیشک ظاہری کرنیں سُورج کی حذف ہو جاتی ہیں تو بھی
اُسکی حرارتِ غریزی جو عالَم کی زندگی ہے عالَم میں اُسی طرح پھیلی رہتی

ہے۔اس لئے ہم جو یہاں انسان کی رگوں میں سورج کی کرنیں داخل ہوئی اشتہار میں بیان کرتے ہیں وہی کرنیں حرارتِ غریزی کی ہیں جس سے آدمی زندہ رہتا ہے۔اور جب حرارتِ غریزی کی کرنیں آفتاب میں حذف ہو جاتی ہیں تو یہاں بدن میں بھی حرارتِ غریزی منطفی ہو جاتی ہے۔اور بدن مُردہ ہو جاتا ہے۔اور پھر طبیب علاج سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے ٭ ایسے حرارت کی کرنوں سے رات دن نبضیں حرکت کرتی باہر کی ہوا کو اپنی غذا کے لئے کھینچتی ہیں ٭

(۴۰) یہ حرارتِ غریزی کی کرنیں جو آفتاب سے رگوں میں دِل تک اور دِل سے رگوں کی راہ آفتاب تک تار تار تنی ہوئی ہیں اُسی طرح تانی گئی ہیں جیسے ایک تار برقی لاہور سے تا دہلی تانی جاتی ہے۔اور بذریعۂ تار برقی آنکھ کی جھپک میں خبر دیجاتی ہے۔اور پھر ریل آہنی سڑک پر چلتی ہے۔

(۴۱) جب یہ آتما کا ایمان دار جو برہم چریہ کو پار کرنا اُسی میں شغل کرتا ہے۔اور اخیر وقت میں ضعیف ہو جاتا ہے۔اور موت کا وقت آتا ہے تو اپنے حواسوں کو پہلے دِل میں ایک کرتا ہے۔اور پھر دِل میں اُن سُوراخوں سے جو دِل کے کان کہلاتے ہیں دہنے کان کے ذریعے دیو لوک پہ چلنے پر مستعد ہوتا ہے۔اور اپنے ایمان اور برہم چریہ کے غلبہ سے برہم لوک کے جلنے کا اور برہم جیوتی کا ارادہ کرتا اِس تارِ برقی پر سوار ہوتا ٹھوکر مارتا ہے۔اور پران بجلی کی طرح اِن تاروں سے پھیلتے اُس رگ سے جو خاص دماغ میں ورِ سمی تک گئی ہے پھیلتا اور درزوں سے باہر نکلتا سُورج کی غریزی کرنوں کے وسیلہ جو تار برقی کی طرح تنی ہیں پہلے سُورج کے سٹیشن میں وہاں سے دُوسرے لوکوں کے سٹیشن میں

یہاں تک کہ برہم لوک میں اس طرح جلدی جا پہنچتا ہے جیسا کہ برہم لوک کے دھیان میں منو برتی جھٹ پٹ برہم لوک میں جا پہنچتی ہے۔یہی اُس کی اُتکرانتی ہے۔اور یہی برہم لوک کا دُوار ہے ؛

(۴۲) یہ کب ہوتا ہے؟ جب یہ نزع میں بے ہوش ہوتا ہے۔بلکہ نزدیکی جو پاس بیٹھے ہوتے ہیں اُسے بُلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ" اے باپ تو پہچانتا ہے میں تیرا فرزند ہوں"؟ باپ کہتا ہے" اے بیٹا! تو جانتا ہے میں تیرا باپ ہوں"؟ لیکن وہ جبتک اِن سُورج کی کرنوں کی تار پر چڑھکر دیگر برہم لوک میں اپنے ارادہ کی خبر نہیں دیتا تب تک تو مختصر آنکھیں کھولتا ہے۔مگر جب وہ دِل کے اندر سے اُٹھکر پران چھکڑے پر سوار ہو جاتا ہے۔جو واقع میں آسمانی ریل گاڑی ہے اور بذریعۂ تار برقیٔ حرارتِ غریزی برہم لوک میں اپنے چلنے کی خبر دیتا ہے اور پہنچ جاتا ہے تو پھر آنکھیں نہیں کھولتا ہے ؛

(۴۳) جب یہ اِس طرح ہلانے بُلانے کے باوجود آنکھیں نہ کھولے اور مُردہ سا پایا جاوے اور نبضیں بھی بند ہو جاویں تو جانا جاتا ہے کہ اب دِل کو جو اُسکی خاص راجدھانی ہے چھوڑ دیا ہے اور پران رُوپ ریل گاڑی پر سوار ہو گیا ہے۔ اب کیونکر اس برہم پور میں حرکت ہو؟ کیونکر آنکھیں کھُلیں؟ مالک گھر کا تو اب پا برکاب ہے۔اُسکی بلا سے کوئی گھر کو کچھ کرے۔جلاؤ چاہو دفناؤ۔اور پھر یہ برہم پور پلیدی اور غلاظت کا گھر ہو جاتا ہے اور مترانند کا کھاد رہ جاتا ہے۔اگر اُسکو آگ میں نہ ہوم کیا جاوے تو اُسی پران رُوپ ریل کے چلنے سے جو اُسکی اصلی مُورتیوں کی مادہ رُوپ رطوبت کو ساتھ لے جاتی ہے وہ پھُول جاتا اور گندہ بدبُو دار ہو جاتا ہے

(۴۴) وہ جو اُسکی سواری کا حال جانتے ہیں دیر نہیں کرتے۔اُسے آگ میں ہوم کر دیتے ہیں۔اور اُسکی اصلی رُطوبت آگ میں آگ اور پھر دن میں دن ہوتی چلی جاتی

ہے۔یہی ایک آہنی سڑک پران روپ ریل کی ہے جسے سنسکرت میں دیویان سڑک بولتے ہیں جسکا ذکر ہم علم معاملہ میں کرچکے ہیں۔اور اسی طرح یہ سٹیشن در سٹیشن سورج کے سٹیشن میں جا پہنچتا ہے۔اور پھر سٹیشن پر اسکی ملاقات ضیافت کے لئے دیوتا آنے خیر مقدم ہو شعبۂ مبارک بولتے ہیں۔اور اگنی دیوتا اسکی ریل کے انجن میں ڈرائیور ہوتا آفتاب میں لیجاتا ہے۔اور آفتاب میں برہم لوک سے براہم سفیر اسکے استقبال کے لئے آتا اور اوپر کے لوکوں کو لیجاتا ہے۔اسطرح یہ آفتاب آتما کے ایمانداروں کا اوپر جانے کا پہلا بڑا سٹیشن ہے اور جاہلوں کو روکنے والا ہے بغیر اس دانست کے یہاں کوئی نہیں جاتا ۔

(۵/۴) بلکہ وہ جو آتما کی خدائی پر بے ایمان ہیں اور نیکیاں بھی کرتے ہیں انکو ٹیڑھی رگوں سے کیا آنکھ کیا ناک انکرانتی ہوتی ہے۔اور آگ سے ان کا راستہ سوم لوک کو پتریان سڑک سے پٹتا ہے۔وہ سوم لوک کو چلے جاتے ہیں۔اور وہ جو نہ ایمان لاتے ہیں نہ نیکی کرتے ہیں پاخانہ اور پیشاب کے راستوں سے نکلتے ہیں۔اور آگ سے سفلی سڑک میں چلے آتے ہیں۔کیٹ پتنگ ہوتے مرتے جنمتے ہیں ۔

(۶/۴) لیکن وہ جو اِس آتما کا عرفان پاتے ہیں چاہے نیکیاں کریں یا نہ کریں کچھ پرواہ نہیں معاف ہیں۔وہ تو زبردست لوگ ہیں۔زبردست لوگ تو کہیں نہیں چلتے۔وہیں برہم لوک کو چھین لیتے ہیں۔اس لئے انکی تاریں اور ریلیں کچھ مدد نہیں دیتیں۔بلکہ وہ تو جب وقت آتا ہے اپنی جلالت اور زبردستی کو دکھانے آسمانی سلطنت پر جبر کرتے ہیں۔یہاں ہی دل کے آکاش کے اندر کیا تاریں کیا ریلیں کیا پران سبھی پھونک دیتے ہیں کیونکہ ان کے پران ان کے آتما میں اِس طرح جل جاتے ہیں جس طرح پانی کی بوندیں توے پر جل جاتی ہیں۔اور باہر کے ادھی دیوک

پران اور خدائی قدرتیں بلکہ ساری مایا اُسی طرح اُسکے بدلے کھچی چلی آتی ہیں جس طرح ایک جگہ کی ہوا کی تحلیل سے ملک ملک کی ہوائیں کھچی جاتی ہیں اور اُسی جگہ کو پُر کرتی ہیں ÷

(۴۷) اَے لوگو! ایسے عارف زبردست کی حالت یہ ہے۔ کہ وہ نہیں یہاں سے جاتا بلکہ ابدی زندہ ہوتا ہے۔ وہ مختصر سلطنت کو اپنے سے نکالتا ہے۔ بڑی سلطنت آسمانی یُوں ہی ظِل کی طرح اُس میں آجاتی ہے۔ یہی واقعہ میں غنی ہے۔ اور یہی گھر کا مالک۔ اِسی کے سب فرماں بردار ہیں ÷

(۴۸) اَے لوگو! ہم وید کا منتر بھی اِس بارہ میں سنداً دیتے ہیں۔ لکھا ہے کہ دلِ صنوبری میں ایک سو ایک رگیں ہیں۔ اُن میں سے ایک رگ ہے جو قحفِ دماغ میں جا لگی ہے۔ اُس سے اُتکرانت ہوتا امرت ہوتا ہے۔ دُوسری رگیں ٹیڑھی دُوسرے سوراخوں میں ہیں۔ وُہ دُوسرے لوگوں کے جانے میں اُتکرانتی کے راستے ہیں۔ لیکن زبردست لوگ خود نہیں جاتے اور نہ اُنکے پران اُتکرانت ہوتے ہیں۔ اُن کے پران تو آتما میں جاتے ہیں۔ اور باہر کے پران بھر جاتے ہیں۔ اِس طرح برہما نے شروع میں تمام میں اشتہار دیا اور جا بجا مُشتہر کردیا۔ اور عالمِ ناسوت و ملکوت میں اسی اشتہار کی بنادی کرادی تاکہ کسی کو اِس فضل اور وعدہ سے بے خبری کا عُذر نہ رہے۔ اور ایسا ہی ہوگیا ÷

(۴۹)٭ جب یہ اشتہار تمام مُشتہر ہؤا۔ اور پراکرنے والے اِس بڑے وعدہ کی منادی کرتے تھے۔ اور سب کو عدل سے نکال کر فضل کی طرف بلاتے تھے تو عالمِ ملکوت میں ایک غوغا ہوگیا۔ دیوتا سُرلوک میں اور اسُر راکھش لوک میں سُنتے ارادہ کرتے تھے کہ ہم اس فضل میں داخل ہوں۔ ہم اِس

٭ یہاں تک چھاندوگیہ اُپنشد کے آٹھویں پرپاٹھک کے چھ کھنڈ ختم ہوگئے۔ اب ساتواں کھنڈ شروع ہؤا ہے ÷

فضل میں داخل ہوں۔ آخرالامر دیوتاؤں نے ملکر اپنے راجا دیوراج اِندر کے پاس مجلس کی اور اُدھر اسُروں نے اپنے راجا اسُر راج وِروچن کے پاس مجلس کی *

(۵۰) دیوتاؤں نے کہا کہ اگر ہم فضل میں داخل ہوں تو ہماری جے ہے۔ اور اَسُروں نے کہا کہ اگر ہم اس فضل میں داخل ہوں تو ہماری فتح ہے۔ لیکن اِدھر تو دیو راج اِندر اور اُدھر اسُر راج وِروچن تیار ہوئے۔ کہا کہ اَے بھائیو! تم اپنے اپنے منصب اور قاعدہ پر سلطنت کا انتظام رکھو۔ ہم جاتے ہیں۔ اپنے باپ برہما سے تعلیم آتما کی پاتے ہیں اور ہم تم سب کو یہاں ہی واپس آکر تعلیم دیدیں گے۔ اور اُس کے سکول جاری کر دینگے۔ اور اُنکے معلّم معیّن کردینگے *

(۵۱) پھر دونوں دیوتا اور اسُر یعنی دیو راج اِندر اور اسُر راج وِروچن برہما جی کے پاس طلبِ علم کے لئے گئے۔ لیکن یہ معلوم رہے کہ دونوں آپس میں مخالف تھے۔ موافق نہیں تھے۔ تو بھی اِس نظر سے کہ تین لوک کے راج سے برہم وِدّیا کی بڑائی بڑی ہے اپنے بڑے بڑے بھوگ چھوڑکر برہم چاریوں کی صورت میں لکڑیوں کے بھار سر پر اُٹھائے ہوئے پرجاپتی کے پاس آئے۔ اور ۳۲ سال مُعلّمِ اوّل کی خدمت تواضع میں برہم چریہ کرتے رہے *

(۵۲) آہ افسوس! کہ اِس برہم وِدّیا کی طلب کے لئے دیوراج اِندر اور اسُر راج وِروچن نے جو تین لوک کے مساوی راجا ہیں راج کاج کا بھوگ چھوڑ دیا اور برہم چریہ بتیس ۳۲ سال کیا۔ زمانۂ حال کے اُردو داں مختصر گھروں اور مختصر جائداد کو بھی اِس کی طلب کے لئے نہیں چھوڑتے

اور نہ کسی عالم فاضل کی تواضع کرتے اور اُس سے اس بڑے فضل کی طلب کرتے ہیں ۞

(۵۳) جب یہ دونوں مہاراجہ اس طرح برہم چاری ہوکر بتیس ۳۲ سال مُعلّم اوّل کے پاس رہے تو پرجاپتی نے اُنہیں ایک روز مستحق سمجھ کر کہا کہ کس مطلب کے لئے اور کیا چاہتے ہُوئے تم یہاں آ رہے ہو؟ تو اُنھوں نے کہا کہ جو آپ نے آتما کی پہچان کا اشتہار دیا ہے اور وعدہ دیا ہے کہ اُس کی پہچان سے سب مقصُودات مُفت ملتے ہیں اور سب لوکوں میں کام چار اور مختارِ مُطلق ہو جاتے ہیں۔ اُسی کی دریافت اور پہچان کے لیئے آئے ہیں۔ مہربانی فرماکر ہم کو وہ آتما دِکھا دو ۞

(۵۴) تب برہما نے کہا کہ میری آنکھ میں دیکھو۔ جو یہاں اس وقت آنکھ میں بیٹھا ہے وُہی آتما ہے۔ اور یہی امرت ہے۔ یہی غنی ہے۔ یہی برہم ہے۔ اُنھوں نے جو آنکھ کی طرف نگاہ کی تو مردُمک پائی جس کے سبب سے آدمی کا عکس آنکھ میں دکھائی دیتا ہے اور جسے آنکھ کی پُتلی بولتے ہیں ۞

(۵۵) پرجاپتی کا مطلب تو یہ تھا کہ جو وقتِ جاگرت آنکھ میں بیٹھ کر دیکھتا ہے وُہ آتما ہے کیونکہ دیکھنے والا فقط آتما ہے۔ جو دکھائی دیتا ہے وُہ آتما نہیں ہُوا کرتا۔ لیکن اُنھوں نے یہ مطلب تو نہ پایا۔ اُس کی آنکھ میں نگاہ کی تو شیشۂ حدقہ میں اپنے بدن کے عکس کو دیکھا۔ اور بدن کو ہی آتما سمجھ لیا۔ یہ نہیں خیال کیا کہ جو دِلِ صنوبری کے اندر تختِ ہردیاکاش پر دیکھنے والا بے چُون و چرا آتما ہے وُہی آنکھ میں بطریقِ عکس آیا سب کو دیکھ رہا ہے ورنہ چشم کی کیا قدرت ہے جو دیکھے۔ اگر چشم دیکھتی ہوتی تو اندھا بھی دیکھتا۔ بلکہ دیکھنے والا جو چشم میں جلوہ گر ہے

وُہ تو آتم پُرش ہے ٭

(۵۶) جب اُنہوں نے اس راز کو نہ سمجھا بلکہ برعکس اسکے اپنے بدن کے عکس کو جو مردُمک یا آنکھ کی پُتلی میں ہے پایا تو اُنہوں نے پوچھا بھگون کیا یہ جو صاف پانیوں میں اور صاف شیشہ میں دکھائی دیا کرتا ہے آتما ہے؟ برہما نے فرمایا کہ یہ جو مَیں نے بتایا ہے ان سب میں ہے (یعنی آنکھ وغیرہ میں) ٭

(۵۷) برہما جی کا مطلب تو یہ تھا کہ وہ جو دیکھنے والا نُور ہے اور جاگرت میں خیال پر سوار ہُوا آنکھ میں اجلاس کرتا ہے۔ جس چیز کو دیکھنا ہوتا ہے آنکھوں سے خیال اور بصارت مثل کرنوں کے دکھائی دینے والی چیز پر جا لگتے ہیں۔ اور اُن کو یہ دیکھنے والا آتما نُورًا علیٰ نُور اُسی طرح ایک ہوتا منوّر کرتا ہے جس طرح دھوپ یا دن کا چاندنا بھی دیوار پر پڑا اُسے روشن کرتا ہے۔ جب اس طرح ساکھشی آتما مرئیات پر گھیرا کرتا اُس سے ایک ہوتا ہے تو یہی واقع میں دیکھنا کہلاتا ہے ٭

(۵۸) لیکن افسوس ہے کہ خلقت اگرچہ ہر شئے کے دیکھنے میں پہلے اپنی آتم نور کے جلوہ کو دیکھتی ہے۔ پیچھے اشیاء کو دیکھتی ہے تاہم اِسے دیکھتے ہوئے کو نہیں دیکھتی۔ کیونکہ جب کسی سے دیوار کی طرف اُنگلی کرکے ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کیا ہے؟ تو وہ یہی کہتا ہے کہ دیوار ہے یا کوئی دُوسری شئے ہے۔ یہ نہیں کہتا کہ یہاں ایک آتم پرکاش ہے۔ اُس میں دیوار منوّر دکھائی دیتی ہے ٭ مگر وُہ جو جانتے ہیں پہلے آتم نور پھر دن کا چاندنا پیچھے دیوار دیکھتے ہیں ٭

(۵۹) اِسی طرح وہ عکس جو پانیوں میں دکھائی دیتا ہے۔ یا وُہ عکس جو

شیشہ میں نظر آتا ہے پہلے اُس میں دیکھنے والے کا جلوہ جو آتم جلوہ ہے دکھائی دیتا ہے - پھر دن کا چاندنا پھر عکس دکھائی دیتا ہے - ورنہ اندھے کو یا اندھیرے میں بھی یہ عکس دکھائی دینا چاہیئے + برہما نے تو اِس آتم جلوہ کو جو اُن عکسوں میں گھیرا کرتا دکھائی دیتا ہے لاحظ کر کے فرمایا کہ ہاں یہی آتما جو مَیں نے اپنی آنکھ میں دیکھنے والا تبلایا ہے اِن سبھوں میں ایک ہوتا دیکھتا ہے - وُہ ہی تُم دیکھو - لیکن اُنہوں نے مہیں لوگوں کے طور جو دیوار تو دیکھتے ہیں اُس کے ساتھ دِن کے چاندنے کو دیکھتے ہُوئے بھی نہیں دیکھتے اِس دیکھنے والے آتم کو نہ دیکھا - بلکہ یہی یقین کیا کہ یہی بدن جس کا سایہ آنکھ یا صاف پانیوں یا شیشہ میں نظر آتا ہے آتما ہے جو امرت ہے - اور اِسی پر نجات موقوف ہے - اور اِسی سے ست سنکلپ ہوتا ہے +

(۶۰) اِس لئے برہما نے جان لیا کہ اگرچہ بتیس ۳۲ سال اُنہوں نے میرے پاس برہم چریہ کیا ہے - لیکن بھوگی راجا ہیں - اور بڑے بڑے پاپوں کی آلودگی اُنکے دِلوں میں ہے جس کے سبب اُنکی بصارت دُرونی مکدّر (گدلی) ہو رہی ہے - اسی سبب یہ آتم نُور کو دیکھتے ہُوئے بھی نہیں دیکھتے - اور میرے کلام کو سُنتے ہُوئے بھی نہیں سُنتے - اور میرے مطلب کو سمجھتے ہُوئے بھی نہیں سمجھتے - انہیں ابھی زیادہ برہم چریہ کرنا چاہیئے - لیکن اگر مَیں اِس طرح کہتا ہُوں کہ تُم کم سمجھ ہو - میرے مطلب کو نہیں سمجھتے - تو بسبب راجگی کے اور نیز زیادتی علم کے ابھمان سے ناراض ہونگے - شاید ہے کہ اِس رنجیدگی کے سبب اِن کی طبیعت آتما کی طلب کی طرف سے جاتی رہے - اِس لئے ایسی طرز سے انہیں کہنا

چاہیئے کہ خود بخود اپنی غلطی کو سمجھ لیں اور بہم چربہ دوبارہ کریں ÷

(۶۱) افسوس کہ اوّل تو اُردوداں اس کی طلب نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہیں تو سادھوؤں کا کلام نہیں سمجھتے۔ اور افسوس ہے کہ سادھو بھی اُنہیں نالائق اور بے عقل کہتے ہیں۔ اور وُہ اپنے مغربی علم کے ابھمان میں آئے اُنہیں بے وقوف جانتے اُن سے دریافت نہیں کرتے۔ یہی بڑا حجاب اُن کے پاپوں سے پڑا ہُوا ہے۔ کیونکر یہ نعمت ملے اور کس طرح آتم دیدار پاویں جس پر سب مُرادیں مُفت ملتی ہیں اور بڑے وعدہ اشتہاری ہیں داخل ہوتے ہیں ÷

(۶۲) اِس لئے شری برہما جی نے اُنہیں فرمایا کہ تم صاف پانیوں اور صاف آئینہ میں آتما کو جو میں نے کہا ہے دیکھو۔ اور دیکھ کر سوچو۔ اور سوچکر اگر کچھ شبہ رہے تو مجھے بتلاؤ۔ اُنہوں نے اِسی طرح کیا۔ صاف پانیوں اور صاف آئینوں میں نظر کی اور کچھ نہ کہا۔ تو برہما جی نے کہا تم نے کیا دیکھا؟ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آپ کو سب طرح دیکھا۔ کیا سر کیا مُنہ کیا ہاتھ پاؤں بلکہ ناخن سے لے کر بالوں تک بھی دیکھا۔ یہ ہمارے آتما کی ہی پُوری مثال ہے۔

(۶۳) تب برہما جی نے سوچا کہ سوچنے سے بھی انہیں سمجھ نہیں آئی۔ ابھی بڑے بڑے پاپ اِن کے اندر ہیں کیونکر سمجھ جاویں۔ اِس لئے فرمایا کہ جس طرح آپ گھروں میں اچھے اچھے لباس اور عُمدہ عُمدہ بھوشن پہنتے ہو پہن کر پھر پانیوں اور خوشنما شیشوں میں نظر کرو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور پُوچھا کہ تُم نے کیا دیکھا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ بھگون! جیسے ہم اچھے لباس اور اچھے بھوشنوں کے ساتھ تھے ویسے ہی دکھائی دیتے ÷

(۶۴) پھر برہما جی نے فرمایا کہ تم اپنے کپڑے اور بھوشن اُتار دو۔ اور سر مُنہ مونڈا دو اور ناخن اور روم بھی اُتار دو جیسا کہ برہم چاری کرتے ہیں۔ مونڈے ہوئے اُن میں نظر کرو۔ اُنھوں نے ایسا ہی کیا۔ پُوچھا کیا دیکھا؟ اُنھوں نے جواب دیا کہ بھگون! جیسے ہم مونڈے ہوئے اور ناخن اُتارے ہوئے عُریاں تھے ویسے ہی دکھائی دیئے۔ اِس لئے یہ بدن ہمارا آتما ہے۔ تب برہما نے اُن کی طِفل تسلّی کے لئے فرمایا کہ یہی آتما ہے۔ یہی امرت ہے۔ اور یہی غنی ہے۔ اور یہی برہم ہے۔ اگرچہ برہما نے اُن سے بطریقِ استہزا کہا کہ اَے عقل کے اندھو! اگر یہی آتما ہے تو وہ ہر کسی کو معلوم ہے پھر کیوں اِس کی دریافت کے لیئے برہم چریہ کرتے ہو؟ سوچو کہ یہ آتما نہیں۔ لیکن اُنھوں نے یہ نہیں سمجھا بلکہ اُلٹا تسلّی پایا سمجھ کر چلے آئے ؛

(۶۵) جب وہ دُور نکل گئے اور خوشی کے مارے پھُولے جاتے تھے۔ تو شری برہما جی نے ٹیڑھی نظر سے اُنہیں دیکھ کر فرمایا کہ یہ مجھے ملتے ہوئے بھی نہیں ملنے جاتے ہیں اور آتما کو نہیں جانتے ہُوئے بھی جانتے ہُوئے سمجھکر جاتے ہیں۔ یہی صرف جہلِ مرکّب میں نہیں رہیں گے بلکہ جو مجھ سے سُنا ہے اُسی کو اپنی قوم میں بھی سکھا دینگے۔ اور یہی کلامِ آسمانی اُن کے لئے دستاویز ہوگی۔ آپ تو کھاد میں گرے ہیں دُوسروں کو بھی کھاد میں گرا دیں گے۔ جیسا کہ اندھا اندھے کو لے جاتا ہے تو کھاد میں دونوں گرتے ہیں۔ اسی طرح دُوسرے بھی جہلِ مُرکّب میں پھنسیں گے جس کا پھر علاج مُشکل ہے ؛

(۶۶) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ راست باز برہما نے کیوں کہدیا کہ

یہی جو اُنہوں نے سمجھا ہے آتما ہے اور یہی امرت ہے اور یہی غنی ہے بلکہ جیسا باپ محاورہ میں اپنے بیٹے کو جو دُشمنوں کے پاس جاتا ہے اور وہ بار بار منع کرتا ہے اور نہیں منع ہوتا تو اُسے کہتا ہے کہ جا اُنہیں کے گھر جھک مار۔ اور پھر چپ ہو جاتا ہے کچھ نہیں کہتا۔ اِسی طرح برہما نے بھی کہدیا کہ یہی آتما ہے یہی غنی ہے۔ یہی برہم ہے۔ جاؤ۔

(۶۷) کیونکہ محاورہ داں جانتے ہیں کہ راست باز باپ کا اس کلام میں یہ مطلب نہیں ہے کہ دُشمنوں کے گھر جاوے اور مچھلی کھاوے بلکہ بار بار نصیحت کو جو نہیں سمجھتا اپنی رنجیدگی دکھاتا ہے۔ کہ اگر دانا لڑکا ہے تو میری رنجیدگی سمجھ کر ایسا نہیں کرے گا۔ اسی طرح شری برہما جی نے بھی بار بار تدبیریں کیں۔ لیکن وُہ نہ سمجھے۔ تو پھر ذرا ملال جتلایا اور نیز بسبب اُنکے پاپوں کے جو اندر سکتے زیادہ سمجھانا بے فائدہ خیال کیا۔ اور جبتک خودبخود نہیں سمجھیں کہ ہماری سمجھ غلط ہے اُنہیں بے سمجھ کہنا اور برہم چریہ کی اجازت دینا اچھا نہیں کیونکہ ترلوکی راج کے غرور کے سبب اُلٹے مُقابلہ کو اُٹھیں گے +

(۶۸) چُپ اِس لئے ہوگئے کہ اگر اِن کے کوئی اچھے عمل بھی ہونگے تو وقتِ معیّن پر خود بخود میری بات کو پھر سوچ کریںگے۔ اور جان لیویں گے کہ جب اچھے لباس اور اچھے بھُوشن پہنے تو آئینہ اور پانیوں میں سایہ بھی اچھے لباس اور اچھے بھُوشن سے پایا۔ اور جب مُونڈ مُونڈائے ناخن اُتارے عُریاں ہُوئے تو سایہ بھی مُونڈ مُنڈا اور عُریاں دکھائی دیا۔ تو جس طرح سایہ میں لباس اور بھُوشن بھی بیگانہ جمع ہُوئے ایک ہوتے ہیں اور پھر اُتر بھی جاتے ہیں اسی طرح ناخن اور روم بھی اِس

بدن میں بیگانہ آتے جاتے ہیں۔ناخن اور روم ہی مثل لباس کے نہیں اُترتے بلکہ سب بدن اور سب درونی متوبرتیاں اور حواس اور اہنکار بھی مثل بیگانہ ناخن اور روم اور لباس کے اِس دیکھنے والے میں پہنے گئے ہیں اور اُسی طرح اُترتے ہیں۔وُہ جو دیکھنے والا نُور ہے کیا بدنِ بیرونی کیا انسانِ درونی سب سے عُریاں ہے۔وُہی آتما ہے ✣

(۶۹) لیکن اُنھوں نے نہ تو اِس بلال کو سمجھا اور نہ اس وویک (امتیاز) کو پایا بلکہ اُلٹا طفلِ تسلّی پاتے ہُوئے گھر کو چلے آئے۔تو برہما جی نے رُوبرو نہیں بلکہ پیچھے کہا کہ مجھے ملے بھی نہیں ملے جاتے ہیں۔آتما کو نہیں جانتے ہُوئے بھی جانتے ہُوئے سمجھکر جاتے ہیں۔کیونکہ اگر رُو برو ایسا کہتا تو غرور کے سبب رنجیدہ ہوتے اور مقابلے کو اُٹھتے۔پیچھے اِس لئے فرمایا کہ جس طرح میرے وعدہ کا اشتہار اُنھوں نے سُنا ہے۔میرا یہ کلام بھی چلوچل اُن کے کان تک پہنچ جاویگا اور اپنی جہالت پر واقفیت پاکر پھر برہم چریہ کرینگے اور میرا کلام سمجھیں گے ✣

(۷۰) آہ افسوس۔جب کہ دیوراج اِندر اور اُسر راج وِروچن کو بھی بسبب پاپوں کے کلام آسمانی سمجھ میں نہیں آتے تو بیچارہ اُردو داں جو دِن رات گناہوں میں ڈُوبا ہے کیونکر سمجھ پاوسے۔کوئی پچھلے جنم کا اگر پُن اُٹھے تو شاستری قید میں رہے اور کرم اُپاسنا کرے تب کلام کی رمز پاوسے ✣

(۷۱) آخر قصّہ مختصر یہ کہ دونوں دیوراج اِندر اور اسُرراج وِروچن طِفلِ تسلّی پاکر گھر کو واپس گئے۔اُن میں اسُرراج وِروچن تو مہان پاپوں سے آلودہ تھا۔اِس تسلّی کو پاتا جلد قدم خوشی خوشی اُٹھاتا اپنی

راجدھانی میں آگیا۔ اور اشروں سے ملا اور اُنہیں اِس کلامِ آسمانی کی تعلیم دی کہ "یہی بدن اپنا آپ ہے۔ اسی کو اچھے صابونوں سے صاف کرنا چاہئے۔ اسی کی پالنا کرنی چاہیئے۔ اور اچھے اچھے لباس اور بھوشن پہنانے چاہئیں۔ اور اچھے اچھے کھانے اور بھوجن لڈّو میوہ تیار کرنے چاہئیں اور اسے دینے چاہئیں۔ ہم بھائیو! بشر ہیں اور بندہ خُدا کے ہیں ⁂

(۲ ے) مجھے برہما جی نے اچھے اچھے لباس اور بھُوشن پہنائے۔ اور رُو نما شیشوں میں مجھے دکھلایا تاکہ میں اپنا آتما دیکھوں۔ اور اُسے دیکھ دیکھ خوش ہوؤں۔ اَے بھائیو! تُم بھی اِس آتما کی اِسی طرح پُوجا کرو۔ ناخن بال اُتارو۔ صابون سے صاف ہوکر بدن آتما کو میل سے پاک کرو۔ اچھے اچھے سنگار اور رُو نما کمرے بناؤ۔ اُس میں عمدہ لباس پہنو۔ بھوشن لگاؤ اور رُو نما شیشوں میں اپنے آتم جمال کو دیکھو۔ یہی خوشی اور آرامگی پرمانند ہے۔ یہی سبب ہے کہ آدمی شیشہ میں مُنہ دیکھتا خوش ہوتا ہے۔

(۳ ے) یہ مت خیال کرو کہ یہ مرجاتا ہے بلکہ سو جاتا ہے۔ کبھی تو سوتا ہی جاگ اُٹھتا ہے۔ کبھی ایسا سوتا ہے کہ پھر جلدی نہیں اُٹھتا۔ بلکہ جب برہما جی خود آویں گے تو ایک بڑا نرسنگا زور سے پھُونکیں گے اور سب سوئے ہُوئے بدن یعنی مُردے جاگ اُٹھیں گے۔ اور یہی اُنکی قیامت ہے۔

(۴ ے) اس لئے جب یہ ایسا سو جاوے جسے انجان مرنا کہتے ہیں تو اُسے پھر صاف صابون سے غسل دینا چاہیئے۔ اور عمدہ لباس اور کفن سے ملبوس کرنا چاہیئے۔ اور طرح طرح کے عطریات اُسے ملنے چاہئیں اور عمدہ صندوق میں بند کرکے زمین میں بحفاظت دفن کرنا چاہیئے تاکہ کوئی سگ یا درندہ جانور اُسے خراب نہ کرے۔ اور منتظر رہنا چاہیئے کہ نرسنگا

پھونکا جاتا ہے۔ یہ سب اُس کی بڑے زور کی آواز سُنتے ہی اُٹھیں گے۔ اور آسمانی باپ برہما جی سے ملیں گے۔ اور اپنی کرنیوں کے موافق جیسا کہ پہلے باپ نے عدل کے وعدہ میں کہا ہے بہشت اور عمدہ رنڈیاں پاوینگے اور مزے اُڑاوینگے اور ابدی باپ کے پاس رہیں گے ؛

(۵ ف) لیکن وُہ جو آسمانی باپ کی بندگی اور نماز کرے گا اُس پر وہ قیامت میں خوش ہوویگا۔ اور وہ جو اُس کی بندگی اور نماز نہیں کرے گا ناراض ہو جاوے گا ؛ مترجم کہتا ہے شاید یہی تعلیم وِروچن کی مغرب میں پھیلی ہے۔ اور اسی کلام آسمانی کی تفصیلیں جو وِروچن نے سمجھا کُتب آسمانی کہلاتی ہیں۔ اور شاید اُن کی زبان میں وِروچن کو ہی جبرائیل یا وحی کہتے ہیں۔ اور جو اُس کی تعلیم کے بتلانے والے دُنیا میں ہیں وُہی نبی یا رسُول کہلاتے ہیں۔ وَاللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب ؛

(۶ ف) اَے عزیزو! اسُر راج وِروچن کا تو یہ حال ہُوا اب دیو راج اِندر کا حال سُنیئے کہ جب وہ طِفلِ تسلّی پاکر واپس آیا تو برہما جی کے کلام کو یاد کرتا ہُوا اور سوچتا ہُوا دبے پاؤں چلا جاتا تھا۔ لیکن ابھی تک دیوتاؤں کے پاس نہیں گیا تھا کہ اپنے پہلے پُن کرموں کے سبب سے راستے میں اُسے سُوجھی اور ڈرا کہ جب آسمانی باپ نے مجھے لباس پہنایا اور سر مُنڈوایا تو پانی اور آئینہ میں دکھایا۔ اور جب لباس پہنا گیا تھا تو سایہ بھی لباس کے ساتھ تھا۔ اور جب سر مُنہ منڈایا اور ناخن اُتارے تو سایہ میں بھی نہ تو لباس تھا نہ ناخن اور نہ روم۔ اور یہ سب کچھ سایہ میں؛ اسی بدن کے طور پر تھا۔ اور جس طرح بدن سے ناخن اور روم بیگانہ اُتر جاتے ہیں اسی طرح اُس کا عُضو عُضو

بھی کٹا ہوا اُتر جاتا ہے۔

(۷۷) کیونکہ جب بدن اچھے لباس پاتا ہے تو اُس کا سایہ بھی آئینہ میں اچھے لباس والا نظر آتا ہے۔اور جب یہ ناخن اُتارتا ہے تو سایہ بھی ناخن اُترا نظر آتا ہے۔جب یہ بدن کانا ہوتا ہے تو وہ بھی کانا ہوتا ہے۔جب یہ اندھا ہوتا ہے تو وہ بھی اندھا ہوتا ہے۔جب یہ بدن فنا ہو جاتا ہے تو سایہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔اس میں تو میں کچھ بھوگ نہیں دیکھتا ٭

(۷۸) اِس سوچ میں آیا اِندر ڈرا کہ میں باپ کے کلام کو نہیں سمجھا کہ اُس کا مطلب کیا ہے۔کیونکہ اشتہار میں اور تعلیم میں وُہ یہی فرماتے رہے کہ آتما امرت غنی ہے۔ابدی زندہ ہے۔" یہ تو بدن مرنے والا ہے ابدی زندہ اور امرت کیسے ہو سکتا ہے؟ اور غنی بھی نہیں ہے ہر طرح اسے خوف اور حاجتیں ہیں۔بھوک لگتے ہی غذا نہ پاوے تو محتاج ہو جاتا ہے۔اس میں تو کچھ بھی بھوگ نہیں ٭

(۷۹) اِس لئے دیو راج اِندر راستے سے پھر آیا اور پھر از سر نو برہم چاری ہوکر سر پر لکڑیوں کا بھار اُٹھائے ہُوئے برہما جی کے پاس آیا۔تب برہما نے اُس سے پُوچھا کہ اَے دیو راج اِندر! تُم تو تسلّی پاکر وِروچن کے ساتھ گئے تھے۔اب کس مطلب کے لئے واپس آتے ہو؟ ٭

(۸۰) تب دیو راج اِندر نے کہا بھگون! جب یہ بدن اچھے لباس سے ہوتا ہے تو سایہ بھی جو آنکھ میں ہے اچھے لباس والا ہوتا ہے جب یہ اچھے بھوشن پہنتا ہے تو یہ بھی بھوشن والا ہوتا ہے۔جب یہ سر مُنہ مُنڈا اور ناخن کٹا ہوتا ہے تو یہ بھی سر مُنہ مُنڈا اور ناخن کٹا ہوتا ہے۔بہت کیا کہوں اِس کے کانے ہونے سے یہ بھی کانا ہوتا ہے

اِس کے اندھے ہونے سے یہ بھی اندھا ہو جاتا ہے۔ اِس کے لنگڑے ہونے سے یہ بھی لنگڑا ہو جاتا ہے۔ بلکہ فنا ہونے سے یہ بھی فنا ہو جاتا ہے۔ مَیں تو اِس میں کچھ بھی بھوگ نہیں دیکھتا ؞

(۸۱) تب برہما جی نے فرمایا۔ شاباش دیو راج اِندر! اِسی طرح ہے جیسا تُم نے سوچا۔ اس آتما کو نہ تُم نے جانا تھا نہ وِروچن نے۔ اچھا ہُوا جو تُم واپس آئے ہو۔ اِس آتما کو جس پر مُفت سب کچھ ملتا ہے دوبارہ تمہیں سکھاؤں گا۔ لیکن بتیس۳۲ سال دیگر میرے پاس رہو اور برہم چریہ کرو۔ تب سمجھ میں آویگا۔ اور یہ اس لئے کہا کہ برہم چریہ سے جو پاپوں کی آلودگی ہے دُور ہو جاوے گی۔ تب آتما کا دیدار سہل ہو جاویگا۔ اور اِندر نے ایسا ہی کیا اور بتیس۳۲ سال برہم چریہ کیا ؞

(۸۲) جب دیو راج اِندر نے دُوسری دفعہ بھی بتیس۳۲ سال برہمچریہ کیا تو شری برہما جی نے اُسے لایق پاکر فرمایا کہ اَے بیٹا! جو جاگرت میں آنکھ کے اندر اجلاس کرتا دکھائی دیتا ہے وُہی خواب میں آنکھ سے نکلا ہُوا بغیر آنکھ کے سب سوپن کے پرپنچ کو دیکھتا ہے۔ اِس لئے وہ جو خواب میں آیا اپنی مہماں کو ظاہر کرتا ہے وہ آتما ہے۔ سایہ آتما نہیں۔ اور یہ امرت ہے۔ یہی غنی ہے۔ یہی برہم ہے۔ اُس کے دیدار پر نقد نجات ملتی ہے اور تمنّت سب مُرادیں ملتی ہیں۔ تب اِندر تسلّی پاکر پھر واپس آگیا ؞

(۸۳) شری برہما جی کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ جب جاگرت ہوتی ہے تو آنکھ میں بیٹھ کر دیکھتا ہے۔ اور جب خواب ہوتا ہے تو آنکھ کو بھی مثل پوشاک کے اُتار دیتا ہے۔ اور عُریاں ہُوا بغیر آنکھ خواب کے عالم

کو دیکھتا ہے۔یہاں بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ بغیر کانوں کے سُنتا ہے۔بغیر پاؤں کے چلتا ہے۔ بغیر ہاتھوں کے پکڑتا ہے۔جبکہ یہاں نہ تو آنکھ رکھتا ہے نہ کان نہ پاؤں نہ ہاتھ اِس لئے اُس کی کوئی شکل نہیں بلکہ بیچون و چرا ہے۔اور پھر چونکہ سب کو دیکھتا ہے۔سب کو سُنتا ہے۔سب کو پکڑتا ہے۔اور سب سے زیادہ دوڑتا ہے اِس لئے قادرِ مُطلق نُورٌ علیٰ نُور ہے ÷

(۸۴) جس طرح کوئی ایک پوشاک کے پہننے سے پوشاک والا ہو جاتا ہے خود پوشاک نہیں ہو جاتا۔اسی طرح جاگرت میں آنکھ کے اندر آنے سے آنکھ والا ہو جاتا ہے خود آنکھ نہیں ہو جاتا۔ اور کانوں میں آنے سے کان والا سا ہو جاتا ہے خود کان نہیں ہو جاتا۔بلکہ سب بدن میں آنے سے بدن والا سا ہو جاتا ہے خود بدن نہیں ہو جاتا۔ اور اہنکار میں آنے سے اہنکار والا سا ہو جاتا ہے خود اہنکار نہیں ہو جاتا۔اور جس طرح پوشاک آسانی سے اُتر جاتی ہے۔اُسی طرح کیا آنکھ کیا کان کیا بدن کیا اہنکار اِس سے سہل اُتر جاتے ہیں۔اُن میں کوئی نقص نہیں پاتا۔اِس لئے آزادِ مُطلق نِت مُکت ہے۔کیونکہ دقیق نظر سے دیکھا جاوے تو جس طرح پوشاک بھی پہنی ہوئی پہننے والے کے بدن میں داخل نہیں ہو جاتی بلکہ بدن تو فی الحقیقت جیسا ہے ویسا ہی رہتا ہے۔اسی طرح آنکھ ناک۔کان۔بدن اہنکار میں آیا ہوا بھی اپنے سروپ میں فی الحقیقت جُوں کا تُوں بغیر آنکھ بغیر کان بغیر بدن اور بغیر اہنکار ہوتا ہے۔ اسی سبب سے قدوس ہے ÷

(۸۵) تو بھی مُبتدی آنکھ میں آنے کو آنکھ والا جانتا ہے لیکن وہ

آنکھ والا نہیں بلکہ آنکھ والا سا ہوتا ہے۔ کان میں آنے کو کان والا خیال کرتا ہے لیکن وہ کان والا نہیں بلکہ کان والا سا ہوتا ہے۔ اہنکار میں آنے کو دیکھکر اہنکار والا خیال کرتا ہے لیکن وہ اہنکار والا سا ہوتا ہے۔ بدن میں آنے کو بدن والا جانتا ہے لیکن وہ بدن والا سا ہوتا ہے۔ جس طرح رو نماء درپن میں مُنہ شیشہ کے اندر نہیں آجاتا لیکن اندر آیا سا خیال ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ آنکھ کان ناک بدن اور اہنکار میں کبھی نہیں اُترا لیکن اُن میں اُترا سا خیال ہوتا ہے ؎ پس وہ آنکھ میں اُترا نہیں بلکہ اُردو دال کے دیدار کے لئے اُس میں ظاہر ہوا ہے۔ تاکہ مُشتاقِ دیدار یہاں اُس کا دیدار پاوے اور قفل میں داخل ہو جاوے ؎

(۸۶) وہ جو اس طرح آنکھ کان ناک مُنہ بدن میں ظاہر ہونے کو بھی بے چون وچرا نہیں دیکھ سکتا تو اُسے چاہیئے کہ جاگرت سوپن میں نفی اثبات کے قاعدہ سے اُسے پہچان لیوے کیونکہ جب وہ جاگرت میں آتا ہے تو آنکھ ناک مُنہ بلکہ تمام بدن کی شکل میں آتا ہے۔ لیکن یہ شکلیں اُس کی اپنی نہیں بلکہ بیگانہ ہیں کیونکہ جب وہ خواب میں جاتا ہے تو یہ شکلیں اُس سے مثل پوشاک کے اُتر جاتی ہیں اور سوپن پرپنچ کی خیالی شکلیں اُس میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ اور پھر خواب کی شکلیں بھی اُس کی اپنی شکلیں نہیں بیب بیگانہ ہیں کیونکہ جب خواب سے نکلتا جاگرت میں آتا ہے تو خواب کی شکلیں بھی اُسی طرح اُتر جاتی ہیں جس طرح جاگرت کی اُتر جاتی ہیں۔ اور جو چیز جس چیز سے علیحدہ ہو جاتی ہیں وہ اُس کا آتما نہیں ہوتیں بلکہ بیگانہ اناتم ہوتی ہیں ؎

(۸۷) چونکہ جاگرت اور خواب کی شکلیں سب بیگانہ ہیں (کیونکہ جاگرت کی شکلیں خواب میں اور خواب کی شکلیں جاگرت میں نفی ہو جاتی ہیں) تو بھی دیکھنا اُس کا نہ تو جاگرت اور نہ خواب میں نفی ہوتا ہے بلکہ خواب سے نکلکر جاگرت میں یاد کرتا ہے کہ میں نے یہ یہ خواب دیکھا ہے۔ تو ثابت ہوتا ہے کہ جو خواب میں دیکھنے والا تھا وُہی جاگرت میں جاگرت کو دیکھ رہا ہے۔ اور جو نفی نہیں ہوتا بلکہ ہر حالت میں ثابت رہتا ہے وُہی آتما ہے۔ اور چونکہ وہ کوئی شکل نہیں رکھتا وُہی بے چُون و چرا ہے۔ اِس لئے معلوم ہُوا کہ انسان کا آتما بیچُون و چرا دیکھنے والا ہے جو گواہ ہے۔ معاملاتی نہیں ✢ وہ جو اپنے آپ کو اس طرح جانتا ہے فضل میں آ جاتا ہے۔ کیونکہ گواہ پر از روئے عدل خطاب یا عتاب نہیں بلکہ آزادِ مطلق ہے ✢

(۸۸) شری برہما جی نے یہی پہلے اِندر کو مع وِروچن کے اِس دیکھنے والے کو آنکھ میں بتلایا ہے۔ لیکن جب وُہ نہ سمجھے تو پھر خاص اِندر کو بقاعدۂ نفی اثبات جسکو سنسکرت میں انوئے ویتریک (अन्वय व्यतिरेक) بولتے ہیں اُسی کو خواب میں ثابت کیا اور آنکھ کان ناک کو نفی کیا۔ اس لئے اِندر تسلّی پاکر واپس گیا۔ لیکن راستہ میں بدستور برہما کے کلام کو یاد کرتا اور سوچتا جاتا تھا۔ راستہ میں اُسے پھر سوچ آئی اور ڈرا ✢

(۸۹) راستہ میں اُس نے سوچا کہ اگرچہ یہ بدن اندھا کانا ہوتا ہے۔ خواب میں یہ دیکھنے والا پُرش اندھا کانا نہیں ہوتا کیونکہ خواب میں وہ بغیر آنکھ کے دیکھتا ہے۔ بغیر کانوں کے سُنتا ہے۔ بغیر پاؤں کے چلتا ہے۔ بغیر ہاتھوں کے پکڑتا ہے۔ اِس لئے کیا آنکھ۔ کیا کان۔ کیا ناک۔ کیا تن۔ کیا بدن سب کے فنا سے خود فنا نہیں ہوتا۔ یہ تو ٹھیک ہے

مگر خواب میں بھی اُسے مارنے سے ہیں اور دھکیلنے سے ہیں۔اور نامرغوب کو دیکھتا سا ہوتا ہے بلکہ روتا سا ہوتا ہے۔اس لئے ہیں اِس میں بھی بھوگ نہیں دیکھتا +

(۹۰) اِندر کے سوچ کا نتیجہ یہ ہے کہ بے شک آتما جو جاگرت اور سوپن میں آتا جاتا ہے۔جاگرت کے بدن اور خواب کی شکلوں سے علیحدہ بے چون و چرا باقی ابدی ہے۔نہ تو بدن کے مرنے سے مر جاتا ہے نہ کسی آنکھ وغیرہ کے ٹوٹ جانے سے اندھا کانا ہو جاتا ہے کیونکہ اندھا پن واقع میں آنکھ کا ٹوٹ جانا ہے۔تو بھی خواب میں یہ بغیر آنکھوں کے دیکھتا ثابت ہوتا ہے۔اِس لئے آنکھ کے اندھاپن سے وہ اندھا نہیں ہوتا۔نہ تو کان کے ٹوٹ جانے سے وہ بہرہ ہوتا ہے۔نہ ٹانگ کے کٹ جانے سے لنگڑا ہوتا ہے۔نہ بدن کے مرنے سے وہ مرجاتا ہے بلکہ بدن کی کسی خاصیت سے بھی وہ آلودہ نہیں ہوتا۔تو بھی خواب میں خوف زدہ سا ہوتا ہے۔ہاتھی دیکھتا ہے تو بھاگتا ہے اور گڑھے میں گرتا ہے۔کوئی زور آور دیکھتا ہے تو اُس سے مار کھاتا سا ہوتا ہے۔یا کوئی مساوی زور کا دکھائی دیتا ہے تو دھکیلتا سا اور دھکیلا جاتا سا ہوتا ہے۔گو اصل میں روتا نہیں لیکن نوحہ کرتا سا اور فریاد کرتا سا ہوتا ہے۔اِس لئے غنی نہیں ہے۔

(۹۱) اگرچہ خواب میں مار نہیں کھاتا لیکن مار کھاتا سا ہوتا ہے۔دھکیلا نہیں جاتا لیکن دھکیلا جاتا سا ہوتا ہے۔اور روتا نہیں مگر گریہ و زاری کرتا سا ہوتا ہے۔یہ بھی خواب میں اُسے ایک عیب ہے۔وہ غنی نہیں۔اِس لئے ہیں اس میں بھی بھوگ نہیں دیکھتا۔یہ سوچکر پھر لکڑیوں کا بھار اُٹھاکر دوبارہ برہم چریہ اور دریافت کے لئے برہما جی کے پاس واپس آیا

(۹۲) تب پرجا پتی نے پوچھا اَے اِندر! تُم تو آتما کی پہچان میں تسلّی پاکر گئے تھے پھر کیوں واپس آئے؟ اُس نے کہا اَے بھگون! اگرچہ بدن کے اندھے ہونے سے یہ سوپن آتما اندھا نہیں ہو جاتا۔ نہ کانا ہونے سے کانا ہوتا ہے بلکہ بدن کے کسی عیب سے معیُوب نہیں ہوتا۔ تو بھی یہ خواب میں مارتا اور دھکیلا جاتا سا دیکھا جاتا ہے۔ اور نامرغوب باتوں کو دیکھتا ہے تو ڈرتا ہے اور روتا سا ہوتا ہے۔ اِس لئے غنی نہیں۔ مَیں اس میں بھی کچھ بھوگ نہیں دیکھتا +

(۹۳) تب برہما نے کہا اَے اِندر شاباش! اچھا سوچ کیا۔ اچھّا کیا تو واپس آیا۔ مَیں تُجھے پھر اس آتما کی بابت سکھاؤں گا۔ میرے پاس بتیس۳۲ سال دیگر رہو اور برہمچریہ کرو۔ پھر سمجھ میں آ جاویگا۔ چنانچہ اِندر۔ بتیس۳۲ سال دیگر وہاں رہا اور برہمچریہ کرتا رہا +

(۹۴) جب اِندر نے دیگر بتیس۳۲ سال برہم چریہ کیا تو شری برہما جی نے اُسے صاف اور شایق پاکر کہا کہ اَے اِندر! اگرچہ یہ سوپن آتما مارکھاتا سا دھکیلا جاتا سا روتا سا خواب میں ہوتا ہے لیکن جس طرح جاگرت اُس میں بیگانہ ہے اُسی طرح خواب بھی اُس میں بیگانہ ہے۔ مار کھاتا سا دھکیلا جاتا سا اور روتا سا جو وہاں دکھائی دیتا ہے اُس کی اپنی خاصیّت نہیں بلکہ خواب کی خاصیّت ہے۔ جب وُہ خواب سے بھی نکل کر غرق نیند میں جاتا ہے جہاں نہ تو کچھ خواب دیکھتا ہے۔ نہ کچھ یاد کرتا ہے۔ نہ کچھ خواہش کرتا ہے بلکہ پُورا آرام میں ہوتا ہے وہ آتما ہے۔ یہ ہی امرت ہے۔ یہ ہی غنی ہے۔ یہ ہی برہم ہے۔ اِسی کی پہچان پر فضل موقوف ہے۔ تب اِندر پھر تسلّی پاکر واپس ہوگیا +

(۹۵) راز کی بات یہاں یہ ہے کہ پہلی تعلیم میں جو شری برہما جی نے آتما کو وقتِ جاگرت آنکھ میں دکھلایا تھا تو کیا بدن۔کیا حواس۔کیا من۔کیا اہنکار سب میں سب والا سا تھا۔لیکن خواب میں پھر دُوسری دفعہ تعلیم دی تو کیا آنکھ۔کیا ناک۔کیا کان۔بلکہ سب بدن بسب حواس اُس سے نفی ہو گئے تھے۔فقط من بُدھ چت اہنکار میں ظاہر ہُوا سُوپن میں لیلا کرتا سا رہ گیا تھا۔اور اِس من بُدھ چت۔اہنکار کے آثار اُس میں کلپت ہوتے تھے۔جس سے اِندر کو مار کھاتا سا۔دھکیلا جاتا سا اور روتا سا دکھائی دیا۔اِس لئے غنی نہ دکھائی دیا۔بلکہ خوف و ڈر جو سب من کے دھرم ہیں اور زور آور تصویروں کو دیکھکر اہنکار کے سبب مار کھاتا سا روتا سا دھکیلا جاتا سا سب اُس میں مانتا تھا۔اب اُسے غرق نیند میں دکھایا اور اُسی کی تعلیم دی جہاں من بُدھ چت اہنکار بھی اُس سے اُسی طرح اُتر گئے جس طرح خواب میں بدن اور حواس اُتر گئے تھے۔

(۹۶) یہاں غرق نیند میں جب من بُدھ چت اہنکار بھی اُتر گئے تو نہ یہاں کچھ سوچتا ہے کیونکہ سوچنا من کا خاصہ ہے۔نہ کسی کو جانتا ہے کیونکہ جاننا بُدھ یعنی عقل کا خاصہ ہے۔نہ وہ کسی کو یاد کرتا ہے کیونکہ خودی کی تصدیق اہنکار کرتا ہے۔آتما نہیں کرتا ؞

(۹۷) اَے بھائیو! وہ کیونکر سوچے؟ کیونکر جانے؟ کیونکر یاد کرے؟ کیونکر تصدیق کرے؟ وہ جو سوچ۔دانست۔یاد۔تصدیق کے اسباب تھے بیگانہ تھے۔سب کے سب یہاں مثلِ پوشاک اُس سے اُتر گئے۔وُہ تو جملہ آلات کی کان جُوں کا تُوں بے چُون وچرا رہ گیا جہاں من فکر عقل اہنکار کچھ بھی رسائی نہیں رکھتے ہیں۔اِس لئے شری برہما نے من

بُدھ سے بھی دُور یہاں دکھلایا اور فرمایا - یہ جو غرق نیند میں سویا ہُوا
پورے آرام میں ہوتا ہے یہ آتما ہے - یہی غنی ہے - اِندر تسلّی پاکر پھر
واپس چلا گیا ؛

(۹۸) رستہ میں جاتا اُسی طرح اُس کی تعلیم کو یاد کرتا اور سوچتا جاتا
تھا - اُسے پھر ایک دُوسرا عیب سُوجھا اور ڈرا کہ غرق نیند میں بیشک یہ نہ
تو مار کھاتا سا - نہ دھکیلا جاتا سا - نہ روتا سا ہوتا ہے بلکہ آرام میں ہوتا
ہے - تو بھی وہ نہ تو اپنے آپ کو جانتا ہے نہ دُوسرے کو جانتا ہے -
یہ بھی ایک مُردہ سا ہوتا ہے - اِس لئے مَیں اِس میں بھی کچھ بھوگ
نہیں دیکھتا - اِس سبب پھر سہ بارہ لکڑیوں کا بوجھ اُٹھائے ہُوئے پھر
دریافت اور برہم چریہ کے لئے برہما جی کے پاس آیا ؛

(۹۹) تب شری برہما جی نے پُوچھا اَے دیوراج اِندر ! تُو تو اپنے آتما
میں تسلّی پاکر گیا تھا - اب پھر کیونکر واپس آیا ؟ تب اُس نے کہا بھگون !
بیشک غرق نیند میں نہ تو مار کھاتا سا - نہ دھکیلا جاتا سا - نہ روتا سا یہ آتما
ہوتا ہے بلکہ فقط آرام میں ہوتا ہے - تو بھی اُس میں یہ عیب دکھائی
دیتا ہے - نہ تو وہ اپنے آپ کو جانتا ہے نہ دُوسرے کو جانتا ہے - تو
یہ بھی ایک مُردہ سا ہوتا ہے - مَیں اس میں بھی کچھ بھوگ نہیں دیکھتا ؛

(۱۰۰) تب شری برہما جی نے کہا - اَے اِندر اسی طرح ہے جیسا تم نے
سوچا ہے - مَیں اس کو پھر تمہیں سکھاتا ہُوں - اب تُو پانچ سال دیگر میرے
پاس رہ اور برہم چریہ کر - چونکہ اب تھوڑا جواب رہ گیا تھا اِس لئے
پانچ سال کہا - جملہ ملاکر اکھٹّے ایک سَو ایک سال برہم چریہ کیا - اِس لئے ویدوں
میں مشہور ہے کہ اِندر نے ایک سَو ایک سال برہما کے پاس برہم چریہ کیا تھا ؛

(۱۰۱) جب دیوراج اِندر نے پانچ سال دیگر برہم چریہ کیا تو شری برہما جی نے اُسے لایق و شائق پاکر کہا کہ اَے اِندر! آنکھ دیکھتی ہے لیکن اپنے دیکھنے کی تصدیق نہیں کرتی۔ اسی طرح کان سُنتے ہیں لیکن اپنے سُننے کی تصدیق نہیں کرتے۔ زُبان چکھتی ہے لیکن اپنے چکھنے کی تصدیق نہیں کرتی۔ کیونکہ کیا آنکھ کا دیکھنا۔ کیا کان کا سُننا۔ کیا زُبان کا چکھنا سب کی تصدیق من کرتا ہے +

(۱۰۲) دیکھو بسا اوقات آدمی سوچ میں ہوتا ہے اور اُس کی آنکھوں کے سامنے چیزیں گذر جاتی ہیں۔ اگرچہ آنکھ اُن کو دیکھتی ہے مگر دِل دُوسری سوچ میں ہوتا ہے اِس لئے اُس کے دیکھنے کی تصدیق نہیں کرتا۔ بلکہ یُوں تصدیق کرتا ہے کہ مَیں سوچ میں تھا مَیں نے تو نہیں دیکھا۔ میری آنکھوں کے سامنے گذر گیا +

(۱۰۳) پھر جب کوئی بات کہتا ہے اور سُننے والے کے کان کلام کو سُنتے بھی ہیں لیکن دِل کہیں سوچ میں ہوتا ہے۔ تو پھر تقاضا کرتا ہے کہ جو کچھ آپ نے کہا۔ مَیں نے سُنا نہیں۔ میرا دِل حاضر نہ تھا۔ آپ دوبارہ بیان کریں۔ حالانکہ اُسکے کان میں آواز پڑتی تھی اور ضرور سُنی جاتی تھی چونکہ کان اپنی سماعت کو تصدیق نہیں کرتے بلکہ اُس کی سماعت کی تصدیق کرنے والا دِل اُس کی سماعت میں یار نہ تھا۔ اِس لئے کان بلا تصدیق سُنتے ہیں اور آنکھ بلا تصدیق دیکھتی ہے +

(۱۰۴) اِسی طرح غرق نیند میں بھی آتما جو عین آرام ہے اپنے آپ کو پاتا اور دیکھتا ہے مگر اُس وقت اپنے آرام کو اور اپنی خودی کو تصدیق کرتا نہیں کیونکہ تصدیق کرنا کام من کا ہے۔ اور وُہ آتما اُس وقت من سے

نکل کر اپنے پرمانند میں آرام یاب ہے۔ کیونکر اُسکی تصدیق ہو؟

(۱۰۵) جس طرح اوپر کی مثال میں کان واقع میں سُنتے تو ہیں۔ آنکھ واقع میں دیکھتی تو ہے لیکن اُس کی تصدیق نہیں ہوتی۔ اِسی طرح آتما اپنے آپ کو بلکہ تمام مقصودوں کو یہاں دیکھتا اور پاتا ہے مگر اُس کی تصدیق نہیں ہوتی *

(۱۰۶) غور کرنے سے یقین ہو سکتا ہے کہ جس طرح مثالِ بالا میں یہ کہنا روا ہے کہ واقع میں کانوں نے تو سُنا آنکھوں نے تو دیکھا لیکن من موجود نہ تھا اِس لئے اُن کے دیکھنے اور سُننے کی تصدیق نہیں ہُوئی۔ تو بھی تصدیق کا عادی انسان یُوں کہتا ہے کہ۔ جو کچھ میری آنکھوں کے سامنے گُزرا میں نے نہیں دیکھا اور جو کچھ تم نے کلام کیا میں نے نہیں سُنا *

(۱۰۷) اِسی طرح جب تم غرق نیند میں جاتے ہو اور اپنے خاص آرام کو پاتے ہو تو کہتے ہو کہ میں نے نہیں پایا۔ ہم تم اُٹھ کر یُوں ہی تصدیق کرتے ہیں کہ میں آرام سے سویا۔ تو چونکہ وہاں خاص آرام پاتے تصدیق نہیں پاتے ہو اور اُس عادت کے سبب سے جو تصدیق میں عادی ہو رہی ہے کہتے ہو کہ وہاں کچھ نہیں دیکھا اور مُردہ سا ہو گیا تھا۔ یہاں کچھ بھوگ نہیں۔ لیکن جب وہاں فی الحقیقت عین اپنا خاص آرام پاتے ہو اور من میں آئے تصدیق بھی کرتے ہو کہ میں آرام میں سویا تھا۔ اِس لئے یقین بھی دلاتے ہو کہ وہاں سب آرام دیکھا *

(۱۰۸) جس طرح کوئی شخص چشمہ (عینک) لگانے کا عادی ہو جاتا ہے تو جب اُسے کوئی خط پڑھنا ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ مُجھے چشمے بغیر دکھائی نہیں دیتا تو گو وہ اصل میں وہ اندھا نہیں ہوتا تو بھی چشمہ کے ذریعہ دیکھنے

کی عادت اُسے ہو جاتی ہے۔ اِس لئے اُس کے وسیلے جو کچھ دیکھتا ہے تصدیق کرتا ہے ✦

(۱۰۹) اگر غور کیا جاوے تو دیکھنا کام آنکھ کا ہے چشمہ کا نہیں کیونکہ اندھے کے حق میں چشمہ بھی کیا کر سکتا ہے۔ تو بھی عادت کے سبب جب چشمہ نہیں پاتا تو بغیر اُس کے کہتا ہے میں اندھا سا ہُوں عینک ملیگی تو خط پڑھا جاویگا اور عینک کی تلاش میں پھرتا ہے۔ اِسی طرح انسان بھی ہر دید ہر پہچان کی تصدیق من سے کرتا ہے۔ اور یہی اُس کی عادت ہے۔ لیکن جب من نہیں ہوتا تو اگرچہ دیکھتا یا سُنتا ہے اُس کی تصدیق نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے نہ مَیں نے دیکھا نہ سُنا ✦

(۱۱۰) تم بھی من کی تصدیق کے عادی ہو۔ اس لئے غرق نیند میں اپنے آپ کو جانتے پہچانتے اور پرماتما کو پاتے ہُوئے بھی کہتے ہو کہ یہاں تو کچھ بھی بھوگ نہیں (حالانکہ آنکھ بھی دیکھتی ہے تو اسی آتم کے سبب۔ کان بھی سُنتے ہیں تو اِسی آتم کے سبب۔ زُبان چکھتی ہے تو اسی آتم کے سبب۔ من بھی تصدیق کرتا ہے تو اسی آتم کے سبب) تو کیا یہ آتما جو اپنا ذاتی دیکھنا ذاتی سُننا ذاتی چکھنا اور ذاتی تصدیق رکھتا ہے اندھا بہرہ جھُوٹا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ✦

(۱۱۱) بلکہ اُس کی مثال تو ایسی ہے جیسا کہ کوئی تیز گرم پانی میں ہاتھ لگائے اور کہے کہ پانی گرم ہے آگ گرم نہیں۔ تو اُس کی دانش میں فرق ہے کیونکہ پانی میں گرمی تو آگ کے سبب سے ہے۔ آگ تو عین گرمی رُوپ ہے۔ پانی میں گرمی عارضی ہے ذاتی نہیں اِس لیئے گرم تو ہے مگر گرم رُوپ نہیں۔ آگ میں تو گرمی عارضی نہیں ذاتی ہے اسی سبب گرم رُوپ کہلاتی ہے ✦

(۱۱۲) اسی طرح جب آتما آنکھ میں آتا ہے تو آنکھ دیکھتی ہے۔ جب یہ آتما اُسے چھوڑتا ہے تو وہ نہیں دیکھتی۔ اِس لئے معلوم ہُؤا کہ آنکھ میں اصلی دیکھنا نہیں بلکہ عارضی ہے۔ جیسا آگ کے وصل سے پانی عارضی گرم ہوتا ہے اسی طرح آنکھ بھی اس آتما کے وصل سے دیکھتی ہے ✣

(۱۱۳) پھر چونکہ جب آتما کان میں آتا ہے تو کان سُنتے ہیں۔ جب آتما اُن سے الگ ہو جاتا ہے تو پھر نہیں سُنتے۔ اِس لئے معلوم ہُؤا کہ کان اصل میں نہیں سُنتے بلکہ اُن میں سُننا عارضی ہے جیسا کہ آگ کے وصل سے پانی میں گرمی عارضی ہے ✣

(۱۱۴) پھر چونکہ من بھی تب ہی تصدیق کرتا ہے جب آتما اُس میں فرود کرتا ہے۔ جب آتما اُس سے بھی نکل جاتا ہے تو پھر مَن بھی نہیں تصدیق کرتا۔ اِس لئے معلوم ہُؤا کہ من کی تصدیق بھی اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے جس طرح پانی کی گرمی آگ سے عارضی ہوتی ہے ✣

(۱۱۵) اور یہ باتیں اُسی وقت جب آتما اس تمام کو چھوڑ کر غرق نیند میں یگانہ ہوتا ہے یقین ہوتی ہیں کہ نہ تو آنکھ دیکھتی ہے۔ نہ کان سُنتے ہیں۔ نہ دِل تصدیق کرتا ہے۔ لیکن یہ روا نہیں ہے کہ آتما بھی اُس وقت نہیں دیکھتا۔ نہیں سُنتا۔ نہیں تصدیق کرتا۔ بلکہ وہ تو عینَ دید۔ عینَ شُنید۔ عینَ سماعت عینَ تصدیق ہے جس طرح آگ بھی عینَ حرارت ہے ✣

(۱۱۶) اَے اِندر محاورہ میں دو طرح کا کلام ہوتا ہے۔ یُوں بھی کلام ہوتا ہے کہ پانی گرم ہے۔ اور یُوں بھی کلام کرتے ہیں کہ آگ گرم ہے۔ لیکن محقق جانتا ہے کہ "پانی گرم ہے"۔ اِس کلام کے یہ معنی ہیں کہ پانی اصل میں گرم نہیں بلکہ بیگانہ گرمی سے گرم ہے۔ اور "آگ گرم ہے" اِس کلام کے یہ معنی

ہیں کہ وہ اپنی گرمی سے گرم ہے۔ بلکہ سچ تو یُوں ہے کہ اُسے گرم بھی تب
کہیں جب بیگانہ گرمی اُس میں آئی ہو۔ اُسے تو یُوں کہنا چاہیئے کہ وہ گرم
رُوپ یا عینَ گرمی ہے ۔۔

(۱۱۷) اسی طرح آنکھ بھی جو دیکھتی ہے تو بیگانہ دِید سے دیکھتی ہے۔کان بھی
سُنتے ہیں تو بیگانہ شُنید سے سُنتے ہیں۔زُبان بھی چکھتی ہے تو بیگانہ چاکھ
سے چکھتی ہے۔من بھی تصدیق کرتا ہے تو بیگانہ تصدیق سے تصدیق کرتا ہے۔
لیکن آتما تو بیگانہ دِید سے نہیں دیکھتا بلکہ اپنی دِید سے دیکھتا ہے۔ اسلئے
دِید رُوپ بلکہ عینَ دِید ہے ۔۔

(۱۱۸) پھر چُونکہ آتما بیگانہ شُنید سے نہیں سُنتا بلکہ اپنی شُنید سے سُنتا
ہے اِس لئے عینَ شُنید ہے۔ اسی طرح آتما بیگانہ تصدیق سے تصدیق نہیں
کرتا بلکہ اپنی تصدیق سے تصدیق کرتا ہے اِس لئے عینَ تصدیق رُوپ ہے۔
بہت کیا کہیں سب بدن اِسی کی ہستی سے ہست ہیں۔ اصل میں کچھ بھی
موجُود نہیں بلکہ بیگانہ وُجود سے موجُود ہے اِس لئے کلپت اور مِتھّیا ہے۔
لیکن آتما تو بیگانہ ہستی سے ہست نہیں بلکہ اپنے وجود سے موجُود ہے
اِس لئے ہستی رُوپ عینَ وجود ہے ۔۔

(۱۱۹) کیا آنکھ کیا ناک کیا کان کیا دِل بلکہ سب بدن لاموجود ہیں اور مُردہ
ہیں۔ بیگانہ ہستی بیگانہ دِید بیگانہ شُنید بیگانہ چاکھ بیگانہ تصدیق بیگانہ زندگی
سے زندہ دیکھتے سُنتے چکھتے تصدیق کرتے ہیں۔ اور وہ جِس کے سبب یہ زندہ
موجود سُنتے دیکھتے چکھتے تصدیق کرتے ہیں یہی آتما ہے۔یہی عینَ زندگی۔عینَ
ہستی۔عینَ دِید۔عینَ شُنید۔عینَ لذّت۔عینَ آرام ہے ۔۔

(۱۲۰) جب کہ وُہ عینَ زندگی ہے تو اُسی طرح جس طرح آگ کو جو عینَ گرمی

ہے محاورہ میں گرم کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح اس زندگی کو بھی کہہ سکتے ہیں یا کہ غرق نیند میں وُہ زندہ ہے۔ اور اسی طرح جب کہ عین وید ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ وُہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ جب کہ وہ عین شُنید ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ وُہ اپنے آپ میں آپ کو سُنتا ہے۔ جب کہ وہ عین آرام ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ وُہ اپنے آرام میں آرام پاتا ہے ۔

(۱۲۱) دیکھو مصری واقع میں شیرینی سروپ ہے کیونکہ جس جس چیز میں ڈالتے ہیں اُسی اُسی چیز کو میٹھا کر دیتی ہے۔ مگر وہ سب چیزیں بیگانہ مٹھائی سے میٹھی ہوتی ہیں اصل میں پھیکی ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ سب بدن اور عضو اور حواس اور من مُردہ ہیں۔ اُسی کی زندگی سے زندہ ہیں۔ لیکن یہ تو بیگانہ زندگی سے زندہ نہیں بلکہ اپنی زندگی سے زندہ ہے۔ اِس لئے عین زندگی ہے۔ اور جس طرح مصری کو بھی عام لوگ مٹھائی (شیرینی) بولتے ہیں اور دُوسری مٹھائی کو بھی مٹھائی بولتے ہیں۔ اس طرح ہم بھی اُسے زندہ تصدیق کریں تو ہو سکتا ہے ۔

(۱۲۲) بہر حال یہی آتما ست ہے کیونکہ عین ہستی ہے۔ یہی آتما چت ہے کیونکہ عین وید ہے۔ یہی آتما آنند ہے کیونکہ عین آرام ہے۔ اِسی سبب سے ویدانتیوں میں اِسکی تعریف ذاتی سچدانند ہے۔ جس طرح سورج کی دُھوپ بھی عین سُرخ۔ عین سفید۔ عین زرد ہے لیکن ثبوت اُس کا بذریعہ شیشۂ مثلثی ہوتا ہے۔ اسی طرح اُس آتما کا بھی ثبوت اس بدن اور دِل میں ہوتا ہے۔ کیونکہ جس طرح شیشہ مُثلثی میں دھوپ آئی ہُوئی اپنے سروپ سے جُدا جُدا رنگ دکھائی دیتی ہے اِسی طرح یہ چیتن بھی آنکھ میں دیکھتا۔ کان میں سُنتا۔ زبان میں چکھتا۔ دِل میں جاننا سمجھنا سوچنا تصدیق کرتا ثابت ہوتا ہے۔

(۱۲۳) لیکن جس طرح نہ زینتہ مثلثی اصل میں سُرخ ہے نہ سفید نہ زرد۔ اُسی طرح نہ آنکھ دیکھتی ہے نہ کان سُنتے ہیں نہ زبان چکھتی ہے نہ من جانتا ہے نہ تصدیق کرتا ہے بلکہ سب کے سب اُس کے ذاتی کمالات کے مظاہر ہیں اور ہر ایک مظہر میں اُس کے ایک ایک کمال کا ظہور ہے۔ لیکن غرقِ نیند میں تو وہ مظاہر سے بھی پاک اپنے جمیع کمالات میں اپنی ہی ذات میں ظاہر تر ہے۔ یہی برہم ہے۔ یہی مقصودوں کا معدن ہے کیونکہ اُسی کے کمال ہر ایک معذوری مظہر میں آئے اُسے کامل کرتے ہیں ٭

(۱۲۴) جب یہ مظاہر کو چھوڑتا ہے تو وہ سب کے سب اُس کے کمالاتِ ذاتی کے عکسوں سے خالی ہو جاتے ہیں اور یہ صاحبِ عکس جس کے ذاتی کمالات ہیں سب کمالات سے عین ہُوا واحد یگانہ سب کمالات کی کان غرقِ نیند میں ہوتا ہے۔ چونکہ سب مقصود سب کمالات اُس میں ایک ہوتے ہیں یہی واقع میں جامع جمیع صفات و مقصودات ہے۔ اور یہی برہم ہے ٭

(۱۲۵) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ کوئی بیگانہ مقصود یا بیگانہ کمالات اُس میں عارض ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ سب کمالات سب مقصود اُس کے ذاتی ہیں۔ جس طرح گرمی اور روشنی آگ میں بیگانہ نہیں بلکہ ذاتی ہیں کیونکہ ایک ہی آگ حسِ باصرہ میں روشنی کی تصدیق پاتی ہے۔ وہی آگ حسِ لامسہ میں گرمی کی تصدیق پاتی ہے۔ لیکن بغیر اعتبار حسِ باصرہ و لامسہ کے ایک ہی آگ ہے۔ گرمی اور روشنی اور آگ کوئی جُداگانہ جوہر عرض نہیں۔

(۱۲۶) اسی طرح ایک ہی آتما آنکھ میں دید۔ کان میں شُنید۔ زبان میں چاکھ۔ من میں تصدیق کی عبارت سے بولا جاتا ہے۔ لیکن غرق نیند میں جب یہ مظہر نہیں ہوتے تو مثلِ واحد آگ کے جامع جمیع کمالات ایک یگانہ

مُطلق اپنے سُروپ میں ظاہر تو ہوتا ہے ۔ مگر جب تک پران اور انتہ کرن انسانی کا بدنِ انسان میں تعلّق عملی ہے نا ختم بھوگ اُس کا ظہورہ جاگرت سُوپن سُشپتی میں ہوتا سا دکھائی دیتا ہے۔ واقعہ میں یہ ایک ہے۔ جیسا ایک انسان کے بدن میں ظاہر ہوتا ہے اُسی طرح دُوسرے ابدان میں چمکتا ہے۔ اور جیسے انسان کے بدن میں ظاہر ہوتا ہے اُسی طرح انسانی بدن تو کیا بلکہ پتّر گندھرب دیوتا پرجاپت اور برٗہم بدنوں میں بھی چمکتا ہے ؞

(۱۲۷) لیکن بدنِ انسان میں جسقدر مظاہر مورُوثی عملوں کے سبب جمع ہوئے ہیں اُس میں اُس کے اُسی قدر مختصر کمال ظاہر ہوتے ہیں۔ پتّروں کے بدنوں میں اُس سے بڑھکر مظہرِ کمالات ہیں اس لئے اُس کے زیادہ کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور پھر گندھرب اور دیوتاؤں کے بدن اُن سے بھی زیادہ مظاہر رکھتے ہیں۔ اُن میں اُن کی نسبت بھی زیادہ اُسکے کمالات ظاہر ہوتے ہیں۔ برہم لوک میں سب سے بڑھ کر مظاہر ہیں جس سے بڑھ کر دُوسروں میں نہیں۔ اِس لئے براہم بدن میں ست سنکلپ۔ ست کام۔ مختارِ مُطلق۔ پرم شکتی مان اُس کے کمالات ظاہر ہوتے ہیں ؞

(۱۲۸) اگرچہ انسان سے لیکر براہم تک جُدا جُدا بدن ہیں۔ لیکن یہ آتما یگانہ جامع جمیع صفات سب میں ایک ہے۔ اسی سبب اُس کو اکلوتا بولتے ہیں۔ اور ظاہر بین آدمی جس جس مظہر میں اُس کا جُوں جُوں کمال دیکھتا ہے اُسے اُسی مظہر کا کمال گمان کرتا نانا پرکار کے کمالات دیکھتا ہے۔ اور ایک لوک کو دُوسرے لوک سے کم و بیش خیال کرتا مانتا

لوک ناقص بھوگ میں نقصان دیکھتا بڑے لوک بڑے بھوگ کی آرزو کرتا
اُسکے ملنے کے لئے عمل کرتا ہے ❖

(۱۲۹) لیکن وُہ جو دانا ہیں اور اس مختصر مظہر (بدنِ انسان) میں اس اکلوتے
جامع جمیع کمالات کو جانتے ہیں اور اسی میں قائم ہوتے ہیں سب مقصودات
سب کمالات کو پا جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ یقین کرتے ہیں کہ جب یہی آتما
آنکھ میں ظاہر ہُوا دیکھتا ہے تو کیا سُننے والا نہیں؟ اگر وہ سُننے والا
نہ ہوتا تو کیونکر کانوں میں آیا سُنتا۔ اور اگر کانوں میں سُنتا ہے تو کیا دیکھنے
والا نہیں؟ بلکہ ہے۔ کیونکہ اگر دیکھنے والا نہ ہوتا تو کیونکر آنکھ میں آیا
دیکھ سکتا ❖

(۱۳۰) بہر حال کیا آنکھ کیا کان کیا ناک کیا مُنہ کیا بدن کیا چمڑا جُدا جُدا
مظہر میں آیا ہُوا دیکھنا سُننا سونگھنا چکھنا چھُونا ہوتا ہے۔ اگرچہ چھوٹے
مظہر دُوسرے کمالات کے حجاب ہو جاتے ہیں اِس لئے ایک مظہر میں
ایک ہی کمال اُس کا ظاہر ہوتا ہے۔ دُوسرے کمالات ظاہر نہیں ہوتے۔
تو بھی سب کمالات اُس کے ذاتی ہیں کسی مظہر میں بھی معدُوم نہیں
ہو جاتے۔ اِس لئے جاگرت میں جب آنکھ کے اندر ہوتا ہے تو گوء فقط
دیکھتا ہے اور آنکھ پُرش کہلاتا ہے لیکن اُسی جگہ اُسے سب کمالات
حاصل ہیں۔ اور دانا آنکھ پُرش میں بھی اُسے اُنہیں کمالات سے جو برہم
لوک میں ظاہر ہوتے ہیں پہچانتے ہیں۔ اور اُسی آنکھ پُرش کی اُپاسنا
کرتے ہیں ❖

(۱۳۱) پھر چونکہ جب کان میں بیٹھ کر سُنتا ہے دیکھتا نہیں۔ تو گوء ظاہر
میں صرف کان پُرش ہُوا سُننے کا کمال دیکھتا ہے دُوسرے کمالات نہیں

دیکھتا۔لیکن باطن بیں دانا اُسے کانوں میں بھی تمام کمالات سے کامل پہچانتے ہیں اور کان پُرش کو بھی برہم رُوپ جانتے اُپاسنا کرتے ہیں۔ اسی طرح ناک پُرش زبان پُرش وغیرہ کو بھی ظاہر بیں اِندری یا حِس جانتا اُسے ناقص خیال کرتا ہے لیکن باطن بیں (دانا لوگ) کیا ناک پُرش کیا زُبان پُرش سب کو سب جگہ کمالات سے کامل پہچانتے برہم رُوپ کرکے اُپاسنے ہیں۔ **بیت**

س۵ بغیرت نہ نگرد مگس زینہار ÷ کہ او ہم دریں بارگاہ مہتری است

(۱۳۲)اَے اِندرا یہی آتما جاگرت میں آیا اپنے تمام کمالات سے گو ایک ہوتا ہے تو بھی جس طرح اُس کے بعض کمالات جاگرت میں ظاہر ہوتے ہیں اُسی طرح بیگانہ جاگرت کے نُقص انجان کو اُس میں دکھائی دیتے ہیں۔ اور یہ انسان بیگانہ نُقصوں کو اپنے میں تصور کرتا بیچارہ سا ہو جاتا ہے۔مگر عارف بیگانہ نُقصوں کو کالعدم دیکھتا ہُوا بھی اپنے تمام کمالات کی تصدیق کرتا ہُوا یقین کرتا ہے کہ میں غنی ہُوں۔ اور انجان آدمی اُس کی تصدیق پر حیران ہوتا ہے ÷

(۱۳۳) پھر چونکہ یہ آتم پُرش جب جاگرت سے سوپن میں جاتا ہے تو سُوپن کے کمالات اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔لیکن سوپن کے بیگانہ نقص بھی اُس میں ظاہر ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ تمہیں مار کھاتا سا دھکیلا جاتا سا گمان ہُوا تھا کیونکہ مار کھاتا دھکیلا جاتا سا وہاں بیگانہ خیال کے آثار تھے جو غرق نیند میں نہیں ÷

(۱۳۴) پھر اُسی طرح جب غرق نیند میں جاتا ہے تو غرق نیند کے آثار بیگانہ بے خبری اور ظلمت کے اُس میں نمودار ہوتے ہیں۔لیکن اُس کا خاص

آرام جو پرمانند اور اپنا کمال ہے ظاہر رہتا ہے۔ اسی سبب جاگ کر یہ تصدیق کرتا ہے کہ مَیں ایسا آرام سے سویا کہ کچھ بھی خبر نہ رہی ؂

(۱۳۵) اِس تصدیق میں آرام کی تصدیق تو اپنے کمال کی ہے۔ اور بے خبری کی تصدیق بیگانہ نیند کی ہے کیونکہ اگر بے خبری اور ظلمت بھی اُسکے ذاتی آثار ہوتے تو جاگرت میں نفی نہ ہوتے۔ وہ آرام تو جاگرت میں بھی ثابت ہے اِس لئے اَے اِندر! اُس بیگانہ نُقصِ نیند کے سبب تجھے گمان ہُوا ہے کہ ”وہاں سُشُپتی میں نہ تو اپنے آپ کو جانتا ہے نہ بیگانہ کو بلکہ مُردہ سا ہوتا ہے۔ اِس میں بھی کچھ بھوگ نہیں دیکھتا“ ؂

(۱۳۶) تُم کو چاہیئے کہ نفی اثبات کے قاعدے سے ظُلمت اور بے خبری کے نُقص کو بھی اُسیطرح بیگانہ یقین کرو جس طرح جاگرت میں کاناپن اندھاپن لنگڑاپن بیگانہ نُقص اُس میں خیال کئے ہیں۔ یا سوپن میں مار کھاتا سا دھکیلا جاتا سا خیال کے بیگانہ دھرم یقین کئے ہیں۔ اَے اِندر! زیادہ طوالت ہوتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ یہ بدن مرنے والا بلکہ عین موت ہے اور تمامی نُقصوں کا جامع ہے جس طرح یہ آتما تمامی کمالات کا جامع ہے ؂

(۱۳۷) جب تک اس کو بدن سے علاقہ وہمی ہے تب تک اسکے بعض کمالات اُس میں اور اُس کے تمام نُقص اس میں منودار ہوتے ہیں۔ اِس علاقہ کے سبب اِس وقت میں بھی بدن اُس کا مظہر سا ہو رہا ہے۔ اور جب تک یہ اسی مظہر میں ظاہر ہوتا ہے تب تک اسی مظہر کی وجہ سے نُقص والا دکھائی دیتا ہے۔ اِس لئے شرتی فرماتی ہے کہ جب تک یہ بدن والا ہے تب تک مرغوب نا مرغوب دونوں دیکھتا ہے۔ وغیرہ

نہیں ہوتے ❊

(۱۳۸) لیکن جب یہ بغیر بدن کے ہوتا ہے تو اُسے مرغوب نا مرغوب دونوں نہیں چھُوتے بلکہ اپنے سرُوپ ہیں جو جیونی سرُوپ ہے قائم ہو جاتا ہے۔اب بے بدن ہوتا اُس کا دو قسم کا ہے یا تو وہ فقط وویک اور معرفت سے بے بدن ہوتا ہے یا موت ہیں ❊

(۱۳۹) کیونکہ ہم لکھ آئے ہیں کہ آتما کا علاقہ انتہ کرن اور بدن سے وہمی ہے۔اور انتہ کرن کا علاقہ بدن سے عملی ہے۔اور اُسکے عکس کا انتہ کرن سے علاقہ ہمزادگی کا ہے۔جب یہ بقاعدۂ نفی اثبات اپنے پرم جیونی رُوپ کی معرفت پاتا ہے تو اُس معرفت سے علاقۂ وہمی دُور ہو جاتا ہے۔مگر یہ معرفت علاقۂ عملی کو دُور نہیں کرتی کیونکہ پہچان سے تو فقط وہم دُور ہوتا ہے کوئی شئے موجود دُور نہیں ہوتی۔یہی قدرتی قاعدہ ہے ❊

(۱۴۰) جب یہ علاقۂ وہمی اس طرح معرفت سے دُور ہو جاتا ہے تو اس علاقہ کی شکست سے وہ بے بدن ہوتا ہے۔اگرچہ علاقۂ عملی کے سبب سے اسی بدن ہیں تا زندگی سیر کرتا ہے (کیونکہ جب تک علاقۂ عملی ہے تب تک وُہ زندہ ہے۔اور پھر چونکہ عکس کا انتہ کرن سے علاقہ ہمزادگی کا ہے۔جب تک انتہ کرن ہے تب تک اُس کا عکس اِس ہیں پڑیگا۔اسی عکس کے سبب وہ اِس بدن ہیں سیر بھی کرتا ہے) لیکن صاحبِ عکس کے اعتبار سے وہ بے بدن نِت مُکت رہتا ہے ❊

(۱۴۱) جب یہاں کے بھوگوں کے عمل ختم ہوتے ہیں تو پھر یہ علاقۂ عملی بھی رفع ہو جاتا ہے اور موت ہوتی ہے۔اُس وقت کیا اعضائے

بیروُنی ۔کیا حواسِ دروُنی ۔کیا انتہ کرن جملہ جو بہ ہیئتِ مجموعی بدن کہا جاتا ہے یا انسان بولا جاتا ہے فانی ہو جاتے ہیں ۔اُس وقت وہ دُوسری طرح کا بے بدن ہوتا ہے ۔مگر ہم لکھ چُکے ہیں کہ اُس میں قدرتی علاقہ خدائی کا ہوجاتا ہے ۔پھر خُدا کے اہنکار اور من بدھ میں اسی کا عکس پڑتا خُدا کے ست کام ست سنکلپ کی سیر کرتا ہے ۔

(۱۴۲) تو بھی وویک اور معرفت سے اُس (خُدا) کے خیال سے جو مایا ہے اور اُس کے آہنکار اور من بدھ چت سے جو مایا برتیاں ہیں کچھ لگاوٹ نہیں پاتا ۔جب یہ نفی اثبات کے قاعدہ سے اس آتما میں بیگانہ نفس بیگانہ جاگرت سوپن اور سشپتی کے دیکھتا ہے اور تمامی کمالات اپنے آتما کے جانتا ہے اور یقین کرتا ہے کہ "وہ میں بدن نہیں بلکہ بے چُون و چرا سچدانند پُورن برہم جیوتی سرُوپ ہُوں" تو اُس وقت زندگی میں ہی اپنے بدن سے الگ پہلی قسم کا بے بدن ہو جاتا ہے ۔اور اُسے مرغوب نامرغوب دونوں کسی طرح بھی چھونے نہیں پاتے ۔اس لئے اس کا نام اُتم پرش ہوتا ہے ؛

(۱۴۳) کیونکہ جب تک علاقہ وہی تھا تب تک جاگرت میں آیا جاگرت پُرش سوپن میں آیا سوپن پُرش اور سشپتی میں آیا سشپت پُرش کہلاتا تھا ۔جب وہ وویک سے بے بدن ہوتا ہے نہ تو جاگرت پُرش نہ سوپن پُرش نہ سشپتی پرش بلکہ چوتھا پُرش ہوتا ہے جس کو اُنہیں تین کے اعتبار سے اُتم پُرش کہتے ہیں کیونکہ سب میں یہی اُتم ہے اور اُن تینوں حالتوں کے بیگانہ نفس وویک کی قوت سے اِس میں لگاوٹ نہیں پاتے ۔بلکہ بے چُون و چرا نوراً علیٰ نور اُن کا تماشائی رہتا ہے ؛

(۱۴۴) اب جس طرح یہ اُتم پُرش بدن کے وہمی علاقہ کو توڑ کر بے بدن اُٹھتا ہے اُس کی مثال سنو۔ جیسا کہ ہوا اور بادل اور بجلی اور رعد بھی بے بدن ہوتے ہیں اور موسم سرما میں اسی دیو لوک (آکاش) کے ساتھ ایک ہوتے ہیں۔ اِسی طرح یہ بے بدن آتما بھی پہچان سے پہلے اس بدن میں داخل ہُوا بدن سے ایک ہوتا ہے بلکہ بدن کو ہی اپنا آپ سمجھتا طبعی خودی اُس میں رکھتا ہے۔ اور اُس کے مرن جنم کو اور جو کچھ اِس سنسار میں دُکھ درد ہیں سب اپنے آثار جانتا ہے اور دُکھی سُکھی ہوتا ہے ٭

(۱۴۵) مگر جب برسات آتی ہے تو جس طرح آفتاب کی تابش سے تپے ہوئے یہ تمام اِس آکاش سے اُٹھتے اپنے اپنے اصلی سروپ کو پاتے ہیں۔ اُسی طرح جب اُستادِ کامل ملتا ہے تو تابشِ معرفت سے یہ آتما بھی جاگرت سوپن سُشپتی سے وویکا پایا ہُوا اُس بدن سے اُٹھتا اپنے پرم جیوتی رُوپ ساکھشی سروپ میں پراپت ہوتا ہے اور اپنے ہی رُوپ میں قائم ہو جاتا ہے۔ یہی اُتم پُرش ہے ٭

(۱۴۶) جب یہ اُتم پُرش اس طرح معرفت کی قوّت سے اِس بدن سے اُٹھتا ہے تو پھر اُس کا انسان لوک سے برہم لوک تک چاندنا ہوتا ہے اور وہاں تک اُسکی سیر ہوتی ہے۔ جیسا ہم نے اشتہار میں لکھا ہے کہ ہنستا ہُوا لیلا کرتا ہُوا۔ عورتوں سے چھیڑ چھاڑ کرنا۔ خویش و قبائل سے ملنا۔ برادری سے باتیں کرنا آزادِ مُطلق ہوتا ہے۔ پھر اس ناقص بدن کے جو پڑوسی ہیں اُنہیں یاد بھی نہیں کرتا ٭

(۱۴۷) اِس امر کو یُوں سمجھو کہ کیا انسان کا بدن۔ کیا پِتّروں کا بدن کیا دیوتاؤں کا بدن کیا پرجاپتی اور کیا برہما کا بدن سب کے سب مثل بیلنوں کے

ہوتے ہیں۔ اور یہ اُتّم پُرش مثل شمع کے اِن سب سے دُور الگ اپنے پرم جیوتی سرُوپ میں دھڑا دھڑ جلتا ہے۔ لیکن سب میں اُسی طرح منعکس ہوتا ہے جس طرح شمع شیشوں میں منعکس ہوتی ہے۔ ہر ایک میں اپنے کمالات کی جھاں عطا کرتا ہے۔ اور اسی کی چاندنی میں یہ سب اپنے اپنے مختلف بھوگ پاتے ہیں جو سب اِسی کے کلپت بھوگ خیال کئے جاتے ہیں ؛

(۴۸) دُوسری وجہ یہ ہے کہ بدن مثل ایک گاڑی کے ہے اور اِندریاں مثل گھوڑوں کے ہیں جو اُس میں جُتے ہوئے ہیں۔ اور اہنکار مع اپنے تمام لشکر کے اُس میں سوار ہے۔ اور اِسی اُتّم پُرش نُور کی روشنی میں کارو بار کرتے ہیں ؛

(۴۹) دیکھو اس بدن میں جو ایک عضو آنکھ ہے اُس کے اندر سیاہ حلقہ ہے۔ اُس کے اندر طبقۂ عنبیہ ہے۔ اُس کے اندر ایک باریک سُوراخ ہے جو منظرگاہ کہلاتا ہے اور اُس کے اندر باصرہ ہے۔ اُس کے اندر یہی اُتّم پُرش چمکتا ہے اور اُسے دیدار کا کمال عطا کرتا ہے۔ اور اس بدن کے دیدار کے لئے اُس کی آنکھ ہوتا ہے ؛

(۵۰) اِسی طرح جب یہ بدن چاہتا ہے کہ مَیں کچھ سُونگھوں تب بھی اُتّم پُرش اُس کے ناک میں چمکتا اُسے سونگھنے کا کمال عطا کرتا ہے اور اُس کے سُونگھنے کے لئے ناک پُرش ہوتا ہے۔ اور جب یہ چاہتا ہے کہ مَیں کچھ بات چیت کروں تو یہی اُتّم پُرش زُبان اور حلق میں آیا ہُوا اُسے گفتگو کی بخشش عطا کرتا ہے اور اُس کے لئے کلام پُرش ہوتا ہے۔ جب یہ چاہتا ہے کہ مَیں کچھ سُنوں تو یہی اُتّم پرش کانوں میں آیا ہُوا سُننے کی بخشش عطا کرتا ہے اور اُس کے لئے کان پُرش ہوتا ہے ؛

(۱۵۱) جب یہ چاہتا ہے کہ میں کچھ سوچوں سمجھوں تو یہی آتم پُرش من کے
اندر آیا اُسے سوچ سمجھ کی بخشش عطا کرتا ہے اور اُس کی سوچ سمجھ
کے لئے منو پُرش ہوتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک عُضو عُضو میں اُسی کے
کام کی بخشش عطا کرتا ہے اور اُس کے لئے وُہی آتم پُرش ہوتا ہے۔
اس طرح سب میں سب کچھ کرتا سا ہُوا بھی واقع میں مُتعلّقِ مُطلق ہوتا
ہے۔ آپ کچھ بھی نہیں کرتا۔ جب نہیں کرتا تو اُس کا پھل بھی نہیں پاتا۔
کیونکہ یہ تو کرتا نہیں بلکہ سخی ہے۔ ایسا سخی نہیں کہ اپنی سخاوت کا کچھ
معاوضہ چاہتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ جس کو جو کچھ کہ مطلوب ہوتا ہے مُفت
بغیرِ طلب دیتا ہے۔ اور ایسے سخی کو داتا یا جوّادِ مُطلق بولتے ہیں۔ اور
جوّادِ مُطلق واقع میں یہی آتم پُرش ہے دُوسرا نہیں ٭

(۱۵۲) اگرچہ اس انسان میں ہر ایک اعضا کیا آنکھ کیا کان کیا ناک
سب کسی نہ کسی وجہ سے خدمت گار۔ اور اُس کے دریافت و رفتار کے
آلات ہیں اور وُہی آتم پُرش کے خیر طلب اور بخشش کے پانے والے
ہیں مگر من تو ایک اِس کی ملکُوتی آنکھ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب یہ من
اپنے علمی علاقہ کے سبب سے جو ہنوز رفع نہیں ہُوا بدن کے مخالف
یا موافق کو پاتا ہے تو مخالف کے رفع کرنے کے لئے اور موافق کے
بھوگ دینے کے لئے بوجہ غفلت سوچ کرتا ہے اور بدن میں خودی کے
تصوّر میں بدلتا ہے۔ اور یہی آتم پُرش اُس میں آیا غافل پُرش ہوتا
بھوگ پاتا سا اور بدن کی حفاظت کرتا سا ہو جاتا ہے ٭

(۱۵۳) جب یہ من کسی مخالف یا موافق کو نہیں پاتا بلکہ فراغت پاتا ہے
تو اُس کے عرفان کی یاد میں متوجّہ کرتا برہما سے لے چیونٹی تک اور عرش

سے لے فرش تک خودی کے تصوّر میں بدلتا ہے۔ اور یہی آتم پُرش اس میں آیا ہُوا عارف کامل سا ہوتا ہے۔ اور برہم لوک کے بھوگ بھی اپنے میں ہی تصدیق کرتا ہے۔ اور دُکھوں کو یاد بھی نہیں کرتا۔ اِس طرح یہی من اُس کی ملکوتی آنکھ ہو جاتا ہے ؎

(۱۵۴) الغرض اِس عارف کی منو برتیاں دو قسم کی ہو جاتی ہیں۔ یا تو کام کاج میں غفلت کے سبب سے بدن میں خودی کا تصوّر تصدیق کرنا مثل جاہلوں کے برتاؤ کرنا ہے۔ یا فراغت یا ست سنگ میں غفلت جب رفع ہوتی ہے تو مثل کاملوں کے "میں برہم ہوں۔ میں ہی سرب روپ ہوں" خود تصدیق کرنا اور مثل برہما کے اپنے شاگردوں کو بھی اسی ایمان اور عرفان کی تعلیم دیتا ہے۔ اِس لئے عارف بھی اُس کا خلیفہ ہے۔ اور اسی کو سنسکرت میں برہمن بولتے ہیں کیونکہ وُہ جو برہم کا فرزند یا خلیفہ ہے وہی برہمن کہا جاتا ہے ؎

(۱۵۵) جب کہ اِس کی بصیرت کی دو آنکھیں ہو جاتی ہیں (ایک آنکھ تو دُنیا کے کام کاج کی اور دُوسری آنکھ برہم لوک کے بھوگوں کی تصدیق کی) تو اس وقت بھی من اُس کا باعتبارِ چشمِ ملکوتی دِویہ چکشو کہلاتا ہے اور اِسی دِویہ چکشو سے جو عرفان کی بصیرت ہے ان ست کاموں اور ست سنکلپوں کو جو دُوسروں پر محجوب ہیں دیکھتا ہُوا اُبھرتا ہے۔ جیسے اُترے ہیں ویسے بُرے ؎

(۱۵۶) دُوسرے لوگ تو اس دِویہ چکشو سے جو ملکوتی آنکھ ہے خالی ہیں۔ اِس بدن اور دُنیا کے بھوگوں کی تصدیق کی آنکھ رکھتے ہیں اِس لئے کانے ہیں۔ اُن بھوگوں کو جو برہم لوک میں ہیں تصدیق نہیں

کرتے بلکہ دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے۔لیکن یک چشموں کو چاہیئے کہ جیسا وہ آنکھ والا تصدیق کرے اُسی کے موافق ایمان لاویں۔اِس لئے وہ جو اُس کی تصدیق پر ایمان لاتے ہیں اور "میں برہم ہوں" ایسا ایمانًا تصدیق کرتے ہیں سچ میں ہیں۔کفر اور ضلالت سے نکل جاتے ہیں ٭

(۱۵۷) جب اِن کا علاقۂ عملی موت کے سبب ٹوٹتا ہے تو اس عارف کے پران تو اسی اُتم پُرش میں حذف ہو جاتے ہیں اور خدائے منو برتیاں جو وراٹ میں مایا برتیاں ہیں خود بخود اُس میں آ جاتی ہیں۔پھر تو خدا کے اہنکار سے خودی کا تصور اور تصدیق کرتا ایشوریہ کو مُفت پاتا ہے۔پھر اِس بدن کی یاد بھی نہیں کرتا۔اِس لئے ست سنکلپ ست کام ہو جاتا ہے

(۱۵۸)جیون مکتی میں اگرچہ برہم لوک کے بھوگ اُسی وقت ایشوری اہنکار سے پاتا ہے لیکن اُس کی مایا برتیاں سے تصدیق نہیں کرتا بلکہ اسی انسانی منو برتی سے تصدیق کرتا ہے۔وہ بھی یاد کی صورت میں نہیں بلکہ عرفان کی صورت میں ٭ مگر جب علاقۂ عملی ٹوٹ جاتا ہے تو پھر یہ مختصر اہنکار وغیرہ اور بدن تو جاتے رہتے ہیں اور خدا کی قدرتی مایا برتیاں علاقہ پا جاتی ہیں جس کا ذکر بارہا کیا گیا ہے۔پھر تو وہ مایا برتیوں سے بھوگ پایا ہوا اُنہیں کی تصدیق کرتا سلطنتِ آسمانی کا مالک ہو جاتا ہے۔یہی تھا مطلوب ٭

(۱۵۹) مقرر یہ ہوا ہے کہ ایشور کی دیہ میں جو ست سنکلپ اور ست کاموں کا علاقہ ہے عملی نہیں قدرتی ہے جیسا کہ سایہ کا علاقہ بدن سے قدرتی ہے۔اور یہ ایشور اپنے شُدھ ستوگن پردھان سنکلپوں سے ہر شخص کی منو برتیوں اور بدنوں میں جو سُکھ ہے بھوگتا ہے اور دُکھوں کا لحاظ ہو

جاتا ہے۔ اور وویک کے سبب سے اپنے سروپ میں قائم نت مکت رہتا ہے۔ یہی ویدانتیوں کا سدھانت ہے۔

(۱۶۰) عارفِ کامل بھی جیون مکتی میں اپنے پرم جیوتی سروپ میں قائم ہوتا ہے جو ایشور کا پرم پد ہے۔ لیکن تا علاقۂ عملی اپنی مختصر منوبرتیوں میں سیر کرتا ہے۔ جب یہ علاقہ ٹوٹتا ہے تو ایشور کی مایا برتیاں جو اسی کے سروپ کی سایہ ہیں مثل سایہ کے آ جاتی ہیں۔ اور ایشور کے سنکلپ اسی کے سنکلپ اور ایشور کے بھوگ اسی کے بھوگ ہوتے ہیں۔ تمام کے سکھوں کا بھوگتا اور تمام کے دکھوں کا بباط ہو جاتا ہے۔

(۱۶۱) اس کی مثال یوں سمجھو کہ اگر ایک کوزہ ایک حجرہ کے اندر رکھدیں تو جو کوزہ کا خلا ہے وہ واقع میں حجرہ کے خلا میں ایک ہے۔ کیونکہ حجرہ کے انداز سے جو اسکے اندر خلا تعبیر کیا جاتا ہے کوزہ کا خلا بھی اسی انداز کے اندر ایک ہے۔ مگر حجرہ کا انداز بڑا ہے اور کوزہ کا انداز مختصر۔ اس سبب سے باعتبار اندازۂ کوزہ خلاء کوزہ اسی انداز کا فضا (کشادگی) دیتا ہے اور اسی قدر چیزیں پا سکتا ہے جو کوزہ کے انداز کے موافق ہوں۔ لیکن حجرہ کا آکاش تو حجرے کے انداز کے موافق چیزیں پا سکتا ہے۔

(۱۶۲) لیکن جب اس کوزہ کو وہاں ہی توڑ دیں تو کوزہ کا خلا اندازِ کوزہ سے آزاد ہوا حجرہ کے اندر جو چیزیں ہیں سب کا دھارن کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ اصل فضا میں تو وہ ایک تھا فقط کوزہ کی قید میں مختصر چیزیں دھارتا تھا۔ اب قید اس کی جاتی رہی اس لئے مطلق ہوا سب چیزوں کا فضا ہے۔

(۱۶۳) اسی طرح آتما بھی مثل فضاء کے پہلے مایا میں اور پھر اودیا میں آیا

ہتوا ایشور اور جیو کہلاتا ہے۔ مایا کی قید۔ تو ستوگنی اور ودیا بک ہے اِس لئے
سب سُکھ کے بھوگ اور ست سنکلپ اُس کی تاثیریں ہیں۔ اسی کے اندر آبا
آتما ایشور کہلاتا ہے۔ اور اودیا بہ نسبت مایا کے بہت مختصر ادراک اور بھوگ
رکھتی ہے بلکہ دُکھ بھی دیتی ہے اور عملوں کی قید میں بھوگ دیتی ہے
سنکلپ کے موافق نہیں دیتی۔ اِس لئے وُہی آتما اُس کے اندر آبا جیو کہلاتا
ہے اور دُکھ سُکھ کا بھوگتا سنساری ہوتا ہے ؞

(۱۴۴) چونکہ مقرر یہی ہُوا ہے کہ اودیا معرفت سے نفی ہو جاتی ہے
جس طرح ظلمت چراغ سے نفی ہو جاتی ہے۔ اِس لئے عارفِ کامل کی اودیا
جو اُس کے سروپ اصلی کو ڈھانپتی تھی رفع ہو جاتی ہے۔ مگر اس کا ایک
حصہ جب عملی نسبت کے سبب اُس طرح قائم رہتا ہے جس طرح چراغ کے
تلے اندھیرا رہتا ہے تو عارف کو اگرچہ سروپ کے دیدار میں جس کی سایہ مایا بھی
ہے حجاب نہیں ہوتا لیکن ست سنکلپ آدک مقصودوں میں جو
مایا کے دھرم ہیں بسبب حجاب عملی راہ نہیں ملتا۔ جب یہ عملی علاقہ ختم
ہوتا ہے تو یہ حجاب بھی موت میں خود بخود جاتا رہتا ہے۔ اور مایا بھی بطور
سایہ خود بخود حاضر و پراپت ہوتی ہے ؞

(۱۴۵) اور یہی جیون مکت آتما بدیہہ مکت ہوتا ہُوا مثل خلاء کوزہ کے
خلاء حجرہ میں پات (حذف) ہوتا ہے کیونکہ کوزہ کو مثالِ بالا میں توڑ دیں
تو کوزہ کا خلا حجرہ کے خلا میں پات (لین) ہوگا۔ اِسی طرح جیون مکت کو موت
میں ایشور آپتی ہوتی ہے اور یہی ایشور آپتی (ईश्वराप्ति) شدہ آپتی
(حصول) ہے۔ اور اسی ایشور آپتی کا ترجمہ وصلِ خدا کرتے ہیں۔ اس طرح
معرفت سے یہ وصلِ حق پاتا ہے۔ اور پھر مایا میں جو کلپت بھوگ ہیں

اُس میں بھی مفت راہ پاتا ہے۔ اسی سبب سے معرفت فضل کا مرتبہ ہے عدل کا نہیں کیونکہ اس میں فقط آتما کی پہچان ہوتی ہے کچھ عمل کرنا نہیں پڑتا ❊

(۱۶۶) چونکہ اوِدّیا معرفت سے رفع ہوتی ہے عمل سے رفع نہیں ہوتی جیسا کہ اندھیرا بھی چراغ سے بآسانی رفع ہوتا ہے۔ بغیر چراغ اندھیرے کو کسی عمل جبر و ثقیل سے نکالنا چاہیں تو حجرہ کے اندر سے نہیں نکل سکتا۔ اسی سبب سے خواہ کتنا ہی جپ تپ یگ کرو اوِدّیا دور نہیں ہوتی۔ جب تک اوِدّیا دور نہیں ہوتی نیکیوں کے عوض مختصر بھوگ سورگ کے تو ملتے ہیں پر گھر کا مالک نہیں ہو جاتا۔ بعد بھوگ پھر سنسار میں گرتا ہے۔ اِس لئے وہ عدل کا مرتبہ ہے اور اُس میں سخت محنت اور مزدوری بھی کرنی پڑتی ہے ❊

(۱۶۷) مگر وہ جو عرفان نہیں پاتا بلکہ عارف کے قول پر بھروسہ کرتا ہوا اپنے آتما پر ایمان لاتا ہے کہ "میں ہی برہم ہوں" اور برہم چریہ کو بار کرتا ہے اگرچہ اوِدیا اُس کی رفع نہیں ہوتی لیکن چونکہ سچ پر تصدیق کرتا ہے اور عمل بھی بار کرتا ہے اِس لئے موت میں جیسا کہ اشتہار میں واضح کیا گیا ہے دیویاں سڑک پر چلتا آفتاب کے راستے برہم لوک میں جاتا ہے۔ اور خود برہما اُسے تعلیم دیتا ہے۔ اور اُس سے عرفان پاتا اُس کے ساتھ مکت ہوتا ہے۔ اِس لئے ایسے ایمان کا درجہ بھی بڑا ہے ❊

(۱۶۸) اس طرح برہما نے اِندر کو تعلیم دی۔ اور اِندر نے عالمِ ملکوت میں تعلیم دی۔ اور ملکوت نے اسی طرح اپنے آتما کی اُپاسنا کی۔ اسی سبب سے اُن کو تمام لوک اور تمام مقصود جو محجوب تھے کھل گئے۔ اور شیاطین

پر غالب آ گئے۔ یہی نہیں کہ وہ ملائک ہیں اِس تعلیم کی لیاقت رکھتے ہیں اور وُہ بھوگ پا سکتے ہیں۔ بلکہ اب بھی جو کوئی اِس تعلیم سے اِس طرح اپنے آتما کو جانتا ہے اور آتما کی پہچان میں مرتا ہے وُہ بھی ست کام۔ ست سنکلپ ہو جاتا ہے اور تمام لوگوں اور تمام مُرادوں میں کام چار ہوتا ہُوا مختارِ مطلق ہوتا ہے۔ آمین۔ ایسا برہما نے کہا ٭

(۱۶۹) یہی تعلیم پھر برہما نے اپنے فرزند کشیپ (कश्यप) کو دی۔ اور کشیپ نے منُو جی کو سکھلایا۔ اور منُو جی نے ہند کی پرجا کو سکھایا جو ہم تک چلی آتی ہے۔ اور اِسی تعلیم کو باوا نگینا سنگھ نے اُردو والوں کی تعلیم کے لئے وید سے بھاشا میں کیا۔ اب جو کوئی اس تعلیم کو عارفِ کامل اور واصل سے سُنتا ہے مُعت میں مُکت ہوتا ہے۔ پھر عَود نہیں کرتا۔ پھر عَود نہیں کرتا ٭

فصلِ ہفتم

(۱) اُوپر کی فصل میں یہ جتلایا گیا ہے کہ برہم لوک میں سنکلپ سے بھوگ اُٹھتے ہیں۔ یہ نہیں جتلایا گیا کہ وُہ بھوگ خارجی ہیں یا ذہنی۔ اِس لئے اب جتلایا جاتا ہے کہ جو بھوگ سنکلپ سے برہم لوک میں اُٹھتے ہیں خیالی یا ذہنی ہیں جیسا کہ خواب میں بھوگ اُٹھتے ہیں۔ اگرچہ فرق یہ ہے کہ خواب میں جو بھوگ اُٹھتے ہیں قرار یاب نہیں اور نیز تابع ارادہ نہیں بلکہ تابع اعمال ہیں ٭

(۲) برہم لوک میں بھی اگرچہ مثلِ خواب خیالی بھوگ اُٹھتے ہیں تو بھی

وہ مثلِ خارجی اشیاء کے قرار یاب ہیں اور تابع ارادہ کے ہیں۔ تابع عمل کے نہیں۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ اگر خواب کے بھوگ بھی قرار یاب ہو جائیں تو پھر خارجی خیال کیئے جاویں۔ لیکن چونکہ اُن کا حال ایسا ہے کہ ایک آن میں ہاتھی اُٹھتا ہے اور دُوسری آن میں وُہی ہاتھی شُتر ہو جاتا ہے اور نیز نیند کے سبب اُن کی پہچان پُوری پہچان کے موافق نہیں اور ترتیب بھی حکمت کی رُو سے نہیں اِس سبئے آدمی اُسے خیالی یقین کرتا ہے۔ اور جاگرت میں برعکس اشیاء قرار یاب با ترتیب پائی جاتی ہیں اور پہچان بھی بہ نسبت خواب کے کامل ہوتی ہے اِس لئے اُنہیں خیالی نہیں خیال کرتا ہے۔

(۳) اصل میں کیا جاگرت اور کیا سوپن سب کے سب بھوگ خیالی ہیں مگر ترتیب اور دیرپا ہونے کے سبب سے اور پھر جاگرت میں وُہی ملنے سے جاگرت کے بھوگ ہندی کو خیالی معلوم نہیں دیتے۔ خواب کے بھوگ برعکس خیالی معلوم ہوتے ہیں۔ اصل میں دونوں خیالی ہیں۔

(۴) جبکہ خواب کے بھوگ بلحاظ جاگرت بقاعدۂ بالا خیالی معلوم ہوتے ہیں۔ اسی قاعدے سے جاگرت کے بھوگ بلحاظ برہم لوک کے بھوگوں کے خیالی معلوم ہوتے ہیں اور برہم لوک کے بھوگ خارجی۔ کیونکہ یہاں کے (یعنی جاگرت کے) بھوگ اگرچہ قرار یاب ہیں توبھی قلیل عرصہ تک قرار یاب ہیں کلپ تک قرار یاب نہیں۔ برہم لوک کے بھوگ تو کلپ تک قرار یاب ہیں کیونکہ براہم سنکلپ کی برتّی تو ایک ہی کلپ تک قائم رہتی ہے۔ اور انسان کے سنکلپ کی برتی ایک آن میں یا دو آن میں قائم رہتی ہے۔ اِس لئے اُن کے بھوگوں میں وُہی نسبت ہے جو سنکلپوں میں ہے۔

(۵) علاوہ اِس کے برہم لوک میں بھوگوں کی ترتیب اور یہ شناخت کردہ یہ

بھوگ وہی ہیں۔ بہ نسبت یہاں کی ترتیب اور پہچان کے کامل تر اور روشن تر ہیں۔اِس لئے بھی بہ نسبت یہاں کے بھوگوں کے وہاں کے بھوگ خارجی ہیں۔اور یہاں کے بھوگ خیالی کیونکہ سِدّھانت یہ ہے کہ ایشور کا سنکلپ جو شروع پیدایش میں اُٹھتا ہے ایک ہے اور تا قیامت قائم رہتا ہے +

(۶) اس کا باعث یہ ہے کہ اُس کے سنکلپ یا تو اپنے ایشوریہ کے لئے ہیں یا جانداروں کے بھوگ کے لئے۔وہ سنکلپ جو اُس کے اپنے بھوگ کے لئے ہیں وہ تو آزادِ مطلق ہیں۔اور وہ جو جانداروں کے بھوگ کے لئے ہیں پابندِ عدل ہیں۔جیسے اُن کے اعمال ہوتے ہیں ویسے بھوگ دینے کے سنکلپ اُٹھتے ہیں۔اسی سبب سے عدل میں قرار پایا ہے "جیسا کرتا ہے ویسا پاتا ہے"۔اور یہی اُس کے سنکلپوں کا قانونِ خدائی ہے +

(۷) جب کلپ ہو چکتا ہے تب ایشور کے سنکلپ بھی اُسی طرح نابود ہو جاتے ہیں جس طرح ہمارے سنکلپ بھی غرق نیند میں نابود ہو جاتے ہیں۔مگر جس طرح غرق نیند سے نکلتے وقت ہمارے سنکلپ عملوں کے پابند اُٹھتے ہیں اور جاگرت میں آتے ہیں۔اُسی طرح ایشور کے سنکلپ بھی دُنیا کی پھر پیدایش کے لئے پابندِ عدل اُٹھتے ہیں اور دُنیا پیدا کرکے ہر ایک پرانی کے بھوگ کے لئے ایک ایک سنکلپ جو اُن کے عملوں کے موافق اُٹھتا ہے کلپ تک قائم رہتا ہے +

(۸) چونکہ وہ ست سنکلپ ہے اِس لئے بغیر اوزار اور بغیر عمل کیا زمین کیا آسمان جو کچھ اُن میں ہے اُسی ترتیب سے جیسا کہ شرتیاں بیان کرتی ہیں آنکھ کے فور میں اُس میں خیالی پیدا ہو جاتے ہیں جیسا کہ انسان کے خیال میں خواب کا عالم سوپنا میں پیدا ہوتا ہے اور یہ تمام اگرچہ

خیالی یا ایشوری سنکلپ مئے ہیں تو بھی انسان کا خیال بذریعۂ حواس نکلتا ایشور کی خیالی پیدایش میں لگتا ہُوا اُسی کے تابع صُورت پکڑتا اُنہیں دیکھتا اور بھوگ پاتا ہی
(۹) اِس طرح ہر شئے جو جاگرت میں دکھائی دیتی ہے دوہرے خیال سے پیدا ہُوئی ہے۔ ایک حقیقت تو اُس کی ایشور کے خیال سے ہے اور دُوسری تہ اُسکی پرانیوں کے خیال سے ہے۔ اِس سبب سے خواب سے اُٹھتے پھر پھر وُہی اشیا دیکھتے ہیں اور اُنہیں خارجی سمجھتے ہیں لیکن خواب میں جو بھوگ اُٹھتے ہیں دوہرے خیال سے نہیں اُٹھتے بلکہ فقط اُسی کے خیال سے جو سوتا ہے اُٹھتے ہیں۔ اِس لئے ایک تہ سے کے ہیں اور نیز اعمال کے مُقیّد ہیں۔ مُطلق نہیں۔ جب جب خواب میں جاتا ہے تو وُہی وُہی نہیں دیکھتا بلکہ نَو بہ نَو تازہ بہ تازہ دیکھتا ہے۔ اِس لئے جاگرت میں آکر اُنہیں خیالی یقین کرتا ہے ٭
(۱۰) فرض کرو کہ ایک زمین ہے جو شرُوع پیدایش میں ایشور کے خیال سے بنائی گئی ہے۔ لیکن انسان جب اُس کی طرف دیکھتا ہے تو انسانی خیال بھی آنکھوں کے راستہ مثل آفتاب کی کرن کے نکلتا زمین پر پڑتا اُسی کی صُورت میں صورت پکڑتا اُس سے ایک ہو جاتا ہے تب زمین دکھائی دیتی ہے۔ تو اس وجہ سے زمین بھی انسان خیالوں کی دو تہ سے بنتی ہے۔ ایک تہ تو اُس کی الٰہی خیال کی ہے۔ اور دُوسری تہ اُس کی اپنی یعنی پرانی کے مختصر خیال کی ہے ٭
(۱۱) جب یہ اپنی آنکھوں کو بند کرکے اپنے اندر ہی دیکھی زمین کا تصوّر باندھتا ہے تو اس تصوّر میں اُسی طرح کی خیالی زمین اندر دکھائی دیتی ہے جیسی کہ اِسنے باہر دیکھی تھی۔ لیکن الٰہی خیال کی زمین اُس تصوّر

میں داخل نہیں ہوتی۔اِس لئے ایک ہی تہ میں خیالی زمین ضعیف نظر آتی ہے اور ناپائدار اور بے ترتیب بھی ہوتی ہے +

(۱۲) اِس طرح ثابت ہُوا ہے کہ ہر شئے جو موجود ہے دو قسم کی پیدایش رکھتی ہے۔یا تو الہٰی پیدایش یا انسانی۔ ہر شئے ایشور کی خیالی تہ کے اعتبار سے پیدایشِ الہٰی کہلاتی ہے۔اور وُہی پرانیوں کی تہ کے اعتبار سے پیدایشِ انسانی کہلاتی ہے۔اِس پیدایشِ الہٰی کو سنسکرت میں ایشور سرشٹی اور اُس پیدایشِ انسانی کو جیو سرشٹی بولتے ہیں +

(۱۳) پھر چونکہ جیو سرشٹی اگرچہ ایشور سرشٹی کے تابع ہے تو بھی اس (ایشور) کا خیال تو صافی ستوگُن کا ہے۔اور اُس (جیو) کا خیال تموگُن رجوگُن آلودہ ستوگن کا ہے اِس لئے صافی نہیں۔اس (ایشور) کے خیال میں جو صاف اور ظاہر تر پیدائش ہوتی ہے حکمت اور عدل سے ہوتی ہے۔اُس (جیو) کے خیال میں جو تہ پیدا ہوتی ہے بعض تو حکمت اور عدل سے ہوتی ہے۔بعض بے حکمت و بے عدل سے۔ بلکہ اس (ایشور) کی متابعت سے نکلنے ایک جدید پیدایش بھی اُن میں کر لیتا ہے +

(۱۴) فرض کرو کہ ایشور کے خیال میں جو صافی اور با حکمت و عدل ہے ایک عورت اُٹھتی ہے تاکہ وہ اپنے عملوں کے موافق بھوگ پاوے اور جیوؤں کے خیال بھی اُسی کی صورت کے موافق دُوسری تہ اُس میں پیدا کرتے اُسے دوچند صورت میں عورت دیکھتے ہیں۔جس سے باپ تو لڑکی اور بھائی اُسے بہن اور خاوند اُسے جورُو اور بھائی کے لڑکے اُسے پُھوپا اور دیور کے لڑکے چچی وغیرہ الگ نئی سرشٹی پیدا کرتے ہیں +

(۱۵) ایشور کے صاف خیال میں تو اُس عورت کی صورت جیسا کہ ہیئتِ قدرتی رکھتی ہے پیدا ہوئی ہے۔ لڑکی پن بن پن جوروپن تو کبھی اُس میں نہیں بنایا گیا۔ تو بھی جیووں نے اُس میں یہ جدید کاپنا کرلی ہے۔ یہ ہی اِس جیو کی خیالی پیدائش ایک تہ ہے اور اُس تہ کے موافق برتاؤ کرتے ہیں ﴿

(۱۶) جو پیدایش ایشور کے سنکلپ کی ہے وُہ تو دُکھ سُکھ نہیں دیتی بلکہ جیو سرشٹی دُکھ سُکھ کا باعث ہوتی ہے۔ کیونکہ فرض کرو زید اور بکر کے دو فرزند دُور کہیں روزگار کے واسطے چلے گئے۔ زید کا لڑکا تو کسی سرکار میں بڑے منصبِ وزارت کو پا گیا اور بکر کا لڑکا وہاں مرگیا۔ ایک شخص جو وہاں سے آیا تو زید کے لڑکے نے پیغام دیا کہ زید کو یُوں کہیو کہ تیرا لڑکا زندہ وزیر ہے اور بکر کو یُوں کہیو کہ تیرا لڑکا عرصہ ہُوا مرگیا ﴿

(۱۷) جب یہ پیغامبر آیا تو اُس نے پیغام میں خطا کی۔ زید کو کہدیا کہ تیرا لڑکا مرگیا اور بکر کو کہا کہ تیرا لڑکا زندہ وزیر ہے۔ تو زید ماتم میں ہوگیا اور بکر خوشی میں پھُولا نہیں سماتا تھا حالانکہ ایشور کرت زید کا لڑکا زندہ وزیر ہے اور بکر کا لڑکا مرگیا ﴿

(۱۸) دیکھو زید کا لڑکا ایشور سرشٹی اگرچہ زندہ ہے مگر اس پیغامبر کی تصدیق سے اُس کا متوفّی فرزند جو جیو سرشٹی ہے مرگیا ہے اِس لئے بجائے خوشی کے ماتم میں ہو گیا۔ اور بکر کا لڑکا ایشور کرت گو مرگیا تو بھی اُس کا متوفّی لڑکا زندہ اور وزیر ہے خوشی میں پھُولا نہیں سماتا۔ اگر ایشور سرشٹی دُکھ سُکھ کا سبب ہوتی تو گو پیغام پہنچانے میں غلطی ہُوئی لیکن زید کو خوشی چاہیئے تھی بکر کو ماتم۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ پس ثابت ہُوا کہ متوفّی یعنی جیو کرت سرشٹی

سے آواز بھی دیتا ہے۔ ہاتھ لگانے سے گرم سرد بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور یہی صفتیں مثل کیلے کے درخت کے پوست در پوست تہ در تہ ہوکر ایک ہیئت میں پیدا ہوئی ہیں جس کا نام کاغذ رکھ لیا ہے ✤

(۲۵) بطور مشتے نمونہ از خروارے دوسری اشیا بھی انہیں پانچ صفتوں سے تہ در تہ جمع ہوکر موجود دکھائی دیتی ہیں۔ اگر کسی شے میں نہ تو رنگ روپ ہو۔ نہ بو ہو۔ نہ گرم سرد۔ نہ چھوت۔ نہ آواز۔ نہ ذائقہ ہو تو اسے کوئی بھی موجود نہیں کہہ سکتا بلکہ اسکو عام لوگ ناموجود کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کی حقیقت یہی پنجگانہ حقائق ہیں۔ لیکن کسی میں کسی طرز سے اور کسی میں کسی طرز سے کم و بیش۔ خوش نا خوش۔ موافق ملائم ہوکر جمع ہوئے ہیں۔ اس لئے ایک شے دوسری شے سے جداگانہ ظاہر ہوتی ہے۔ اصل میں یہی پنج حقائق ہیں ✤

(۲۶) جب یہ حقائق دنیا کی حقیقت معلوم ہوئے تو اب محقق کو ضروری ہے کہ ان حقائق کے ماخذ دریافت کرے کہ وہ کیا ہیں۔ زیرک آدمی ادنیٰ غور سے جان سکتا ہے کہ رنگ روپ کا ماخذ واقع میں آنکھ ہے کیونکہ بغیر آنکھ کے رنگ روپ کے ثبوت کچھ بھی نہیں ملتے۔ بلکہ اگر فرض کریں کہ دنیا میں آنکھ نہ ہوتی تو کوئی بھی حکیم رنگ و روپ کا ثبوت نہ دے سکتا۔ اب بھی بغیر آنکھ کے کوئی ثبوت رنگ و روپ کا بتلاوے تو نہیں ملے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رنگ روپ کا ماخذ واقع میں چشم ہے۔ اور یہ سب روپ کیا سرخ کیا نیلا کیا پیلا آنکھ کے سایئے اور آنکھ کی شاخیں ہیں جیسے دھوپ سورج کی اور روشنی چراغ کی شاخیں ہیں ✤

(۲۷) جس طرح دھوپ سُورج کی شان اور پرتوہ ہے اُسی طرح دُنیا کا رنگ رُوپ آنکھ کی شان اور پرتوہ ہے۔ بلکہ جس طرح سُورج دُھوپ کا ماخذ ہے اور اُس سے دُھوپ پیدا ہوتی ہے اُسی طرح دُنیا کا رنگ رُوپ بتلا پیلا جو کچھ ہے سب کا ماخذ آنکھ ہے اور یہ سب آنکھوں سے اُسی طرح پیدا ہوتے ہیں جس طرح دُھوپ سُورج سے پیدا ہوتی ہے۔

(۲۸) پھر چُونکہ خوشبُو بدبُو دُنیا کی دُوسری حقیقت بھی ناک کی شانیں ہیں اِس لیئے ناک ہی اُنکا ماخذ ہے۔ کیونکہ ناک نہ ہو تو کیا خوشبُو کیا بدبُو۔ کیا عِطریات کیا سڑاند کچھ بھی موجود نہ ہوں بلکہ یہ تمام ناک کی کرنیں ناک رُوپ ہیں جیسے سُورج کی کرنیں سُورج رُوپ ہیں ÷

(۲۹) اِسی طرح ہر قسم کی آوازیں کیا دَف۔ کیا نَے۔ کیا مِردنگ۔ کیا ڈھولک کیا بانسری سب کی سب کانوں کی شانیں ہیں لہٰذا کان ہی اُن کا ماخذ ہے کیونکہ کان نہ ہوں تو یہ آوازیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتیں۔ سوائے کانوں کے اُن کے ہونے میں کچھ بھی ثبوت نہیں جیساکہ دھوپ کے ہونے میں بجز آفتاب کچھ وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ اِس لیئے سب آوازیں خوش نا خوش کانوں کی شانیں کان رُوپ ہیں۔ اور یہی اُن کے ماخذ ہیں ÷

(۳۰) پھر چُونکہ تمام ذائقہ کیا شیریں۔ کیا تلخ۔ کیا تُرش۔ کیا تیز سب زُبان کی شانیں ہیں اور زُبان ہی اُن کا ماخذ ہے۔ اگر زُبان نہ ہو تو اُن میں سے ایک بھی نہ ہو بلکہ زُبان کے ہوتے ہی وہ سب ہوتے ہیں۔ پھر نہیں ملتے جیسے روشنی بھی چراغ کے ہوتے ہی ملتی ہے بغیر چراغ کے نہیں ملتی۔ اِس لیئے زُبان ہی اُن کا

ماخذ ہے اور یہ زبان کی شاخیں زبان روپ ہی ہیں ؞

(۲۱) اسی طرح سب چھوت کیا گرم کیا سرد سب کے سب جلد اور گوشت پوست کی شاخیں ہیں لہذا جلد اور گوشت پوست اُن کا ماخذ ہے۔ کیونکہ اگر گوشت پوست نہ ہو تو یہ بھی نہ ہوں بلکہ یہ سب تب ہی ملتے ہیں جب گوشت پوست دریافت کا آلہ ہوتا ہے جس طرح دھوپ بھی تب ہی ملتی ہے جب سورج ہوتا ہے۔ لیکن جب سورج نہیں ہوتا تو دھوپ بھی نہیں پائی جاتی۔ اسی طرح گرم سرد کیفیت بھی تب ہی ملتی ہے جب گوشت پوست آلہ دریافت کا ہوتا ہے اور جب یہ نہیں ہوتا تو وہ بھی نہیں ہوتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کیا گرم کیا سرد سب گوشت پوست کی شاخیں ہیں اور گوشت پوست روپ ہیں ؞

(۲۲) جب معلوم ہوا کہ دُنیا کی حقیقت مرکب پنجگانہ حقایق رنگ آواز ذائقہ بُو اور چھوت سے بنی ہے اور یہ پنجگانہ حقایق آنکھ کان زبان ناک گوشت پوست کی شاخیں وہی روپ ہیں اور یہی اُن کی حقیقت ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ خارج میں در اصل کچھ بھی موجود نہیں بلکہ پنجگانہ حواس آدمی کے موجود ہیں۔ اور بجز آدمی دُنیا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی بلکہ آدمی ہی دُنیا کا ماخذ ہے اور آدمی ہی دُنیا کا روپ ہوکر پھیلا ہے جیسا کہ آفتاب دھوپ ہوکر پھیلا ہے ؞

(۲۳) اب ہم ان میں بھی غور کرتے ہیں کہ یہ حواس پنجگانہ جو دُنیا کے ماخذ ہیں اصل میں موجود ہیں یا کہ یہ بھی کوئی دوسرا ماخذ اپنا رکھتے ہیں۔ تو ادنےٰ غور سے دریافت ہو سکتا ہے کہ یہ بھی در اصل موجود نہیں ہیں۔ اِن کا ماخذ بھی من ہے ؞

(۳۴) کیونکہ جب من ہوتا ہے تب یہ پنجگانہ حواس بھی ہوتے ہیں۔ جب من نہیں ہوتا تو یہ بھی نہیں ہوتے۔ دیکھو جب نیند ہوتی ہے تو یہ سب حواس من میں اُسی طرح حذف ہو جاتے ہیں جس طرح سُورج کی کرنیں آفتاب کے غروب کے وقت آفتاب میں حذف ہو جاتی ہیں۔ جب دُنیا کے خصائل پنجگانہ کیا رنگ۔ کیا آواز۔ کیا ذائقہ۔ کیا بُو۔ کیا چھُوت نیند کے وقت حواسوں میں حذف ہو جاتے ہیں اور حواس من میں۔ تو معلوم ہُوا کہ سب دُنیا کا ماخذ اصل میں من ہے۔ اور من ہی پھیل کر حواس اور محسوسات رُوپ ہوکر دُنیا ہو جاتا ہے۔ بجز من کے کچھ بھی موجود نہیں ۔

(۳۵) جبکہ تمام دُنیا من ہی کا پھیلاؤ ہے اور من کی پھیلاوٹ واقع میں خیال ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ دُنیا خیالی ہے۔ بجز خواب و خیال دُنیا اصل میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ بلکہ من ہی حواس اور محسوسات ہوکر دُنیا بن جاتا ہے۔ اور اُس من ہی کے ایر پھیر میں آدمی پھنسا ہُوا برتاؤ کرتا ہے۔ اِس کے عجیب خواص زیرک آدمی کو خواب میں بخوبی تحقیق ہوتے ہیں کہ وہاں نہ تو رنگ رُوپ نہ آواز نہ ذائقہ نہ بُو نہ چھُوت کچھ بھی خارجی نہیں ہوتے ۔

(۳۶) لیکن یہ من جھٹ پٹ کیا آواز کیا رنگ کیا ذائقہ کیا بُو کیا چھُوت سب دم میں رچ لیتا ہے۔ اور اُس کے دریافت کے حواس کیا آنکھ۔ کیا ناک۔ کیا کان۔ کیا زبان۔ کیا گوشت پوست بلکہ تمام بدن بھی یہی بن جاتا ہے۔ اور پھر انہیں پنجگانہ خصائل کی ترکیب سے زمین و آسمان جو کچھ جسم اِس میں ہے سب بن جاتا ہے۔ اور اسی طرح اُس میں آدمی دیاکل ہوتا ہے جیسے یہاں جاگرت کی دُنیا میں دیاکل و حیران ہوتا ہے۔

(۳۷) اس وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کیا جاگرت کیا سوپن سب منو مئے
پرپنچ من کا ہی پسارا ہے۔ اور من ہی سب کا ماخذ ہے اور سب من
روپ ہے۔ اور من ہی خیال ہے اس لئے بھی دنیا خیالی ہے کچھ بھی ہستی
نہیں رکھتی۔ یوں ہی خواب و خیال کی طرح دکھائی دیتی ہے جیسے سراب
کا دریا بھی ضرور بضرور ہی۔ چلتا اور بہتا دور سے دکھائی دیتا ہے۔ اور
آدمی اچیر پانی اس میں غوطہ کھاتا ہے ؂

(۳۸) اب ہم یہ دریافت کرتے ہیں کہ آیا من بھی سب کا ماخذ سب
روپ اصل میں کچھ حقیقت رکھتا ہے یا کہ اس کا بھی کوئی ماخذ دوسرا
ہے۔ تو ادنیٰ غور سے دریافت ہو سکتا ہے کہ من بھی اصل میں کچھ حقیقت
نہیں رکھتا۔ اس کا ماخذ آتما ہے۔ کیونکہ آتما کے ہوتے ہی من بھی ہوتا
ہے۔ جب آتما نہیں ہوتا تو یہ من بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ غرق نیند میں
جب آتما اپنی ذاتی مہمان میں قائم ہوتا ہے تو من بھی اسی طرح آتما
میں حذف ہو جاتا ہے جس طرح کہ آفتاب میں اس کی کرنیں حذف ہو
جاتی ہیں ؂

(۳۹) اور جب آتما جاگرت سوپن میں ہوتا ہے تو یہ من اسی طرح
اس میں سے نکل آتا ہے۔ جیسا کہ سورج کی کرنیں بھی سورج سے
نکل آتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کیا دنیا کیا حواس کیا من سب
کا ماخذ در ماخذ جس کا دوسرا کوئی ماخذ نہیں آتما ہے۔ اور یہ سب
آتما کی شانیں آتم روپ ہیں۔ آتما ہی ہر شان میں آپ دیکھتا اور دکھائی دیتا
ہے بجز آتما کے کچھ بھی موجود نہیں۔ اور یہی واجب اور یہی برہم ہے
اور چونکہ سب مقصودات اسی کی شانیں ہیں یہی آپت کام اور یہی غنی ہے

(۴۰) اب سمجھو کہ من ایک خیال ہے کیونکہ جب من میں تموّج و تغیّر ہوتا ہے تو اسی کو خیال بولتے ہیں۔ اور جب بے خیالی ساکن ہوتا ہے تو اسی کو من بولتے ہیں۔ اصل میں فقط خیال ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خیال بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ ان ہوا ہوتا ہے۔ اِسی سبب سے جو چیزیں ان ہوئی دکھائی دیا کرتی ہیں اُسے ویوں ہی خیال سے ایسا تصدیق کیا کرتے ہیں ؎

(۴۱) دیکھ جب رسن میں سانپ اور صدف میں نقرہ کا وہم ہوتا ہے تو اصل میں رسن یا صدف موجود ہوتا ہے۔ مگر خیال سانپ یا نقرہ پر چڑھتا ہے اصل رسن اور صدف کا تصور نہیں کرتا بلکہ سانپ اور نقرہ کا تصور پکڑتا اور رسن اور صدف سے ایک ہوا سانپ اور نقرہ کو دکھاتا ہے۔ رسن اور صدف کو ڈھانپ لیتا ہے۔ اِسی سبب سے آدمی تصدیق کرتا ہے کہ یہ سانپ ہے۔ یہ نقرہ ہے ؎

(۴۲) یہاں مثال میں خیال جو سانپ و نقرہ کے تصور سے رسن اور صدف میں مرکوز ہوتا ہے اصل میں رسن اور صدف کا کچھ نقصان نہیں کر سکتا کیونکہ نقصان تو تب ہو اگر رسن متغیر ہوکر سانپ بن جاوے یا صدف بدل کر نقرہ ہو جاوے۔ حالانکہ رسن یا صدف جوں کا توں قائم رہتا ہے۔ لیکن محض خیال ہی بصورت سانپ اور نقرہ متخیل ہو رسن اور صدف میں مرکوز اسی کو سانپ اور نقرہ دکھاتا ہے ؎

(۴۳) چونکہ خیال اصل میں کچھ بود نہیں رکھتا بلکہ نابود ہوتا ہے۔ تو بھی جب وہ بصورت سانپ یا نقرہ رسن اور صدف سے ایک ہوتا ہے تو رسن یا صدف کی بود سے بود سا ہو جاتا ہے۔ نابود بود ہوا

دِکھائی دیتا ہے۔اِس لئے رسن اور صدف کی طرف اشارہ کرکے تصدیق کیا جاتا ہے "یہ سانپ یا نقرہ ہے"۔تو یہاں اِس اشارہ کا مشارٌ الیہ واقع میں رسن یا صدف ہے جو بُود محض ہے۔لیکن تصدیق اُس کی نابُود سانپ میں ہوتی ہے۔اسی کو سنسکرت میں وِورت واد (विवर्त वाद) بولتے ہیں +

(۴۴)اے یُوں سمجھو کہ جس طرح مثالِ بالا میں خیال مرکوز ہُوا سانپ اور نُقرہ کی صُورت میں بدلتا ہے۔اُسی طرح یہ خیال یا من بھی آتما میں مرکوز ہُوا دُنیا کی صُورت میں بدلتا ہے۔اور آتما کی بنیاد میں رہتا اُسی کی بُود سے بابُود ہُوا موجُود ہوتا ہے۔آتما جُوں کا تُوں قائم رہتا ہے کچھ تغیر نہیں پاتا کیونکہ جو متغیّر ہوتا ہے وُہ فانی ہوتا ہے "المتغیرُ حادثٌ"۔اگر آتما متغیر ہوکر دُنیا بن جاتا تو فانی ہوتا مگر وِورت واد میں جو وید وں کا سدھانت ہے آتما تو قیّوم رہتا ہے بدلتا نہیں۔خیال بدلتا ہے +

(۴۵)چُونکہ خیال واقع میں نابُود شئے محض نمُودی امر ہے اِس لئے آتما کی صفت نہیں۔اور نہ اُس میں عارض ہے۔اِس لئے آتما خیال سے مُتّصف بھی نہیں۔اور نہ اُس میں معرُوض ہے بلکہ جس طرح مثالِ بالا میں سانپ کا تصوّر معدومی المعلُوم ہے اُسی طرح یہ خیال یا من بھی محض معدُومی المعلُوم ہے جسے سنسکرت میں کلپت اور متھیا بولتے ہیں۔ اور جس طرح تصوّرِ سانپ کا رسن محل ہے اُسی طرح اِس خیال کا بھی آتما محل ہے۔تو بھی جس طرح سانپ کے تصوّر کا محل رسن اُس سے چھُوٹ نہیں پاتا اُسی طرح آتما بھی خیال سے چھُوٹ نہیں پاتا بلکہ جُوں کا تُوں پاک رہتا ہے +

(۴۶) اب یوں سمجھو کہ دُنیا کے تصوّر میں اس خیال کا دوگانہ تموّج ہے پہلا تموّج تو اُس کا پیدائشِ عنصر و عنصریات اور انسان ہے۔لیکن جب انسان کا ظہور ہُوا تو یہی خیال اُس کے دِلِ صنوبری میں متعلق ہُوا دُوسرا تموّج بصُورتِ دُنیا مارتا ہے جیسا کہ خواب میں بخوبی مُشاہدہ ہوتا ہے۔مگر جب یہ حواسوں کے راستے سے پھیلنا اپنے پہلے تموّج کی دُنیا میں اُسی صُورت میں متموّج ہوتا ہے تو دُنیا کو ڈبل (دوگنے) سنکلپ سے بناتا ہے۔اور آدمی کی دِید کا باعث ہوتا ہے۔اِس طرح ایشور کرت اور جیو کرت سرشٹی سے ڈبل (دوگن) بنی ہُوئی دُنیا ست دِکھائی دیتی ہے۔اصل میں خیالی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔بلکہ فقط نمودی ہے کچھ بھی نود نہیں +

(۴۷) اسی خیال کو پہلے تموّج کے اعتبار سے مایا بولتے ہیں۔اور اِسی خیال کو دُوسرے تموّج کے اعتبار سے مَن بولتے ہیں۔حقیقت میں دونوں ایک ہیں + آدمی کے دِل کے علاقہ کے سبب اور قیدِ محل کے سبب مَن تو مختصر اور اَست کام اَست سنکلپ ہے۔اور مایا مختصر نہیں۔بلکہ لامُنتہی ہے اور نیز ست سنکلپ ست کام ہے۔اِس لئے فرق ہے۔ وُہی آتما جو مایا کا محل اور اُس میں منعکس ہوتا ہے بہ حیثیتِ مجمُوعی ایشور کہلاتا ہے۔اور وُہی آتما مَن کا محل اور اُس میں منعکس ہوتا بحیثیت مجموعی جیوُ کہلاتا ہے +

(۴۸) لیکن جب مایا اور مَن کو نفی کرکے فقط قدّوس آتما کی تصدیق و دریافت ہوتی ہے تو اُسی کو برہم بولتے ہیں۔ اسی طرح باعتبارِ مظہر مایا یہی آتما ایشور کہلاتا ہے۔اور باعتبارِ مظہرِ من یہی آتما جیو کہلاتا

ہے۔ اور بغیر اعتبارِ مظہرات اپنی ذات کے لحاظ سے یہی برہم کہلاتا ہے۔
اس طرح ایک ہی آتما تین سا ہو گیا ہے۔ مگر تین نہیں ہُوا اصل
میں ایک ہی ہے ۔

(۴۹) جب معلوم ہُوا کہ کیا من کیا مایا سب واقع میں خیال ہے (لیکن
خدائی خیال کا نام مایا ہے۔ اور انسانی خیال کا نام من ہے) تو کیا مایا
رچت کیا منورچت سب چیزیں خیالی ہیں اور ماخذ و محل اُن کا آتما برہم
ہے۔ مگر دُنیا مایا اور من سے رچت ڈبل خیال سے بنائی گئی ہے اس
لئے مبتدی کو ست معلوم ہوتی ہے ۔

(۵۰) جب یہ آدمی سو جاتا ہے تو اُس کے خیال کی دُنیا رفع ہو
جاتی ہے۔ دماغ کے اندر ایک اپنے خیال کی اکہری دُنیا بنالیتا ہے ۔
چُونکہ یہ دُنیا تنہا خیال کی ہوتی ہے بے ترتیب و بے قاعدہ ہوتی ہے
کیونکہ آدمی کا خیال ہر آن میں بدلتا ہے اور علاوہ اس کے خیال
آدمی کا عملوں کی قید میں ہوتا ہے۔ جیسا اُس کے عمل خواب کے بھوگ
میں ہوتے ہیں ویسا خیال تصوّر و تصدیق میں اُٹھتا ہے ۔

(۵۱) جب یہ جاگتا ہے تو اُس کا خیال آنکھوں سے باہر نکلتا ہے اور
خدا کی خیالی رچت دُنیا میں پھیلتا ہے۔ جس طرح کی وہ ہوتی ہے اُسی طرح پر
تخیل کرتا اُسے ڈبل بناتا ہے۔ اور یہ ہم لکھ آئے ہیں کہ خدا کا خیال کلپ
تک ہوتا ہے اِس لئے خدا کی خیالی چیزیں دیرپا ہوتی ہیں۔ اور چُونکہ
اُس کا خیال پابندِ عدل ہے حکمت اور ترتیب سے اُسے رچتا ہے۔
انسان کا خیال جاگرت میں اُسی کے موافق ہوتا اُسے ست دیکھتا
ہے کیونکہ ایک تو وہ مایا کی پہلی تہ کے سبب سے بہ نسبت خواب

کے باترتیب و باحکمت ہوتا ہے۔ دوسرے جب یہ سو جاتا ہے تو اسکے
خیال کی تہ اُتر جاتی ہے۔ لیکن پہلے خیال کی صورتیں قائم رہتی ہیں
(۵۲) جب یہ نیند سے نکلتا ہے تو پھر خیال اُنہیں صورتوں پر
پڑتا اُنہیں کی شکل پر اُٹھتا اُسے ڈبل بنا لیتا ہے اور وہی دیکھتا ہوا
اُسے ست مانتا ہے۔ لیکن جس طرح پر نیند میں من کے دور ہونے سے
ایک تہ اُس کی دور ہو جاتی ہے اُسی طرح کلپ میں یا وقتِ معین
پر جو مقرر ہے پہلی تہیں بھی دور ہو جاتی ہیں۔ اِس لئے کیا من
کیا مایا خیال ہی اُس کا ماخذ ہے۔ اور خیال واقع میں آتما کی شان
یا سایہ ہے۔ اِس لئے آتما تمام مقصودوں اور مرادوں کا ماخذ ہے۔
لیکن مایا کی اوستھا میں تو ست سنکلپ ست کام ہوتا ہے کیونکہ یہاں
وہ دوسروں کے بھوگ کے لئے تو پابندِ عدل ہے۔ اور اپنے بھوگ
ایشوریہ کے لئے آزاد مختارِ مطلق ہے جیسا چاہتا ہے پاتا ہے ؛

(۵۳) یہی آتما دوسری پھیلاوٹ (من) میں آزاد مختار نہیں ہوتا کیونکہ
ہمیشہ بسبب اودیا اعمال کے بھوگوں کا مقید ہے۔ اِس لئے جو چاہتا
ہے نہیں پاتا ہے۔ دکھی ہوتا ہے۔ گو مایا اور من ایک ہی ہیں تو بھی
جھوٹ اودیا کے سبب سے مایا اِسی دلِ صنوبری میں اپنے کام کرتی
اُسے ڈھانپتی رہتی ہے جیسا دریا کا صاف پانی اُس کے کف اور
جھاگ میں ڈھانپا ہوتا ہے ؛

(۵۴) اِس لئے انسان قبل از موت اور معرفت اُسے نہیں پاتا۔ لیکن
جب پہلے معرفت سے اودیا کے حجاب کو دور کر سکے۔ اُس آتما کو جانتا
ہے جو سب کا ماخذ ہے اور ہر جا ہے۔ تو یہی مایا ہوتے سے مجبور محجوب

ہوتی ہیں اس کے سایہ کی طرح اُسے ملتی ہے۔ اور اُسی کے تابع ہوتی ہے اور جو چاہتا ہے ملتا ہے۔ اور وہ (خیال) چونکہ حکمت و ترتیب سے ہے اور جبتک چاہے قرار یاب ہوتا ہے گو خیالی ہے لیکن اس دُنیا سے بھی زیادہ سچ معلوم ہوتا ہے۔ یہی مقدّر ہوا ہے۔ اِسی سبب سے فقط آتما کی پہچان جو تمام مقصود کے حصُول میں موجب ہے ضروری ہے۔ اور اُسی کی پہچان سے تمام مطالب مُفت مل جاتے ہیں ÷

(۵۵) کیونکہ یہی آتما اصل میں پیارا ہے اِس لئے بیگانہ من کے یا مایا کے متوجّ کیا دُنیا کے بھوگ کیا برہم لوک کے بھوگ سب اسی کے سبب سے پیارے ہیں۔ اگر اس کے موافق نہ ہوں تو وہی نامرغوب ہو جاتے ہیں ÷ جب کہ تمام سے کھرا پیارا یہی آتما ہے اور دُوسرے بھی اِسی آتما کی پہچان سے مفت مل جاتے ہیں۔ تو انسان کو چاہیئے کہ آتما کو ہی جانے۔ اور اُسی میں پیار کرے۔ اور اُسی کی طلب کرے۔ بھوگ تو اسے سایہ کی طرح حاصل ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب سے پچھلے برہمن آتما کو جان کر دُنیا کے بھوگوں سے اُپرام ہوتے سنّیاس لیتے تھے

(۵۶) کیا یہ سچ نہیں جو چراغ حاصل کرتا ہے واقع میں تمام روشنی کو حاصل کرتا ہے۔ یا آفتاب کو پاتا ہے تو سارے دنوں اور سالوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کیا روشنی کیا دن کیا سال کیا ماد سب کا ماخذ آفتاب ہے؟ لیکن وہ جو ایک مختصر کرن کو چاہتا ہے اور پاتا ہے وہ دوسری کرنوں کا مالک نہیں ہو جاتا۔ اور وہ بھی اُس کی ابدی شکست نہیں ہو جاتی ÷

(۵۷) اسی طرح انسان بھی عمل کرکے بغیر آتما کی پہچان کے کسی ایک

مقصودِ دُنیا یا آخرت کو حاصل کرتا ہے تو دُوسری مُرادوں یا مقصودوں کا
مالک نہیں ہو جاتا - اور یہ بھی اُس کی ابدی ملکیت میں نہیں آجاتا
کیونکہ بناوٹی آخر دُور ہو جاتا ہے - لیکن وہ جو اس آتما کو پا جاتا ہے
جو ماخذ تمام مقصودوں کا ہے - سچ مُچ تمام مقصودوں کا وارث اور مالک
ہوتا ہے - خود جیسے ابدی زندہ ہوتا ہے ویسے اُس کی کامیابی بھی
ابدی ہوتی ہے ٭

(۵۸) اے عزیزو! یہ باتیں ہماری کپول کلپنا نہیں بلکہ سچ مُچ ہیں -
بھروسہ کرو اپنے آتما کو پہچانو اور اُسی میں غور کرو اور اُسی کو پاؤ - کہ
یہی سب نعمتوں کا خزانہ ہے - اگر ہمارے پر بھروسہ نہیں تو ہم اِسکی
تصدیق ویدوں سے دیتے ہیں - کان دھر سُنو کہ پچھلے برہمن کس طرح
اسی کو جانتے ہوئے سنّیاس لیتے تھے اور کس طرح اس کی پہچان
میں کامیاب ہوتے تھے ٭

(۵۹) ہم سُنتے ہیں کہ یاگیہ ولک مُنی کے ہاں دو عورتیں تھیں - ایک کا
نام میتری دُوسری کا نام کاتیائنی تھا - کاتیائنی برہمنی تھی - یہ کاتیائنی
برہمنی اپنی قبیلہ داری کی دانائی میں بڑی دانا تھی اور دُنیا کا علم بخوبی
جانتی تھی جیسا کہ اچھی عورتوں کا قاعدہ ہے - لیکن دُوسری میتری برہمنی
علاوہ اُسکے آتما کی پہچان کی بھی خواہش مند تھی اور محبت پیار سے
خوش گُزران کرتی تھی ٭

(۶۰) ہم یہ بھی سُنتے ہیں کہ یاگیہ ولک مُنی کے پاس بہت دولت جمع

٭ دیکھو برہدار نیک اُپنشد ادھیائے چوتھا براہمن پانچواں - یہی کہانی اسی اُپنشد کے
ادھیائے دُوسرے براہمن چوتھے میں ہے - وہ شروع اس کتھا کا ہے ٭

تھی کیونکہ علاوہ راجہ جنک کے سب راجا اُسے دولت دیتے اور اُس سے رُوحانی نعمتیں پاتے تھے۔ جب یہ مُنی بوڑھا ہُوا تو اُس نے سنیاس لینا یعنی دُنیا کا ترک کرنا چاہا کیونکہ وُہ جو اپنی آتما کی پہچان رکھتے ہیں بھوگوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ مثل سایہ کے جھوٹا جانتے ہیں۔ اُنہیں ترک کرنا کچھ مشکل نہیں ہوتا۔ جب یہ ارادہ مُنی کا پختہ ہُوا تو اُسنے اپنی برہمنی میتری کو بُلایا کہ اری میتری! مَیں اب یہاں سے چلنے کو تیار ہُوں پھر نہیں آؤں گا۔ آؤ تاکہ یہ دولت تُم دونوں کو اپنے رُوبرُو تقسیم کردُوں ؛

(۱۳) میتری بولی کہ مہاراج! کیا مَیں اِس دولت کا حصہ پاکر ابدی زندہ ہو جاؤں گی؟ فرمایا۔ اری! نہیں۔ اُسی طرح زندگی کروگی جیسے کہ دولتمند خوش گذران کرتے ہیں۔ وُہ بولی کیا اگر اِس سے زیادہ ملے تو ابدی زندہ ہو جاؤں گی؟ فرمایا کہ اری! نہیں۔ اگر تمام زمین بھی دولت سے پُر ہو جاوے اور تجھے ملے تو بھی ابدی زندگی نہیں ملے گی۔ اُسی طرح زندگی کروگی جیسا کہ دولتمند کرتے ہیں۔ دولت سے ابدی زندگی کی اُمید مت کرو۔

(۱۴) تب میتری بولی جب کہ دولت سے مجھے ابدی زندگی کی اُمید نہیں ہے تو مَیں دولت کا حصہ لے کر کیا کرونگی؟ سب کا تیاگی کو چھوڑ دو۔ مجھے تو اپنی اُس دولت کا حصہ دو جسے پاتے ہُوئے مَیں ابدی زندگی پاؤں اور جسے آپ پاکر یہ دولت یُوں ہی جھوٹ سے جانتے ہو اور ہیچ جانتے ہو۔

(۱۵) تب یاگیہ ولک بولا۔ اے پیاری! تُونے عمدہ کہا اور اچھا مانگا۔ تُو پہلے بھی مجھے اسی سبب سے خوش اور پیاری لگتی تھی۔ اب میرے نزدیک

آؤ میں تجھے ابدی زندگی کی تعلیم دیتا ہوں۔ اچھی طرح دل لگا کر اس دولت کو لو جس کو میں پاکر یہ دنیا کی دولت ہیچ گندگی کی طرح چھوڑتا ہوں۔ جو کچھ میں سکھاؤں اُس میں ندوھیاسن (निदिध्यासन) کرنا +

(۶۴) پھر رشی نے اُسے یُوں سکھایا۔ اری پیاری! خاوند کے لئے خاوند پیارا نہیں ہوتا اپنے لئے خاوند بھی پیارا ہوتا ہے۔ اری پیاری! عورت بھی عورت کے لئے پیاری نہیں ہوتی اپنے لئے عورت بھی پیاری ہوتی ہے +

(۶۵) اری پیاری! اولاد بھی اولاد کے لئے پیاری نہیں ہوتی۔ اپنے لئے اولاد بھی پیاری ہوتی ہے۔ اری پیاری! دولت بھی دولت کے لئے پیاری نہیں ہوتی۔ اپنے لئے دولت بھی پیاری ہوتی ہے +

(۶۶) اری میتری! برہم دھرم بھی برہم دھرم کے لئے پیارا نہیں ہوتا بلکہ اپنے لئے برہم دھرم بھی پیارا لگتا ہے۔ اری پیاری! کھشتر دھرم بھی کھشتر دھرم کے لئے پیارا نہیں بلکہ اپنے لئے کھشتر دھرم بھی پیارا ہوتا ہے +

(۶۷) اری میتری! لوک بھی لوکوں کے لئے پیارا نہیں لگتا بلکہ اپنے لئے لوک بھی پیارا ہوتا ہے۔ اری پیاری! دیوتا بھی دیوتا کے لئے پیارے نہیں ہوتے اپنے لئے دیوتا بھی پیارے ہوتے ہیں +

(۶۸) اری میتری! عُنصر بھی عُنصر کے لئے پیارا نہیں ہوتا اپنے لئے عُنصر بھی پیارا ہوتا ہے۔ اری! بدن کے لئے بدن بھی پیارا نہیں بلکہ اپنے لئے بدن بھی پیارا ہے + بہت کیا کہوں من اندری کیا بیرونی کیا درونی سب سب کے لئے پیارے نہیں۔ بلکہ سب آتما کے لئے پیارے ہیں +

(۶۹) اس لئے آتما ہی درحقیقت سب سے پیارا ہے۔ اور یہی ابدی

زندگی ہے۔اور اسی کے پیچھے سب بیارے ہیں۔ اور اسی کی سب شاخیں اور سایہ ہیں۔اسی کو پاکر ابدی زندگی پاتے ہیں۔اسی کے طفیل سب مقصود سب نعمتیں تمنت مثل سایہ کے مل جاتی ہیں۔ اری! یہی آتما دیکھنا چاہیئے۔اسی کو سُننا چاہیئے۔اسی کو منن کرنا چاہیئے۔اسی کو ندھیدھیاسن کرنا چاہیئے۔

(۷۰) اری میتری! آتما کے دیکھنے سُننے اور پہچاننے سے سب دیکھے سُنے پہچانے جاتے ہیں۔آتما کے پائے سب پائے جاتے ہیں جس طرح آفتاب پایا تو دھوپ خود بخود مل جاتی ہے۔یا چراغ پایا تو روشنی خود بخود ملجاتی ہے۔

(۷۱) ایسے برہم (برہمن) کو بھی دور کرو جو آتما سے غیر برہم کو جانتا ہے۔ ایسے کھشتر کو بھی دور کرو جو آتما سے غیر کھشتر کو جانتا ہے۔ ایسے لوکوں کو بھی دور کرو جو لوک کو آتما سے غیر جانتا ہے۔

(۷۲) ایسے دیوتاؤں کو بھی دور کرو جو آتما سے غیر دیوتا کو جانتا ہے۔ ایسے عنصروں کو بھی دور کرو جو آتما سے غیر عنصروں کو جانتے ہیں۔بلکہ اُن سب کو دور کرو جو سب کو آتما سے جدا جانتا ہے۔اے پیاری! یہ برہم یہ کھشتریہ لوک یہ دیوتا یہ عنصر یہ بدن یہ سب کیا دُرونی۔کیا بیرونی کیا یہاں کیا وہاں۔ سب کا سب آتما ہے۔ جیسا کیا اِدھر کی دھوپ کیا اُدھر کی دھوپ کیا داہنے کیا بائیں کیا نیچے کیا اُوپر سب کی سب دھوپ سورج ہے اسی طرح کیا برہم کیا کھشتر کیا لوک کیا پرلوک کیا دیوتا کیا مالک کیا عنصر کیا عنصریات کیا بدن کیا بدنی۔کیا روح کیا روحانی سب کے سب یہی آتما ہے۔

(۷۳) اری پیاری! جس طرح یہ سب آتما کی شاخیں آتم روپ ہیں اُس کی

شائیں تجھ سے سُن - جیسے یہ سب آتما ہے میں تجھ کو بتلاتا ہُوں - مثلاً ایک نقارہ بجاتے ہیں تو اُس میں جو زیر و بم راگنی نکلتی ہیں سب اسی نقارے کی آواز کی شاخیں ہوتی ہیں - یا جیسے ایک نرسنگھا پھونکتے ہیں تو اُس میں سے جو زیر و بم راگنی نکلتی ہیں سب نرسنگھے کی آواز کی شاخیں ہوتی ہیں - یا جس طرح بینا بجاتے ہیں تو سب راگنی جو بینا سے نکلتی ہیں سبھی بینا کی آواز کی شاخیں ہوتی ہیں - اسی طرح یہ سب اِسی آتما کی شاخیں ہیں +

(۷ - ۴) اری میتری! جس طرح نقارہ یا طبلہ کی آواز کی پہچان سے سب زیر و بم اُس کے پہچانے جاتے ہیں اور اُسی کے پائے سب خود بخود پائے جاتے ہیں - یا جس طرح نرسنگھا کے شور کے پہچاننے سے اُس کے زیر و بم خود بخود پہچانے جاتے ہیں اور اُس کے پائے سب پائے جاتے ہیں - یا جس طرح بینا کی آواز کے پہچاننے سے سب راگنی خود بخود پہچانی جاتی ہیں اور اُس کے پائے سب پائی جاتی ہیں - اُسی طرح اس آتما کے پہچاننے سے سب پہچانے جاتے ہیں اور اس آتما کے پائے سب پائے جاتے ہیں +

(۷ - ۵) اری میتری! اسی آتما کو جان - اِسی کو پہچان - اِسی کو پا - اِسی کے جاننے سے سب جانے جاوینگے - اسی کی پہچان سے سب پہچانے جاوینگے - اسی کے پانے سے سب پائے جاوینگے - یہی ابدی زندگی ہے - یہی ابدی دولت ہے - یہی سب کا اصل ہے +

(۷ - ۶) جس طرح جلتی آگ میں دُھواں - چنگاریاں اور شعاعیں جُدا جُدا ہُوئی اُٹھتی ہیں - اری! اسی طرح اِس آتما سے کیا رِگ وید کیا یجر وید کیا سام وید کیا اتھرو وید سب کے سب مثل سانسوں کے خود بخود اُٹھتے ہیں - اری پیاری! جس طرح آدمی آسان سانس لیتا ہے - اسی طرح خود

بجُز اس مہان آتما سے یہ وید اُٹھتے ہیں۔ بلکہ کہانیاں پُوران اُپنشدیں۔ شلوک سُوتر تفسیریں جو کچھ حکمتیں ہیں کیا آسمانی کیا انسانی سب اِسی کی شاخیں ہیں اور اِسی کے سانس ہیں ÷

(۷۷) اری پیاری! دیکھ جیسے تمام ندیوں کا ایک سمندر ماخذ ہے اسی طرح تمام گرم و سرد وستُوؤں کا ایک گوشت پوست ہی ماخذ ہے جسے توچا بولتے ہیں۔ اور تمام ذائقوں کا کیا میٹھا کیا پھیکا ایک زبان ہی ماخذ ہے۔ اور تمام رنگ کیا نیلا کیا پیلا سب کی ایک آنکھ ہی ماخذ ہے۔ تمام بُو کیا خوش کیا بد سب کا ایک ناک ہی ماخذ ہے۔ اور تمام آواز کیا خوش کیا ناخوش سب کا ایک کان ہی ماخذ ہے۔ اور تمام سنکلپ کیا نیک کیا بد سب کا ایک من ہی ماخذ ہے ÷

(۷۸) اسی طرح سب علوم کیا حکمتیں کیا معرفتیں سب کا ماخذ ایک عقل ہی ہے۔ اور تمام عمل کیا گرفت کیا ترک سب کا ایک ہاتھ ہی ماخذ ہے۔ اور تمام آنند کیا درُونی کیا بیرُونی سب کی ایک اُپستھ ہی ماخذ ہے۔ اسی طرح سب وضعیات کا کیا نیک کیا بد قوتِ دافعہ ہی ماخذ ہے۔ اور سب رفتاروں کا کیا جانا کیا آنا ایک پاؤں ہی ماخذ ہے۔ اسی طرح سب ویدوں کا کیا رِگ کیا یجُر کیا سام کیا اتھروَ ایک کلام ہی ماخذ ہے۔ اور یہ سب ماخذ بھی اُنہیں کی طرح اس آتما سے نکلے ہیں۔ اور سب ماخذوں کا ماخذ یہی آتما ہے ÷

(۷۹) اری پیاری! جس طرح ایک نمک کا ڈلا ہی حل ہوکر سمندر ہو رہا ہے اور پانی دکھائی دیتا ہے اسی طرح یہی دُنیا رُوپ ہوکر دنیا دکھائی دیتا ہے۔ تو بھی جب سمندر کا پانی کچھ لے کر چکھتے ہیں تو نمک

ہی معلوم ہوتا ہے۔ اِسی طرح اس دنیا میں جس کو لے کر دریافت کرو۔ یہی ست چت آنند آتما ہی پہچانا جاتا ہے۔ یہی آتما سب کی زندگی سب میں اسی طرح ویاپک ہے جس طرح نمک کا ڈلا پانی میں حل ہوا پانی رُوپ ہو رہا ہے۔ اسی کے سبب سب زندہ اور ہست ہو رہے ہیں۔

(۸۰) اری پیاری! جس طرح پانی سے اگر نمک کو کسی حکمت سے نکال لیں تو پھر باقی پھیکا پانی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب یہ سب کی زندگی ان عنصروں سے اُٹھتی ہے تو وہیں یہ فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ (آتما) پریت نہیں ہو جاتا۔ انجان اسے پریت سمجھ کر بھرکرم کرتے ہیں۔ ایسا میں کہتا ہوں۔ اری برہمنی! یقین کر۔ اِس طرح یاگیہ ولک نے فرمایا۔

(۸۱) تب میتری بولی۔ اجی مہاراج! کیوں مجھے حیران کرتے ہو۔ جو آپ رِشی مُنی ہوکر کہتے ہیں کہ بعد موت یہ پریت نہیں ہو جاتا۔ تب مُنی جی نے فرمایا اری پیاری! میں حیران نہیں کرتا بلکہ سچ کہتا ہوں۔ یہی جاننا معرفت ہے اور یہی کافی ہے۔ اس کی پہچان کے لئے یہی بہت ہے۔

(۸۲) کیونکہ بیگانوں میں آیا یہ بیگانہ سا ہو جاتا ہے۔ دیوتا میں آیا دیوتا۔ انسان میں آیا انسان۔ حیوان میں حیوان۔ لیکن جب ان سب کو چھوڑ دیتا ہے تب یگانہ ہوتا ہے۔ پریت نہیں ہو جاتا۔ پریت بھی تب ہی ہوتا ہے جب یہ بدن کو چھوڑتا پران نہیں چھوڑتا۔ جب پران بھی چھوڑتا ہے اور اپنی مہان میں قائم ہوتا ہے تو پاک قدوس ہوتا ہے۔

(۸۳) جہاں یہ اُن میں دو سا ہوتا ہے۔ تو بیگانہ بیگانہ کو دیکھتا ہے۔ بیگانہ بیگانہ کو سونگھتا ہے۔ بیگانہ بیگانہ کو چکھتا ہے۔ بیگانہ بیگانہ سے بات چیت کرتا ہے اور بیگانہ بیگانہ کو جانتا ہے۔ جہاں پھر یہ آتما

ہو جاتا ہے تو یگانہ ہوتا ہے۔ پھر کون کِسکو دیکھے ؟ کون کسکو سُونگھے؟ کون کسکو سُنے ؟ کون کس کو جانے ؟ کون کِس کو سوچے ؟ اری! جس سے یہ تمام جانتے ہیں اُسے کون جانے ؟ اری! جس سے یہ تمام دیکھتے ہیں اُسے کون دیکھے ؟ اری! جس سے یہ تمام سمجھتے ہیں اُسے کون سمجھے ؟ اری! جاننے والے کو کون جانے ؟ اری! سب کے دیکھنے والے کو کون دیکھے ؟ یہی تیرا آتما ہے اور یہی تُو ہے۔ ایسا معلوم کراکر رِشی جی چلدیئے اور قبیلداری چھوڑ گئے ÷

(۸۴) اِس داستان کا مختصر نتیجہ یہ ہے کہ اکیلا آتما ست ہے۔ کیا دُنیا کیا آخرت سب اُس کا سایہ یا پرتود ہے۔ اُسی کو مایا بھی بولتے ہیں اور سب چیزیں کیا لوک کیا پرلوک کیا خواب اسی کی بنی ہُوئی ہیں۔ جو کوئی اِس آتما کو جو اصل ہے پہچانتا اور پاتا ہے سایہ تو اصل کے تابع ہے خود بخود ملجاتا ہے۔ اور یہی اصل جو آتما ہے باقی ہے اور ابدی زندگی ہے۔ اِس میں خودی جب ہوتی ہے تو ابدی زندگی پاتا ہے اور سایہ تو بدلتا رہتا ہے باقی نہیں بلکہ فنا ہو جاتا ہے۔ اِس لئے بدن جو سایہ کا بنا ہُوا ہے اوِدیا سے اُس میں طبعی خودی ہو رہی ہے اور اُس کی موت سے اپنی موت یقین کرتا ہے ÷

(۸۵) لیکن جب عرفان سے بدن کو بیگانہ بلکہ سایہ جانتا ہے اور آتما میں خودی حقیقی پاتا ہے تو ابدی زندگی پاتا ہے۔ اور اس بدن کے دُور ہونے پر برہم لوک کے بھوگ مثل سایہ کے مُفت ملجاتے ہیں۔ پر وہ جو اپنے آتما کو نہیں جانتے بلکہ بدن میں خودی کا تصوّر کرتے ہیں انجان ہیں۔ اور نیز بدن کے مرنے سے مرتے اور

اُس کے جنم سے چھٹتے ہیں۔ اس لئے میتری کے سوال پر کہ مجھے ابدی زندگی
دوّ رشی نے آتما کی تعلیم دی جس سے میتری نے ابدی زندگی پائی۔
اب بھی جو کوئی آتما کو اِس طرح پہچانتا ہے کہ "مَیں تو بدن نہیں
بلکہ پُورن سچدانند آتما ہُوں اور سب بھری شانیں میرے ساتھ ہیں"
اُسی طرح ابدی زندگی پاتا ہے جیسے میتری نے پائی ٭

(۸۶) پھر چُونکہ سب مقصُود اور سب مُرادیں مثل سایہ کے ہیں۔ اور
سایہ کا یہ قاعدہ ہے کہ جو کوئی اپنے سایہ کو پکڑنا چاہتا ہے اور
اُس کے پکڑنے کو اُس کی طرف دوڑتا ہے تو سایہ بھی اُس سے
آگے بھاگتا جاتا ہے ہاتھ نہیں آتا۔ مگر وُہ جو اُسے نہیں چاہتا۔
جدھر جاتا ہے سایہ خود بخود اُسی کے ساتھ ساتھ پیچھے لگ جاتا ہے ٭

(۸۷) اسی طرح انجان آدمی مختصر بدن میں خودی کا تصوّر کرتا ہُوا
دولت اور بھوگوں کو جو آتما کا سایہ ہیں طلب کرتا اُنہیں لینا چاہتا ہے
اور اُن کی طرف دوڑتا ہے۔ لیکن چُونکہ وُہ اُسی کا سایہ ہے۔ اُس
سے چڑھ کر دوڑتا ہے۔ ہاتھ نہیں آتا۔ بلکہ اُسی قدر ملتا ہے جسقدر
کو اُس کے پاؤں تلے علاقہ رکھتا ہے عملوں کے سبب جو بھوگ
طلب کرتے ہیں اُسی قدر پاتے ہیں جو اُنکے عمل کے تحت میں ہیں
کُل نہیں مِل جاتے ٭

(۸۸) مگر وُہ جو آتما کو اصل جانتا ہے۔ اور اُس میں خودی اصلی پا
جاتا ہے۔ اور متدُوجی سایہ کو ہیچ جانتا اُس کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ
تیاپاس کرتا ہے۔ تو سب چیزیں سب بھوگ مثل سایہ کے اُس کے
پیچھے دوڑتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتا مگر وُہ خود بخود حاضر ہوتے ہیں۔

کیونکہ سایہ بغیر اصل کے کہاں رہے۔ کہاں جاوے۔ اِس طرح عارف نہیں بھی چاہتا تو بھی بغیر طلب مُفت بھوگ ملتے ہیں ÷

(۸۹) ہرچند جب تک سایہ سا بدن قائم رہتا ہے عملی علاقہ سے مختصر بھوگ اُسی قدر ملتے ہیں جس قدر کہ عملوں کے ماتحت ہیں۔ جب یہ بدن چھوٹتا ہے تو عملی علاقہ بھی دُور ہو جاتا ہے۔ برہم لوک کے بھوگ اُسکے پیچھے خود بخود پڑتے ہیں۔ ست سنکلپ ست کام ہوتا ہے ÷

(۹۰) یہی سبب تھا کہ میتری نے دولت کا حصّہ نہ لیا۔ ابدی زندگی کا حصّہ طلب کیا کیونکہ یہ چیزیں تو خود بخود سایہ کی طرح آتما کے ساتھ رُونگٹے چھُوتے میں مِل جاتی ہیں۔ اور یہی سبب تھا کہ یاگیہ ولک مُنی نے باوجود کثیر دولت کی موجودگی کے اُن سب کو یُوں چھوڑ دیا جیسا کہ کوئی گھر کا میلا باہر پھینک دیتا ہے ÷

(۹۱) اَے عزیزو! ہندوستان میں عورتیں مثل میتری کے تھیں کہ پوچ دُنیا اور ہیچ دولت کی طرف نگاہ نہیں کرتی تھیں۔ تُم تو ہند کے مرد ہو۔ پھر کیوں رات دن دُنیا کی ترقی اور دولت کمانے میں اپنی خبر بھی نہیں رکھتے؟ لڑکپن میں مغربی زُبان کی تعلیم پانے اور دُنیا کے قانُون و عِلم کے پاس کرنے میں سعی کرتے ہو۔ پھر جوانی میں دولت کمانے اور بھوگوں کے بھوگ میں عُمرِ عزیز کو کھو دیتے ہو۔ افسوس کہ مُفت عُمرِ عزیز کو ضایع کرتے ہو ÷

(۹۲) عُمر بھی کھوتے ہو۔ تمام مقصُود بھی نہیں مِلتے بلکہ اُسی قدر جو نصیب میں ہیں (کیونکہ وُہ تو تُمہارا سایہ ہیں۔ اُس کی طرف دوڑو گے تو وُہ تُم سے پہلے دوڑ جائیگا۔ ہاتھ نہیں آسکتا بلکہ اُسی قدر جو

تمہارے پاؤں تلے ہے۔ عجیب حماقت ہے کہ وہ سامنے بھاگا جاتا ہے اور تم اسکے پیچھے پڑتے ہو۔ آخر سایہ نہیں تھکے گا۔ تم ہی تھک کر گر جاؤگے۔ جب موت ہوئی بی۔اے پاس کہاں اور وہ تحصیلداری اور ایکسٹرا اسسٹنٹی کی امیدیں کہاں؟ پھر جنم مرن سنسار موجود ہے کبھی گدھے ہوئے لدے جاؤگے۔ کہیں بیل کے جنم میں مار کھاؤ گے۔ کیوں نہیں ابھی سنبھلتے ہو؟ آؤ میری سنو ؀

(۹۳) اس لالچ کو چھوڑو۔ اپنے آتما میں لگو۔ جوں جوں تم ان مطلوبات کو چھوڑوگے توں توں تمہارے پاس آوینگے۔ اسی سبب سے کہا ہے اور یہ کسی کا قول سچ بھی ہے کہ "ان مانگے موتی ملیں مانگے ملے نہ بھیک" تمہیں چاہیئے اصل کو پاؤ۔ نقل تو خود ساتھ ہے۔ ری اودیا! تیرا ستیاناس۔ تو کیوں ہمارے دیش میں آگئی؟ اور آریہ بھائی جو رشیوں منیوں کے فرزند ہیں کیوں انہیں دبا لیا؟ ؀

(۹۴) الغرض یہ ہوا ہے کہ آریہ بھائی مغربی زبان کی تعلیم پاکر ویدوں کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں۔ اور نیا سماج بناکر اپنی کپول کلپنا سے بھگتی کرتے ہیں جیسے مغربی بھی کرتے ہیں۔ دوسرے مقابلہ پر برہم سماج کرتے ہیں۔ جس طرح اندھیرے میں مرغ لڑتے ہیں اس طرح تکرار و جواب میں رسالہ چھاپتے ہیں۔ رشیوں منیوں پر نقصِ علم کا الزام لگاتے ہیں۔ اپنے آپ کو بی۔اے پاس کے سبب فخرمند سمجھتے ہیں حالانکہ کچھ نہیں جانتے۔

(۹۵) کیونکہ بدن کے سوائے کوئی آتما نہیں جانتے۔ جیسا کہ ویروچن نے سمجھ لیا تھا۔ اور اپنے بدن کی حفاظت اور بھوگوں کے لئے دنیا کی ترقی میں کوشش کرتے اپنے فکروں کے مطابق ترقی ملکی کے ارادے

کرتے ہیں۔ اور ہندی بھائیوں کو جاہل اور وحشی جانتے ہیں جیسے کہ مغربیوں کے خیال ہیں ؞

(۹۶) اے بھائیو! پہلے اپنے آپ کو پہچانو کہ تم کیا روپ ہو۔ جب تک کوئی اوّل اپنے آپ کا ہی علم نہیں رکھتا دوسرے کی کیا دریافت کرسکتا ہے۔ وہ جو اپنے آپ کی سمجھ نہیں رکھتا ہے باؤلا ہوتا ہے کیونکہ باؤلے کو یہی کہتے ہیں کہ وہ تو اپنے آپ کی بھی سُوجھ نہیں رکھتا۔ جبکہ تم اپنے آپ کی بھی سُوجھ نہیں رکھتے تو بی۔ اے۔ پاس کی تعلیم کے سبب سے عالم فاضل رشی مُنی نہیں ہو سکتے۔ پھر کیوں کر روحانی باتوں کی ترمیم کر سکتے ہو؟ اگر اس کی ترمیم نہیں کر سکتے تو آریہ سماج۔ برہم سماج اور گورو سنگھ سبھا نہیں تو اور کیا ہے۔

(۹۷) مَیں تمہاری منت کرتا ہوں۔ اِس قسم کی ترقیِ مُلک سے باز آؤ۔ پہلے اپنی شناخت کرو۔ طبعی باؤلے پن سے نکل آؤ۔ پھر دیکھو کس میں ملکی ترقی ہے۔ میرے بھائی! ایسا نہ ہو کہ میری نصیحت ناگوار لگے۔ اِس لیئے میں زیادہ نہیں کہتا۔ مطلب کی بات پر آتا ہوں کہ مایا ایک آتما کا سایہ ہے۔ اور سب مقصودات مایا سے یا ظلّی ہیں۔ آتما کے پانے سے سب مقصد مِل جاتے ہیں۔ اور اُن کو چھوڑنے سے وہ پیچھے پڑتے ہیں۔ اور اُن کی طلب سے وہ آگے بھاگتے ہیں۔ دانا اُن کی پرواہ نہیں کرتے ؞

(۹۸) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ جب مایا سایہ ہے اور اسکی دُنیا بھی مایا کا کاریہ یعنی ظلّی ہے تو جس طرح دھوپ بھی سُورج کا سایہ ہے اور طبعی طور پر اُس سے اُتری ہے اُسی طرح آتما

سے مایا بھی طبعی طور پر اُتری ہوگی۔ یا جیسے سورج اگر چاہے کہ اُس سے دُھوپ نہ اُٹھے اور ایسا ہو نہیں سکتا۔ تو اِسی طرح آتما بھی شاید مجبور ہوگا کہ اُس سے دُنیا ہوتی رہے اور وُہ اُس میں پھنسا رہے ؛ بلکہ مایا سایہ کی طرح اِس خیال سے بیان کی گئی ہے جیسے پرتوہ آفتاب یا سایۂ انسان آفتاب یا انسان کے سوائے کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اُسی کی شان وُہی رُوپ ہے ۔

(۹۹) لیکن مایا اُردو یا ایک تو بیشک مجبور کرتی ہے۔ جب اوُدیا جاتی ہے تو پھر تابع ہو جاتی ہے جیسے ایشور کے تابع ہوتی ہے۔ کیونکہ مایا خود بخود چیزیں نہیں بنا سکتی۔ جیسے ماٹی خود بخود چینی پیالہ نہیں بن جاتی بلکہ جیسا کُمہار چاہتا ہے ویسے ماٹی صُورت دھارن کرتی ہے۔ اسی طرح جیسے آتما چاہتا ہے ویسے مایا بھی چیزوں اور مقصودوں کی شان میں بدلتی ہے۔ یہ خیال کہ مایا خود بخود آتما کے بھوگ اور مُکتی کے لئے شانیں بدلتی ہے کپل مُنی کا خیال ہے جو ٹھیک نہیں۔ بلکہ وید کی شرتیوں کے خلاف ہے ۔

(۱۰۰) کیونکہ مایا اصل میں جڑھ ہے۔ جڑھ چیزیں خود بخود نہیں بدلتیں بلکہ اُن کے بدلانے اور بنانے کے لئے چیتن آتما ضروری ہے۔ آفتاب اور دُھوپ تو دونوں جڑھ ہیں اِس لئے آفتاب کے اختیار میں دُھوپ نہیں۔ آتما تو چیتن ہے۔ مایا اُس کے اختیار میں ہے۔ جس طرح وُہ چاہتا ہے اُسے ناچ نچاتا ہے۔ بیشک اُسی کی شان اُس سے کچھ علیحدہ وہ حقیقت نہیں رکھتی۔ تو بھی اُس کے اختیار میں ہے ۔

(۱۰۱) دیکھو انسان کی نشست برخاست یا چلنا پھرنا انسان کی شانیں ہیں۔

اُسکے سُروپ سے کچھ زائد چیز نہیں ہیں تاہم اُس کے اختیار میں ہیں۔ کیونکہ جب وہ چاہتا ہے تو اُٹھتا ہے۔جب وُہ چاہتا ہے تو بیٹھتا ہے۔ جب وُہ چاہتا ہے تو چلتا ہے۔جب وُہ چاہتا ہے تو نہیں چلتا۔کوئی نشست برخاست یا چلنا پھرنا اُسے مجبور نہیں کرتا اگرچہ اُسی کی شان اور اُسی کے پرتوے ہیں ٭

(۱۰۲) اِسی طرح مایا بھی گو وہ آتما کی شان آتما کا سایہ ہے تو بھی آتما کو مجبور نہیں کرتی بلکہ جس طرح وُہ چاہتا ہے اُسی طرح ناچتی ہے جیسے آدمی بھی جس طرح چاہے سایہ کو چلا سکتا ہے۔پھر کیونکر کپل مُنی کا خیال صحیح سمجھا جاوے؟ بلکہ شُرتیوں میں شروع پیدایش میں آتما کی خواست سُنتے ہیں کہ "اُس نے چاہا مَیں اکیلا ہُوں بہت ہو جاؤں"۔اور ایسا ہو گیا۔جبکہ شُرتی بھگوتی اشارہ کرتی ہے کہ شروع میں آتما کی مرضی کے مُوافق دُنیا پیدا ہوتی ہے تو کیونکر روا ہو سکتا ہے کہ طبعی طور پر اُس سے جگت پیدا ہوتا ہے ٭

(۱۰۳) پھر کیونکہ کناد اور اُس کے شاگرد اور آجکل سوامی دیانند اور اُس کے شاگرد خیال کرتے ہیں کہ سب چیز کے پرمانو یعنے چھوٹے چھوٹے ذرّے جن کے آگے جُزو نہیں ہو سکتے آتما کے ساتھ ہیں اور اُنہیں کی ترکیب سے وہ دُنیا بناتا ہے۔یہ بھی غلطی ہے کیونکہ اکیلا آتما جب کچھ بھی نہیں تھا اُس وقت اُس نے سب کچھ بنایا۔ایسا ویدوں میں سُنتے ہیں ٭

(۱۰۴) جبکہ ہم اُسے اُس وقت اکیلا اور یگانہ سُنتے ہیں تو کیونکر تصدیق کر سکتے ہیں کہ اُسکے ساتھ پرمانو بھی تھے؟ تو پھر وُہ اکیلا

یا یگانہ نہیں رہ سکتا کیونکہ شرتی تفصیل اور تاکید سے یقین دلاتی ہے کہ ایسا اکیلا تھا۔ کچھ بھی کلپ تک موجود نہ تھا۔ جبکہ شرتی شہادت دیتی ہے کہ کلپ تک بھی ساتھ نہ تھا۔ تو پرمانو وادی پرمانوؤں کو تو ممکن ست مانتا ہے۔ کلپ تک بھی نہیں مانتا۔ کیونکر اس وقت تصدیق کرتا ہے؟ بہرحال وید سے خلاف سب صاحب اپنی کپول کلپنا کرتے ہیں جو قبول کے قابل نہیں ؞

(۱۰۵) ان کے اعتراض کہ "جب وہ ایسا اکیلا تھا کیونکر اس نے خواہش کی۔ اور کیونکر اور کس مادہ اور کس آلات سے اس نے دنیا بنائی" نیز واجبی نہیں ہیں کیونکہ ہم اسے پرم قادرِ مطلق سنتے ہیں اور ہمہ داں جانتے ہیں ویدوں کے منتر تصدیق کرتے ہیں کہ وہ بغیر ہاتھوں کے پکڑتا ہے۔ بغیر پاؤں کے چلتا ہے۔ بغیر آنکھوں کے دیکھتا ہے۔ اور بغیر کانوں کے سنتا ہے ؞

(۱۰۶) اسی طرح وہ بغیر من کے سوچنا سمجھنا اچھا کرتا ہے۔ اور یہی اس کی شان اور مایا ہے۔ اور اسی مایا سے بغیر مادہ بغیر اوزار دنیا بناتا ہے بلکہ آپ ہی ہر شان میں آیا جلوہ گر ہوتا ہے۔ اسے پھر پرمانوؤں کی کیا احتیاج۔ اور اسے اوزاروں کی کیا ضرورت؟ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے۔ مختارِ مطلق ہے۔ آمین ؞

(۱۰۷) اکیلا ہے پر نانا روپ ہو جاتا ہے۔ یگانہ ہے پر بیگانہ ہو جاتا ہے ایک ہے پر بہت سا ہوتا ہے۔ کچھ مشکلات نہیں رکھتا۔ یہ بھی نہیں کہ مثل یقینِ کپل جی پرکرتی خود بخود دنیا بنتی ہے۔ بلکہ جس طرح ایک بڑا دانا انجنیئر عمارت بناتا اور کوٹھیوں اور عمارتوں کی بنیاد ڈالتا ہے

اسی طرح یہ آتما بھی سب کچھ کرتا ہُوا اکرتا ہے ؀

(۱۰۸) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ دانا انجنیر کو محتاج مادہ اور آلات ہے جب تک اُس (یگانہ) کے پاس سامان نہیں ہوتا تو وہ کیونکر انجنیر کی طرح دُنیا بنا سکتا ہے ؟ بلکہ جیسے صاف پانی میں بلونے کے سبب سے جھاگ بدبد شانیں نکلتی ہیں اُسی طرح صاف ساکن آتما میں ایک مایا کا جوش دُنیا بنتی ہے ؀

(۱۰۹) سچ تو یوں ہے کہ جس طرح ایک دانا جادوگر بغیر اوزار اور بغیر مادہ کے آسمان میں اُڑتا اور اُترآتا ہے مگر حقیقت میں نہیں اُڑتا اور نہیں اُترتا اِسی طرح یہ آتما بھی جادوگر کی طرح دُنیا بناتا ہے۔ اور واقع میں نہیں بناتا۔ اِسی سبب سے دُنیا اُس کا طلسم خانہ کہلاتا ہے۔ اور طلسم کو ہی سنسکرت میں مایا بولتے ہیں اور جادوگر کو مایاوی۔ اسی سبب سے وید کی شرتیاں فرماتی ہیں کہ مایا کو پرکرتی جانو اور مایاوی کو مہیشور مانو۔ اِس قسم کے منتروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی مایا ہی جو طلسم ہے دُنیا کا اُپادان ہے اور مایاوی جو اُس کی ذات ہے کرتا ہے۔ بس شان تو بدلتی ہے ذات یا شانی نہیں بدلتا۔ اور جس طرح وہ چاہتا ہے ہر شان میں آتا ہے۔ یہی سچ ہے۔ یہی وید کے مطابق ہے۔ جو کوئی اِس کے خلاف اعتقاد کرتا ہے مُشرک ہے اور توحید کی بُو بھی نہیں رکھتا ؀

(۱۱۰) مغربی لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ خدا نیستی سے ہست کرتا ہے یہ بھی ٹھیک نہیں۔ جو خود نیست ہے وہ ہست نہیں ہو سکتا۔ جو ہست ہے وہ نیست نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہو سکے تو نیست سے

سب کچھ پیدا ہو سکے۔ اور نیز بانجھ کا فرزند اور غول کی شاخ اور فتر یاب باری بھی ہو جاتا۔ اور یہ ممکن نہیں۔ اِس لئے اُن کا خیال بھی باطل ہے +

(۱۱) یہ بھی نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ وُہ غنی ہے۔ اُسے دُنیا کے بنانے کی کیا غرض ہے کیونکہ کوئی بھی کام جو بے مطلب ہوتا ہے۔ بے فائدہ ہوتا ہے۔ اور جو کوئی مطلب سے کام کرتا ہے وُہ غنی نہیں ہوتا؟ بلکہ یُوں سمجھو جیسے حسین معشوق اپنے حُسن میں غنی بھی ہو تو بھی آئینہ میں اپنا مُنہ دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ ویسے ہی یہاں پر بھی۔ پرماتما اپنے دیدار کے لئے دُنیا بناتا ہے +

(۱۲) کیونکہ جس طرح ایک حسین غنی کوٹھی بناتا ہے۔ اور اُس میں ایک کمرہ سنگار کا تعمیر کرتا ہے۔ اور اُس میں سنگار کی میز دھرتا ہے۔ اور اُس پر رُو نما آئینہ رکھتا ہے۔ اور اُس میں نظر کر کے اپنا دیدار کرتا آنندی ہوتا ہے۔ اِسی طرح پرماتما نے اپنے دیدار کے لئے زمین و آسمان ایک عمدہ کوٹھی بنائی ہے۔ اور یہ دُنیا ایک سنگار کا کمرہ تعمیر کیا ہے۔ اور زمین اُس میں سنگار کی میز کے موافق ہے۔ اور اُس پر انسان ایک آئینہ رُونما اُس کا دھرا گیا ہے۔ کیونکہ انسان کا بدن تو گویا بمنزلہ ایک آئینہ کی چوکھٹ (چوکھاٹ) کے ہے۔ اور اُس کا دل ایک شیشہ کا صافی ٹکڑہ اندر جڑا ہُوا ہے جس کے پیچھے اودیا کی قلعی لگائی گئی ہے۔ اُس میں وُہ بطریق عکس پرتوہ انداز ہُوا اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ یہی اُس کا وِلاس اور یہی اُس کی مرضی دُنیا کی پیدایش کی ہے۔ دُوسرا کچھ بھی مطلب نہیں +

(۱۱۳) جبکہ غنی بھی آئینہ دیکھتا ہے تو اپنے استغنا سے نہیں نکل جاتا ہے۔ اِسی طرح آتما بھی اپنے دیدار کے لئے انسان میں آیا اپنے استغنا سے نہیں نکل جاتا ہے۔ کیونکہ مُنہ بھی ایک قسم کا اپنا عُضو ہوتا ہے۔ جیسا وُہ بغیر وسیلۂ آئینہ نہیں دیدار دیتا اِسی طرح آتما بھی جو اپنی اصلی خودی ہے کیونکر دکھائی دے؟ کیونکہ لکھا ہے کہ جب یہ آتما ہی ہوتا ہے تو کس کو کون دیکھے؟ بلکہ جب یگانہ بیگانہ ہوتا ہے تو بیگانہ بیگانوں کو دیکھتا ہے ۔۔

(۱۱۴) اسی سبب سے مُنہ بھی کسی وجہ سے بطورِ مجاز یگانہ ہوتا ہے کیونکر وہ اپنے آپ کو دیکھے؟ بلکہ جب وُہ آئینہ میں آیا بیگانہ سا ہوتا ہے تو بیگانہ ہُوا بیگانہ کو دیکھتا ہے۔ اِس لئے آتما تو حقیقی یگانہ ہے کیونکر اپنے آپ کو دیکھے؟ اسی سبب سے اپنے دیدار کے لئے اپنی مایا سے وہ بھی دُنیا کی صُورت میں بیگانہ سا اور ست ساچِترا انسان کے آئینۂ دل میں اپنا جمال دیکھنے کو آیا ہے ۔۔

(۱۱۵) اپنے جمال کا دیدار تو دُنیا کے بنانے میں اصلی غرض ہے جو اُس کے استغنا میں فرق نہیں لاتی۔ لیکن بطریقِ مجاز دُوسرے کمالات کا بھی اظہار ہے جو دُنیا کی بناوٹ میں اُس کی عجیب کاریگری اور عجیب طلسم ثابت ہوتے ہیں۔ اِس لئے اپنے تمامی کمالات کا اظہار بھی دُنیا کا سبب ہے۔ جس طرح معشوق بھی جو خوبصورت ہوتا ہے چُھپا نہیں رہتا بلکہ پردوں اور جھروکوں سے نظر کرتا اپنا حُسن دکھاتا ہے۔ اسی طرح حسین آتما بھی جسکے جمال کی تجلّیات ہر جگہ چمکتی ہیں دُنیا کے پردہ میں جھانکی اور دیدار دیتا ہے ۔۔

۵ نہیں چھپتا مثالِ بُو چھپائے لاکھ پردوں میں
مزا پڑتا ہے جس گُل پیرہن کو بے حجابی کا

یہی اُس کا دیدار دینا دُنیا کے بنانے کی غرض ہے جو وجہی اُس پر پردہ بھی ہے کیونکہ جُوں جُوں پردہ میں جھانکی ہوتی ہے تُوں تُوں عشقِ عاشقاں بھڑکتا ہے۔ اِس طرح خود ہی عاشق خود ہی معشوق خود ہی پردہ ہوکر بہت رُوپ ہُوا دُنیا کی شان میں ظاہر ہُوا ہے +

(۱۱۶) پھر چونکہ دُنیا کے دیکھنے سے ایک ایک سے ایک ایک چیزیں (کیا لوک۔ کیا پرلوک۔ کیا سنسار۔ کیا دوزخ۔ کیا بہشت۔ کیا بند۔ کیا نجات سب میں) حکمتیں اور عجائبات پائے جاتے ہیں۔ کوئی بھی بے فائدہ یا عبث نہیں بلکہ ہر ایک اُس کے تمامی کمالات اور تمامی دانائی کا مظہر ہے۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مثل سایۂ آفتاب کے طبعی طور پر ظاہر ہُوا ہو؟ کیونکہ ہاتھ کی پانچ اُنگلی بنائی گئی ہیں؟۔ درمیانی اُنگلی بڑی۔ انگوٹھا اور چیچی (چھنگلی اُنگلی) سب سے چھوٹے اور ایسی وضع سے رکھے ہیں کہ اُسے چاہو مُشت کریں۔ چاہو کھول دیں۔ کسی چیز کو پکڑیں تو پکڑ سکتا ہے۔ کسی گرہ کو کھولنا چاہو تو ہاتھ سے کھول سکتے ہیں۔ دشمن کو مُکّا مارنا چاہیں تو مار سکتے ہیں۔ گرز کا کام دیتا ہے۔ لڑکے کو تعلیم ادب سکھانا چاہیں تو تھپڑ کا کام دیتا ہے۔ اور بھی بہت سی غرضیں اُس سے نکلتی ہیں جس کے اندیشہ میں تمام دُنیا کے حکیم دنگ ہیں +

(۱۱۷) بلکہ اگر تمام دُنیا کے حکیم ملکر اندیشہ کریں کہ اس وضع کے علاوہ کوئی دُوسری طرز ہاتھ کی بنائی جائے جس سے یہ سب کام بھی ہو سکیں تو ہرگز نہیں اندیشہ کرسکیں گے۔ اور اِسی طرح آنکھ کے

طبقے اور اُس کی بناوٹیں اور خاص پیشانی پھر اُن کا لگانا سوچیں تو عجیب دانائی نتائج حکمت بنانے والے کی دکھائی دیتی ہے۔ اور ایک ایک عضو انسان اور حیوان ہیں اور نباتات جمادات اور زمین و آسمان ہیں حکما کی عقل دنگ ہوتی ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ بناوٹ بغیر دانائی کے ہے؟

(۱۱۸) اگرچہ اُس کی طرز بناوٹ سے اس کی کمال دانائی اور بڑی انجینیری پائی جاتی ہے تو بھی بغیر اوزار بغیر مادّہ بناتا ہے اس سے طلسم ہے۔ اور اسی سبب سے اُسے خیال کہتے ہیں پھر کہیں تو ڈبل خیال سے کہیں ایکہرے خیال سے بناتا دوگانہ دنیا کرتا ہے۔ وہ جو ڈبل خیال سے بناتا ہے اُسے ممکن خیال کہتے ہیں۔ وہ جو ایکہرے خیال سے بناتا ہے اُسے خواب و خیال جانتے ہیں۔ اس لیئے عجیب قدرت عجیب شکتی رکھتا ہے جس سے بڑھ کر دوسری شکتی۔ دوسری قدرت نہیں ۔

(۱۱۹) جو کوئی شرتیوں کے خلاف پرکرتی یا پرمانو کی تصدیق کرتا ہے۔ یا نیستی سے ہست مانتا ہے جھوٹا ہے۔ وہ جو کہتا ہے کہ ایشور پرمانوؤں سے دنیا بناتا ہے۔ اُسے بھی دور کرو۔ وہ۔ جو کہتا ہے کہ وہ نہیں بناتا بلکہ اُس کے بھوگ کے لیئے خود بخود پرکرتی دنیا بناتی ہے اُسے بھی دور کرو۔ وہ جو کہتا ہے کہ نیستی سے ہست کرتا ہے اُسے بھی دور کرو۔

(۱۲۰) وہ تو جادوگر کی طرح جادو سے دنیا بناتا ہے۔ جیسے جادوگر بھی آن ہوئی چیز دکھاتا ہے ویسے دنیا بھی نہیں ہوئی اور دکھاتا ہے۔ اُسے جادوگر پرم شکتیمان! مہربانی فرماکر ہمارے اُردو داں شاگردوں کو اِس جادوگر سے بچالے۔ اپنے جادو سے بڑھ کر انچہریہ

مایا کے سبب سے ہمارے شاگردوں پر پردہ مت ڈال۔ بلکہ وہی جو تیری مرضی ہے انہیں اپنا آتم گیان کرنے۔ وہ اپنے دلوں کے شیشہ میں تجھے دیکھ دیکھ مثل ہمارے لذت پاویں۔ اے کرپال! اسے دیال! انہیں دشیوں کی چاٹ سے روک دے۔ تیرے دشیوں کی چاٹ ایک لیس دار شیرا ہے۔ اور میرے آرووداں شاگرد بیچارے علم کی کمزوری کے سبب عاجز مکھیاں ہیں۔ بیشک جیسے شیرا بھی میٹھا ہوتا ہے روشنے بھی میٹھے ہوتے ہیں۔ جس طرح مکھی میٹھے کے لالچ میں اس میں پڑتی۔ اور پھنستی ہے یہ نہ پڑیں اور نہ پھنسیں ۔

(۱۳۱) کیونکہ مکھی نہیں جانتی کہ میں اُسکے لیس سے نہیں نکل سکوں گی بلکہ اپنی دانش کی کمزوری سے مٹھائی کے لالچ سے اُس میں جا پڑتی ہے۔ اور جوں جوں پر مارتی اور تڑپتی ہے زیادہ کانپ کھاتی ہے۔ آخر اُسی میں ڈوب مرتی ہے۔ اسی طرح بیچارہ آرووداں بھی اپنے علم کی کمزوری سے دشیوں میں یوں جا پڑتا ہے جیسا ایک زور آور سانڈ سبز کھیت میں جا پڑتا ہے۔ مگر اُس میں پھول لیس پا جاتا ہے جیسا کہ ایک عاجز مکھی کا انچے کے شیرہ میں پھنستی اور مرتی ہے۔ پر میں تو اپنی تصنیفات اور ترجموں سے ایک پنکھا ہلاتا ہوں۔ وہ جو اِس پنکھ کی ہوا میں آ جاتے ہیں بچتے ہیں۔ لیکن جو اس پنکھ کی ہوا بھی نہیں کھاتے اوپر اوپر یا اِدھر اُدھر نکل جاتے ہیں جا پھنستے ہیں۔ میں بھی اُن کے بچاؤ کی کوئی تدبیر نہیں کرتا۔ تیرا فضل ہی درکار ہے۔ اپنی مہربانی سے انہیں میرے پنکھ کی ہوا کے نیچے لا تاکہ میں دشئے روپ شیرہ سے انہیں آتم گلزار دکھلاؤں۔ اور جنگلی چڑیا سے سورن چڑیا بناؤں ۔

(۱۲۲) اور اس گلزار میں انہیں مثل شہد کی مکھی کے رس اٹھانا سکھاؤں۔ اور برہم لوک کے سورج یوپ میں اس رس سے امرت بنانا بتلاؤں تاکہ وہ اسی یوپ میں واصل ہوتے ابدی امرت کھاویں اور موت کی قید سے نجات پاویں۔کیسی بڑی بات ہے کہ اگر میرے ہاتھ سے یہ بیچاری ناقص مکھیاں بھی سورج کے یوپ کی دیوی مکھیاں ہو جاویں۔ اور تیری مہربانی میں کچھ بھی دور نہیں۔ تو رحیم کریم ہے۔ جو چاہے سو کر سکتا ہے۔ ایسا کردے۔ آمین +

(۱۲۳) اب میں اے بھائیو! تمہیں ویدک کہانی سناتا ہوں۔ جس سے تمہیں آسانی سے معلوم ہو جاوے گا کہ کیونکر آتما اپنی حکمت سے دنیا بناتا ہے۔ اور کیونکر آدمی میں وہ داخل ہوتا ہے۔ اور کیونکر وہی پرماتما آدمی بن آیا ہے۔ اور کیوں یہ ایسا ہوا ہے۔ اور کیونکر آدمی کے مرتبہ میں اس کا دیدار ہوتا ہے۔ اور کیونکر ملائک اور دیوتا بھی اسی میں داخل ہوئے اسی سے روزی پاتے ہیں۔ اور کیوں واقع میں یہی سب کا مالک سب کا ماخذ ہے۔ اور کیونکر اس کے خیال سے جاگرت اور سوپن کی دنیا بنتی ہے؟ فقط +

(۱۲۴) اگرچہ یہ باتیں بڑے سنسکرت کے علم کو چاہتی ہیں تو بھی اردو دانوں کے لیئے ویدک کہانیوں سے جتلانا دلچسپ اور سہل الفہم خیال کرتا ہوں۔ اِس ملئے رگ وید آیتری شاکھا میں جو کچھ کہ سنتا ہوں یہاں ترجمہ کرتا ہوں +

فصلِ ہشتم

(۱) ہم سُنتے ہیں کہ جب پرجاپتی اندر کو اور کشیپ کو تعلیم دے چُکا اور اِندر نے یہی تعلیم ملائک میں جاری کی تو کشیپ نے اپنے فرزند منّو کو اور سنکادک رِشیوں کو جو نِکونی پیدائش میں پیدا ہُوئے تھے یہی سکھلایا۔ اور یہ سنکادِک رِشی تولیدی پیدائش میں اِسی تعلیم کی منادی کرتے تھے۔ اور خلقت کو عدل و فضل کی طرف بُلاتے تھے ؛

(۲) لیکن عدل کے اسرار تو اُن پر کھُلے۔فضل کے بھیدوں سے اُنہیں حجاب رہا۔اِس لئے وُہ کرم کانڈ میں اور شریعت میں تو لگ گئے مگر آتما کو پہچاننا جس پر مُفت ابدی زندگی اور وراثتِ آسمانی مِلتی ہے۔تو بھی اُن میں وُہ جو پاک اور صاف دِل تھے آتما کی دریافت کا شوق کرتے تھے۔ اور اُس کی دریافت کے لئے جھُنڈ کے جھُنڈ سنکادِک رشیوں کے پاس آتے تھے اور تعلیم آتما کی پاتے تھے ؛

(۳) اُن میں ایک بادریو برہمن نام تھا جو اچّھا صاف دِل رکھتا تھا۔ لیکن اُسے ایک پچھلے جنم کا ایسا پاپ تھا جو دُوسرے جنم کا باعث تھا۔ اور یہی حجاب تھا جسکی وجہ سے اُسے آتما نقد نہیں دکھائی دیتا تھا۔ تاہم کلام اُس میں مِثل تخم کے اثر کرتا تھا جیسا کہ کوئی تخم زمین میں بُویا جاوے تو معیّن وقت تک وُہ انگوری نہیں لاتا۔جب وقت آتا ہے تو خود بخود پھر انگور دار لاتا ہے ؛

(۴) دوسرے جنم کے پردہ کے سبب جو آنے والا تھا اُس میں انگوری نہیں
لاتا تھا۔ تو بھی وُہ یگ اور تپ اور برت سے گذارا کرتا تھا اور سنکادِک
منیوں کی تعلیم کی بارش سے اُسے سینچتا تھا۔ آخر وُہ اُن میں بُعمرِ جوانی
مرگیا۔ اور پِتریاں سڑک پر چلتا ہُوا چاند لوک میں سوراج ہو گیا۔ اور
وہاں کے سورگ کے بھوگ بھوگ کر پھر نزول ہُوا۔ اور اُسی قاعدہ
سے جیسا کہ ہم نے عِلمِ مُعاملہ میں پنچ اگنی وِدّیا سے اشارہ کیا ہے
بارش کے ذریعہ زمین اگنی میں ہوم ہُوا غلہ ہُوا۔ اور پھر برہمن
اگنی میں ہوم ہُوا اُس کا نطفہ ہو گیا۔ اور پھر برہمنی اگنی میں جو ہیم
ہوم کی اگنی ہے ہوم ہُوا حمل میں آیا۔ جو دُوسرا جنم تھا ؞

(۵) جب وُہ بقانونِ قُدرتی جنین ہُوا اور تمام اپنے اعمال کو حاضر پایا
تو یہ تعلیم بھی۔ جو سنکادِکوں سے اُس نے آتما کی بابت پائی تھی یاد آئی
اور اپنے آتما کو دریافت کیا۔ لیکن چُونکہ وہاں بسبب بھاوی جنم کے
حجاب کا پردہ نہیں اُٹھا تھا۔ اب جو آنے والا جنم ہو چُکا اُسی تعلیم
کی یاد سے پردہ اُٹھ گیا۔ اور آتما نقد دکھائی دیا۔ اور فضل میں داخل ہو گیا ؞

(۶) تعجب یہ ہُوا کہ اُسے پہلی اُپاسنا کے سبب جو باعثِ کرامات تھی
طاقتِ گویائی بھی حمل میں آگئی۔ اور حمل میں بات چیت کرنے لگ گیا۔
اور اُس کی ماں اور جو اُسکے نزدیک بیٹھے تھے اُس کا کلام سُن کر
تعجب کرتے تھے کہ یہ لڑکا عجیب حمل میں آیا ہے جو خلافِ قانونِ
قُدرت پیٹ میں ہی بولتا ہے ؞

(۷) کوئی کہے یہ حمل نہیں بلکہ کوئی بھوت پیٹ میں آگیا ہے۔ کوئی کہے
یہ بھوت نہیں بلکہ رُوحِ قُدس پیٹ میں آیا ہے۔ کیونکہ ویدک باتیں کرتا

ہے۔ بھوت کا کام نہیں جو ویدک منتر پڑھے۔ اس طرح شہروں اور گاؤں میں اِس تعجب کا شہرہ پھیل گیا۔ کیا برہمن کیا کھشتری گروہ کے گروہ اسے دیکھنے آتے اور اُس کی ماں کے نزدیک بیٹھتے اور حمل سے بات چیت کرتے ایشور کی مایا کا تعجب کرتے ÷

(۸) ہوتے ہوتے وُہ جماعت بھی اور اُس کے وُہ پہلے خویش بھی آئے جن کے درمیان یہ جیب تپ کرتا سنکادِک منیوں کے پاس تعلیم پاتا تھا۔ جب وُہ آئے اور اُنھوں نے بات چیت کرنی چاہی تو حمل میں ہنسا اور بڑا قہقہہ مارا۔ اُنھوں نے کہا کہ اَے لڑکے! ہنوز جو تُو حمل سے باہر نہیں آیا کیونکر گویائی کی تعلیم پائی؟ اور تُو کون ہے اور کیوں ہنستا ہے؟ ÷

(۹) بامدیو بولا۔ اَے بھائیو! مَیں تمھیں جانتا اور پہچانتا ہُوں لیکن تم مجھے نہیں جانتے پہچانتے۔ اس لئے مَیں اپنی مایا کے تعجب سے ہنستا ہُوں۔ مَیں تمھیں بتلاتا ہُوں کہ مَیں کون ہُوں؟ مَیں وُہی بامدیو نام تمھارا خویش ہُوں جو تمھارے میں پیدا ہوکر مدّت تک تم میں رہا اور تمھارے ساتھ مِلکر تپ یگ برت نیم کرتا تھا۔ اور پھر تمھارے ساتھ سنکادِک منیوں سے آتما کی تعلیم پاتا تھا۔ اور وُہی تمام باتیں جو اُن میں واقعہ ہُوئی تھیں بامدیو نے ظاہر کیں۔ اور عمدہ پتے لگائے۔ جس سے اُنہیں یقین ہو گیا کہ یہ واقع میں وہی بامدیو ہے ÷

(۱۰) پھر اُس نے بیان کیا کہ اَے بھائیو! تم جانتے ہو کہ مَیں تمھارے ساتھ سنکادِک منیوں کے پاس آتما کی تعلیم پاتا تھا اور تم بھی پاتے تھے۔ لیکن مجھے بھاری جنم کا روگ تھا اس لئے سنکادِک منیوں کی

کلام کافی تاثیر نہیں کرتی تھی۔ اور یہ پردہ بغیر دوسرے جنم کے
رد ہونے کے قابل نہیں تھا۔ کیونکر مجھے آتما نقد ملتا؟ جس طرح
تخم بویا گیا ہو اور اُس پر ایک پتھر رکھدیا ہو تو کیونکر انگوری لا سکتا
ہے؟ بھاوشی جنم کا پاپ میرے دل میں ایک سخت پتھر تھا۔ جو کچھ کہ سنکاوک
مُنیوں نے دِل کے کھیت میں بویا اُس وقت انگوری نہ لایا +

(۱۱) اب جو مَیں تُم میں سے سو گیا اور دُوسرے جنم میں اُٹھا تو آنے والے
جنم کا پتھر ختم ہُؤا۔ وُہی تعلیم کا بیج انگوری لایا۔ اب میں اپنے آتما کو
اُنہیں کی کلام سے نقد پاتا ہُوں۔ اور مَیں تصدیق کرتا ہُوں "مَیں ہی
منو ہُوں۔ مَیں ہی سُورج ہُوں۔ بلکہ سب میں سب کچھ ہُوں" +

(۱۲) اَے بھائیو! مَیں حمل ہی میں دیکھتا ہُوں کہ مَیں ازل سے بار باران
دیوتاؤں بلکہ کیا چرند۔ کیا پرند کیا حیوان۔ کیا کیڑے پتنگ سب کی جُونیوں
میں جو بے شُمار ہیں بے شُمار دفعہ آیا کبھی دیوتا۔ کبھی گندھرب۔ کبھی سُورج
کبھی نرجاپت۔ کبھی انسان۔ کبھی گائے کبھی گھوڑا اُونٹ وغیرہ ذالک ہُؤا ہُوں
جس کی مَیں اب گِنتی تُمہیں نہیں بتلا سکتا اگرچہ مَیں دیکھتا نقد ہُوں" +

(۱۳) اَے بھائیو! مَیں ازلی اِس سنسار میں جُونیاں پلٹتا چلا آیا ہُوں جو ایک
سخت لوہے کے پنجرہ کے موافق کہا جا سکتا ہے۔ اور مَیں زور آور شہباز کی
طرح اُس سنسار پنجرے میں مقیّد تھا۔ اگرچہ وہ سنسار رُوپی پنجرہ فولاد
سے بھی سخت ہے تو بھی مجھ زور آور شہباز کی قوّتِ بازو کے سامنے
کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا تھا +

(۱۴) لیکن مجھے اوِدّیا کے سبب اور اُس پنجرہ کے ساتھ محبّت کے باعث
پنجرہ سخت سا ہو رہا تھا جو ٹُوٹتا نہیں تھا۔ اب مَیں سنکاوک مُنیوں کا

شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُنہوں نے مجھے آتم بل کی تعلیم دی اور مجھے بتا دیا کہ تُم تو ایک زور آور شہباز ہو۔ یہ سنسار کی قید تُم میں کہاں ہے۔ کیا کہیں شیر بھی تارِ خام سے قید ہو سکتا ہے۔ کیا زور آور شہباز بھی خام ڈوروں میں بندھا رہتا ہے؟ مگر میں بسبب آسنے والے جنم کی رُکاوٹ کے یقین نہیں کرتا تھا۔ قبول نہ کرتا تھا ✤

(۱۵) اب جو رُکاوٹ کا پتھر خود بخود رفع ہو گیا۔ اور اُن کی تعلیم کا تُخم حمل میں انکُوری لایا ہے۔ میں نے مدماتے (مست) شاہباز کی طرح آتم بل سے اِس پنجرہ کو توڑ دیا اور نقد آتما پایا۔ سب میں سب کچھ۔ سب سے الگ آزادِ مُطلق ہُوں۔ آمین۔ ایسا بامدیو حمل میں بولا ✤

(۱۶) تعجب مت کرو۔ اپنے آتما کی پہچان کی دھاں ہے کہ میں اپنے آپ کو سرب رُوپ دیکھتا ہُوں۔ اور یہی معرفت ہے جو اس فضل میں بھی داخل کرتی ہے۔ اور وہ یگ اور تپ جو میں کرتا تھا اُن کا پھل ہے کہ میں حمل میں بولتا ہُوں۔ میری مایا کا یہی قُدرتی قانُون ہے ✤

(۱۷) اے بھائیو! جو کچھ کہ سنکادِک رشیوں نے تُمہیں تعلیم دی ہے سچ ہے۔ اُس پر غور کرو اور غور کر کے یقین کرو۔ تُم بھی فضل پاؤ گے تمہارے دِلوں میں پاپ اور انکار ہے جو فضل میں نہیں آنے دیتا۔ کیا تم اب میری شہادت سے نہیں سمجھتے کہ میں اُس فضل کے سبب سے کیسی عجیب طاقت میں آیا ہُوں۔ کیا کوئی حمل میں بھی بات چیت کر سکتا ہے؟

(۱۸) دیکھو میں تمہارے سامنے حمل میں جو ابھی جنا نہیں گیا بولتا ہُوں۔ اور اُس مجھ پہ فضل کی تصدیق کرتا ہُوں کہ میں سب میں سب کچھ ہو گیا ہوں۔ کیا میں بھی جب تُم میں تھا تمہاری طرح نہیں ڈرتا تھا کہ یہ تخدا۔ ترحتی

ہے۔ ہم عاجز بندہ انسان ہیں؟ پر اب جو اپنے آتما کی پہچان پائی اور بدنوں اور جُونیوں کو مثل لباس کے بدلتا دیکھا تو تصدیق کرتا ہُوں کہ "میں ازلی ابدی۔ اوّل۔ آخر۔ ظاہر۔ باطن ہُوں۔ اَے موت تیرا ڈنک کہاں؟ اَے چِتا! تیری جلن کہاں؟" +

(۱۹) اے بھائیو! دُنیا مجھے یُوں دکھائی دیتی ہے جیسا کہ ایک بھات کا لُقمہ ہوتا ہے۔ اور ملک الموت جسے تُم یمراج بولتے ہو ایک چٹنی ہے اور میں اُسے یُوں کھاتا ہُوں جیسے ایک زور آور آدمی ایک لُقمہ کے ساتھ کھا جاتا ہے اور مزہ دار تصدیق کرتا ہے۔ یہ دعوےٰ خُدائی نہیں بلکہ میں اپنے آتما کی بڑائی کرتا ہُوں۔ یہ تکبّر نہیں بلکہ میری کبریائی ہے۔

(۲۰) میں بھی جب تک تُم میں تھا اپنے جسم کی معرفت سے جو کمزور تھی تمہاری طرح ڈرتا تھا۔ اور اس تصدیق کو کُفر خیال کرتا تھا۔ مگر تُم سے بڑھ کر یہ فرق تھا کہ میں سنکادِک منیوں کے قول کو مانتا تھا۔ اگرچہ کامل یقین نہیں کرتا تھا۔ اس وجہ سے میں نے اب فضل پر فضل پایا

(۲۱) میں سچ کہتا ہُوں وُہ جو تمہیں ڈراتے ہیں کہ یہ تصدیق کُفر ہے وروچن کے شاگرد ہیں اور وُہی کُفر میں ہیں۔ اور یہ تو عین آتما کی پہچان ہے۔ وروچن خود نہیں سمجھا۔ دُوسروں کو کیا بتلاوے۔ اُن کی مثل ایسی ہے جیسا اندھا اندھے کو راہ دکھاتا ہے۔ آخر دونوں گڑھے میں گرتے ہیں۔ بدن خود تاریکی ہے۔ وُہ جو بدن میں خودی رکھتا ہے تاریکی میں چلتا ہے۔ لیکن آتما نُور ہے جو اس تاریکی میں چمکتا ہے۔ وہ جو اِس نُور میں خودی رکھتے ہیں نُور میں چلتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تاریکی کا نام ہی کُفر ہے۔ اِس لئے "میں بدن ہُوں" "میں بندہ ہُوں" یہی کُفر ہے۔

مَیں نُور ہُوں۔ سچدانند ہُوں"۔ یہی صداقت شہادت اور راست بازی ہے +

(۲۲) اے بھائیو! سچ جانو۔ جو تاریکی میں چلتا ہے وُہی ٹھوکر کھاتا ہے۔ جو نُور اور چاندنی میں چلتا ہے وُہ کبھی ٹھوکر نہیں کھاتا کیونکہ دن میں چلنے والا کبھی ٹھوکر کھاتا نہیں دیکھا۔ یہ تصدیق تو اب مَیں روزِ روشن کی طرح دیکھتا ہُوں۔ اندھا ہے جو اِس روزِ روشن کو رات بتلاتا ہے اُس کی ہرگز نہ سُنو +

(۲۳) وُہ جو آتما کو نہیں جانتے خود بمنزلِ اندھیرے کے ہیں۔ اندھیرا نُور کے پاس نہیں آیا کرتا کیونکہ اُس میں جو اُس کی بدی چُھپی ہُوئی ہے نُور میں کھُلجاتی ہے۔ اس لئے وہ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں اصل میں پاپی ہیں۔ اور اُن کے پاپ اُن کی تاریکی میں چُھپے ہیں۔ جو اس تصدیق سے انکار کرتے ہیں وُہ اِس تصدیق کے نزدیک نہیں آسکتے۔ ایسا نہ ہو کہ اُن کے پاپ کھُل جاویں۔ اِس لئے اس تصدیق سے ڈرتے انکار کرتے ہیں۔ اور اسے کُفر سمجھتے ہیں +

(۲۴) اے بھائیو! یہی تصدیق ہے جس پر آتا ہے فضل بر فضل۔ یہی معرفت ہے جس پر ملتی ہے معافی بر معافی۔ یہی گیان ہے جس پر ملتی ہے نجات بر نجات۔ اسی کو ڈھُونڈو۔ اسی کو پاؤ۔ اسی کو پاتا ہُوا انسان برہم ہوتا ہے۔ اسی کو پاکر جنگل کی چڑیا سونے کی چڑیا ہو جاتی ہے۔ مَیں تو اِس تصدیق سے دھن دھن ہو گیا ہُوں۔ اور اسی معرفت سے کِرت کِرت (محظوظ) ہُوں +

(۲۵) جب بامدیو نے اِس طرح اُنہیں تعلیم دی تو حیرت نے اُنہیں آ گھیرا اور کہا کہ تو کب تک ہمیں اُدھیڑ میں رکھے گا؟ سچ سچ کہو تم کون

ہو؟ بامدیو ایک ہمارا خویش عاجز بندہ تھا۔ ہماری آنکھوں میں اسی بیچارگی (عاجزی) میں مرگیا۔ اگر بھوت ہو تو بھی بتادو۔ اگر کسی دیوتا کا اوتار ہو تو بھی بتاؤ۔ حیران نہ کرو +

(۴۴) تب وہ بولا میں نے تو کہا۔ پر تم قبول نہیں کرتے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ پر تم نہیں مانتے۔ جو کوئی میری سنتا ہے میں اُسے ابدی زندگی مفت میں عطا کرتا ہوں۔ پر تم سننے ہوئے نہیں سنتے۔ تمہارے سر کے کان تو کھلے ہیں پر دل کے کان بند ہیں۔ تم نے سنکاوک منیوں سے سُنا پر قبول نہ کیا۔ اے ناوانو! اگر میرے قول کو نہیں مانتے تو میرے کاموں کو تو مانو۔ کہ ہنوز جنا نہیں گیا اور حمل میں بولتا ہوں۔ کیا کہیں ایسا ہوا ہے؟ +

(۴۵) اے سب ایمانو! میں اودیا کے سبب تم میں بیچارہ سا بامدیو کی صورت میں رہا اور مُوا تو کیا ہوا۔ اب تو تم مجھے فضل بر فضل ملا ہوا دیکھتے ہو۔ جبکہ میں بیچارہ ہوکر تم میں رہا اور مرگیا اور کچھ فضل نہ پہنچا سکتا تھا تم نے میرے لئے ماتم کیا اور برسوں روتے رہے۔ اب جو میں فضل اور جلالت سے مخصوص ہوکر آیا ہوں تم میری تعریف (صفت) نہیں کرتے بلکہ بھوت ٹھہراتے ہو +

(۴۶) میں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے دلوں میں بڑا پاپ ہے۔ تم نے سنکاوک منیوں کو جھٹلایا جو برہما جی کے پُتر ہیں۔ اور پھر مجھے بھی جو فضل اور عجائبات سے آیا ہوں جھٹلاتے ہو۔ خبردار ہو جاؤ۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ نہ تو میں بھوت ہوں۔ نہ چڑیل بلکہ وہی بامدیو ہوں جو تم میں تھا۔ لیکن اب جو میں فضل پایا ہوا تصدیق کرتا ہوں وہ میں ہی بھوت ہوں۔ میں ہی چڑیل

ہُوں۔ مَیں ہی اوتار ہُوں۔ مَیں ہی اَللہ ہُوں۔ مَیں ہی پرجاپتی ہُوں۔ مجھ سے کچھ بھی باہر نہیں ہے۔ بلکہ مَیں سب میں سب کچھ ہُوں" +

(۲۹) تب اُنہوں نے یقین کیا کہ یہ بھُوت نہیں بلکہ وُہی بامدیو ہے جو ہمارا خویش تھا کیونکہ سب پتے جو لگاتا ہے ٹھیک ہیں۔ تعجّب نہیں کہ سنکادکوں کی تعلیم کے طفیل اِس نے یہ بڑا فضل پایا ہو۔ اِس لئے سچ جانتے ہُوئے اُسپر ایمان لائے اور معافی مانگی۔ اَے بامدیو ہمیں معاف کرو۔ ہم نے یقین کیا ہے کہ تُو وُہی بامدیو ہے جو ہمارا خویش تھا۔ اور تُو فضل بر فضل پا کے آیا ہے +

(۳۰) لیکن ہم بڑی اِودیا کے سبب اپنے آتما کو نہیں جانتے۔ بیشک سنکادکوں نے ہمیں بہت سمجھایا بُجھایا۔ پر ہمارے پاپوں کے سبب سے وُہ پردہ جو کلام سے اُٹھتا ہے نہیں اُٹھا۔ اس لئے انکار رہا۔ تُو شردھا رکھتا تھا اور قبول کیا اِس لئے فضل بر فضل پایا جو ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ اب ہمیں بھی اس فضل میں مُلا اور یہ بھید کی بات بتلا جو تُو آپ دیکھتا ہے۔ ہم بھی تیرے طُفیل نعمت بر نعمت پاویں گے +

(۳۱) تب بامدیو بولا اَے بھائیو! یہ آتما اکیلا ہے اور اپنے حُسن میں یگانہ ہے اور اپنے کاموں میں قادر مُطلق۔ اِس کے سِوائے کوئی دُوسرا نہیں جو اُسے دیکھے۔ اِس لئے اُسے چاؤ ہے کہ وُہ اپنے آپ کو دیکھے۔ جیسے حسین عورت کو بھی چاؤ ہوتا ہے کہ اُسے کوئی دیکھے۔ مگر جب وہ پردہ میں رکھی جاتی ہے تو اُسی چاؤ کے سبب وہ اپنے پاس آرسی رکھتی ہے اور آپ ہی اپنے آپ کو اُس میں دیکھ کر خوش ہوتی ہے +

(۳۲) پردہ میں عورت کا مُنہ بھی یگانہ ہوتا ہے دُوسرا نہیں جو اُسے دیکھے

اور ہستیہ بھی واحد ہے۔ اس لئے کیونکر اپنے آپ کو دیکھے ؟ لیکن آرسی کے وسیلہ اگرچہ واحد چہرہ دو نہیں ہو جاتا تو بھی دو سا ہوتا بیگانہ سا ہو جاتا ہے۔ اور جہاں یہ لگانہ بیگانہ سا ہوتا ہے لگانہ بیگانہ کو دیکھتا ہے۔ اسی طرح حسین عورت بھی آرسی میں بیگانہ سا ہوتی اپنے آپ کو دیکھتی ہے +

(۳۳) یہ آتم دیو تو اس سے بڑھ کر یگانہ اور حسین ہے کیونکہ نہ تو کوئی صفات رکھتا ہے نہ جزو بلکہ تمام صفات اور تمام جزووں سے پاک ہے اور حسن روپ ہے کیونکہ سب حسن و جمال اسی کے پرتوہ اور اسی کی تجلیات ہیں کیونکر اپنے آپ کو دیکھے ؟ پر حسن روپ ہے اس لئے دیکھنے کا چاؤ ازلی ابدی ہے۔ اس لئے اسے بھی آئینہ کی ضرورت ہے تاکہ اس میں وہ بیگانہ سا ہوکر اور ایک سے دو سا ہوتا ہوا عشق پورا کرے اور اپنا دیدار پاوے +

(۳۴) لیکن مثال میں تو گو چہرہ ایک ہوتا ہے اور آرسی کے وسیلہ دو سا ہوتا ہے مگر آرسی تو جداگانہ شئے مثل اس کے موجود ہوتی ہے۔ یہاں تو سوائے آتما کے دوسری شئے بھی نہیں جو آرسی کا مادہ ہو سکے بلکہ یہاں خود ہی آئینہ خود ہی دیکھنے والا خود ہی دکھائی دینے والا ہوتا ہے +

(۳۵) اس بارہ میں تعجب مت کرو جیسا کوئی جادوگر دو یا تین نہیں ہو جاتا تو بھی جادو کے سبب دو تین ہوکر دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح یہ آتما بھی جادوگر ہے۔ اور اپنے جادو کے سبب خود ہی آئینہ ۔ خود ہی دیکھنے والا ۔ خود ہی تماشا ہوتا ہے۔ اور اسی جادو کو سنسکرت میں مایا بولتے ہیں +

(۳۶) یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جادوگر کا جادو اُس کے تابع ہوتا ہے اُسے کچھ نقصان یا خوف نہیں دے سکتا۔ تو بھی دوسروں کو خوف نقصان اور خوشی کا باعث ہو جاتا ہے۔ دیکھو جادوگر جب جادو سے شیر ہوکر دکھائی دیتا ہے تو لڑکوں کو ڈراتا ہے۔ مگر اُسی جادوگر کو نہیں ڈراتا۔ اسی طرح۔ آتما کی مایا بھی آتما کو کچھ اثر نہیں کرتی بلکہ اُسی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ تو بھی اُسی کو جب وُہ بیگانہ سا ہوتا ہے ڈراتی اور بند موکش کا بیوہار کرتی ہے۔ اِس طرح اپنے دیدار کے لئے آیا آئینہ میں اُترا عجیب سنسار میں آیا ہے ✤

(۳۷) لیکن جب یہ اِس آئینہ میں آیا ہُوا سنسار میں رِشیوں سے اُپدیش ہوکر بقاعدہ وید اُس آئینہ کو صفا کرتا ہے اور اُس طریق سے جو نظر کے لئے مقرر ہُوا ہے اُس میں نظر کرتا ہے تو پھر اپنے آپکو یگانہ دیکھتا مُطلق ہوتا ہے۔ اور تمام جادو کا سنسار فرو ہو جاتا ہے۔ وُہی غنی کا غنی ہوتا ہے۔ یہی اُس کی تقدیر ہے ✤

(۳۸) تب وُہ بولے اَے بامدیو! ہمیں مفصل بتلاؤ کہ کیونکر وُہ اپنی مایا سے بیگانہ ہوتا ہے؟ اور اُس کا آئینہ کیا ہے؟ اور کیونکر وُہ اس آئینہ کو تیار کرتا ہے؟ اور کیونکر آئینہ میں اُتر آتا ہے؟ اور کیونکر آئینہ میں آیا سنساری ہوتا ہے؟ اور کیونکر وُہ اُس میں نظر کرتا ہے؟ اور کیونکر پھر وہ یگانہ ہوتا اس جادو گھر سے نکلتا ہے؟ اور کیا کیا اِس جادوگری میں وُہ کاریگریاں کرتا ہے؟

(۳۹) تب٭ بامدیو بولا اَے بھائیو! ابتداء میں یہی اکیلا آتما تھا۔ دُوسرا

٭ یہاں سے ایتریہ اُپنشد کا پہلا ادھیاے کھنڈ پہلا شروع ہوتا ہے ✤

کُچھ بھی کلپت نہ تھا۔ تب اُس نے چاہا کہ مَیں اپنا دیدار کروں اور اپنے لئے آئینہ بناؤں۔ لیکن جس طرح ایک بڑا انجینیر مسنری پہلے اندیشہ کرتا ہے اور اسکی لکڑی اور پتلیاں اور کیل تیار کرتا ہے۔ پھر انہیں جوڑتا اور شیشہ اندر لگاتا ہے۔ اُسی طرح اُس نے اندیشہ کرکے اپنے آتما سے آکاش کو بنایا۔ آکاش سے ہوا کو بنایا۔ ہوا سے آگ کو بنایا۔ آگ سے پانی کو بنایا اور پانی سے زمین کو بنایا جو سب چیز کی بُنیاد ہے ✦

(۴۰) تعجّب مت کرو کہ اُس نے اپنے آتما سے یہ کیونکر بنایا جب کہ اُسکے پاس سوائے آتما کے دُوسرا کچھ مادّہ نہ تھا۔ بلکہ جس طرح پانی بلونے سے جھاگ ظاہر ہوتی ہے اُسی طرح اُس کے سنکلپ سے تین گُن والی مایا بطور کف کے نمودار ہُوئی جو اُسی کی شان اُس سے الگ نہیں۔ اور وُہی سنکلپ رُوپ تھی۔ اِس لئے آپ ہی مادّہ آپ ہی کرتا ہُوا۔ جیسا سانپ اپنے لمبا ہونے۔ گول ہونے اور ٹیڑھا ہونے میں آپ ہی مادّہ اور آپ ہی کرتا ہوتا ہے ✦

(۴۱) پھر اُس نے چاہا کہ مَیں طبقاتِ دُنیا بناؤں جن میں سنساریوں کے بھوگ کے لئے اُن کے موافق آبادیاں بھی ہوں۔ اور میرے رُونما آئینہ کے لئے سنگار کے کمرے ہو جاویں۔ اور اِن طبقات کو سنسکرت میں اُوپر اور نیچے کے لوک بولتے ہیں۔ اُس نے اُن پنج عناصر سے پہلے انڈ پیدا کرکے پھر یہ طبقات بھی بنائے۔ بطور مختصر وہ چار ہیں۔ انبہ۔ مریچی۔ مر۔ آپ
(अम्भो मरीचीर्मरमाप:) فقط ✦

(۴۲) جو طبقہ دیو لوک سے لیکر اُوپر کا ہے وُہی انبہ (अम्भः) کہلاتا ہے۔ اگرچہ اُس میں بھی بہت طبقات ہیں تو بھی وہ تمام بلحاظ کلّیات انبہ کہلاتے

ہیں۔اور انبہ نام سنسکرت میں معدنی رطوبات غریزی ہے جو اصل میں پانی ہے۔اور چُونکہ وہ پنج عناصر کے ملاپ سے جو لطیف ہیں بنایا گیا ہے اور پانی یعنی رطُوبت کا غلبہ ہے اس لئے اُس کا انبہ نام رکھا گیا ہے +

(۴۳) دیکھو ایشیا میں اگرچہ ہندوستان اور چین وغیرہ بہت مُلک ہیں۔ مگر جس طرح اُن تمام کو بطور کُلیات ایشیا بولتے ہیں اسی طرح دیو لوک سے اُوپر جس قدر طبقہ بنائے گئے ہیں سب کو بطورِ اجمال انبہ بولتے ہیں +

(۴۴) دُوسرا طبقہ مریچی ہے۔اور وُہ اُسی قدر فضا ہے جس میں اُوپر نیچے تک سُورج کی کرنیں پھیل کر تمام ہوتی ہیں۔اور فضا کو سنسکرت میں انترکھش بولتے ہیں۔ اگرچہ یہ انترکھش انبہ میں بھی ہے مگر اُس کا اُس قدر حصّہ جس میں چاروں طرف سے آفتاب کی کرنیں پھیل کر ختم ہوتی ہیں مریچی کہلاتا ہے۔کیونکہ مریچ سنسکرت میں سُورج کی کرنوں کا نام ہے۔جس قدر فضا میں کرنیں پھیلتی ہُوئی تمام ہوتی ہیں اُس انترکھش (فضا) کو مریچی بولتے ہیں۔کیونکہ وُہ سُورج کی کرنوں والا ہے اِس لئے مریچی ہے +

(۴۵) تیسرا طبقہ مر ہے اور اُسے مات لوک بھی بولتے ہیں۔کیونکہ مر اور مات سنسکرت میں نام موت کا ہے۔جہاں تک موت یا مرنے کی تصدیق ہوتی ہے وُہی مر یا موت لوک کہلاتا ہے۔اور زمین اُس کی غایت ہے۔اِسی میں اکثر جنم مرن کا برتاؤ ہوتا ہے۔ اگرچہ دُوسرے طبقوں میں سے بھی جانداروں کے بدن فنا ہوتے اور مات لوک میں نازل ہوتے ہیں۔مگر چُونکہ وہاں اُن کے بدن خاکی نہیں ہوتے بلکہ آبی اور لطیف ہوتے ہیں اور عملوں کے ختم ہونے پر رنج و غم کی آگ سے مثلِ روغن پگھل جاتے ہیں۔اُن میں فنا کی تصدیق تو ہوتی ہے موت کی تصدیق نہیں ہوتی +

(۴۶) یہاں مات لوک میں تو بدن قائم رہتا ہے اور پران اُٹھتے ہیں۔ پیچھے لاش رہجاتی ہے۔ اِس لئے یہاں فقط موت کا برتاؤ ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اِس کو مات لوک کہتے ہیں ÷

(۴۷) چوتھا طبقہ آپ (आपः) ہے۔ اُسے پاتال لوک بھی بولتے ہیں۔ چونکہ اُس میں پانی سب سے زیادہ ہے۔ اِس لئے اُسے آپ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نام واقع میں پانی کا ہے۔ جو سنسکرت زبان جانتا ہے اُسے بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور اسی سبب سے کہ یہ سب سے نیچے کا طبقہ ہے اِسے پاتال لوک بھی بولتے ہیں ÷

(۴۸) اِن چار طبقوں میں سے ہر ایک میں بہت بہت طبقے شامل ہیں۔ جس طرح ایک طبقہ آنبہ میں وجہ بیان کی گئی ہے سب میں جان لینی چاہیئے۔ اور ہر ایک اگرچہ پنچ عناصر مذکورہ سے بنایا گیا ہے لیکن سب میں پانیوں کا غلبہ ہے کسی میں زیادہ کسی میں کم۔ اِسی سبب سے اُن سب کو شاستروں میں جل ہی بولتے ہیں۔ اور یہاں یہی آنبہ مریچی مر آپ نام کسی وجہ سے پانی کے نام سے علاقہ رکھتے ہیں۔ اور دُوسری وجہ بھی رکھتے ہیں جو اُوپر لکھدی گئی ہے۔ آگے اس داستان میں جہاں پانیوں کا ذکر کرینگے بھی پنچ عناصر جاننے چاہئیں جس میں پانیوں کا غلبہ ہے ÷

(۴۹) پھر جس طرح دانا مستری تختے (پھٹیاں) تیار کرتا ہے۔ اور ایک دُوسرے کو اُوپر نیچے ٹھوک دیتا ہے۔ اِس طرح پرماتما نے بھی ان طبقوں کو اسی انترکش کے اندر جو دائرہ ہے اور پرماتما کے منگار کا بنگلہ ہے ایک دُوسرے میں ٹھوک کر ایستادہ کر دیا ہے۔ آنبہ کی چوٹی تو دیو لوک میں پھنسادی

اور اسے اوپر رکھا۔اور نیچے اس کے مرتجی کو پھنسایا۔اِس لئے انبہ اور مرتجی کی فصیلِ مُشترک دیو لوک ہے۔اسی سبب سے دیو لوک آنبہ کی پرتشٹا کہلاتا ہے ÷

(۵۰) پھر مرتجی لوک کو دُوسری طرف سے زمین میں ٹھوک دیا جو مات لوک ہے اور اس کے نیچے پاتال لوک قائم کر دیا جو دُوسری جانب اس کے نیچے توس دائرہ میں ہے جسے سنسکرت میں آنڈ بولتے ہیں۔اِس طرح ان طبقات کو دائرہ کے اندر ٹھوک کر قائم کر دیا ہے۔اگرچہ یہ جُملہ چار طبقے ہیں۔ اکثر شاستروں میں اِن کے ضمنی طبقے جو بڑے ہیں شمار کر کے چودہ طبقے بھی بیان کرے ہیں۔ سات طبقے اوپر کے اور سات نیچے کے۔اس طرح چودہ طبق یعنے سات سات لوک بولا کرتے ہیں ÷

(۵۱) چونکہ وُہ سب ان چار لوکوں کے ضمنی لوک ہیں اس شُرتی کے مخالف نہیں ہیں جو چار لوک بیان کرتی ہے۔ اور ہم نے اُردو داں کے لیئے مفصّل لکھ دیا ہے تاکہ دُوسرے شاستر کے قول سے اُسے حیرت نہ پیدا ہو جاوے

(۵۲) جب آتما اس طرح یہ چار لوک تمام پرانیوں کے عملوں کے پھل دینے کے لئے بطور آبادیاں تیار کر چکا تو جس طرح دانا انجنیئر سوچتا ہے کہ اگرچہ پٹڑیاں ایک دوسرے میں پھنسا دی گئی ہیں۔لیکن جب تک اُن میں میخیں اور پیچ نہیں لگیں گے تب تک یہ مضبوط اور قائم نہیں ہوں گی ÷

(۵۳) اسی طرح پراتما نے بھی دیکھا کہ یہ لوک تیار اور استادہ تو ہو گئے ہیں مگر جب تک اِن کے لوک پال (ملائک) تیار نہیں ہوینگے یہ کیونکر قائم رہ سکیں گے؟ اِس لئے اُس نے چاہا کہ میں انکے لوک پالوں کو بھی بناؤں جو اِن کی پرورش اور حفاظت کریں۔وُہ جو کسی کو پالتا اور حفاظت

کرتا ہے اُنہیں کا رب ہوتا ہے۔ چُونکہ یہ ملائک بھی اِن لوگوں کی پرورش اور حفاظت کرتے ہیں اِسی سبب سے اُن کو صُوفی اُن لوگوں کے رُبُوب بولتے ہیں۔ اور اس وجہ سے کہ وُہ ذمّہ وارانِ کے قیام کے ہیں اُنہیں مُوکّل بولتے ہیں۔ اور سنسکرت میں اُنہیں لوک پال یا اِدھِشٹاتری دیوتا بھی کہتے ہیں ✣

(۴۵) پھر اُس نے یہ سوچکر اُنہیں پانیوں سے جو پنچ عناصر سے بنائے گئے تھے اور جس سے یہ لوک تیار کئے گئے تھے تھوڑا سا پانی لیکر اُسے خوب تخمیر اور لطیف کیا۔ اور اُس سے پہلا انسانِ کبیر بنایا جسے سنسکرت میں پرجاپتی یا ہرنیہ گربھ اور یا برہما بھی کہتے ہیں۔ اور اُس کی صُورت سر سے پاؤں تک اسی طرح کی بنائی جیسے کہ انسانِ صغیر کی ہے

(۵۵) پھر اُس نے اُس لایق انسانِ کبیر پر جو مذکورۂ بالا پانیوں سے بنائی گئی توجہ کی۔ پہلے اُس کے مُنہ کی طرف نگاہ کی اور چاہا کہ اُس کا مُنہ کھل جاوے۔ چنانچہ اُس کے حُکم اور سنکلپ سے اُس کا مُنہ کھل گیا جیسا کہ کسی جانور کا انڈا پھٹ جاتا ہے ✣

(۶۵) جب اُس کا مُنہ کھلا تو اُس سے کلام پیدا ہو گیا۔ کلام سے آگ۔ آگ سے لوک پال بنایا جو اگنی دیوتا کہلاتا ہے جسے صوفیا آتش کا مُوکّل یا اُس کا رب بولتے ہیں ✣

(۷۵) پھر ناک کھُل گئی۔ ناک سے سانس۔ سانس سے ہوا۔ اور ہوا سے ہوا کا دیوتا پیدا ہو گیا ✣

(۸۵) پھر آنکھیں کھُلیں۔ آنکھ سے باصرہ۔ باصرہ سے سُورج اور سُورج سے اُس کا دیوتا پیدا ہو گیا ✣

(۵۹) پھر کان کھلے۔کان سے سُننا۔سُننے سے اطراف۔اور اطراف سے اُن کا دیوتا پیدا ہو گیا +

(۶۰) پھر گوشت پوست کھُل گیا۔اُس سے روم۔روم سے نباتات اور نباتات سے اُس کا دیوتا پیدا ہو گیا +

(۶۱) پھر دِل کھُلا۔دِل سے من۔من سے چاند اور چاند سے اُس کا دیوتا پیدا ہو گیا +

(۶۲) پھر ناف کھُل گئی۔ناف سے اَپان۔اپان سے موت۔اور اُس کا دیوتا جو ملک الموت کہلاتا ہے پیدا ہو گیا +

(۶۳) پھر اُس کی آلت کھُلی۔آلت سے نطفہ۔نطفہ سے پانی اور اُس کا دیوتا پیدا ہو گیا۔اس طرح ایک ایک عضو سے حواس۔طاقتیں۔اُس کے مکان اور دیوتا ترتیب وار پیدا ہو گئے +

(۶۴) اِس جگہ دِل سے مُراد وُہی گوشت کا ٹکڑا ہے جو بصُورتِ صنوبری سینہ کے اندر رکھا ہے جس میں من رہتا ہے۔اور ناف سے مُراد وُہ مکان ہے جہاں سب پران عملوں کی قید میں باندھ دیئے گئے ہیں۔اور اپان سے مراد طاقتِ دافعہ ہے جو مخالف زندگی کو بدن سے دفع کرتی رہتی ہے۔اُس کا دیوتا یم راج ہے جسے ملک الموت بولتے ہیں +

(۶۵) آلت واقع میں جننے والی قوّت کا ماخذ ہے۔اور چُونکہ نطفہ سے اُس کا علاقہ لازم ملزُوم ہے اس لئے اُسے نطفہ کے لفظ سے تشریح میں پڑھا ہے +

(۶۶) جب اِس طرح آتما نے سب لوکپال دیوتا سنکلپ سے بنا دیئے اور اُنہیں میخوں کی طرح اُن لوکوں میں مضبوطی کے لئے ٹھوک دیا تو گویا

یہ دیوتا ایک بڑے عجیب سنسار سمندر میں ڈال دیئے گئے۔ اے بھائیو
اِس عجیب سنسار سمندر کا حال سُنو کہ کیا کیا حکمتیں اُس میں رکھی گئی
ہیں۔ اگرچہ اعلیٰ مطلب سنسار کا بناتا وُہی سنگار کا نبگلہ ہے جو بیان کیا
گیا ہے تو بھی جو عارضی حکمتیں اُس میں اُس نے بنائیں اُن سے بھی
ایک بڑا عجیب سمندر سا ہو گیا ہے +

(۷ ۴) اِس سنسار سمندر میں اوِدّیا للچ اور عملوں سے پیدا ہُوا درد و
رنج گویا پانی ہے۔ بڑی بڑی بیماریاں بُڑھاپا اور موت گویا اُس میں
مچھلیاں ہیں۔ اور ازل اور ابد اُس کے دو کنارے ہیں +

(۸ ۴) وِشیوں کے بھوگ سے جو سُکھ ہوتا ہے یہی اُسکے جزیرے ہیں۔
جہاں کچھ برائے آرام پاتا سا خیال کرتا ہے۔ اور پانچوں حواس اُن کی
محسوسات۔ اور محسوسات کی ترشنا گویا اُس پر ہَوا چلتی ہے جس سے بڑے
بڑے گُناہ اور جرائم رُوپ لہریں اُس میں اُٹھتی ہیں +

(۹ ۴) پھر رورُد آدِک نرک اور اُس میں پرانیوں کے آہ و نالہ سے نکلتی
جو صدا ہے وُہی اِس سمندر کا جوش رُوپ شبد ہے۔ اور اس میں
جہازیوں کا توشہ گویا نیکیاں۔ دان۔ دَیا اور شم وم آدِک ہیں۔ اور
آتما کی معرفت گویا محکم جہاز ہے جس سے یہ سمندر تر جاتا ہے۔ اور
مہاتماؤں کا ست سنگ گویا اُس میں پار ہونے کا ایک مُعیّن راستہ ہے
جس پر یہ جہاز چلتا ہے +

(۱۰ ۴) نجاتِ خاصہ اور نجاتِ ترتیبی اُس کے گویا وار پار ہیں۔ ایسے سمندر
میں یہ دیوتا ڈال دیئے گئے ہیں۔ اِس لئے عملوں سے جو ان دیوتاؤں
کی برائے رُوپ مُکتی ہے کچھ نہیں۔ بلکہ سنسار ہی رہتا ہے۔ جب تک کہ

یہ آتما کا دیدار نہیں کرتا سنسار سمندر سے پار نہیں ہوتا۔ یہ شُرتی کا یہاں مطلب ہے ٭

(۱۷) اَے بھائیو! جب کہ یہ دیوتا بھی جن کی تم اُپاسنا کرتے ہو اسی سمندر میں گرائے گئے ہیں تو تم اُن کی اُپاسنا سے یہ سمندر نہیں تیر سکتے۔ وہ تو خود اِس سمندر میں گرائے گئے ہیں کیونکر تمھیں تار دیں؟ ہاں اُنکی اُپاسنا سے دِل کی صفائی اور دُوسری گتی ہوتی ہے جو آخر سنسار ہی ہے

(۲۷) الغرض پرماتما نے اس انسانِ کبیر (پرجاپتی) کو جو اِن طبقات اور دیوتاؤں کا آتما پُرشؔ ہے بھوک اور پیاس لگادی۔ جبکہ اُسے بھی بھوک پیاس لگی تو دیوتا جو اُس کے اعضا ہیں نیز بھوکے پیاسے ہو گئے۔ جیسے آدمی بھی بھوکا پیاسا ہوتا ہے۔ تو اُس کے اعضا بھی بھوکے پیاسے ہو جاتے ہیں ٭

(۳۷) جب یہ دیوتا اور پرجاپتی بھوکے پیاسے ہُوئے تو بھوک اور پیاس کے سبب سے چلّائے۔ جیسے لڑکا بھی بھوک سے چلّاتا ہے اور ماں سے کھانے کو مانگتا ہے اسی طرح دیوتاؤں نے بھی پرماتما کو کہا کہ ہمارے واسطے مکان مُعیّن کرو جہاں ہم بیٹھ کر کھانا بھی کھا دیں۔ اور پھر ہمارے لئے کھانا بھی بتاؤ ورنہ اِس بھوک پیاس کے سبب ہم نہیں رہ سکتے ٭

(۴۷) چنانچہ پرماتما نے اُنہیں پانیوں سے ایک گائے بنائی اور اُن کے پاس لایا کہ یہ تمہارے کھانے اور بھوگ کا مکان ہو سکتا ہے۔ مگر اُنہوں نے کہا کہ یہ ہمارے لئے کافی نہیں ہے۔ پھر وہ ایک گھوڑا بنا لایا۔ کہا کہ یہ بھی کافی نہیں اِسی طرح ہر ایک جانور اور چرند پرند

بنا لایا۔ اُن کے بھوگ کے لئے کافی نہ ہوئے۔ اور یہ تمام جانور چرند پرند جو کچھ سنسار میں دکھائی دیتے ہیں اُن میں دیوتا بھوگ تو پاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے ॥

(۵ ے) پھر پرماتما پرجاپتی کی صورت پر جو اُلکی جیوتی ہے ایک مختصر انسان بنا لایا۔ یہ (دیوتا) اُسنے اپنی جیوتی میں اُس کی صورت دیکھ کر خوش ہوئے۔ کہا بے شک یہ کافی ہے اور ٹھیک ہے۔ اسی سبب شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ انسان ہی واقع میں سُکرت ہے کیونکہ وہی نیک آدرک عملوں سے دیوتاؤں کو سیر کر سکتا ہے ॥

(۶ ے) اُن دیوتاؤں نے یہ مختصر انسان پاکر پرماتما کا شکریہ ادا کیا کیونکہ اس میں اُن کے تمامی بھوگ مل سکتے تھے۔ پھر پرماتما نے فرمایا کہ تم سب اِس انسان میں اپنے اپنے مُعیّن مکانوں میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ یہ دیوتا اُس کی اجازت پاکر اُس برہم پور میں اُسی طرح داخل ہوگئے جیسا کہ بڑے بڑے اُمراء دربار کے لئے راج گھر میں داخل ہوتے ہیں ॥

(۷ ے) آگ کا دیوتا کلام ہوکر اپنی جیوتی (مُکھ) میں داخل ہوگیا۔ ہوا کا دیوتا سانس ہوکر اپنی جیوتی (ناک) میں آگیا۔ سورج کا دیوتا باصرہ ہوکر اپنی جیوتی (آنکھ) میں آگیا۔ اطراف کا دیوتا شنید ہوکر کان میں آگیا۔ اور نباتات کا دیوتا روم ہوکر گوشت پوست میں آگیا۔ چاند کا دیوتا من ہوکر دِل میں آگیا۔ موت کا دیوتا جو ملک الموت ہے اپان ہوکر ناف میں آگیا۔ پانیوں کا دیوتا نطفہ ہوکر آلت میں آگیا ॥

(۷۸) پھر بھوک پیاس تو اپنی کوئی جیوتی نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ تو بطورِ صفات دیوتاؤں کو لگے تھے۔ انہوں نے کہا اے خداوند ہم کہاں رہیں؟ ہمارے لئے بھی کوئی جگہ معیّن کرو۔ اس نے ان کو کہا۔ دیکھو تم ایک عرض یا صفت ہو۔ اور عرض یا صفت بغیر جوہر یا موصوف جگہ نہیں پا سکتے۔ صبر کرو میں تمہیں ان سب دیوتاؤں میں کیا ادھیاتم کیا ادھی دیوک حصّہ دار کر دیتا ہوں ؛

(۷۹) چنانچہ پرماتما نے انہیں ایسا کر دیا۔ یہی سبب ہے کہ جس دیوتا کے لئے انسان آہوتی دیتا ہے بھوک پیاس بھی اس کے ساتھ بانٹا پاتی ہیں اور منطفی ہو جاتی ہیں ؛

(۸۰) پھر اس نے دیکھا کہ یہ لوک اور لوک پال تو بنا دیئے۔ اور ان کو بھوک پیاس بھی مل گئی۔ اور ان کے بھوجن کے لئے مکان بھی ہو گیا۔ لیکن جب تک اس کا بھوجن نہیں بناؤں گا وہ کیونکر زندہ رہیں گے؟ چنانچہ اس نے انہیں پانیوں سے کچھ لے کر اسے تخمیر کیا اور کثیف کر دیا۔ اس سے مورتی یعنی جسم بنایا۔ اور یہی جسم بھوجن ہے ؛

(۸۱) جب یہ مورتی روپ بھوجن تیار ہو کر اسکے آگے دھرا گیا تو جیسا چوہا بلّی کو دیکھ کر چلاتا اور بھاگنا چاہتا ہے۔ ویسا ہی یہ اسے ملک الموت جانتا ہوا چلایا اور بھاگنا چاہا لیکن نہ بھاگ سکا ؛

(۸۲) اس نے اسے کلام سے کھانا چاہا نہ کھا سکا۔ اگر کلام سے کھا سکتا تو اب بھی بھوجن کے نام لینے سے سیر ہو جاتا۔ اور ایسا نہیں ہوتا ؛

(۸۳) پھر اس نے اسے ناک سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا اگر ناک سے کھا سکتا تو اب بھی اس کے سونگھنے سے سیر ہو جاتا۔ اور ایسا نہیں ہوتا ؛

(۸۴) پھر اُسنے آنکھ سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا۔ اگر آنکھ سے کھا سکتا تو اب بھی دیکھنے سے سیر جاتا۔ اور ایسا نہیں ہوتا +

(۸۵) پھر اُسنے کانوں سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا۔ اگر کانوں سے کھا سکتا تو اب بھی سُنکر سیر ہو جاتا

(۸۶) پھر اس نے گوشت پوست سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا۔ اگر کھا سکتا تو اب بھی اسے چھونے سے سیر ہو جاتا +

(۸۷) پھر اُسنے من سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا۔ اگر کھا سکتا تو اب بھی خیال کرنے سے سیر ہو جاتا +

(۸۸) پھر اُسنے آلت سے کھانا چاہا۔ نہ کھا سکا اگر کھا سکتا تو اب بھی جماع سے کھا

(۸۹) پھر اس نے اپان سے کھانا چاہا اور کھا گیا۔ یہی اندر کے پران اصل میں کھانے والے ہیں۔ اور بدن غذا ہے۔ جُوں جُوں وہ یہ غذا کھاتا ہے تُوں تُوں باہر کے بھوجن سے اُس کا (کثیف) بدن بنتا رہتا ہے۔ اِس طرح یہ تمام دائرہ اُسکے طبقات اور دیوتا ودھیاتم ادھی دیوک انسان میں داخل ہوئے زندگی گزارتے ہیں۔ اس لئے انسان ہی واقع ہیں اس دائرہ کا مرکز ہے +

(۹۰) جس طرح دائرہ اور اُس کے قطر سب مرکز سے قائم ہوتے ہیں یہ سب چراچر انسان سے قائم ہیں۔ بعض تو اُس کے بھوجن ہیں۔ بعض بھوجن کے آلات ہیں۔ اور پران دیوتا جو سب دیوتاؤں کا باپ ہے واقع میں کھانے والا ہے۔ اور یہ غذا یعنی صحیح بدن کے سبب سے قائم ہے اِس لئے اب بھی یہی تجربہ ہوتا ہے جو کھاتا ہے وہی زندہ رہتا ہے +

(۹۱) جب یہ انسان اس دائرہ کا مرکز ہو گیا۔ یہی واقع میں برہم پُور یا آئینہ حضوری تیار ہُوا جس میں اُس کا دیدار ہوتا ہے۔ اور اسی

تمام دیوتا اُسی طرح داخل ہوکر اپنے اپنے مکان میں اپنے مرتبوں کے موافق جانشین ہو گئے جیساکہ کسی بادشاہ کے انتظار میں درباری لوگ پہلے ہی جمع ہو جاتے ہیں +

(۹۲) پھر پرماتما نے سوچا کہ جب کوئی اپنا گھر بناتا ہے خود اُس میں نہیں آباد ہوتا تو وُہ گھر سُنّ ہوتا ہے۔ جب کوئی دربار ہوتا ہے اور درباری جمع ہوتے ہیں مالکِ دربار اُن میں نہ آوے تو وہ بھی بے فائدہ ہوتا ہے۔ کیا دُلہا کے بغیر برات بھی ہو سکتی ہے۔ کیا شیشہ میں جب تک خود نہ اُترے دکھائی دے سکتا ہے؟ مجھ بِن سب بے فائدہ ہیں +

(۹۳) پھر اُس نے یہ بھی سوچا کہ جس کے لئے کوئی مجموعہ ہوتا ہے وہ اگر اُس میں آباد ہو تو مجموعہ کا جُزو نہیں ہو جاتا بلکہ اُس مجموعہ کا وُہ مالک ہوتا ہے۔ دیکھو گھر کے اجزا اینٹ لکڑی وغیرہ ہوتے ہیں اور انہیں کی جماعت سے گھر بنایا جاتا ہے۔ اور بسنے والا بھی گو گھر کے اندر رہتا ہے مگر اُس کا جُزو نہیں ہوتا بلکہ اُس کا مالک ہوتا ہے +

(۹۴) اسی طرح مَیں بھی اس پُور میں جو بدن اور پران سے یا اَنّ اور کھانے والے سے بنایا گیا ہے اگر آباد ہوجاؤں اُس کا جُزو نہیں بن جاؤں گا۔ اور نہ گھر یا پُور ہو جاؤں گا بلکہ گھر والا اور مالک ہی اس کا رہوں گا +

(۹۵) دیکھو برات میں جو جو دُلہا کے لئے جاتے ہیں برات ہی کہلاتے ہیں۔ لیکن دُلہا تو برات نہیں ہوتا بلکہ براتی (صاحب برات) ہوتا ہے گو برات کے اندر چلتا ہے۔ اسی طرح مَیں بھی اُس میں اُتروں گا تو یہ پُور نہیں ہو جاؤں گا بلکہ پُور والا ہوؤں گا اور پران آدِک دیوتا برات

ہوگی۔ میں اُن میں دُلہا ہوؤنگا ✣

(۹۶) پھر چونکہ یہ تو سب کارکُن ہیں اور کام کا کرنا بغیر چراغ یا نُور نہیں ہوتا۔ مجھ شمع بغیر یہ کیونکر برتاؤ کرینگے؟ یہ تو معاملانی ہونگے۔ مَیں اُن کا گواہ اور ساکشی ہوؤں گا۔ میری گواہی میں سب کام کرینگے۔ اور مَیں چراغ اور گواہ کی طرح اِن کے کاموں سے پاک اور صاف اور اسنگ رہوں گا ✣

(۹۷) پھر اُس نے سوچا کہ مجھے اِن میں آنے کا کیا فائدہ ہے؟ صرف یہی کہ جب مَیں کلام سے بات چیت کروں گا۔ سانسوں سے دم لوں گا۔ آنکھوں سے دیکھوں گا۔ ناک سے سُونگھوں گا۔ کانوں سے سُنوں گا۔ گوشت و پوست سے گرم و سرد پاؤں گا۔ من سے سوچونگا۔ اپان سے زندگی بسر کروں گا اور آلت سے جماع کروں گا تو پھر مَیں غور کروں گا کہ مَیں کَون ہُوں ✣

(۹۸) پہلے مَیں اپنے پُور کو جانوں گا۔ پھر برات کو جانوں گا کیونکہ پُور تو میرے لئے ایک سواری ہے۔ اور کیا آنکھ کیا ناک کیا کان سب کے سب دیوتا برات میں کوئی کسی خدمت کے لئے اور کوئی کسی خدمت کے لئے مُقرر ہوتے ہیں۔ اُن میں مَیں ہی دُلہا ہُوں جس کے لئے یہ سب ہیں۔ اور جس طرح شیشہ میں اپنا آپ دکھائی دیتا ہے اُسی طرح اُس میں وویک سے مَیں اپنے آتما کو دیکھوں گا ✣

(۹۹) پھر مَیں اُن میں آیا غور کروں گا کہ جس طرح کار باری چراغ کی روشنی میں کار بار کرتے ہیں۔ اور چراغ اُن کے کار بار سے علاقہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح یہ سب مجھ چراغ کے نُور میں کار بار کرتے ہیں۔ لیکن

ہیں کار و باری نہیں ہو جاتا۔ یہ آپس میں جھگڑالو ہیں۔ میں اُن کا گواہ ہوں یہ تو تاریکی ہیں۔ میں نور ہوں جو اِس تاریکی میں چمکتا ہے۔ اس طرح سوچ سمجھ کر میں اپنے آپ کو اِس کے اندر دیکھوں گا +

(۱۰۰) جب اس طرح سوچ کر اُس نے انسان کے اندر داخل ہونے کا قصد کر لیا تو پھر اُس نے سوچا کہ میں کس راستہ اُس میں اُتروں ؟ سب راستوں سے تو میرے چاکر (خدمتگار) داخل ہوئے ہیں۔ میرے خاص جانے کا بھی کوئی راستہ ہے ؟ +

(۱۰۱) آخرالامر اُس نے دماغ کی کھوپڑی کو کھول کر براہِ درزِ سمی انسان میں جلوہ پایا۔ اسی سبب سے برہمن اس کو برہم کا دوار کہتے ہیں۔ اور اسی کو ودرتی (विदृति) اور ناندن (नांदन) بولتے ہیں۔ وہ جو موت میں اسی راستہ سے جاتا ہے سورگ کو جاتا ہے۔ اِسی سبب اسکو ناندن بولتے ہیں +

(۱۰۲) جب یہ اِس طرح اس انسان میں داخل ہوا تو اُس اودیا کے سبب جو من رُوپ شیشہ کے پیچھے لگائی گئی ہے اُسے اپنا آپ ماننے لگ گیا۔ اور یہی تصدیق کرنے لگا کہ "میں انسان ہوں اور جو اُس کے دھرم ہیں وہ میرے ہیں" +

(۱۰۳) اُس کی تین حالتیں اور تین خوابیں بھی اپنی ماننے لگ گیا ؛ جاگرت ۔ سوپن ۔ سشپتی یہ تو تین انسانی جسم کی حالتیں ہیں ۔ جاگرت میں اُس کا مقام آنکھ ہے ۔ سوپن میں اُس کا مقام من ہے ۔ اور سشپتی میں ہردیہ آکاش ہے ۔ آنکھ میں آیا سب باہر کی چیزیں دیکھتا ہے ۔ من میں آیا خاص منو مئے دُنیا دیکھتا ہے جسے سوپنا کہتے ہیں ۔ ہردیہ آکاش میں

آیا اپنے پرماتم سروپ برہم میں آرام کرتا ہے۔ اس طرح رات دن تین لوک

[illegible] ہوتا ہے ✤

(۱۰۴) اور تین خوابیں اس کی یہ ہیں پہلی وہ نیند ہے جو باپ میں حمل ہوتا ہے۔ دُوسری نیند اس کی ماں کے پیٹ میں ہے۔ تیسری نیند اس کی اپنے بدن میں ہے۔ اگرچہ اپنے بدن میں سویا ہُوا باہر کی دُنیا کے لئے جاگتا ہے۔ لیکن جس ذاتی دیدار کے لئے آیا ہے اُسے نہیں پاتا۔ اس لئے تا دیدار گو معمولی جاگتا ہے اصل میں سویا ہُوا ہے ✤

(۱۰۵) لیکن جب کوئی بڑا مہربان اُستاد ویدوں کے مہا واکیہ وپنشدوں کو اُسے سناتا ہے اور وویک وچار سے اُسے اس آئینہ میں اپنی ذات پر نظر کرنی سکھاتا ہے۔ جیسا کہ اس ویدانو وچن کی تعلیم ہے۔ تب وُہ اپنی ذات کو دیکھتا ہے اور اس ازلی طبعی نیند سے جاگتا ہے۔ اور بقاعدۂ نفی اثبات انہیں حالتوں اور انہیں نیندوں میں پھرتا ہُوا واحد دیکھا تصدیق کرتا ہے کہ "نہ تو مَیں جاگرت ہُوں نہ سوپن نہ سُشپتی۔ بلکہ یہ تینوں حالتیں میری سیر کے مقام ہیں ✤

(۱۰۶) جب مَیں جاگرت میں آتا ہُوں تو ناسُوتی سیر کرتا ہُوں۔ جب مَیں خواب میں جاتا ہُوں تو ملکُوتی سیر کرتا ہُوں۔ اور جب مَیں غرق نیند میں جاتا ہُوں تو جبرُوتی سیر کرتا ہُوں۔ کیا ناسُوت کیا ملکُوت کیا جبرُوت سب میرے مقام ہیں۔ اور مَیں اِن میں ایک رس ہُوں۔ بلکہ اُن میں مَیں نہیں پھرتا یہی تینوں حالتیں مثل مالا کے منکوں کے جو تار میں ہیں پھرتی ہیں۔ اور مَیں تو مالا کے تاگے کی طرح اُن کا محل ہُوں جس میں یہ آتی جاتی ہیں ✤

(۱۰۷) مگر جس طرح بادلوں کے چلنے سے چاند بھی چلتا دکھائی دیتا ہے اُسی طرح اُن کی چال بھی عقل کو میرے میں معلوم ہوتی ہے۔اور یہ اُس کا وہم ہے۔میں تو اَچل سچدانند برہم ہوں۔ اُس وقت اصل میں جاگتا ہے۔نہیں تو سویا ہوا ہی کہلاتا ہے۔اور یہ جاگنا اُس کا بغیر کلام کے نہیں ہوتا۔اور کلام ہی واقع میں اُس کا جگانے والا ہے۔اور کلام ہی اُس کا اُستاد ہے ÷

(۱۰۸) جب وہ کلام کے سبب سے اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ "یہ میں ہوں" تو تینوں حالتیں ناسوت ملکوت جبروت سے ایک ہی چھلانگ میں کود جاتا ہے اور لاہوت میں جو اُس کا اپنا آتم سروپ ہے پراپت ہو جاتا ہے۔یہ اُس کی وچار رُوپ چھلانگ کیا ہی عجیب ہے۔اور اسی سبب سے اِس چہارم مرتبہ میں یُوں دیکھتا ہے کہ "یہ میرا سروپ ہے" اسی سبب سے اُس کو دُوسرے اِدِندر (इदन्द्र) بولتے ہیں ÷

(۱۰۹) زبان سنسکرت میں اِدن نام یہ کا ہے اور دَر نام دیکھنے کا ہے وہ جو یہ دیکھتا ہے وہ اِدِندر ہوتا ہے۔اور اسی کو تخفیف سے ویدوان اِندر کہتے ہیں۔اور مؤدب لوگ اسی نام سے اُسے یاد کرتے ہیں۔جیسا کہ مؤدب درباری راجا کو بھی اصلی نام سے نہیں کہتے بلکہ صفاتی نام سے یاد کرتے ہیں۔مثلاً جی مہاراج۔جی خداوند۔ایسے ناموں سے بولتے ہیں۔اسی طرح اہلِ ادب اُس کا اصلی نام اِتنا نہیں لیتے بلکہ اِندر کے نام سے جو غائبت نام ہے یاد کرتے ہیں ÷

(۱۱۰) اور یہ ظاہر ہے کہ کیا راجا کیا دیوتا اور کیا خاوند اِس میں ادب نہیں سمجھتے۔جب وہ اپنے اصلی نام سے مخاطب کئے جاتے ہیں بلکہ تب

ہی وہ مؤدب خیال کئے جاتے ہیں۔ جب بیوی اپنے خاوند کو اے زید کے باپ! یا اے بکر کے بھائی! اور راجا کا نوکر راجا کو اے دیا وان! اے بنا بے کاری! اے غریب نواز! اور دیوتا کا اُپاسک دیوتا کو دیالو کرپالو ترلوکی ناتھ وغیرہ ناموں سے مخاطب کرتے ہیں۔ اس لئے ویدوان برہمن اِندر اور ایشور آدک ناموں سے پرماتما کو یاد کرتے ہوئے دعائیں مانگتے ہیں۔

(۱۱) جبکہ انسان اور دیوتا بھی پروکش (غائب لقب) کے پیارے ہیں اور اپنی صفات سے خوش ہوتے ہیں پرماتما بھی جو اُن سب کا مالک مہاں دیو ہے اسی ادب کے لایق ہے۔ اس لئے بھگت لوگ آتما کے پرتکش نام سے ملال پاتے یعنی رنجیدہ ہوتے ہیں۔ بلکہ جو کوئی بغیر شائستگی کے اس بھید کے نتیجہ کو جتلاتا ہے انکار کرتے اور اسے جھٹلاتے ہیں ۔۔

(۱۲) اے بھائیو! اب اس کی تین نیندوں کے بھید مجھ سے سنئے کہ جب وہ اودیا سے کام کرنے والا ہوتا ہے اور یگ آدک شاستری عمل کرتا ہے تو اس لوک میں آکر وہ پتریاں سڑک سے چاند لوک کو جاتا ہے۔ اور وہاں جب بھوگ ختم ہو جاتے ہیں تو بارش میں اُترتا پھر غلہ ہو جاتا ہے اور پُرش اگنی میں ہون ہوا خون وغیرہ ہوتا نطفہ ہو جاتا ہے۔ یہی اُس کا پہلا حمل ہے اور یہی پہلی نیند ہے ۔۔

(۱۳) اس نطفہ کو جو باپ کے عضو عضو سے بطور نچوڑ کے نکل کر اوعیۂ منی میں جمع ہوتا ہے باپ اُسے اپنے میں دھارن کرتا ہے جیسا کہ ماں بھی حمل کے وقت رحم میں اُسے دھارن کرتی ہے۔ جب باپ اس نطفہ کو ماں کے پیٹ میں ارپن کرتا ہے تو یہی اُس کا پہلا جنم ہے۔ گویا کہ ماں کے پیٹ میں حمل ہوتا اور باپ کے اوعیۂ منی سے جنا جاتا ہے۔

(۱۴) جب اس طرح باپ اُسے جنتا ہے - یعنی اپنے نطفے کا دان دیتا ہے تو پھر ماں اُسے اپنے میں اُسی طرح ایک کر لیتی ہے جیسا کہ اس کی چھاتیاں بھی جو دوویاں بنتی ہیں اُس سے ایک ہوتی ہیں - بلکہ جس طرح وہ اپنی دودیوں کی حفاظت کرتی ہے اُسی طرح حمل کی بھی وہ حفاظت کرتی ہے - کیونکہ وہ جانتی ہے کہ میرے خاوند کا آتما یعنی نطفہ مجھ سے ایک ہوا ہے - اسی سبب سے جو اشیاء خوردنی کہ اسقاط کرتی ہیں نہیں کھاتی بلکہ وہی جو اُسے مضبوط کرتی ہیں کھاتی ہے ۔

(۱۵) جبکہ استری اپنے پتی کے آتما (نطفہ) کو اس طرح اپنے میں پالتی ہے تو خاوند اُسے اپنے آتما کی پالنے والی جانتا ہوا اُس کی بھی پالن کرتا ہے بلکہ اُس (بچہ) کے جنم سے پہلے اور جنم کے بعد اپنے آپ کو اُس میں آیا ہوا جانتا ہے - اور جات سنسکار آدک آداب بجا لاتا ہے - اور یہی خیال کرتا ہے کہ میں ہی پتر روپ ہوکر جنم لوں گا ۔

(۱۶) اس کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ باپ یہاں سے چل دیتا ہے تو یہی فرزند جو اُس کا دوسرا آتما (جسم) ہے اس دنیا میں قائم مقام رہتا ہے اور پھر اس فرزند کا بھی فرزند اسی طرح سلسلہ در سلسلہ ابدی دنیا میں رہتا ہے - اس طرح سے باپ ہی گویا فرزند روپ ہوکر اس میں قائم رہتا ہے - اگر وہ فرزند جو اُس کا دوسرا آتما ہے نہ پیدا کرے تو اس کا سلسلہ سنسار میں سے جاتا رہے - اِس لئے ضروری ہے کہ ہر ایک ان لوگوں کی حفاظت کے واسطے فرزند کو پیدا کرے کیونکہ انسان ہی اس دائرہ کا مرکز ہے - اور سب لوک یعنی طبقات اسی کے باعث قائم ہیں جیسا کہ اُوپر ثابت کیا گیا ہے ۔

(۱۱۷) جب یہ ماں میں حمل ہُوا وقتِ معین پر نکلتا ہے تو یہی اِس سنساری کا بلحاظ نطفہ کے دُوسرا جنم ہے۔ اور یہی باپ پُتر رُوپ ہوکر شاستروں کے مُطابق پُن عملوں کے کرنے کے لئے باپ کا قائم مقام ہوتا ہے اور ورثہ پاتا ہے +

(۱۱۸) لیکن اس کا باپ رُوپ دُوسرا آتما (جسم) پھر کِرت کِرت ہُوا پرلوک کو چلا جاتا ہے اور جونک کی طرح دُوسرا بدن پاتا ہے۔ یہی اُسکا تیسرا جنم ہے۔ اس وجہ سے باپ اور بیٹا ایک ہی خیال کیا گیا ہے۔ اور ایک ہی سنساری باپ بیٹا ہوکر لوک پرلوک میں قائم مقام ہوتا سنساری کہا جاتا ہے +

(۱۱۹) اے بھائیو! اس طرح جو کوئی عمل کرتا ہے عدل کے رُو سے سنساری ہوتا ہے۔ وُہ جو برخلافِ شاستر پاپ رُوپ کام کرتا ہے وہ ادھوگتی پاتا ہے اور اس سنسار سمندر میں ڈُوبتا ہے۔ اور وہ جو شاستری کام کرتا ہے۔ وہ اُوپر کے طبقوں میں چڑھتا سومراج ہوتا ہے اور پھر گرتا ہے۔ وُہ بھی اسی سنسار میں رہتا ہے جیسا کہ کوئی جزیرے میں آرام پاتا ہے +

(۱۲۰) لیکن وُہ جو پہلے نشکام کرم کرتا ہُوا دِل کے شیشہ کو صاف کرتا ہے۔ اور پھر اُس شیشہ میں اپنی ذات پر نظر کرتا ہُوا تصدیق کرتا ہے کہ "مَیں سچدانند ہُوں" وُہ تو اِس سنسار سمندر کو تَر جاتا ہے اور عدل سے گذر کر فضل میں آجاتا ہے۔ اے بھائیو! تم بھی عدل کے نہیں بلکہ فضل کے اُمیدوار ہو جاؤ۔ اور اپنے دِل کے شیشہ میں وویک کرکے آتما کو دیکھو جیسا کہ مَیں نے دیکھا اور فضل بر فضل

پایا۔ اس طرح بامدیو نے حمل میں ہی انہیں سمجھایا جو ہنوز جنا نہیں گیا تھا
(۱۲۱) پھر تو بعد جنم اس نے مثل سنکادکوں کے اس ودیا کی تعلیم دی
اور آخر جب اس کے اس جنم کے عمل بھی ختم ہوئے تو اپنا بدن
چھوڑ کر اپنے سروپ میں پراپت ہوا۔ ست سنکلپ ست کام۔ آپت کام
ہوکر امرت ہوگیا۔ ہاں وہ امرت ہوگیا ✣

فصل نہم

(۱) جب اس طرح بامدیو کا عجیب واقعہ ہوا جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے
تو عدل سے نکلکر فضل کے امیدوار برہمنوں نے اس سرب سروپ
کی پراپتی کے لئے جو برہم ودیا سے ملتی ہے اور بامدیو آدک آچاریوں
سے بوساطت کلام آسمانی شروع سے چلی آئی ہے وچار کیا۔ اس وقت
کے امیدوار کیا اب بھی اس آتما کے دیدار کے لئے آپس میں جمع
ہوکر تحقیق کرتے اور ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ وہ کون آتما
ہے کہ جس کو ہم "یہ ہمارا آتما ہے" ایسے پرتکش اپاسنا کریں؟ ✣
(۲) وہ کونسا آتما ہے جسے بامدیو پرتکش دیکھ کر کہ "میں یہ ہوں" امرت
ہوگیا؟ اور ہم بھی مثل اس کے وویک کرکے اسے دیکھیں اور اس
میں خودی کا تصدیق کریں تاکہ ہم بھی مثل بامدیو کے اس سنسار
سمندر سے تر جاویں اور امرت ہو جاویں اور اس عدل سے گزر کر
فضل میں آجاویں ✣

(۳) جب اس طرح انہوں نے آپس میں پوچھا اور آتما کی تلاش میں جستجو کی تو اُن کو یاد آیا کہ شری بادریو نے عمل میں ہمیں سکھایا ہے کہ اس انسان میں دو برہم (اسگن - نرگن) داخل ہوئے ہیں - ایک تو وُہی پرجاپتی جو انسان کی صورت پر پانیوں سے بنایا گیا تھا - اور پھر اِندری اور دیوتا اور لوک رُوپ ہوکر اس طرح کھلا جیسا کہ کوئی لپٹا ہوا کپڑا کھلتا ہے - اور پھر جو آنکھ کان ناک من آدِک رُوپ ہوکر ہم میں داخل ہوا ہے اور بھوکا پیاسا ہوتا ہے - اور یہ بدن یا جسم جسکی غذا ہے - اور جو اُسے کھاتا ہے - اور جب عمل ختم ہوتے ہیں تو پھر کپڑے کی طرح لپٹا جاتا ہے اور اس بدن سے نکلکر دیویان پتریان سڑک پر چلتا اتکرانت ہوتا چاند لوک میں نکلتا اور پھر اترتا سنساری ہوتا ہے *

(۴) اور دُوسرا وُہ ہے جو سر کی کھوپڑی پھاڑ کر درزِ سیمی کے راستہ سے عکس کی طرح شیشہ میں آیا ہے جس کے اُجالے میں یہ دُوسرا برہم (پرجاپتی) پھیلنے سُکڑنے والا کار و بار کرتا اور سنساری ہوتا ہے - اور دونوں ترتیب وار داخل بدن ہوکر اِس بدن سے ایک ہوگئے ہیں - اُن میں سے وہ کونسا ہے جسکی ہمیں آتم رُوپ کرکے اُپاسنا کرنی چاہیئے ؟ *

(۵) الغرض اِن محقق عالموں نے بادریو کی تعلیم سے یہ جان لیا کہ بدن تو ایک پُور یا غذاء ہے - اور وُہ جو پہلے دیوتا رُوپ پھر حواس رُوپ ہوکر دُوسرے مُعیّن راستوں سے مثل برات یا درباریوں کے داخل ہوا ہے ایک پران آتما ہے جو اِس (بدن) کے کھانے والا ہے - اور اسی کے لئے یہ غذا کھائی جاتی ہے جو کھائے ہوئے بدن کے عوض تبدیل ہوتی رہتی ہے - اور یہ پران آتما بھوکا پیاسا سنساری ہے - لیکن وُہ دُوسرا جو

عین نُور۔ عین عِلم۔ عین وجود ہے جس کی روشنی میں یہ کام کرتا پھیلتا سکڑتا۔ جاگرت۔ سوپن۔ سُشپتی۔ جنم مرن سنسار کا برتاؤ کرتا ہے وُہی اُسکا دُولہا ہے۔ اور وُہی رُتن مُکت ہے ؛

(۶) اس دُولہا رُوپ رُتن مکت آتما کو جو اس پران رُوپ برات میں آیا ہُوا ایک رُوپ ہورہا ہے وویک کرکے ہم کو دیکھنا چاہیئے اور اُسی کو اپنا اصلی آتما جان کر شغل کرنا چاہیئے کیونکہ اُسی کی وِید اور اُسی کی تصدیق سے کرو یہ میں ہُوں" ہم مثل باؔمدیو کے اُمرت اور ناجی ہوجائینگے جب تک اِس بدن میں خودی کی تصدیق ہے تب تک ہم بشر ہیں ۔ اور جب ہم اِس پران آتما میں خودی کی تصدیق پاتے ہیں تو ابنِ آدم کی نسل سے کٹ کر پرجاپتی کی نسل میں آجاتے ہیں۔اور دو جاتی ہوتے یگ آدِک کا ادھکار پاتے ہیں۔ اور باپ بیٹا رُوپ ہوکر اُوپر نیچے۔ سنسار میں سنساری اور بھوگی ہوتے ہیں ؛

(۷) دیکھو وُہ جو اپنے بدن میں خودی کا تصوّر رکھتا ہے خود بدن ہے۔ اور وُہی بشر ہے۔ وُہی ابنِ آدم ہے۔ کیونکہ یہ بدن آدم کے نطفہ سے سلسلہ وار بنتا چلا آیا ہے۔ مگر وُہ لطیف انسان جو اس کے اندر آنکھ کان ناک من رُوپ ہوکر داخل ہُوا ہے وُہ پرجاپتی کا فرزند ہے۔ آدم کا فرزند نہیں کیونکہ باؔمدیو کی تعلیم سے سُن لیا ہے کہ وُہ لطیف انسان وُہی ہے جو پرجاپتی سے دیوتا رُوپ ہوکر جنا گیا ہے اور بھوک پیاس کے سبب حواس رُوب ہوکر اِس بشر میں آیا ہے ؛

(۸) پھر چونکہ یہ بدن جو بشر اور ابنِ آدم ہے خود غذا ہے کیونکہ پرجاپتی کا فرزند سُوکھشم شریر جو اس کے اندر آیا ہُوا اِس سے ایک ہو رہا

ہے روزانہ اسے کھاتا ہے۔اور بجائے اس کے باہر کی غذا بدل ہوتی ہے۔یہی سبب ہے کہ شروع جنم میں یہ بدن بالک ہوتا ہے اور اندر سے خُدا کا فرزند اسے کھاتا اور دُوسری غذا سے یہ بڑھتا بھی رہتا ہے۔اس طرح یہ جوان ہو جاتا ہے۔پھر تو اُسی قدر غذا بدل پاتی ہے جس قدر اندر کا انسان جو خُدا کی نسل سے ہے اسے کھاتا ہے۔ پھر اس کے بعد تو یہ بدن اُس قدر بھی بدل نہیں پاتا بلکہ خُدا کے فرزند کی غذا ہُوا گھٹتا جاتا ہے۔اسی کو بڑھاپا بولتے ہیں ؎

(۹) جب یہ بڑھاپے میں یہاں تک پُرانا ہو جاتا ہے کہ پھر بالکل غذاؤ سے بدل نہیں پاتا تو خُدا کا فرزند جو سُوکھشم شریر ہے اُسکی غذاؤ کے قابل نہیں رہتا ہے۔اور یہ تب ہوتا ہے جب اُس (سُوکھشم شریر) کے بھوگ کے عمل ختم ہوتے ہیں۔اس حالت میں پرجاپتی کا فرزند اسے چھوڑ کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔اور یہ گر جاتا ہے اور خاک میں مل جاتا ہے کیونکہ اسے کچھ بھی عملوں کے بھوگنے سے واسطہ نہیں۔بلکہ یہ تو غذا اور خود بھوگ رُوپ ہے ؎

(۱۰) جس انسان کو بدن میں خودی کا یقین ہے وہ بھی واقع میں بدن ہے اور وہ خود غذاء ہے اور خود مُردہ ہے۔اُسے عملوں کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو بھوگتا یا کھانے والا یا زندہ نہیں۔اسی سبب سے سنؤدر جو بدن میں خودی رکھتا ہے واقع میں بشر اور ابنِ آدم ہے۔جب کہ اُسے عملوں کا اثر نہیں خود فانی ہے بلکہ وہ تو اندر کی روح جو رکھتا ہے خدمت کی رُوح ہے۔یہی سبب ہے کہ اُسے یگ آدکوں کا ادھکار نہیں۔بلکہ وہ دائیوں کی خدمت کا ادھکار ہے۔

تاکہ وہ اُن کی خدمت سے ہی پاک صاف ہووے۔ اور اُن کے اُپدیش سے
جب تک کہ وہ بدن کی خودی سے نکل کر جو نسل آدم ہے خدا کی فرزند
رُوپ خودی میں نہ آوے تب تک یگ آدک نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ جو
ویدوچن کی تعلیم کے سبب سے ممکن نہیں کہ اب اُس سے نکلیں وہی بشر
واقع میں چنڈال اور ملیچھ ہیں ٭

(۱۱) شروع پیدایش میں دو جاتی بچہ بھی اپنے بدن میں ازلی خودی کی
تصدیق رکھتا ہے اور بغیر دھارمک تعلیم کے اگر اُسے آزاد چھوڑ دیں
تو گو مغربی علوم میں یگانۂ آفاق نکلے تاہم وہ بدن کو اپنا آپ یقین
کرتا ہے۔ اگرچہ وہ زیرک ہُوا جان سکتا ہے کہ "رُوح بھی ایک لطیف
شے میرے اندر بستی ہے۔ لیکن وہ میں نہیں بلکہ میرے میں بستی
ہے۔ جب تک وہ مجھ میں بستی ہے میں زندہ ہوں۔ جب وہ چلی جاویگی
تو میں مُردہ ہو جاؤں گا۔ یہ زندگی مجھ میں عارضی ہے" [illegible] رُوح کی
گو وہ رُوح کے وسیلہ زندہ رہتا ہے تاہم وہ رُوح بغیر جڑھ جسم سمجھ
اس لئے اُس پر نیک عمل کی تاثیر کچھ بھی نہیں ہوتی کیونکہ رُوح کا
گناہ موروثی اُس میں چلا آتا ہے جو اُسے خدمت کی روح یقین کراتا
ہے ٭

(۱۲) لیکن جب وہ دس سنسکار کے آداب سے جو دو جاتیوں میں شاستر
کی رُو سے چلے آتے ہیں آٹھ نو برس کے بعد اطلاع پا جاتا ہے کہ "یہ
بدن تو مثل لباس بدلتا ہے۔ روزانہ غذا سے نیا بنتا جاتا ہے میں یہ
نہیں ہوں۔ بلکہ وہی رُوح جو اس کے اندر آ کے کھاتی پیتی چلاتی پھراتی اور
پہچانتی ہے وہی میں ہوں" اُس وقت یہ نسل آدم سے کٹ کر خدا کی

فرزندی میں داخل ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کی رُوح پرجاپتی کا ٹکڑا وہ پرجاپتی کی انش ہے جیسا کہ بامدیو کی تعلیم سے ظاہر ہو چکا ہے۔ اُس وقت اس کا نیا جنم رُوحانی ہوتا ہے اور پرجاپتی کا فرزند اور اُس کا وارث ہو جاتا ہے۔ اور وُہ پہلا جنم جو بدن کا ہے بشر کا ہے۔ یہ دُوسرا جنم جو رُوح سے ہے پرجاپتی کی نسل کا ہے۔ چونکہ یہ جنم ہر ایک کا پیچھے تعلیم اور کلام سے ہوتا ہے اسی سبب سے اِن نسل کے لوگوں کو دوجنما یا دوجاتی بولتے ہیں۔ اور وُہی پرجاپتی کے وارث یگ آدِک کرم کے جو پرجاپتی کے کام ہیں ادھکاری ہوتے ہیں۔

(۱۳) اگرچہ دوجاتی بچہ بھی اس پران آتم (رُوح) میں خودی پاتا آدم کی نسل سے کٹ کر خُدا کی نسل میں آجاتا ہے اور یگ آدِک عمول سے پتریاں سڑکوں کے وسیلہ سوراج ہو کر ملاء اعلیٰ میں داخل ہو جاتا ہے تاہم بھوگوں کے ختم ہونے پر پھر عمل کے لئے گرتا سنساری ہوتا ہے۔ مگر وہ بشر تو خدمت کی رُوح کے سبب سے یہاں جنمتا مرتا ہے۔ اِس لئے یہ دوجاتی اچھا بھی ہے تو بھی سنساری دُکھ پیاس آدِک موروثی گناہوں سے گناہگار ہوتا ہے۔ نجات نہیں پاتا۔

(۱۴) لیکن یہ دُوسرا آتما جو دُولہا ہے اور برات میں اُسکے کار و بار کی شہادت کے لئے آیا ہے اکرتا ابھوکتا اسنگ آتما ساکھشی سروپ ہے جو اپنے جمال کی دید کے لئے اِس آئینہ میں اُترا ہے۔ وُہی ہماری اصلی خودی ہے۔ وُہی ہمیں اُپاسنا چاہئے۔ اور اُسی پر نظر کرنی چاہئے۔ فضل اُسی پر موقوف ہے۔ اُسی کی دریافت سے ہم نجات

پا سکتے ہیں جو اسی کی پہچان سے ہم نفس میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اُسی کی خودی سے ہم امرت ہو سکتے ہیں جیسا کہ شری بامدیو بھی ہُوا ہے

(۱۵) بہرحال بامدیو کی تعلیم میں ہم نے جو دو برہم بدن میں داخل ہوئے سُنے ہیں دونوں اِس کے بدن میں اِس کے آتما ہو رہے ہیں۔ اُن دونوں میں سے ایک اُپاسنا کرنے کے قابل ہے اور ہم کو دریافت کرنا چاہیئے کہ وُہ کونسا ہے؟ اِس طرح دریافت کرتے کرتے اُن کو یہ سُوجھ پڑی کہ دونوں اس بدن میں ایک جُدا جُدا گانہ آلات سے برتاؤ کرتے ہُوئے حرکت کرتے ہیں۔ جس (آلہ) سے وُہ حرکت کرتے ہیں وہ پرماتما نہیں بلکہ وُہ جو انہیں پاتا ہے وُہی مقصود وُہی مطلوب وُہی پرماتما ہے۔

(۱۶) اب ہمیں معلوم کرنا چاہیئے کہ کس کے سبب سے یہ چیزیں دریافت ہوتی ہیں؟ اور کون ہے جو دریافت کرتا ہے؟ غور سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ حِسِ باصرہ کے سبب یہ رُوپ اور رنگ دیکھتا ہے۔ حِسِ سامعہ سے یہ آوازیں سُنتا ہے۔ حِس شامہ سے یہ بُو لیتا ہے۔ حِسِ کلام سے یہ بولتا ہے اور حِس ذائقہ سے کھٹا میٹھا رس لیتا ہے۔ یہ سب آلات اور حواس جُداگانہ ایک ہی پران آتما ہیں جو پرجاپتی سے دیوتا رُوپ ہوکر پیدا ہُوئے اور پھر حواس رُوپ ہوکر بدن میں داخل ہُوئے ہیں

(۱۷) اگرچہ ہم کو بامدیو نے سِکھا دیا ہے کہ یہ ایک رُوپ حواس دیوتا ایک ہی پرجاپتی ہیں۔ تو بھی ہم خود غور کرکے اسے سچ پاتے ہیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی انتہ کرن آنکھوں میں آیا بصارت ہوتا رُوپ رنگ کے دکھانے کا واسطہ ہوتا ہے۔ وُہی کان میں آیا شُنید ہوتا آوازوں کے سُنانے کا وسیلہ ہوتا ہے۔ وُہی ناک میں آیا

شمید ہوتا ہو اور خوشبو کی دریافت کا سبب ہوتا ہے اور پھر وہی دل کے اندر من
روپ ہوا انہیں دکھائی ہوئی چیزوں کی یاد اور نیکی بدی کی دریافت کا سبب ہوتا ہے
اور دریافت کے لئے سوچ سمجھ کا آلہ ہوتا ہے +

(۳۸) کیونکہ جو بصارت یا شنید یا شمید یا ذائقہ کے وسیلہ ہم پاتے ہیں ان سبکو دل کے اندر
من کے وسیلہ سوچتے اور یاد کرتے ہیں۔ انکی اچھائی اور برائی کو پہچانتے ہیں اور چھانٹ چھانٹ
اور سوچ سوچکر انہیں یقین کرتے ہیں۔ اگر من ان حواسوں سے جُدا ہوتا
تو بدنکر حواسوں کا دکھایا ہُوا من سے سوچا جاتا اور یاد کیا جاتا
اور کیونکہ عقل سے یقین کیا جاتا؟ بلکہ جو دیکھتا ہے وُہی یاد کرتا
ہے اور جو جانتا ہے وُہی سوچ کرتا ہے۔ اور جو سوچ کرتا ہے وُہی
یقین کرتا ہے۔ اِس لئے ایک ہی انتہ کرن خاص خاص مکان میں
آیا ہُوا اور خاص خاص تفصیل سے پھیلا ہُوا برتی روپ ہوکر
جُدا گا۔ نام کرتا حواس اور من اور عقل جُداگانہ نام پاتا ہے۔
اِس میں ایک ہی پران ہے +

(۳۹) پھر چونکہ ہم کو یاد پڑتا ہے کہ سنکاروں کی تعلیم کے وسیلہ
جو ہم کو برہم گیان اُپنشد سکھایا گیا ہے اور کوشیتکی رشی کی معرفت
ملتا ہے اُس میں بھی یہی سُنتے ہیں کہ یہ آتما پہلے من میں ستولی
ہوتا ہے۔ اور من برتی کے وسیلہ یعنی اسکے ساتھ حلقوم میں [illegible]
کرتا بات چیت کرتا ہے۔ اور وُہی منو برتی یہاں کلام کہلاتی ہے۔ اور
پھر اُسی منو برتی سے آنکھ میں آتما بصارت سے دیکھتا ہے۔ اور وہی منو برتی
یہاں بصارت نام پاتی ہے +

(۴۰) یا حس بھی شرتی کا بھی یہی منشا ہے کیونکہ وہ فرماتی ہے کہ من

کرکے ہی دیکھتا ہے۔ من کرکے ہی سُنتا ہے۔ تو اِس قسم کی شرتیوں سے
بھی جانا جاتا ہے کہ ایک ہی من انیک رُوپ ہوکر خاص خاص بیئوں
میں حواس کہلاتا ہے۔اور وُہی سوچ سمجھ کے وقت من اور وہی یقین کے
وقت عقل۔اور وُہی یاد کے وقت چت اور وُہی خودی کی تصدیق کے
وقت اہنکار کہلاتا ہے۔اور مجملہ ایک ہی پران دیوتا پرجاپتی ہے۔کیونکہ
لکھا ہے کہ جو پران ہے وُہی پرگیا (प्रज्ञा) ہے۔ اور جو پرگیا ہے
وُہی پران ہے کیونکہ وُہی جب فقط کھانا پچاتا بناتا مکالبتا یا کھینچتا ہے
پران کہلاتا ہے۔جب وہ دریافت کرتا ہے تو پرگیا کہلاتا ہے اس لیئے
ایک ہے۔فقط کام کرتا پران اور دریافت کرتا انتہ کرن کہلاتا ہے۔
اور یہی پرجاپتی بامدیو کی تعلیم میں ہم نے لکھا ہے کہ پہلے دیوتا رُوپ
ہوکر اُٹھا اور پھر حواس و آلات رُوپ ہوکر مثل برات اور چاکر کے
آدمی میں داخل ہُوا ٭

(۲۱) جبکہ تحقیق اور شرتیوں سے دریافت ہوگیا ہے کہ ایک ہی خداوند
پرجاپتی باپ بیٹا رُوپ ہوکر پھیلا ہے اور مختصر انسان میں آہُوتی
اور غذا پانے کے لیئے آیا ہے اور اُس پرماتم دُولہا کی برات ہُوا ہے بلکہ
اُس کا چاکر اور خدمت گار ہے۔تو ہم کو اُسی کا شغل کرنا چاہیئے۔اور
اُسی میں خودی کی تصدیق کرنی چاہیئے۔اور اُسی کے وِچار سے
ہم ناجی ہونگے کیونکہ یہ اگرچہ بڑا عجیب کام کرنے والا اور عجیب
بھوگ پانے والا ہے تو بھی اُس کا مزدُور اور خادم ہے بلکہ سب
بھوگ اور خدمتیں اُسی میں اور اُسی کے لیئے کلپنا کرتا ہے کیونکہ
بغیر اُس کے یہ کچھ بھی نہیں کر سکتا ٭

(۴۲) دیکھو خواب میں جب ہم جاتے ہیں تو یہ دُولہا آنکھ ناک کان سے اُترتا رگوں کے وسیلہ غلافِ دل میں فرود ہوتا دل کے اندر پول میں اپنے خاص یگانہ پرمانند سروپ میں آرام کرتا ہے تو انتہ کرن رُوپ پرجاپتی کا بیٹا مُعلق ہو جاتا ہے۔ نہ تو وہ خود دریافت کر سکتا ہے اور نہ کچھ سوچتا سمجھتا ہے۔ لیکن جب تک قانونِ قُدرت کے وسیلہ اُس کا انتظار ہوتا ہے کہ پھر جاگرت میں اسی بدن کے اندر آویگا۔ تو باپ رُوپ پران اپنا کام کرتا رہتا اس بدن کو۔ پالتا اور کھاتا ہے جب قانونِ قُدرت کے وسیلہ اُس کے بھوگوں کے خاتمہ پر اُس کے پھر یہاں دیدار دینے کی اُمید نہیں رہتی تو یہ باپ رُوپ پران بھی معطل ہو جاتا ہے۔ اُسی کو عام لوگ موت کہتے ہیں ۔

(۴۳) پھر کیونکہ ہم یوں بھی دیکھتے ہیں کہ جب یہ دُولہا (آتما) آنکھ ناک کان سے اُترتا ہے لیکن دل کے پول میں نہیں جاتا بلکہ رگوں کے اندر ہی رہجاتا ہے۔ تو گو حواس کو چھوڑ دیتا ہے لیکن من کو نہیں چھوڑتا بلکہ اُسی پر اُسی طرح مستولی رہتا ہے جیسا کہ جاگرت میں تھا اور اُس وقت من حواسوں کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اِس لئے اُس کی خدمت کے لئے جھٹ پٹ عجیب عالمِ خواب بناتا ہے۔ کہیں عورتوں سے اُسے لبلا کراتا ہے۔ کہیں گاڑیوں کی سواری ہوتا اُس کو سوار کراتا ہے فوراً گھوڑے۔ فوراً سڑکیں۔ فوراً باغ باغیچہ رُوپ اُس کے لئے ہو جاتا ہے ۔

(۴۴) بلکہ موت کے بعد عدل کے مرتبہ میں بدیوں کی قید سے

آزاد ہُوا نیکیوں کی قید میں بہشت اور اپسرا عرصۂ معیّن
تک رچا عالم بالا کی سیر کراتا ہے۔ اور بعد ختم بھوگ پھر عملوں کے
لئے یہاں لے آتا حواسوں کی قید میں پڑتا ہے۔ اور جب یہ گیانا
اسی کے دیدار کے لئے "وہی پرماتما ہُوں" اِس قسم کی تصدیق میں
پلٹ جاتا ہے تو نیکی بدی کی قید سے خود چھُوٹ جاتا ہے اور
فضل میں آ جاتا ہے۔ اور دُولھا۔ تو اپنے پرمانند میں ابدی رہتا ہے
مگر وہ من مثل سایہ کے برہم لوک کے بھوگ ست سنکلپ ست کام
آدِک مُفت میں اُسکے لئے رچا اور سب کچھ اُس میں کلپتا ہے ؂
(۲۵) اس سے معلوم ہُوا کہ یہ جو پران آتما ہم نے اپنا آپ جانا
تھا اور بشریت سے نکل کر ہم دو جنما روحانی ہُوئے تھے اور جسمانوں
کی نسبت ہم رُوحانی ہوگئے تھے اگرچہ بڑا خداوند ہے تو بھی اِس
پرماتما کا چاکر اور بدلنے والا ہے۔ اور بھوکھ پیاس رُوپ دھرموں سے
دھرمی ہے۔ اور اُسکے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اُسکا
سایہ ہے۔ وہی ہمارا پرم آتما ہے۔ اُسی کی اُپاسنا ہمکو کرنی چاہیئے۔ اُسی کے
پانے سے ہم نجات پا سکتے ہیں۔ وُہی فضل کا مالک ہے۔ یہ تو چاکر
اور عدل کا قیدی ہے۔ اَے بھائیو! عدل بھی اچھا ہے۔ پر فضل ہی
مانگو۔ عدل سے چھُٹکارا نہیں۔ فضل میں ہی نجات ہے۔؂
(۲۶) پھر اُنہوں نے یُوں وِچار کیا کہ پران آتما ایک سایہ کی طرح
اُس میں کلپت اور اُس کی ابدی شکتی ہے جو دو قسم پر منقسم ہے
یا تو وہ نظری ہے یا عملی۔ جب وُہ ایک ہی شکتی سایہ کی طرح
اُس میں ادراک کی صورت میں نمُودار ہوتی ہے اور دانست کا جیسا ہے

دیتی ہے تو وہی قوتِ نظری کہلاتی ہے اور سنسکرت میں اسے گیان شکتی بولتے ہیں ؛

(۴۷) جب وہی شکتی سایہ کی طرح عمل کی صورت میں تموّج کرتی ہے تو وہی قوتِ عملی کہلاتی ہے اور سنسکرت میں اُسے کریا شکتی کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس پران آتما میں مثل سایہ کے تموّج اور تغیر ہے کیونکہ جب وہ دانست میں تغیر اور تموّج پاتا ہے تو تصدیق ہوتا ہے کہ یہ جانتا ہے۔ جب وہ دانست کی صورت میں نہیں بلکہ کرنی (عمل) کی صورت میں بدلتا ہے تو تصدیق ہوتا ہے کہ وہ کرتا ہے۔ اِس طرح دانست اور کرنا اسی خدمت گار کا اُس میں وہم ہوتا ہے۔ بغیر اس (پران آتما) کے نہ تو وہ جانتا ہے نہ کرتا ہے بلکہ دانست اور عمل سے پاک اکرتا ابھوگتا ہے ؛

(۴۸) پھر یہ جو پران ہمارے اندر دانست اور عمل کی صورت میں بدلتا ہے وہی آتم نور کی روشنی میں تموّج کرتا ہے کیونکہ جب تک روشنی نہ ہو کوئی بھی کار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ غرق نیند اور موت میں یہ پران آتما کام کرتا نہیں دکھائی دیتا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وہ جو اُس کے اندر فقط علمی اُجالا ہے وہی پرانا ہے۔ اور چونکہ نور اگرچہ کار و بار کی تحریک کا سبب ہوتا ہے لیکن کار و باری نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح یہ نور اُس سے کار و بار کی تحریک تو کرتا ہے مگر خود کار و باری نہیں ہو جاتا بلکہ اسنگ گواہ ہے ؛

(۴۹) یوں سمجھو کہ پران آتما تو کیا دانست کیا عمل دو گانہ حرکت رکھتا

ہے۔اور یہ نور آتما حرکت نہیں رکھتا بلکہ تحریک رکھتا ہے۔پس وہ جو اندر دانش اور عمل کی حرکت رکھتا ہے وہی پران آتما ہے جو چاکر اور سایہ ہے۔اور وہ جو اس میں تحریک کرتا ہے اور نور ہے وہی پرماتما ہے +

(۳۴۰) یہ نہیں گمان کرنا چاہئے کہ یہ نور کچھ عنصری نور ہے نہیں بلکہ الٰہی نور ہے جو دیکھتا ہے۔سورج اگرچہ نور ہے لیکن دیکھتا نہیں نہ تو سورج چاند کو دیکھتا ہے نہ چاند سورج کو۔اس لئے وہ سب عنصری نور ہیں۔لیکن وہ جو سورج اور چاند اور باہر اور اندر منو برتیوں کو بھی جانتا اور دیکھتا ہے وہ ہی نور ہے جو عنصری نور کی قسم سے نہیں۔بلکہ وہی برہم ہے۔وہی آتما ہے۔اور یہ منو برتیاں اس کے دیدار کے لئے ایک آئینہ سا ہو رہی ہیں۔کیونکہ جب جب منو برتی اٹھتی ہے تو اس میں یہ دیدار روپ ٹپکتا ہے۔اور ان برتیوں کو دیکھتا اور پھر برتیوں کے وسیلہ آنکھ کان میں آکر ان کو روشن کرتا باہر کی چیزوں کو بھی دیکھتا سنتا ہے +

(۳۴۱) پس وہ جو منو برتیاں ہیں فقط واسطہ اور آئینہ ہیں جن سے یہ پایا جاتا ہے۔اور وہ جو ان میں آیا ہوا انہیں بلکہ انکے وسیلہ سب کو پاتا ہے وہی مطلوب ہے وہی نور ہے اور وہی پرماتما ہے جس طرح شیشہ کی حرکت سے چہرہ بھی ہلتا سا ہوتا ہے لیکن ہلتا نہیں۔ اسی طرح ان برتیوں کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرتا سا وہم ہوتا ہے۔ اصل میں بے حس و حرکت ہے۔فقط دیکھنے والا گویا شعلے نور ہے +

(۳۴۲) پھر انہوں نے جان لیا کہ وہ بے چون و چرا ہے۔سب کا دیکھنے والا ہے۔اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا کیونکہ کیا من کیا پران۔کیا

بدن۔کیا سورج۔کیا چاند۔سب عُنصری ہیں اور جڑھ ہیں۔اور مادّی عُنصر اور عُنصریات دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔یہ تو سب کو جانتا اور دیکھتا ہے اور وُہ جو دیکھنے کی قابلیت رکھتا ہے دکھائی دینے کی قابلیت نہیں رکھتا تو بھی جُوں جُوں منوبرتّیاں وِرِتّی اُس میں دکھائی دیتی ہیں تُوں تُوں اُنہیں کے وسیلہ دیکھنے والا بھی ایک ساکھشی کُور تصدیق ہوتا ہے۔پھر کیونکہ ہم بھی تصدیق کرتے ہیں کہ ہم نے اِن منوبرتّیوں کو دیکھا اِس لیئے ہم ہی دیکھنے والے ہم ہی ساکھشی ہیں۔یہی تصدیق اس برہم کا دیکھنا ہے اور یہی ڈھنگ اس آئینہ میں نظر کرنے کا ہے۔دُوسرا طریق نہیں +

(۳۳)جب معلوم ہُوا کہ منو برتّیوں میں وُہ اُن کا دیکھنے والا ہے اور اُسی طرح تصدیق ہوتا ہے جیسا کہ آنکھ بھی آئینہ میں دکھائی دیتی ہے۔اِس لیئے اُنہوں نے جن برتّیوں کی چھانٹ کی اور جن میں پرماتما کو دیکھا اُن کو یہاں بھی اُردو داں کے لیئے ترجمہ کرتے ہیں۔وُہ یہ ہیں

سنگیان[1]-اگیان[2]-وِگیان[3]-پرگیان[4]-میدھا[5]-درِشٹی[6]-دھرِتی[7]-متی[8]-منیشا[9]-جُوتی[10]-سمرِتی[11]-سنکلپ[12]-کرتو[13]-رسو[14]-کام[15]-وش[16]-اہنکار[17]-اوِدّیا[18] فقط +

संज्ञानमाज्ञानं विज्ञानं प्रज्ञानं मेधा दृष्टिर्धृतिर्मतिर्मनीषा

जूतिः स्मृतिः संकल्पः क्रतु रसु कामो वश इति ॥

(ایتریہ اُپنشد ادھیائے ۳۔کھنڈ ۱۔منتر ۲)

(۳۴)سنگیان[1] نام مُطلق دانست کا ہے جو ہر جیو کو ہوتی ہے۔اور یہ ایک انتہ کرن کی برتّی ہے۔جب یہ کھلتی ہے تو اسکے سبب سے جیتی جان یا جیو اسی آتما کا نام ہوتا ہے کیونکہ تمام میں جو کچھ دانست رکھتا ہے وُہی جیو کہلاتا ہے۔نباتات میں یہ نہیں ہوتی۔حیوانات

میں یہ پائی جاتی ہے ÷
(۳۵) اگیان نام اُس حکمتِ بالغہ کا ہے جس حکمت سے یہ سب دُنیا بنتی اور خدائی کام ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی ایک انتہ کرن کی برتی ہے۔ اور یہی آتما اس برتی کے سبب ایشور کہلاتا ہے ÷
(۳۶) وگیان نام اُس دانشت کا ہے کہ جو تعلیم سے حکمت کے رُوپ میں حاصل ہوتی ہے اور جسکے سبب لوگ عالِم فاضل حکیم کہلاتے ہیں۔ یہ بھی ایک انتہ کرن کی برتی ہے جسکی صفت سے یہی آتما حکیم کہلاتا ہے ÷
(۳۷) پرگیان نام حُسنِ تعقل کا ہے۔ وگیان تو ترتیبِ مقدمات سے نتائج نکالتا ہے اور یہ ایک قسم کی انتہ کرن کی برتی ہے جو بلا ترتیبِ مقدماتِ دلائل فوراً صحیح نتائج پا جاتی ہے۔ عام لوگ اسی کو الہام بولتے ہیں۔ اور یہ اُن رشیوں منیوں کو ہوتی ہے جو شروع میں وید کے رواج دینے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی آتما پرگیان کے سبب سے وید کے چلانے والا ایشور کہلاتا ہے۔
(۳۸) میدھا نام اُس انتہ کرن کی برتی کا ہے جو سیکھی ہوئی چیز کو قبول اور حفاظت کرتی ہے۔ اور درشٹی اُس برتی کا نام ہے جو حواسوں کے ذریعہ محسوسات کو دریافت کرتی ہے۔ دھرتی نام دھارن کا ہے۔ اور وہ ایک انتر برتی ہے جس سے انسان تمام پریشان۔ خیالات کو بند کر سکتا ہے اور تفرقہ سے جمعیت خاطر حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس کی تعریف میں عام لوگ اکثر کہا کرتے ہیں کہ فلاں بڑی برداشت والا اور متحمل مزاج ہے۔ اور یہ وصف اسی برتی کے سبب سے ہے ÷

(۳۹) مَتی نام اُس کا ہے جو غور کا کام کرتی ہے۔ پرِگیا آزاد برتی کا نام ہے۔ جوتی وُہ برتی ہے جو بدن کی بیماریوں اور تکلیفوں کو آتما میں وہم دیتی ہے۔ سمرتی یاد کرنے کو کہتے ہیں اور جو چیز کبھی دیکھی سُنی ہو اُسے یاد دلاتی ہے۔ سنکلپ وُہ برتی ہے جو سفید یا سیاہ ہر طرح کی دیکھی ہوئی شے کو گُنوں کا تُوں حاضر کر کے اُسی کی صُورت پر اندر دکھائی دیتی ہے۔ کرتو نام یقین کا ہے جو ایک ایسی بات پر پُختہ ہوتا ہے کہ اُس کے سِوا جو مخالفِ امر ہو نہیں مانتا۔ اسُو نام رُوحِ حیوانی کا ہے جس کے سبب سے زندگی کا بیوپار ہوتا ہے +

(۴۰) کام نام اُس برتی کا ہے جو شَے تو موجود نہ ہو لیکن اُسی کی طرف توجہ اور تقاضاء کراتی ہے۔ اسی کو ترشنا بھی بولتے ہیں۔ وش نام اُس اندر برتی کا ہے جو عورت کی لگن لگاتی ہے۔ اہنکار نام ایک اندر برتی کا ہے جو بدن میں خودی کا علاقہ یا آتما میں خودی کی تصدیق کراتی ہے۔ جب یہ بدن میں خودی کی تصدیق کرتی ہے تو اُسے ملین اہنکار کہا کرتے ہیں کیونکہ اودیا اور جہالت طبعی سے وُہ ایسا کرتی ہے۔ اور جب وہ بعدِ تحقیقات آتما میں خودی کا تصدیق دلاتی ہے اور بدن میں اناتما کا تصدیق کرتی ہے تو اُسے شُدھ اہنکار بولتے ہیں۔ اور معرفت کے سبب سے ملین اہنکار سے یہ شُدھ اہنکار میں بدل جاتی ہے۔ اسی (شُدھ اہنکار رُوپ برتی) پر فضل اور نجات موقوف ہے +

(۴۱) اودیا نام جہالت کا ہے۔ وُہ دو قسم کی ہے یا تُولا اودیا ہے یا مُولا اودیا۔ دُنیا کی چیزوں کو یہ جب نہیں سمجھتا تو تُولا اودیا کہلاتی ہے۔ اور جو آتما کو نہیں جاننے دیتی وُہی مُولا اودیا ہے۔

تُولا اودّیا تو دُنیاوی عِلم کے پڑھنے سے دُور ہوتی ہے۔اور مُولا اودّیا آتما کی معرفت و گیان سے دُور ہوتی ہے۔غرض نیند میں تُولا اور مُولا دونوں اودّیا طبعی ہوتی ہیں۔نباتات اور جمادات میں بھی یہ دونوں اودّیا زیادہ ہیں اِس لئے نہ تو وُہ پہچانتے ہیں نہ اپنے آپ کو جانتے ہیں۔ اِسی سبب سے عوام اُن کو جڑھ بولتے ہیں۔لیکن جب سنگیان برتی طبعی کھُلتی ہے۔اُسی کو چیتن بولتے ہیں ✤

(۴۲) اَے بھائیو! اِن برہمنوں نے یہ سب برتیاں پران آتما کی جان کر ایسا تحقیق کیا کہ یہ سب واقع میں پران آتما ہیں۔جس طرح دریا بھی موج مارتا ہُوا حباب گرداب بُلبُلہ کف ہوتا ہے۔اُسی طرح یہ پران آتما بھی متموّج ہوتا اِن برتیوں کے آکار ہوتا ہے اور خود کچھ حقیقت نہیں رکھتا بلکہ مثل سایہ کے آتما میں مرکوز ہے۔اور یہی برتیاں جو رُوپ اور نام رکھتی ہیں اُنہیں رُوپ اور ناموں میں آتما بھی دکھائی دیتا ہے اِس لئے انجان کو اُس کا فرق کرنا مشکل سا ہو جاتا ہے ✤

(۴۳) بلکہ سب کی سب کیا سنگیان کیا اگیان کیا وِگیان کیا پرگیان کیا میدھا کیا درشٹی کیا متی کیا منیشا کیا جُوتی کیا سمرتی کیا سنکلپ کیا کرتو کیا کام کیا اسو کیا وشی کیا اہنکار کیا اودّیا سب اُسی پرگیان کے نام ہیں جو حقیقت میں آتما ہے۔جیسے کیا کوزہ کیا چینی کیا پیالہ سب ماٹی کے نام و آکار ہیں اور مُطلق ماٹی اُن سے پاک ہے۔اسی طرح یہ سب آتم نور میں کلپت ہیں ✤

(۴۴) جب سنگیان برتی اُس میں کلپت ہوتی ہے تو اُسی کو جیو کہتے ہیں۔جب اگیان برتی اُس میں کلپت ہوتی ہے تو اُسی کو ایشور کہتے ہیں۔

وِگیان میں وِگیان۔ پرگیان میں پرگیان اور میدھا میں میدھا وغیرہ والک
یہی ہوتا ہے۔ اور جب دانا اس میں سے یہ سب سلب کرکے اسے دیکھتا
ہے تو بے نام و بے نشان واحد واجب آتما بیک ہوتا ہے ٭

(۴۵) اب یُوں سمجھو کہ جو لفظ جس معنی کے لئے وضع کیا جاتا ہے۔
جب اس لفظ سے اس کی پہچان ہووے تو اسے دلالتِ لفظی (واچارتھ)
بولتے ہیں۔ مگر جب اس لفظ سے مدلول کا ایک ضمن چھوڑ کر باقی ضمن
کا علم ہووے تو اسے دلالت نہیں بلکہ اشارت (لکھشارتھ) کہا کرتے ہیں۔ پس
سنگیان اگیان پرگیان اور میدھا تمام ناموں سے جو مدلول (واچارتھ) ہر وہ تو
پران آتما ہے اور وہ جو ان الفاظ کا مشارٌالیہ (لکھشارتھ) ہے وہی شُدھ آتما
ہے۔ اس لئے اردو داں کو رمز شناس اور اشارت فہم ہونا چاہیئے ٭

(۴۶) کیونکہ جب ہم اسے پرگیان کے لفظ سے کہتے ہیں تو جاننا چاہیئے کہ
آتما اور انتہ کرن کی پرگیا برتی ملکر پرگیان لفظ کا مدلول اور
مفہوم ہے۔ لیکن رمز شناس کو چاہیئے کہ اس میں پرگیا برتی کو سلب
یعنی نفی کرکے باقی حصہ (شُدھ آتما) کو پرگیان کا مشارٌالیہ خیال کرے۔
یہی رمز شناسی ہے۔ اور اسی سبب سے آتما کے جتلانے میں کلام عاجز
ہے کیونکہ اس کا نہ تو کوئی رُوپ اور نہ نشان ہے کیونکر کلام جتلاوے
تو بھی کلام اسے رمز اور اشارہ سے جتا سکتا ہے۔ اس لئے ہم کہتے
ہیں کہ یہ سب نام اسی کے ہیں اور وہ ان نام رُوپ سے پاک ہے ٭

(۴۷) کیونکہ جب ایک برتی اس سے نفی ہوتی ہے دُوسری آجاتی ہے۔
اور دُوسری نفی ہوتی ہے تیسری آتی ہے۔ لیکن یہ اکیلا آتما جو جو برتی
اس پر مجبور کرتی ہے اُسی کا رُوپ ہوتا اسے دیکھتا ہے۔ اسی سبب

سے ہم تصدیق کر سکتے ہیں کہ اب وُہ برتی گزری اور یہ آئی۔ وہ جو ان برتیوں کے ہونے نہ ہونے کا اور اُن کے وصل اور فصل کا ساکھشی اور گواہ ہے وُہی ہمارا آتما ہے اور ان سب شکلوں سے پاک ہے۔ اور چہرہ کی طرح آئینہ میں آیا ہُوا برتی رُوپ ہوتا تجلّی مارتا انہیں بھی نُورانی کرتا ہے۔ اصل میں پرگیان نام اسی کا ہے۔ انتر برتی تو اس سے روشن ہُوئی پرگیا کہلاتی ہے۔ اس لئے وُہی حقیقت میں پرگیان ہے ٭

(۴۸) لیکن یہ انتر برتیاں بھی اُس آتم نُور سے روشن ہُوئی اُسی طرح پرگیان رُوپ ہوتی ہیں جیسے ماہتاب آفتاب سے پرتوہ پاکر روشن ہوتا ہے۔ اور یہ برتیاں بدلتی نانا رُوپ نانا نام پاتی ہیں۔ اور وُہ اِنکا محل ان میں منعکس ایک آن پر رہتا ہے بدلتا نہیں۔ اسی سبب سے صُوفیائے کرام اِن برتیوں کا نام شان اور اُس نُور کا نام ذات بولتے ہیں۔ اور تصدیق کرتے ہیں کہ شان بدلتی ہے ذات نہیں بدلتی ٭

(۴۹) اب اُن کی زُبان میں یوُں سمجھو کہ وُہی پران آتما جو اس کا سایہ اور چاکر ہے اور کچھ بھی وجود نہیں رکھتا اصل میں اسکی شان ہے۔ اور وُہ نُور جو اُس کا محل اور اُن برتیوں میں پرتوہ انداز ہے اور جسے آتما نام سے بولتے ہیں ذات ہے۔ اور یہ شانِ آتما برہما اندر پرجاپتی دیوتا ہوتی اسی میں مرکوز رہتی ہے اور اسی کے نُور سے منوّر اور اسی کی ہستی سے ہست ہوتی نانا روپ جگت ہوکر دکھائی دیتی ہے۔ اِس لئے شرتی بھگوتی تصدیق کرتی ہے ٭

(۵۰) کہ یہی برہما ہے۔ یہی اِندر ہے۔ یہی پرجاپتی ہے۔ بلکہ تمام دیوتا

اور پنچ عناصر بھی یہی ہے-کیا زمین-کیا ہوا-کیا آکاش-کیا پانی کیا سُورج-کیا ستارے سب جیوتیاں اور یہ تمام حیوانات چرند پرند کیڑے پتنگ وغیرہ بھی آتما ہے-اور یہ سب اس کی شانیں ہیں-اور وہ سب کا شانی ہرایک شان میں آیا ہُوا بطریقِ اشارہ عارفین کو دکھائی دیتا ہے-

(۵۱) جو تخم سے پیدا ہوتا ہے-جو انڈوں سے پیدا ہوتا ہے-جو آتول (بھجی) سے پیدا ہوتا ہے-جو میل سے پیدا ہوتا ہے-جو زمین پھاڑ کر نکلتا ہے سب کے سب کیا گھوڑا کیا گائے-کیا انسان-کیا ہاتھی جو کچھ کہ ہے یہ سب چلنے والے-اُڑنے والے اور منقول و غیر منقول سب پرگیان برہم میں مرکوز اور پرگیان سروپ ہیں ٭

(۵۲) جس طرح آئینہ دیکھنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور دیکھنے والا آپ ہی اُس میں ہوتا ہے-اسی طرح یہ سب معدومی اُسی کے آسرے اور اُسی کے جلاء اور آئینہ ہیں-اِس لئے سب جگت پرگیا نیتر (प्रज्ञानेत्र) اور پرگیا پرتشٹھا (प्रज्ञा प्रतिष्ठा) ہے-اور یہی پرگیان برہم ہے ٭

(۵۳) اس طرح یہ برہمن بھی بامدیو کی تعلیم کے موافق غور کرتے اور اپنی آتما کو پرگیان رُوپ جانتے اور سرب رُوپ مانتے ہُوئے اُسی طرح جس طرح بامدیو بعد موت فضل میں داخل ہُوا وُہ بھی ست کام اور ست سنکلپ ہوگئے اور زندگی میں اپنے دیدار کے آنند سے تو نقد نجات حاصل کرلی-وہ بھی جو اب اسی طرح غور کرکے اس آتما کو اشارہ کنایہ سے پا جاتا ہے اور تصدیق کرتا ہے کہ "مَیں برہم ہُوں-مَیں سرب رُوپ ہُوں" یہاں نقد امرت ہوتا ہے-اور بدن کے دُور ہونے سے ست سنکلپ

آدک ایشوریہ تعلق بجلاتے ہیں۔یہی اُس کے فضل کا رُتبہ ہے۔اور یہی اُسکے چڑھنے کا زینہ ہے۔آوے جس کا جی چاہے۔کسی کو بھی روک نہیں۔ وہ جو اِس زینے پر چڑھنے سے ڈرتے ہیں پاپی ہیں۔پاپوں کے سبب اُنکے اندر تاریکی ہے۔اس زینے پر آتے کانپتے ہیں اور ابدی جہالت میں رہتے ہیں ÷

(۵۴) مختصر مطلب اِس داستان کا یہ ہے کہ یہی اکیلا آتما جس کے سوائے دُوسرا کچھ بھی موجود نہ تھا بغیر آوزار بغیر مادّہ کے اپنی مایا سے جیسا جادُوگر اَن ہُوئی باتیں دکھاتا ہے اس طرح اُس نے سات لوک۔پرجاپتی اور پرجاپتی سے دیوتا پیدا کرکے اور انسان بناکر اُنہیں دیوتاؤں کو انسان میں داخل کیا اور پھر آپ بھی اپنے دیدار کے لیئے اُس میں داخل ہُوا۔اس طرح بامدیو نے اپنے پہلے جنم کے خویش و اقارب کو پہچانا اور وہ اُس کے موافق غور کرتے امرت ہُوئے

(۵۵) یہاں شاید اُردو داں کو تعجّب ہوگا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ وہ آدمی میں داخل ہُوا ؟۔تو اُس کو یہی تعجب نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اور بھی بہت سی باتیں تعجّب کی اس میں یہ ہیں کہ پہلے بغیر آوزار بغیر مادّہ کے اُس نے آکاش وغیرہ عنصروں کو بنایا۔اور اُس کے ستوگن انش سے چھانٹ کر طبقات بنائے اور پھر پرجاپتی کو بناکر اُس کے عضووں سے دیوتا نکالے جو آدمی میں داخل ہُوئے۔بلکہ بطور داستان یہ کہنا سہل الفہم کرنے کے لئے ہے۔ورنہ جس طرح خواب میں زمین و آسمان اور اُس کے اندر ہی دیکھنے والا ایک بدنِ مثالی بھی رچتا ہے اور پھر اُس سے ایسا علاقہ پاجاتا ہے کہ اُسی خیالی بدن کو

اپنا آپ سمجھتا ہے۔ ویسا ہی یہ تمام پیدایش کا حال ہے۔ اور آتما کا علاقہ
اُسی عجائب اوِدیا سے بدن کے ساتھ حاصل ہے جو سب کو معلوم ہے۔
اِس لئے اُس مشکل بھید کو بامدیو نے داستان کے طور پر سُنایا ہے
تاکہ سہل الفہم ہو جاوے ؛

(۵۶) غرض یہاں یہ نہیں ہے کہ اس داستان کی طرف اِس طرح
نظر کیجاوے کہ یہ وقوعہ کب ہُوا یا کیونکر ہُوا؟ بلکہ مدعا یہاں یہ
ہے کہ جس طرح کوئی خود ہی عمارت بناکر اُس میں آباد ہوتا ہے
اور آپ عمارت کا جزو نہیں ہو جاتا۔ اِسی طرح سب دُنیا آدمی کے
آسرے ہے۔ اور آدمی ایک خاص حویلی ہے۔ آتما اُس کے اندر بستا
ہے۔ جب اس طرح سُن کر اُسے تحقیق کرتا ہے تو اندر ہی نفی اثبات
کے قاعدہ سے وہ نقد ملجاتا ہے۔ اُس وقت بخوبی یہ سچ معلوم ہوتا ہے۔

(۵۷) دُوسرا نتیجہ یہ ہے کہ جس طرح بامدیو نے تصدیق کیا کہ "میں
برہم ہُوں۔ مَیں ہی منو ہُوں۔ مَیں ہی سُورج ہُوں" اس طرح تصدیق
کرنا واقع میں دیدار ہے۔ دُوسری وجہ کوئی دیدار کی نہیں۔ وہ جو
آنکھوں سے دیکھنا مانگتے ہیں غلط ہے۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ جملہ
خیال وسوسہ ہے اور ڈراوا ہے ؛

(۵۸) اسی سبب سے ویاس دیو نے اِس داستان پر سُوتر لکھا ہے
کہ "میں برہم ہُوں" یہ تصدیق بامدیو کی طرح شاستری نظر ہے۔ خدائی
دعویٰ نہیں۔ لیکن انجان اِس ڈر سے کہ یہ تو خدائی دعوے ہے
ادھر توجہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہی ایمان۔ یہی
تصدیق۔ یہی عرفان مُوجب نجات مقرر ہُوا ہے۔ جو اس طرح نہیں

تصدیق کرنا اگرچہ تپ جپ کرنا ہے ناجی نہیں ہوتا۔ البتہ تب جپ کا پھل بہشت وغیرہ پاتا ہے اور پھر گرتا ہے ۔

(۵۶) انشی داستان کو یجروید ارنیک بھاگ میں یوں لکھا ہے کہ پہلے سب سے برہما ہوا۔ اُس نے اپنے آتما کو یوں جانا کہ "میں برہم ہوں"۔ اُس سے وہ سرب روپ ہوگیا۔ برہما ہی نہیں بلکہ دیوتاؤں میں بھی جس جس نے اپنے آتما کو اِس طرح دیکھا کہ "میں برہم ہوں" وہ بھی سرب روپ ہو گیا۔ پھر شُرتی کہتی ہے نہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ یہ دیوتا اور ملائک کو ہی تصدیق روا ہے۔ بلکہ رِشی منی اور آدمیوں میں بھی جس نے اِس طرح آتما کو دیکھا ہے کہ "میں برہم ہوں" سب میں سب کچھ ہو گئے ۔

(۵۷) دیکھو بامدیو حمل میں بھی دیکھتا ہُوا بولا کہ "میں ہی منو ہوں۔ [illegible] برہم ہوں"۔ اور یہی تصدیق کرتا سرب روپ ہو گیا۔ پھر ایسا [illegible] ہے کہ شاید کوئی کہے کہ پچھلے ہی رشی منیوں میں [illegible] کی طاقت تھی اب ہم میں مشکل ہے۔ اِس لئے صاف حکم [illegible] ہے کہ اب بھی جو کوئی ایسا تصدیق کرتا ہے کہ "میں برہم ہوں" سرب روپ ہو جاتا ہے ۔

(۵۸) پھر خود ہی شُرتی اُس کے لئے جو برخلاف تصدیق کرتا ہے کہ "میں بندہ ہوں۔ وہ مالک ہے" ہجو کرتی ہے۔ کہ جو شخص اِس طرح عقیدہ کرتا ہے کہ "میں اور ہوں وہ اور ہے۔ اور میں چاکر ہوں وہ خداوند ہے" وہ کچھ نہیں جانتا۔ اور دیوتاؤں کا پشو ہے۔ کیونکہ

٭ (دیکھو برہدار نیک اُپنشد ادھیائے پہلا براہمن چوتھا منتر دسواں)

جس طرح ایک گائے بہت آدمیوں کو دودھ دیتی ہے اور وہ سب اُس کی حفاظت کرتے اور باندھ رکھتے ہیں تاکہ کہیں دوسرے کے پاس نہ چلی جائے۔ اسی طرح ایسے معتقد کو ملائک ڈراتے اور حفاظت رکھتے ہیں کہ کہیں عرفان نہ پا جائے۔ اِس لئے اُس کے دل میں خوف ڈالتے رہتے ہیں کہ کہیں ایسا تصدیق نہ کرے +

(۶۲) کیونکہ جب وہ تصدیق کرے گا تو ہمارا سوامی ہو جاوے گا۔ اب تو ہم کو ماننا ہماری قربانیاں دینا یگ کرنا ہے پھر ایسا نہیں کرے گا اس واسطے اُسکے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں کہ یہ تصدیق اچھی نہیں۔ خدائی دعویٰ ہے۔ نہیں کرنی چاہئے۔ بندہ اور بھگت بنے رہنا چاہئے ایشور بھگتی اور بندگی سے ہی خوش ہوتا ہے۔ دیکھو دنیا میں جیسا راجا بھی خوشامد اور خدمت پر خوش ہوتا ہے ایسا ایشور بھی خوشامد پر خوش ہے۔ یہ تصدیق تو اُسی طرح کی ہے جیسا کوئی کہے "میں راجا ہوں" تو کیا راجا خوش ہوگا؟ کیا اُسے دشمن نہ سمجھے گا؟ +

(۶۳) پھر آپ ہی شُرتی فرماتی ہے کہ جب ایک کی بہت سی گائیں ہوتی ہیں اگر ایک بھی گائے اُن میں سے نکل جائے تو اُن باقی پر صبر نہیں ہوتا۔ اُس کی تلاش میں نکلتا اور اُسے پکڑتا ہے۔ پس کیسے ہو سکتا ہے کہ جب ایک معتقد بہت ملائک کی خدمت کرتا ہو اور اُسے کوئی عارف اُن کی قید سے نکالنا چاہے وہ نکلنے دیں؟ اس لئے دیوتا نہیں چاہتے کہ کوئی اس کو تصدیق کرے کہ "میں برہم ہوں" +

(۶۴) دیکھو ڈرپوک آدمی اِدھر تو دیوی کو دھر تھا نیو۔ اِدھر اِندر اُدھر دوسرا کوئی دیوتا مثلاً گنپتی یا بھیروں کو مانتا ہے اور سب کی

مُقرّرہ نذرات ادا کرتا ہے اور اُنہیں پُوجتا ہے۔ اور سب اُس سے براہِ آہُوتی ونذرات بھوگ پاتے ہیں۔ اور سب اُس کے دِل ہیں بیٹھتے اُسکے دِل کو اس تصدیق سے ڈراتے ہیں جس پر نجات مُقرّر ہے۔ کیونکر ہوسکتا ہے کہ عارفیں اُنہیں سمجھا سکیں۔ وُہ تو ملائک کے سخت چُنگل ہیں آئے ہُوئے ہیں اور اُن کے پشُو ہو رہے ہیں ۔

(۶۵) پر جب کوئی زبردست آدمی ویدوں پر شردھا کرکے رِشی مُنی کے اقوال اور تصدیق کو جانتا ہُوا تصدیق کرتا ہے کہ "مَیں برہم ہُوں" تو پھر معاملہ اُلٹا ہو جاتا ہے۔ یعنی وُہی ملائک جو معبُود بنتے خادم ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اُن کا سُوامی۔ کیونکہ اس تصدیق سے وُہ سب کا آتما ہو جاتا ہے اور دیوتا کا بھی آتما ہو جاتا ہے۔ پھر کوئی اُس کی اس معرفت ہیں خلل ڈالنے کی طاقت نہیں رکھتا بلکہ سب اُسی کی خدمت ہیں یُوں اُٹھتے ہیں جیسے کہ خدمتگار ۔

(۶۶) اَے بھائیو! جُوں جُوں تُم اُنہیں خُدا کرکے مانتے ہو وُہ تمہیں اپنا پشُو جانتے اُسی طرح تُمہیں باندھتے ہیں جیسے پشُو کا مالک بھی پشُو کو باندھکر رکھتا ہے۔ پر تُم تو انجان ہو۔ بھید کی بات نہیں جانتے۔ اِس شرُتی کے قول کے موافق زبردست بنو۔ اور اس تصدیق کا شغل کرو۔ پھر دیکھو کیا عجیب معاملہ ہوتا ہے۔ خاوند چاکر اور چاکر مالک ہو جاتا ہے۔ آمین ۔

(۶۷) ہم اس بارہ ہیں اپنی طرف سے ایک مثال سُناتے ہیں کہ فرض کرو دس آدمیوں نے جو سفر جانا چاہتے تھے دو دو روپیہ بطورِ چندہ جمع کرکے ایک مُشترکہ ٹٹُو خرید لیا تاکہ سفر ہیں اُس پر اپنا بار لادیں

اور جب چلنے کا وقت ہُوا تو ہر ایک نے اپنی اپنی گٹھڑی - جہاں تک ممکن تھا بوجھل کر کے لادی - کسی کو بھی ٹٹّو کا فکر نہ ہُوا کہ یہ بار اٹھا سکے گا یا نہیں ؛

(۶۸) بلکہ اگر ایک دُوسرے کو اشارہ کرتے کہ تیرا بھار زیادہ ہے نکال لو ورنہ ٹٹّو نہیں چل سکے گا - تو وُہ کہے گا کیا مَیں نے قیمت نہیں چندہ نہیں دیا - مَیں تو نہیں نکالوں گا تم اپنا نکال لو - اس طرح جب بحث میں کسی نے بھی اپنا اسباب نہ نکالا اور چابک مار کر ٹٹّو کو آخر رواں کیا تو بیچارہ ٹٹّو بہت مشکل سے جس طرح ہو سکا آہستہ آہستہ اپنی جان منزل پر لے گیا ؛

(۶۹) جب منزل پر اُترے تو سب نے اپنا اپنا بوجھ اُتار لیا - ٹٹّو کا فکر کسی نے نہ کیا - وُہ تو کہے زید دانہ گھاس دیوے گا - زید کہے بکر لا دیوے گا - کسی نے نہ تو گھاس دیا نہ چارہ - ٹٹّو ہی بیچارے ٹٹّو نے رُوڑی پر پھر کر جو ملا کھا کے پیٹ بھر لیا - صبح ہُوئی تو سب تیار ہو گئے - اپنا بوجھ کسی نے بھی کم نہ کیا ؛

(۷۰) اب خیال فرمایئے کہ رات کو تو کسی نے چارہ بھی نہ دیا بھوکا رہا - صبح مقدور سے زیادہ بھار اٹھانا پڑا - آخر ٹٹّو نے اس طرح دو تین منزلیں پُوری کیں اور مر گیا ؛

(۷۱) اَے بھائیو! وُہ جو بہت دیوتاؤں کو پُوجتا ہے واقع میں بھنوں کا ٹٹّو ہوتا ہے جب جس کا دن آتا ہے تو اپنا بھوگ تو وُہ نہیں چھوڑتا بلکہ اگر نہ دے تو اُسے نقصان پہنچاتا ہے - اور جب کبھی اُس کا بیٹا بیمار ہوتا ہے یا کچھ اُسے مطلوب ہوتا ہے تو

کوئی فکر نہیں کرتا۔ جہاں دیو کہتا ہے دیوی پورا کرے گی۔ دیوی کہتی ہے بھیروں پورا کردے گا۔ اسی طرح خیال کرتے ہیں جیسا کہ مالکانِ ٹٹو ٹٹو کے چارہ میں خیال کرتے تھے۔ اور مشترکہ ٹٹو کی مانند ایسا عابد بلاشک ہلاکت پاتا ہے۔

(۷۲) جب کہ ویدک کرموں سے یہ حال ہے تو انہوں نے جو بھوت پریتوں کو معبود مان رکھا ہے اُن کا کیا حال ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعضے پیر پیراں کی گیارھویں دیتے ہیں۔ اور پھر سخی سرور کا روٹ بھی دیتے ہیں۔ اور گورو صاحب کا کڑاہ پرشاد بھی کراتے ہیں۔ دیوی کی بھینٹیں بھی دیتے ہیں۔ اور جس قدر بچش۔ سدھ اور مڑھی مسان ہیں سب کے دن مقرر ہیں۔ اور اُن کو اُن کے مقررہ دنوں پر نذریں دیتے ہیں۔

(۷۳) جب کوئی ضرورت پڑتی ہے تو ہر ایک کو دھیان کرتے سب سے مانگتے ہیں۔ اے پیر پیراں! اے سخی سرور۔ لعلاں والے! اے دیوی دیوتا! میرے لڑکے کو صحت دو۔ اور وہ اُن پر چندہ والے ٹٹو کے مالکوں کی طرح توجہ نہیں کرتے۔ آخر ہلاک ہوتے ہیں۔ بلکہ لڑکا تو مر جاتا ہے۔ اُس کی خیر ہیں۔ جو نذر باندھتے ہیں اگر وہ نذریں تو پھر انہیں فوراً آ پکڑتے ہیں۔

(۷۴) میں افسوس کرتا ہوں ایسے ہندوؤں پر جو بھراپچوں اور چیلیوں کی تصدیق پر تو مشترکہ ٹٹو ہو جاتے ہیں۔ پر وید کی شرتیوں کے موافق "دوہیں برہم ہتوں" ایسا تصدیق نہیں کرتے۔ اودیا نہیں تو کیا ہے؟ جہالت نہیں تو کیا ہے؟ ویدوں کا یہ مطلب ہے کہ طبقاتِ دنیا

دیوتاؤں کے آشرے ہیں۔ اور دیوتا آدمی کے آشرے۔ اور آدمی کا وُہی آشرا برہم ہے جو سب کا مالک ہے۔ اِس لئے آدمی کو اپنی دیہہ کے علاقہ کے سبب جس طرح راجا رعیّت کی پالن کرتا ہے اُسی طرح دیوتاؤں کی پالن کے لئے یگ آدِک نشکام کرنے چاہئیں۔ اور "میں برہم ہُوں اُن کا سوامی سرب رُوپ ہُوں" ایسا ایمان رکھنا چاہیئے ÷

(۷۵) یہ توم نہیں خبر نہیں۔ برعکس اِس کے، مالک ہوکر غلام بنتے ہیں اور نذرات و قُربانیاں دھن دولت کے لئے دیتے ہیں۔ جن سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جو کچھ نصیب ہے وُہ تو برہما بھی نہیں پلٹ سکتا۔ سخی سرور کیا کر سکتا ہے؟ یا پیر پیراں سے کیا ہو سکتا ہے؟ ÷

(۷۶) میرے نزدیک اُس برہمن کی طرح ہونا چاہیئے جس کا بطورِ مثال میں آگے ذکر کرتا ہُوں۔ دیکھئے دو برہمن تپ کے لئے بن میں گئے۔ جہاں شیر بھیڑیئے اور گیدڑ وغیرہ جانور پھاڑنے والے تھے جب وہ تپ کرنے لگے تو وُہ اُنہیں آکر تکلیف دینے لگے ÷

(۷۷) ایک برہمن نے اندیشہ کیا اور ہر ایک کی خوراک جمع کی۔ جو درندہ آوے اُن کی خوراک مختصر اُنہیں دیدیوے۔ اور پھر جب چلا جاوے اور دُوسرے دن ضرور آوے بلکہ اپنی برادری کے دُوسرے جانوروں کو بھی ساتھ لے آوے۔ کیونکہ حیوان کا یہی کام ہے جہاں خوراک ملے وہاں روز وقت پر آ جاتا ہے۔ اِس طرح اُس برہمن کو تو اُن کے بچاؤ سے فُرصت نہ ملی ÷

(۷۸) پھر دُوسرے نے اندیشہ کیا کہ اگر ان کی خوراک دیجاویگی تو زیادہ بکھیڑا ہوگا۔ اِس لئے اپنے گرداگرد آگ روشن کردی۔ اور تپ

تکبّر بدی ہے اور کبریائی فضیلت۔ اور یہ اخلاق کے عالم جانتے ہیں کہ کبریائی محمود ہے اور تکبّر مذموم ۞

(۸۲) "میں برہم ہوں" اِس تصدیق میں آتما کی کبریائی ہے۔ تکبّر نہیں۔ تکبّر تب ہوتا ہے جب کوئی کام وقوعہ میں آوے اور دوسرے سے سرزد ہوا ہووے اور جھوٹھ تصدیق کرے کہ وہ میں نے کیا ہے۔ اُس کو کیا طاقت تھی"؟ اور یہ بد ہے۔ اُسی فرق کے لئے ہم ایک ویدک کہانی کا ترجمہ کرتے ہیں جس سے اس کا آپ لوگوں کو فرق معلوم ہو جاوے گا ۞

(۸۳) ہم* سام وید کی طلب کار شاکھا (तलव कार शाखा) کین اُپنشد میں سُنتے ہیں کہ برہم نے جو آتما ہے دیوتاؤں کو اسُروں پر فتح دی۔ جب اِس طرح برہم نے دیوتاؤں کو اُن پر فتح دی تو وہ فخر یاب ہو گئے اور اُنہوں نے تکبّر کیا کہ یہ فتح ہماری ہے۔ ہم ہی تھے جو ایسی فتح حاصل کی۔ ہمارا ہی یہ کام تھا۔ اور ہماری ہی یہ بڑائی ہے۔ کیوں نہ ہم اپنی بڑائی کریں ہم تو بڑائی کے لائق ہیں۔ کون ہے جو ہماری طاقتوں کا مقابلہ یا اندازہ کرسکے ۞

(۸۴) جب برہم نے اُن کا تکبّر دیکھا تو اُسے توڑنے کے لئے سنکلپ سے یکش (यक्ष) کے رُوپ میں مجسّم ہوکر آیا۔ اُنہوں نے نہ پہچانا کہ یہ کون یکش ہے۔ اُنہوں نے مِلکر اگنی دیوتا کو کہا اَے جات وید (जातवेद) اسکو جانو کہ یہ کون یکش ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔

(۸۵) تب وہ اُسکے پاس گیا۔ ابھی اگنی دیوتا نے کچھ نہیں کہا تھا

* دیکھو کین اُپنشد ادھیاے دُوسرا کھنڈ پہلا اور دُوسرا ۞

کہ یکش بولا تُو کون ہے جو لا دھڑک یہاں آیا ہے؟ اُس نے کہا
مَیں اگنی دیوتا ہوں۔ اور جات وید میرا نام ہے۔ کیا تُو مجھے نہیں
جانتا؟ اُس نے کہا کہ تم میں فخر کیا ہے؟ اور کیا طاقت ہے؟
بتلاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ مَیں جو کچھ زمین میں ہے چاہوں تو دم
میں جلادوں ۔

(۸۶) اُس نے ایک تنکا اُس کے آگے رکھ دیا کہ اس کو جلاؤ۔
اُس نے جہاں تک مقدور تھا جلانے کے لئے زور لگایا۔ لیکن نہ
جلا سکا۔ اس لئے ڈرا اور اپنے آپ کو بے طاقت جانتا ہوا واپس
آیا اور دیوتاؤں کو کہا مَیں نہیں جانتا کہ یہ کون یکش ہے۔ مَیں
تو اس کے آگے کمزور بلکہ بے زور ٹھہرتا ہوں ۔

(۸۷) پھر انہوں نے ہوا کے دیوتا کو کہا کہ اے مات رِشوا
تم اس کو جانو کہ یہ کون یکش ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔ تب وہ
اُس کے پاس گیا۔ ابھی ہوا کے دیوتا نے کچھ نہیں کہا تھا کہ یکش
بولا تُو کون ہے جو لا دھڑک یہاں آیا ہے؟ اُس نے کہا کہ مَیں
ہوا کا دیوتا ہوں۔ اور مات رِشوا میرا نام ہے۔ کیا تُو مجھے نہیں
جانتا؟ ۔

(۸۸) اُس نے کہا تم میں کیا فخر ہے اور کیا طاقت ہے بتلاؤ۔
اُس نے جواب دیا کہ مَیں جو کچھ زمین میں ہے چاہوں تو ایک دم میں
اُڑا دوں۔ اُس نے ایک تنکا نکال کر رکھدیا کہ اِسے اُڑا دو۔ اُسنے
جہاں تک زور تھا اُسے اُڑانا چاہا۔ لیکن نہ اُڑا سکا۔ اس لئے
ڈرا اور اپنے آپ کو بے طاقت جانتا ہوا واپس آیا اور اُن سے

کہا مَیں نہیں جان سکتا کہ یہ کون ہے۔ مَیں تو اسکے آگے کمزور بلکہ بے زور ٹھہرتا ہُوں +

(۸۹) پھر اُنہوں نے اِندر کو کہا کہ اَے بھگون! تُم تو اِسے جانو کہ یہ کون یکش ہے۔ اُس نے کہا اچھا۔ تب وُہ اُس کے پاس گیا۔ ابھی وُہ نہیں پہنچا تھا کہ وُہ یکش انتر دھیان ہو گیا۔ کیونکہ وہ اُسے اپنا مُنہ دکھانا نہیں چاہتا تھا اور اُس کی زیادہ حقارت کرنے کا خواہاں تھا۔ اِس لئے اُس یکش کی بجائے ایک عورت کی شکل میں مجسّم ہو گیا۔ تب اِندر نے دیکھا کہ ابھی تو یہاں یکش دکھائی دیتا تھا اب اِسی جگہ بڑی طاقتور عورت اُما (پاربتی) دکھائی دیتی ہے جو ہم سب کی ماں ہے۔ یہ کیا تعجب ہے؟ +

(۹۰) تب اِندر ذرا آگے بڑھا اور اُس سے پُوچھا کہ اَے ماں! یہاں یکش کون تھا؟ اُس نے کہا بیٹا! یہ برہم تھا جس کے طفیل تُم اسُروں پر فتحیاب ہُوئے اور جس فتح کے سبب تُم فخر اور تکبّر کرتے ہو۔ تُم تو کیا بَیل بھی اپنے چرنے پر ڈکارتا ہے۔ گور خر بھی جنگل میں رینگتا ہے۔ تُم بھی سُرلوک میں بک بک کرتے ہو کہ ہم نے فتح کی۔ ہمارا ہی یہ کام تھا۔ کیا تُم نہیں جانتے کہ تمہارے بل۔ تمہاری طاقتیں اپنی نہیں بلکہ سب اسی کی دی ہُوئی ہیں؟ کیا دانا اگر کوئی چیز مانگ لاتا ہے تو اُس کا مالک ہو جاتا ہے؟ اور اُسکے سبب جو کام کرتا ہے تو کیا اپنا کیا سمجھتا ہے؟ پھر کیوں تُم میں ایسا تکبّر ہو گیا؟ +

(۹۱) اُس دِن سے دیوتاؤں نے اچھی طرح سے جان لیا کہ ہم

کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ جبکہ ہماری پُشت پناہ سرب شکتی مان۔ سرب ویاپک۔ سب کا آتما۔ سب سے بڑا ہے جسے چاہے فتح دے جسے چاہے شکست دے۔ کوئی بھی فتح نہیں پاتا مگر وُہی۔ کوئی بھی شکست نہیں کھاتا مگر وُہی۔ اسی کے سب چرتر اور اُسی کا سب بلاس ہے ÷

(۹۲) اسی سبب سے یہ تینوں دیوتا سب دیوتاؤں سے اعلیٰ دیوتا قرار پائے ہیں کیونکہ سب سے پہلے اُنہوں نے برہم کو دیکھا۔ اور یہی اُس سے ملے۔ اور انہیں کا تکبر پہلے ٹوٹا۔ اور وُہ تینوں اگنی دیوتا یا ہوا کا دیوتا یا اِندر ہیں۔ اُن میں سے اگرچہ تینوں نے اُسے دیکھا مگر وُہ دو تو یکش ہی جانتے ہُوئے واپس آئے۔ لیکن اِندر نے دیکھا بھی اور اُما پاربتی کی طفیل یہ بھی جانا کہ یہ برہم ہے۔ اسلئے وُہ اُن دونوں سے بھی بڑے مرتبے والا قرار پایا۔ یہ اُسی کے دیکھنے اور پہچاننے کی وڈیائی (فضیلت) ہے۔ آتم روپ کرکے جاننا جو اُس کا وصل ہے اُسکی تو کیا ہی مہاں ہے ÷

(۹۳) پھر اُنہوں نے اُما دیوی سے پُوچھا کہ ماں! کس طرح اُسے ہم ہمیشہ بھی دیکھیں اور پاویں؟ اُس نے کہا بیٹا! اُس کا پانا بڑا مشکل ہے۔ یہ تو جس طرح بجلی چمکتی ہے اُسی طرح چمکتا اور مخفی ہو جاتا ہے۔ یہ جو بادل اور بجلیاں چمکتی ہیں اُن سب میں ہے۔ اور یہ ہی اُن میں آیا چمکتا ہے۔ اور یہ تو تمہارے تکبر توڑنے کے لئے آنکھ کی جھپک کی طرح مجسّم ہوکر آیا تھا۔ اور چشم زدن میں انتردھیان ہو گیا تھا۔ یہی اس کا ادھی دیو مرتبہ ہے۔ لیکن اِس طرح اُسکا دیکھنا دراصل میں اُس کا وصل نہیں۔ وصل کی وجہ دُوسری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح باہر سب میں ویاپک ہے اُسی طرح یہ تمہارے

اندر بھی دیاپک ہے ؛

(۹۴) جب تم انتر مکھ ہوکر اُسے اپنا آتم روپ مان کر پہچانوگے تو وصل پاؤگے۔ورنہ بڑی بھگتیوں اور بڑے جتنوں سے اپنے بھگتوں اور معتقدوں کے لئے یہ کبھی کبھی بجلی کی چمک کی طرح یا آنکھ کی جھپک کی طرح مجسم ہو آتا ہے اور انتر دھیان ہو جاتا ہے۔ مگر وصل چاہو تو اپنے اندر کی منو برتیوں کو دیکھو یہ جو من میں سنکلپ اُٹھتے ہیں اُن میں ساکھشی آتما کا نور منعکس ہوتا ہے یہی اسکا ادھیاتم سروپ ہے۔اسے جو پہچانتا ہے اور اپنا آتما جانتا ہے اس سے وصل پاتا ہے ؛

(۹۵) ادھی دیو روپ میں جو ملتا ہے اُس سے ایک نہیں ہوتا ہے بلکہ خوف رہتا ہے۔ادھیاتم میں اس سے ایک ہوتا غنی ہو جاتا ہے اور اس کی ادھی دیو یہ بھوتیاں (شانیں) سب اُسی کی ہو جاتی ہیں کیونکہ سب کے اندر سب کا آتما وہی ہے۔اسی سبب سے اُس کو تدون ([illegible]) بولتے ہیں۔اور تدون نام سے اُسکی اُپاسنا کرنی چاہیئے۔سنسکرت میں تدون نام اُس کا ہے جو الہنیدر کو اپنا آتما کرکے بھجن کرتا ہے کہ "میں برہم ہوں"۔اور یہ تکبر نہیں بلکہ اُسکی کبریائی ہے۔وہ جو تم نے فتح پانے میں فخر کیا تکبر ہے۔اور یہ اُس کی کبریائی ہے۔اور یہی تدون ہے۔جو اُس کی تدون اُپاسنا کو جانتا ہے اُسکو سب بھوت (پرانی یا پدارتھ) چاہتے ہیں اور اُسی کے ہو جاتے ہیں۔اس طرح آد دیوی نے دیوتاؤں کو تکبر اور کبریائی میں فرق کر دکھایا۔اور فرمایا کہ اسی کبریائی کا شغل کرو۔اور اس شغل میں

شم دم تپ نیک عمل اور ویدوں کا پڑھنا یاد کرو تو تُمہارے اندر ہیں ہی فکراور غور سے آتم رُوپ ہوکر دکھائی دیجاوے گا۔ اور اُس سے وصل پا جاؤگے۔ میں اسی طرح اُس سے وصل پائی ہُوں۔ اور تُم سب اسی سبب سے میری بھبُوتیاں (نشانیں) ہو۔ اور جو ایسا جانتا ہے اپنے پاپ دُور کرکے سُورگ لوک میں ابدی رہتا ہے۔ اس طرح پاربتی بھی تعلیم دیکر انتر دھیان ہوگئی ۔

(۹۶) اَے عزیزو! پھر تو اُن کا تکبّر ٹُوٹ گیا اور اُنہیں چینک لگ گئی کہ کیونکر ہم اُس سے وصل پاویں اور اُس کی کبریائی میں داخل ہوویں؟ اُنہوں نے پاربتی کے فرمانے کے موافق شم دم تپ جپ شروع کردیا۔ جب تپ جپ کرکے سادھن سمپن ہُوئے تو ست سنگ کی مجلسیں کرکے اپنے اندر اُسے تلاش کرنے لگے۔ اور یہ قاعدہ ہے جو ڈُھونڈتا ہے وہ پاتا ہے۔ پھر اُنہوں نے اُسے پالیا اور کبریائی میں داخل ہوگئے۔ جس طرح اُنہوں نے مجلسوں میں اُسے غور کرکے پایا وُہ بھی اب سُنیئے ۔

(۹۷) اُنہوں نے یُوں سوچا کہ کس کی منشاء سے چلایا ہُوا یہ من اُلٹتا پلٹتا ہے؟ اور کس کی مرضی سے یہ پلوٹھا پران سانس لینا اندر چلتا ہے؟ اور کس کے حکم سے یہ کلام بانی چیت کرتا ہے؟ اسے عزیزو! کون دیوتا ہے جو آنکھ کان کو اُس میں جوڑتا ہے ۔

(۹۸) سوچتے سوچتے اُنہیں یہ الہام ہُوا کہ وہ کانوں کا کان اور من کا بھی من ہے۔ اور کلام کا کلام۔ پران کا بھی پران اور آنکھ کی بھی آنکھ ہے۔ اِس طرح جو اُسے جانتا ہے قیدِ بشریّت سے آزاد ہوتا ہے

اور یہاں سے جاتا امرت ہو جاتا ہے ؛

(۹۹) اے بھائیو! وہاں نہ تو آنکھ جا سکتی ہے۔ نہ کلام پہنچتی ہے نہ من جا سکتا ہے۔ نہ ہم خود جانتے ہیں کہ کیونکر اُسے سکھلا دیں۔ لیکن داناؤں سے ہمنے یُوں سُنا ہے جنہوں نے ہمیں سکھلایا ہے کہ وُہ نہ تو معلُوم ہے نہ مجہُول بلکہ معلوم اور مجہُول سے برتر الگ ہے کیونکہ جو اناتم یا بیگانہ ہے یا معلُوم ہوگا یا مجہُول۔ پر وُہ تو اِن دونوں سے الگ عین علم ہے ؛

(۱۰۰) یہاں مطلب شُرتی کا یہ ہے کہ وُہ جو عِلم میں آجاتا ہے وہ تو معلُوم ہوتا ہے۔ اور وُہ جو عِلم میں نہیں آتا مجہُول ہوتا ہے۔ مگر خود علم نہ تو علم میں آسکتا ہے اور نہ علم سے باہر رہ سکتا ہے۔ چونکہ وُہ خود علم ہے اور یہ ممکن نہیں کہ آپ ہی علم علم میں آ جاوے یا علم سے باہر ہو۔ اس لئے وُہ نہ تو معلُوم ہے نہ مجہُول بلکہ عین عِلم یعنی آتما ہے۔ اسی میں اشیا روشن ہوتی معلُوم دیتی ہیں۔ اسی میں نفی ہُوتی سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ وُہ جو معلُوم اور نہ معلوم کا آئینہ ہے وُہی آتما ہے ؛

(۱۰۱) جو کلام سے نہیں کہا جا سکتا بلکہ جس سے کلام بولتا ہے تم اُسے برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو ؛

(۱۰۲) جو من سے نہیں سوچا جاتا بلکہ جس سے من سوچتا ہے اُسے تم برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو ؛

(۱۰۳) جو آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا بلکہ جس سے آنکھیں دیکھتی ہیں اُسے تم برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جس کی تم بندگی کرتے ہو ؛

(۱۰۴) جو کانوں سے نہیں سُنائی دے سکتا بلکہ کان جس سے سُنتے ہیں اُسے تُم برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جس کی تُم بندگی کرتے ہو ✤

(۱۰۵) جو ناک سے نہیں سُونگھا جاتا بلکہ ناک جس سے سُونگھتی ہے اُسے تُم برہم جانو۔ یہ برہم نہیں جسکی تُم بندگی کرتے ہو ✤

(۱۰۶) پھر اُنہوں نے امتحان کے طور پر ایک دُوسرے کو کہا کہ آیا اِس معرفت میں خامی تو نہیں ✤ پہلے نے کہا "اگر تُو جانتا ہے کہ مَیں اچھی طرح جانتا ہُوں" تو ابھی تُو نہیں جانتا بلکہ تھوڑا جانتا ہے۔ کیونکہ لکھ چُکے ہیں کہ وُہ معلوم و مجہول نہیں۔ جو کچھ تُو جانتا ہے کہ میرے اندر ہے وُہ بھی اندک ہے۔ اور جو کچھ جانتا ہے کہ دیوتاؤں کے اندر ہے وہ بھی اندک ہے۔ ابھی تجھے زیادہ غور کرنی چاہیئے ✤

(۱۰۷) دُوسرے نے جواب دیا "نہ تو مَیں کہہ سکتا ہُوں کہ مَیں جانتا ہُوں۔ اور نہ کہہ سکتا ہُوں کہ میں نہیں جانتا۔ مگر وہ جو ہمارے اِس قول کو سمجھتا ہے کہ مَیں نہیں جانتا اور جانتا ہُوں وُہی جانتا ہے" ✤

(۱۰۸) جس نے کہا کہ "مَیں نے جانا" اُس نے نہیں جانا۔ جس نے کہا "نہیں جانا" اُس نے جانا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں جو کہتے ہیں کہ نہیں جانا جا سکتا۔ اور وُہ نہیں جانتے جو کہتے ہیں کہ وُہ جانا جا سکتا ہے۔ سچ تو یُوں ہے کہ ہر ایک دانست کا جو گواہ ہے اُسے جو جانتا ہے وُہی امرت ہو جاتا ہے۔ جب کچھ آتما کا بھی زور ہو تو معرفت سے امرت ہوتا ہے۔ جبتک آتم بل نہیں تو وِدّیا بھی کچھ پھل نہیں دیتی کیونکہ قبول (اعتقاد یا درِڑھ وشواش) بھی سُننے اور جاننے میں ضروری

ہے ✣

(۱۰۹) یہاں زندگی میں اگر اس طرح جان لیا تو ست ہے۔نہیں جانا تو بڑا نقصان ہے۔جو دانا ہر ایک شے میں غور کرکے اُسے پاتا ہے یہاں سے جانا امرت ہوتا ہے۔یہی اُنہوں نے تحقیق کیا۔اور وہ ہم ہی سب میں سب کچھ ہیں" ایسا تصدیق کیا۔اس طرح میں برہم ہوں اور سب میں سب کچھ ہوں" یہ معرفت ہے ضلالت نہیں۔کبریائی ہے تکبر نہیں۔تکبر تو وہی تھا جو اُنہوں نے (یعنی دیوتاؤں نے) اپنی فتح یابی پر کیا تھا۔جسکے لئے آتما مجسّم ہوکر بصورتِ یکش انہیں دکھائی دیا۔اس معرفت میں تو وہی اُن کا آتما ہوا اور نجات کا موجب ہوا۔اس لئے اے بھائیو! ہم نے بھی تکبر اور کبریائی میں فرق دکھلا دیا ہے تاکہ اُردو داں اس تصدیق سے انکار نہ کریں ✣

(۱۱۰) اب ہم التماس کرتے ہیں کہ جو امر شرتی۔یکتی۔انوبھو سے ثابت ہو ٹھیک ہوتا ہے۔اور وہ "میں برہم ہوں" یہ تصدیق شرتیوں۔یکتیوں اور داناؤں کے انوبھو سے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسی پر فضل موقوف ہے۔اب اس پر انکار واقع ہیں روح قدس کا انکار ہے۔اور وہ جو ایشور کا گناہ کرتا ہے معاف ہوگا مگر وہ جو روح قدس یعنی آتما کا گناہ کرتا ہے کبھی معاف نہ ہوگا۔اور اسی کو آتم ہتیارا یعنی آتما کی حقارت کرنے والا بولتے ہیں ✣

(۱۱۱) وید کا منتر حکم کرتا ہے کہ وہ جو اپنے آتما کی حقارت کرتا ہے کہ "میں پاپی ہوں۔گناہگار بندہ یا غلام ہوں" اُن اندھ تم

✻ اس جاننے سے مُراد یہاں اُس علم سے ہے جو من اور حواسِ مدرکہ سے قابلِ تح

لوکوں کو مرکر پراپت ہوتا ہے جہاں سے پھر نجات کی اُمید نہیں۔سمرتیوں
میں بھی آیا ہے کہ سب گناہوں کا کفارہ تو شاستر نے لکھا ہے لیکن
آتما کی حقارت کا کفارہ کہیں نہیں لکھا۔اِس لئے ہرگز اپنے آتما کی
حقارت نکرو۔معرفت ہونے پر توخود بخود یہ تصدیق جاری ہو سکتی ہے
جب معرفت بھی نہ ہو تو بطور شغل اور اُپاسنا کے یہی تصدیق کرو۔
اور یہ اعتقاد پختہ کرو کہ "مَیں برہم ہُوں۔سب میں سب کچھ مَیں ہُوں اور
مَیں سب میں اور سب مجھ میں ہیں"۔اِسی اُپاسنا کے سبب موت میں
دیویاں سڑک ملے گی اور برہم لوک میں خود برہما جی اُسے اُپدیش
کرینگے۔اُس وقت وُہ اس اُپاسنا کی معرفت بھی پاویگا ٭

(۱۱۲) اُس کو جو اِس کی اُپاسنا کرتا ہے اگر کوئی امر مانع نہ ہو اور
یہاں ہی غور کرنے اور مہاتماؤں کے ست سنکلپ سے معرفت ہو
جاوے تو نقد نجات ہے۔اور جس کو کسی رُکاوٹ کے سبب سے
معرفت نہ ہو تو موت میں اُسکے نزدیک یمدوت نہیں آسکتے بلکہ بھاگ
جاتے ہیں۔کیونکہ اصل میں ثابت ہُوا ہے کہ یہی سب کا مالک ہے۔
لیکن اپنے آپ کو جانتا نہیں۔اِس لئے سنساری ہوتا ہے ٭ پرجب
نہیں جانتا ہُوا اُس کی اُپاسنا کرتا ہے تو گو بَرّاٹے مارتا ہے تو بھی
یم تو بھاگ جاتا ہے ٭

(۱۱۳) مثلاً فرض کرو کہ کسی گھر میں چور لگے اور گھر والا سوتا
ہُوا بَرّاٹ مارتا ہو کہ "چور چور" تو چور یہ نہیں تصدیق کرتا کہ یہ جاگتا
ہے یا یُوں ہی بَرّاٹے مارتا ہے بلکہ یہ کلام سُنتا ہی بھاگ جاتا ہے
اِسی طرح "مَیں برہم ہُوں" وُہ جو انجان ہوکر بھی یہ تصدیق کرتا ہے

ہم تو یہ تحقیق نہیں کرتا کہ دانست سے کہتا ہے یا نادانست سے بلکہ یہ تصدیق سنتے ہی بھاگ جاتا ہے۔ اس لئے یہی مقرر ہوا ہے کہ اسی تصدیق پر نجات موقوف ہے اور یہی تصدیق فضل میں داخل کرتی ہے ۔

(۱۱۴) اے بھائیو! ہر کوئی میدان میں گھوڑا دوڑاتا ہے۔ بازی کسی ایک کے نام ہوتی ہے۔ ہر کوئی اکھاڑے میں کشتی لڑتا ہے مگر ٹیکا کوئی ایک ہی پاتا ہے۔ لیکن ہر ایک گھوڑدوڑ میں شہسوار خیال ہوتا ہے۔ اور ہر ایک اکھاڑے میں پہلوان تصدیق ہوتا ہے اور ہر ایک اپنے اپنے منصب کے موافق انعام پاتا ہے ۔

(۱۱۵) آپ بھی اس تصدیق کے میدان میں گھوڑے دوڑائیں اور اس اکھاڑہ میں لڑیں۔ اگر بازی مارلی تو یہاں ہی ٹیکا آپ کا ہے۔ اگر بازی نہیں ملی تو ویدیاں سڑک لوٹوں ہی انعام میں موجود ہے۔ اور خود برہما اسکی تعلیم دیگا۔ اور نقد آتما دکھلا دے گا۔ یہی ویدوں کا وعدہ ہے۔ لیکن شکر ہے کہ ہم تو بازی لے گئے اور آجکل ٹیکا ہمارے نام ہے۔ اب علم مکاشفہ میں اردوداں کے لئے ہم اسی قدر کافی سمجھتے ہیں۔ وہ جو اسے پڑھتا سنتا غور کرتا اور یقین لاتا ہے نقد نجات پاتا ہے۔ آمین۔ فقط
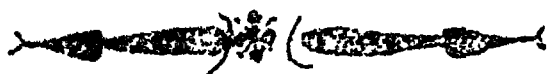
تعلیم سوم

مُقیّد اور مُطلق کے بیان میں

فصل اوّل

(۱) بامدیو کی کہانی میں تم سُن چکے ہو کہ الشان میں دو برہم داخل ہوئے ہیں۔ لیکن اردو واں ایک ہی رُوح اپنے بدن میں پاتا ہے۔ جس میں عدل اور فضل کی رُوح کا فرق نہیں کرتا۔ اس لیئے آزاد نہیں ہوتا بلکہ قیدِ عبودیت میں رہتا ہے۔ اس وجہ سے اِس فصل میں بخوبی اُن کا امتیاز کیا جاتا ہے تاکہ وہ مرتبۂ عدل سے فضل میں دخل پاوے اور سنسار کی قید سے آزاد ہو جاوے ٭

(۲) یوں سمجھو کہ آدمی کے اندر جو رُوح ہے وہ دو رُوحوں سے مِل کر

ایک ہُوئی ہے۔ ایک رُوح نہ کرنے کی رُوح ہے۔ اور دُوسری دیکھنے کی رُوح ہے۔ وُہ جو کرتی ہے دیکھتی نہیں۔ وُہ جو دیکھتی ہے کرتی نہیں۔ لیکن کرنے کی رُوح دیکھنے کی رُوح میں ظاہر ہُوئی ہے۔ اور دیکھنے کی رُوح کرنے کی رُوح میں ظاہر ہُوئی ہے۔ اِس طرح باہمی اظہار کے سبب ایک ہوکر دکھائی دیتی ہیں۔ اور اُس کا کرنا اور اِس کا دیکھنا ایک دُوسرے میں تعلق وہمی پاتا ہے اور کرتا بھوگتا سنساری ہورہا ہے۔ اِسی کو مقیّد کہتے ہیں سنسکرت میں مُقیّد کو سگُن برہم کہتے ہیں ٭

(۳) جب وویک سے اُن رُوحوں کو الگ کرکے چھانٹ لیا جاتا ہے اور دیکھنے کی رُوح کو کرنے کی رُوح سے علیحدہ جان لیا جاتا ہے جو اپنا آتما ہے۔ تو پھر اکرتا ابھوگتا اسنساری ہوتا ہے۔ اور یہی دیکھنے والی رُوح جو اکرتا ابھوگتا اسنگ تمام صفات سے پاک ہے مُطلق کہلاتی ہے۔ اور اسی کو سنسکرت میں نِرگن برہم کہتے ہیں ٭

(۴) پھر چُونکہ وُہ کرنے کی رُوح بھی اصل میں بجز اس دیکھنے کی رُوح کے کچھ حقیقت نہیں رکھتی بلکہ اُسی کا سایہ اُسی کا تجلّی ہے۔ اِس لئے وُہی قدُّوس اپنے سایہ میں مِلا ہُوا مُقیّد یا سگُن کہلاتا ہے۔ اور وُہی قدُّوس اپنے سایہ یا تجلّیات سے علیحدہ چُنا ہُوا مُطلق یا نِرگن برہم کہلاتا ہے۔ اِس طرح وُہی سگُن وُہی نِرگن ہے۔ اصل میں دو نہیں بلکہ ایک ہی ہیں۔ تو بھی کرتا اور بھوگتا نموُدی اُس کے سایہ میں ہے اور اُسی کی ذات میں یُوں ہی فرض ہوتا ہے۔ اور اصل میں نہ تو وہ کچھ کرتا نہ کچھ بھوگتا ہے۔ جُوں کا تُوں تماشائی ہے۔ اور یُوں ہی آن ہُوا تماشا بطور سایہ کے اُس سے دکھائی دیتا ہے۔ جب وُہ اپنے

آپ کو قدُّوس اور ساکھشی جانتا ہے تو پھر تماشا بھی نہیں ہوتا۔ اِس لئے وُہ سب مِتھیا یعنی معدومی المعلُوم کہلاتا ہے ۞

(۵) دیکھو انسان اور انسان کا سایہ دو نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی انسان ہوتا ہے۔ کیونکہ جب کوئی انسان کو پاتا ہے تو یہی تصدیق کرتا ہے کہ ہم نے اکیلا انسان پایا اگرچہ اُس نے سایہ کو بھی اُس کے ساتھ پایا ہے۔ پر سایہ کچھ حقیقت نہیں رکھتا اِس لئے اُس کے ساتھ اُسے شمار نہیں کرتا۔ اِسی طرح یہ کرنے کی رُوح بھی اُس کا سایہ یا تجلّی ہے۔ بجز اُس کے کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ تو بھی تحقیق کے وقت کہا جا سکتا ہے کہ سایہ انسان کا انسان سے الگ ہے۔ اسی طرح عارف بھی اُس کو الگ تحقیق کرتے ہیں۔ اور فضل اسی دریافت پر موقوف ہے ۞

(۶) اب یُوں سمجھو کہ جس طرح انسان کا سایہ انسان میں ظاہر ہوتا ہے اور انسان ہی اُس کا مظہر ہے۔ اسی طرح یہ کرنے کی رُوح بھی دیکھنے کی رُوح میں ظاہر ہُوئی ہے اور یہی دیکھنے کی رُوح اُس کی مظہر ہے۔ مگر کرنے کی رُوح مثل آئینہ کے شفاف بھی ہے۔ اِس لئے پھر دیکھنے کی رُوح اُس میں اُسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح آئینہ میں چہرہ ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح باہمی اظہار کے سبب وُہ اس میں اور یہ اُس میں ظاہر ہوکر ایک ہوگئے ہیں۔ اِس لئے اُس کے دھرم اِس میں اور اِس کے دھرم اُس میں نمُودار ہوتے ہیں ۞

(۷) غیر کا غیر میں دکھائی دینا واقع میں حقیقتِ اظہار ہے اور جو کچھ غیر میں دکھائی دیتا ہے اُسے ظاہر کہا کرتے ہیں۔ اور جس میں وہ غیر ظاہر دکھائی دیتا ہے اُسے مظہر بولا کرتے ہیں۔ مثلاً چہرہ آئینہ میں

دکھائی دیتا ہے تو حقیقت میں چہرہ غیر ہے اور آئینہ غیر۔لیکن غیر غیر میں دکھائی دیتا ہے۔اِس لئے یُوں کہیں گے کہ چہرہ آئینہ میں ظاہر ہے اور آئینہ اُس کا مظہر ہے +

(۸) یا فرض کرو کہ پانی میں نیلا پن دکھائی دیتا ہے۔تو پانی مظہر ہے اور نیلا پن اُس میں ظاہر ہے کیونکہ جب اُس میں سے کچھ پانی ہاتھ پر اُٹھا کر دیکھتے ہیں تو سفید ہوتا ہے نیلا نہیں ہوتا۔پس معلوم ہُوا کہ حوض کے پانی میں جو نیلاہٹ نظر آتی ہے ان ہُوئی دکھائی دیتی ہے۔اِس لئے نیلاہٹ مثل سفیدی کے صفت پانی کی نہیں بلکہ اُس میں اُسی طرح ظاہر ہے جس طرح آئینہ میں چہرہ ظاہر ہوتا ہے +

(۹) لبا اوقات آدمی رسن میں سانپ اور صدف میں نُقرہ دیکھتا ہے۔ اور یہ سب کو معلوم ہے کہ سانپ واقع میں رسن کی صفت نہیں یا نُقرہ صدف کا وصف نہیں۔تو بھی سانپ جو غیرِ رسن ہے رسّی میں اور نُقرہ جو غیرِ صدف ہے صدف میں دکھائی دیتا ہے۔اِس لئے یُوں تصدیق کرینگے کہ سانپ کا رسن میں اور نُقرہ کا صدف میں اظہار ہے۔اور سانپ اور نُقرہ تو ظاہر ہیں اور رسن اور صدف اُن کے مظہر +

(۱۰) پھر یُوں سمجھو کہ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے یا تو ظاہر اپنے مظہر میں ہی دکھائی دیتا ہے اُس سے باہر پایا نہیں جاتا۔یا اُس سے باہر بھی پایا جاتا ہے اور اُس میں بھی دکھائی دیتا ہے۔اُس پہلے کو خیالی اور اِس دُوسرے کو عکس کہا کرتے ہیں۔سانپ کا رسن میں اور نُقرہ کا صدف میں اظہارِ خیالی ہے۔اور آئینہ میں مُنہ کا اظہار عکسی ہے +

(۱۱) کیونکہ رسن میں سانپ یا صدف میں نُقرہ جو دکھائی دیتا ہے اپنے مظہر سے باہر پایا نہیں جاتا ہے۔ اِس لئے خیالی ہے۔ اور آئینہ میں جو مُنہ دکھائی دیتا ہے آئینہ سے باہر دیکھنے والے کی گردن میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اُسی کا عکس آئینہ میں دکھائی دیتا ہے ؛

(۱۲) اور پھر یہ بہت اقسام کے ہوتے ہیں۔ بعض جگہ تو فقط صفت کا عکس یا خیال ہوتا ہے۔ بعض جگہ فقط موصوف کا۔ بعض جگہ اِسکا اُس میں اور اُس کا اس میں عکس یا خیال ہوتا ہے ؛

(۱۳) فرض کرو کہ ایک بلّور کا شفاف گلاس ہے اور سُرخ شراب سے بھرا ہُوا ہے۔ تو یہ گلاس بھی سُرخ تصدیق ہوگا یہاں گلاس میں فقط صفتِ سُرخی کا اظہار ہے موصوف کا اظہار نہیں کیونکہ گلاس سُرخ ہے ایسا تصدیق ہوتا ہے۔ یوں نہیں تصدیق ہوتا کہ گلاس شراب ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ شراب جو موصوف ہے وُہ تو گلاس کے اندر ہے اور اُس کی صفت گلاس میں ظاہر ہو رہی ہے اور بیگانہ صفت سے موصوف ہو رہا ہے ؛

(۱۴) دیکھو سفید کپڑے کو جب ہلدی میں رنگ کر تیار کرتے ہیں تو یوں تصدیق ہوتا ہے کہ کپڑا زرد ہے۔ یوں نہیں کہا جاتا کہ کپڑا ہلدی ہے۔ پس ثابت ہُوا کہ ہلدی کی بیگانہ زردی سے کپڑا زرد سا ہو رہا ہے۔ اصل میں زرد نہیں کیونکہ جب اُسے پھر صاف کرتے ہیں تو پھر زرد نہیں ہوتا۔ اور اُس کی وجہ یہی ہے کہ ہلدی کی صفات کا اُس میں اظہار ہے۔ موصوف کا اظہار نہیں ؛

(۱۵) سراب گاہ میں کبھی کبھی ریگ کا پانی دکھائی دیتا ہے۔ اور

خشکی کی ریگ میں یوں تصدیق ہوتا ہے کہ یہ پانی ہے۔ لیکن پانی کا وصف جو بھگونا اور سرد کرنا وغیرہ ہے وہاں نہیں ہوتا۔ اور نیز اُس کے صفات بھی وہاں نہیں پائے جاتے۔ تو یہاں ریگ میں پانی کا اظہار فقط موصوف کا اظہار ہے صفات کا نہیں ✦

(۱۶) آدمی یوں تصدیق کرتا ہے کہ میں اندھا اور بولا ہوں۔ مگر یہ نہیں تصدیق کرتا کہ میں آنکھ ہوں یا کان ہوں۔ دیکھو اندھاپن یا بولاپن آنکھوں یا کانوں کا نقصانی وصف ہے۔ اُن کی صفتوں کا تو اپنے آتما میں اظہار پاتا ہے اور موصوف کا اپنے میں ظہور نہیں پاتا۔ تو یہاں بھی صفات کا اظہار ہے موصوف کا نہیں ✦

(۱۷) پھر چونکہ آدمی یوں بھی تصدیق کرتا ہے کہ "میں بدن ہوں" اور یوں بھی کہہ سکتا ہے کہ "بدن میرا ہے" تو یہاں اس تصدیق میں کہ "میں بدن ہوں" موصوف کا اظہار ہے۔ لیکن "میرا بدن ہے" اس تصدیق سے واقع میں بدن اُس کا غیر ہے جو اُس کی ٹیک اور سواری میں تا زندگی آیا ہے۔ اور پھر یہ بھی تصدیق کر سکتا ہے کہ "میں بدن ہوں" یا "بدن میں ہوں" تو اس طرح باہمی اظہار ہے کیونکہ آتما میں بدن اور بدن میں آتما کا اظہار پاتا ہے ✦

(۱۸) اس طرح دانا کو چاہئے کہ جہاں جہاں جس جس صفت یا موصوف سے اظہار پایا جاوے وہاں وہاں اُسی صفت یا موصوف سے اُس اظہار کا نام مقرر کرکے اُس کے بیشمار اقسام جان لیوے۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں کہ سانپ تو رسن میں ظاہر ہے اور رسن کی سیتی اور لمبائی سانپ میں ظاہر ہے۔ تو یہاں رسن میں سانپ کے موصوف

کا اظہار ہے اور سانپ میں رسن کی ہستی کا اظہار ہے۔ اس طرح سانپ بے وجود بیگانہ ہستی سے موجود ہوتا ہے ؛

(۱۹) مثالِ بالا میں سانپ کی ماہیت تو خیالی ہے مگر ہستی عکسی ہے کیونکہ اُسکی ماہیت رسن کی ماہیت سے غیر ہے اور رسن میں دکھائی دیتی ہے اور رسن سے باہر پائی نہیں جاتی۔ اور یہ مقرر ہو چکا ہے کہ جہاں غیر کا غیر میں اظہار ہو اور اُس سے باہر پایا نہ جاوے وہ اظہار خیالی ہوتا ہے۔ لیکن خیالی معلومی ہوتا ہے کچھ ہستی نہیں رکھتا تو بھی رسن کی ہستی بیگانہ اُس میں ظاہر ہوتی ہے اور اُس سے باہر رسن میں اُسی طرح پائی جاتی ہے جس طرح آئینہ میں دیکھا ہُوا چہرہ بھی اپنی گردن پر قائم پاتے ہیں تو اس وجہ سے ہستی کا اظہار سانپ میں عکسی ہے ؛

(۲۰) علاوہ اِسکے اِس خیالی سانپ میں اپنی مقدار بھی نہیں ہے۔ وہ بھی بیگانہ رسن کی مقدار اُس میں ظاہر ہُوئی ہے۔ کیونکہ جس قدر رسن دراز ہوتی ہے اُسی قدر سانپ بھی لمبا دکھائی دیتا ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ رسن کی درازی واقع میں بطورِ عکس سانپ کی درازی دکھائی دیتی ہے۔ اِس طرح خیالی سانپ بیگانہ وجود اور بیگانہ مقدار سے موجود اور لمبا چوڑا پایا جاتا ہے ؛

(۲۱) اِس طرح اردو داں کو ہر چیز کی دریافت میں مشتاق ہو جانا چاہیئے اور تحقیق کے وقت دلائل سے جان لینا چاہیئے کہ اس میں کون کونسی صفات اپنی ہیں اور کون کون سی بیگانہ ہیں۔ وہ جو کسی وجہ سے اُس سے علیحدہ نہ ہو سکیں وہ صفات تو اُس کی

اپنی ہوتی ہیں۔ وہ جو اُس سے کسی طور سے علیحدہ ہو جاویں وہ بیگانہ ہوتی ہیں۔ اور یہ سب کے سب بیگانہ دھرم کیا خیالی کیا عکسی جب کسی میں ظہور پاویں تو ہم اُنہیں کلپت کے لفظ سے تصدیق کیا کرتے ہیں ؞

(۲۲) اب مثال بالا میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ سانپ تو رسن میں کلپت ہے اور رسن کی درازی اور ہستی سانپ میں کلپت ہے۔ اور یہاں ہماری مراد یہ ہوتی ہے کہ اصل میں رسن سانپ کی ماہیت سے یا سانپ رسن کی درازی اور ہستی سے انضمام نہیں پاتا۔ بلکہ جس طرح رسن سانپ نہیں ہو گیا اُسی طرح سانپ لمبا چوڑا یا موجود بھی نہیں ہو گیا۔ اصل میں جس طرح رسن سانپ کی لگاوٹ سے بالکل پاک ہے اسی طرح اُس کی ہستی اور لمبائی بھی اُس سے پاک ہے۔ یوں ہی ان ہوئی وہی دکھائی دیتی ہے۔

(۲۳) جب اظہار اور کلپت کی حقیقت معلوم ہو گئی تو اب مطلب کی بات یہ ثابت ہوئی کہ ہمارے اندر ایک روح ہے جو دیکھتی بھی ہے اور کرتی بھی ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ جو دیکھتی ہے وہ الگ ہے اور جو کرتی ہے وہ الگ ہے۔ کیونکہ اس وقت جو ہم جاگتے ہیں تو دیکھنا اور کرنا ایک ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور نیند میں جب سو جاتے ہیں تو دیکھنا نہیں ہوتا اور کرنا ہوتا ہے۔ دیکھو سانس چلتے رہتے ہیں۔ نبض پھڑکتی رہتی ہے۔ اندر غذا پکتی ہے۔ یہ سب کرنے والی روح کے ذاتی خواص ہیں۔ اور وہ دیکھنا اُس کا ذاتی وصف نہیں بلکہ بیگانہ بطور عکس اُس میں وہی ظاہر ہوتا ہے ؞

(۲۴) پھر چونکہ جب ہم جاگتے ہیں تو دیکھنا بھی ہوتا ہے اور کرنا بھی ہوتا ہے۔ اِس لئے یقین ہُؤا کہ کرنا تو اُس رُوح کا کام اپنا ہے جو نیند میں بھی کرتی تھی اور اب بھی بدستور کام کرتی ہے۔ پر اُس کا دیکھنا اپنا نہیں بلکہ بیگانہ ہے جو جاگرت کے وقت اُس میں کلپت ہوتا ہے۔ اور پھر یُوں بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وُہ جو دیکھتا ہے کرتا نہیں بلکہ اِسکے کام اُس میں یہاں کلپت ہوتے ہیں ۔

(۲۵) اور دیکھنے والی رُوح ہمارا اپنا آپ ہے کیونکہ جب ہم غرق نیند میں ہوتے ہیں تو جانتے ہیں کہ ہم آرام میں ہیں۔ کرنا واقع میں تکلیف ہے۔ اور کچھ نہ کرنا ہی آرام ہے۔ اور چُونکہ ہم آرام کی وِید بھی نیند میں پاتے ہیں ہمارا دیکھنا ذاتی وصف اُس وقت بھی نفی نہیں ہوتا۔ اِس لئے معلُوم ہُؤا کہ آتما کا فقط دیکھنا اپنا وصف ہے ۔

(۲۶) یہ نہیں گُمان کرنا چاہیئے کہ غرقِ نیند میں ہم آرام کی وِید نہیں رکھتے۔ کیونکہ جب ہم جاگتے ہیں تو تصدیق کرتے ہیں کہ ہم دُوسروں سے بے خبر اور اپنے آرام میں تھے۔ اور تصدیق بغیر وِید ہوتی نہیں اِس لئے ضرُور ہے کہ جو گُذری بات کی تصدیق کرتا ہے اُس وقت اُس نے اُسے دیکھا ہے۔ نہیں تو وُہ اُس وقت تصدیق بھی نہ کرتا ۔

(۲۷) یہ بات سچ ہے کہ غرقِ نیند میں گو ہم وِید رکھتے تھے مگر تصدیق نہیں کیونکہ وہاں ہم اپنے من سے الگ ہو گئے تھے۔ اور جب جاگرت میں من میں آئے تو وہاں کی وِید کی تصدیق پاتے ہیں۔ اِس بات سے ثابت ہُؤا کہ تصدیق تو آتما کا دھرم نہیں فقط وِید اُس کا دھرم ہے بلکہ تصدیق من کا دھرم ہے اور وُہ بھی ایک شاخ اسی کرنے والی

رُوح کی ہے ۞

(۲۸) تصدیق بھی واقع میں ایک حرکتِ نفسانی ہے جو اصل میں کرتا ہے اور دید تو فقط کشف یا نُور ہے جو حرکت نہیں۔ اس میں بھی جب یہ نُورِ آتما آتا ہے اور بحرکتِ تصدیق بدلتا ہے تو اُسے بھی کشف کرتا اور دیکھتا ہے۔ ورنہ اِس تصدیق کی تصدیق ہم کیونکر کر سکتے؟ اس لئے ضروری ہے کہ اِس تصدیق کو بھی ہم نے اُسی اپنی دید سے دیکھا ہے۔ اسی سبب سے پھر تصدیق کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اور پھر اس کی تصدیق بعد تصدیق بھی کر سکتے ہیں ۞

(۲۹) اِن باتوں سے دریافت ہو سکتا ہے کہ آتما کی دید نہ تو جاگرت نہ خواب نہ غرق نیند میں غروب ہوتی ہے کیونکہ غرق نیند میں گو تصدیق نہیں رکھتا تو بھی اپنے آرام اور دُوسروں کی بیخبری کی دید رکھتا ہے۔ اور جاگرت میں اُسکی تصدیق پاتا ہُوا اُس تصدیق کی بھی دید رکھتا ہے اور نیز دُوسری چیزوں کی بھی دید رکھتا ہے اور ساتھ ہی اُنکی تصدیق بھی پاتا ہے۔ بلکہ آنکھ میں آیا رُوپ کی اور کان میں آیا آواز کی دید اور تصدیق رکھتا ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ تصدیق تو من کا دھرم ہے آتما کا نہیں۔ فقط رُوپ کا قبول یا آواز کا سُننا باصرہ اور سامعہ کا کام ہے۔ اور وہ سب آتما میں کلپت ہوتے ہیں ۞

(۳۰) آتما تو کیا جاگرت کیا خواب کیا غرق نیند میں فقط دید رکھتا ہے چنانچہ جب غرق نیند میں تمام کی نفی اور بیخبری اور ظلمت اُس کے سامنے آتی ہے تو اُنہیں بھی بلا تصدیق دیکھتا ہے اور اپنا آرام بھی اُسے بدیہی حاضر ہے کیونکہ جس طرح دید اُس کا اپنا آپ ہے اِسی طرح آرام بھی اُس کا اپنا آپ ہے۔ اور جب جاگتا ہے تو

بیگانہ تصدیقیں اور بیگانہ دانشیں اُس میں جو واقع میں اکرتا ہے زائد آ جاتی ہیں اور اُس وید سے ملکر وہی دانشیں اور پہچانیں کہلاتی ہیں پھر تو دیکھتا اور پہچانتا ہر چیز سے دانشمند کہلاتا ہے ۞

(۳۱) اگرچہ جاگرت میں علاوہ اپنی وید کے بیگانہ دانشیں اور تصدیقیں و تصوّرات اُس میں کلپت آ جاتے ہیں تاہم اُس کی اپنی وید اور اپنے آرام کا لوپ نہیں ہوتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اُن بیگانہ دانشوں بیگانہ تصدیقوں اور بیگانہ تصوّروں سے جو واقع میں نفسانی کاروبار ہیں تکلیف بھی اُس میں کلپت ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کاروبار ہی واقع میں تکلیف ہے۔ اور اُس کا آرام بھی گو مثلِ وید اپنا آپ ہے اُس سے کبھی بھی الگ نہیں ہوتا تو بھی اِس تکلیف میں ملا ہُوا پاتا ہے۔ جیسے مصری اور سرکہ کی بنائی ہُوئی سکنجبین بھی صاف شیرینی نہیں ہوتی بلکہ کھٹی مٹھی ظاہر ہوتی ہے ۞

(۳۲) پھر جب غرقِ نیند میں جاتا ہے تو بیگانہ تکلیف خود بخود اُس سے عنقا جاتی ہے۔ وہاں تو اپنے آرام کو بلا تکلیف پاتا ہے۔ اِس لئے جاگتا ہُوا تصدیق کرتا ہے کہ مَیں آرام میں تھا۔ اُس کی مُراد یہ ہوتی ہے کہ وہاں مُجھے کوئی تکلیف نہیں رہی تھی۔ جاگرت میں بیگانہ تکلیف میں آیا ہُوا بھی گو وہی آرام رکھتا ہے پر تکلیف کی ملاوٹ سے اُسے پاتا ہُوا بھی نہیں پاتا سا ہوتا ہے جیسا سکنجبین کا چکھنے والا مٹھائی پاتا ہُوا بھی نہیں پاتا ۞

(۳۳) دیکھو جب کوئی شے مطلوب ہوتی ہے اور اُسے نہیں پاتا تو اُس کا تقاضہ دل میں پاتا ہے۔ اور یہ تقاضہ بھی ایک حرکت نفسانی ہے جو تکلیف ہے۔ اور یہ آرام جو اُس کا اپنا ہے اُس میں

پوشیدہ ہوتا جاتا ہے۔ لیکن جب وہ مطلوبہ شے کسی وجہ سے مل جاتی ہے
تو وہ تقاضہ رفع ہو جاتا ہے اور وُہی اپنا صاف آرام بغیر تکلیف کے
اپنے اندر پاتا ہے۔ اس لئے اُس شے کا مل جانا واقع میں سبب
رفع تکلیف ہے۔ نہ فقط سبب رفع تکلیف ہے بلکہ سببِ تصدیقِ آرام
بھی ہے۔ اور وُہی دانش راحت کہلاتی ہے۔ اس طرح نفسانی راحت میں
اپنے آرام کو صاف پاتا ہُوا اس شے کے سبب سے نئی خوشی ملتا
ہے حالانکہ وہ خوشی نہیں ایک من کا نفسانی کار ہے۔ تو بھی وُہ
آرام سے موافق ہے مخالف نہیں ؛

(۳۴) جس طرح سرکہ مصری سے مخالف ہے اُسی طرح تقاضہ اور
لالچ بھی اپنے آرام سے مخالف ہے۔ پر جس طرح میدہ اور روغن
مصری کا مخالف نہیں بلکہ اُن سے حلوا بنایا ہُوا مٹھاس دینا ایک
دُوسرے کی طرح لذّت دیتا ہے۔ اُسی طرح راحت کی برتّی بھی جو
اُسی من کی نفسانی حرکت ہے اپنے آرام کی مخالف نہیں بلکہ موافق
ہے۔ اور اُس سے اور اپنے آرام سے بنائی گئی کیفیّتِ نفسانی خوشی
کہلاتی ہے۔ تو بھی جس طرح حلوے میں مٹھاس تو مصری کی ہوتی
ہے گھی یا میدہ کی نہیں۔ اسی طرح خوشی میں لذّت تو اپنے آرام
کی ہے جو آتم آنند ہے۔ راحت رُوپ نفس کی حرکت تو اصل میں
اُسی طرح پھیکی ہے جس طرح گھی اور میدہ بھی در اصل پھیکا
ہوتا ہے۔ تو بھی وُہ مثلِ تقاضۂ شئے مخالف نہیں بلکہ موافق ہے ؛

(۳۵) کیونکہ جس طرح میدہ اور گھی حلوے کی ترکیب میں مصری کی
مٹھاس کی بھی روک نہیں کرتے اُسی طرح یہ راحت کی کیفیّت بھی

اپنے اصل آرام کے ظہور میں روک نہیں کرتی بلکہ مثلِ آئینہ اُس کے ظہور میں مظہر ہو جاتی ہے۔ اور وہ تقاضے اور لالچ کی کیفیتیں تو مثلِ سرکہ اُس کے ظہور میں روک ہوتی ہیں اس لئے اپنا موجودہ آرام بھی اگرچہ ابدی ہے پر ظاہر نہیں ہوتا ÷

(۳۶) وِشیوں کا بھوگنا جملہ دو قسم کا ہے۔ یا تو مُوافق یا ناموافق۔ وُہ جو موافق ہیں اُن کے ملنے سے تو راحت رُوپ کیفیّاتِ نفسانی اُٹھتی ہیں۔ اور اپنا آرام اُن میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور ناموافق ملنے سے دو الم اور غم رُوپ کیفیاتِ نفسانی اُٹھتی ہیں جو اُس آرام کو ڈھانپتی اور اُس کے ظہور کو روکتی ہیں۔ اِس لئے انتہ کرن کی برتی بھی جملہ دوگانہ ہیں۔ مُلائم یا غیر مُلائم۔ وُہ جو مُلائم ہیں سُکھ رُوپ برتیاں ہیں۔ اور وُہ جو غیر مُلائم ہیں دُکھ رُوپ برتیاں ہیں ÷

(۳۷) لیکن آرام تو اُس کا اپنا آپ ہے جیسے کہ وِدیہ بھی اُس کا اپنا آپ ہے۔ اور یہ تمام سُکھ دُکھ رُوپ برتیاں بھی اُسی طرح بیگانہ اُس میں کلپت ہیں جیساکہ تصدیق تصوّرات رُوپ بیگانہ منو برتیاں بھی اُس میں کلپت ہیں۔ اور یہ سب اُسی کرنے کی رُوح کی شاخیں ہیں جس کے فرق کرنے کے ہم درپے ہیں ÷

(۳۸) موافق وِشیوں کے ملنے سے گو راحت اور خوشی آ جاتی ہے جیساکہ اُوپر ذکر کیا ہے تو بھی وہ صافی آرام نہیں جیساکہ حلوا بھی صافی شکر ہی نہیں۔ بلکہ جس طرح میدہ اور گھی کا پھیکا پن بھی اُس میں ملا ہُوا ہے اُسی طرح نفسانی حرکتیں بھی ان میں

تکلیف مروپ ملی ہوتی ہیں - اور پھر چونکہ یہ حرکتیں کرنے والی روح کے
کار و بار ہیں بیگانہ ہیں - اپنے نہیں جو نفی نہ ہوں - اور یہ ضرور ہے
کہ بیگانہ ابد تک اپنے پاس نہیں رہتا بلکہ آخر جدا ہوتا ہے اور
نفی ہو جاتا ہے - اس لئے یہ بھی ابدی نہیں ۔

(۳۹) بلکہ جن وشیوں کے ملنے سے یہ حرکتیں پیدا ہوتی ہیں انہیں
تک رہتی ہیں - اور نیز زیادہ بھوگ کے سبب سے خواہ وشئے دور
بھی نہ ہوں تو بھی شوق جاتا رہتا ہے اور ان کی موجودگی میں
بھی یہ خوشی اور راحت کی برتیاں فرو ہو جاتی ہیں - اور ان وشیوں
کی سنبھال اور پالن میں دوسری تکلیفات بیشمار ہوتی ہیں - اس لئے
فانی اور ہیچ ہیں ۔ مگر دور ہونا یا فرو ہونا فقط ان نفسانی کیفیتوں کا دھرم ہے
جو منو برتیاں ہیں - وہ اپنا آرام جو ان میں ظاہر ہوتا ہے اگرچہ دور یا فرو نہیں
ہوتا تو بھی ظاہر نہیں رہتا - اس لئے آدمی خیال کرتا ہے کہ میرا آرام جاتا رہا ۔

(۴۰) جیسا کہ کوئی آئینہ میں اپنا منہ دیکھے اور آئینہ کے رفع ہونے سے پھیر دیکھے
تو تصدیق کرے کہ میرا منہ نہیں رہا حالانکہ منہ تو اس کا اپنا آپ کبھی دور نہیں ہوتا
لیکن بغیر آئینہ وہ ظاہر نہیں ہوتا - اسی طرح راحت اور خوشی کی برتیاں جو کرنے والی روح
کے تموجات ہیں بمنزلہ آئینہ کے ہوتی ہیں اور اپنا آرام ان میں ظاہر ہوتا ہے جب
یہ برتیاں رفع ہو جاتی ہیں تو وہ ظاہر نہیں ہوتا - اور ظاہر میں آدمی سمجھتا ہے کہ
میرا آرام دور ہو گیا اگرچہ اسکا آرام اپنا آپ ہے جو ابدی ہے اور اس لئے وہ
آرام پاتا ہوا بھی نہیں پاتا سا ہوتا ہے ۔

(۴۱) لیکن وہ جو جانتا ہے وہ نہیں پاتا ہوا بھی اسے پاتا ہے کیونکہ دانا جانتا ہے
کہ جیسے آئینہ کی نفی سے میرا منہ نفی نہیں ہو جاتا ایسے ہی ان برتیوں کے جانے

بیرا آرام بھی جو اپنا آپ ہے نہیں چلا جاتا ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ ظاہر نہیں رہا ہے تو بھی اگر ظاہر کرنا اسکا مطلوب ہو تو وشیوں کے علاوہ دوسری وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ وشیوں کا لالچ انکے عیب یاد کر کے اکھاڑ دے۔ جیسے جب سنیاسی کا لالچ کسی وشے میں نہیں رہتا اور بھوجن بھکشا پر کفایت کرتا ہے تو پھر وشے کے ملنے یا نہ ملنے سے راحت یا رنج نہیں پاتا بلکہ تنہائی میں گوشہ نشین ہو کر آنکھیں موند کر من سب منو برتیوں کو روکتا ہے ۔

(۴۲) جب مشق سے اس کی برتیاں رک جاتی ہیں اور کسی تصدیق یا تصوّر یا راحت یا رنج کی برتّی میں بھی من متوجہ نہیں مارتا تو خود من بھی مثل شفاف شیشہ کے ہو جاتا ہے۔ اور تبھی اپنا آرام اس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور اپنی دید بھی اس میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس وقت صافی آرام بدیہی ظاہر پاتا ہے جو پرمانند کہلاتا ہے۔ اور اسی کو عام لوگ سمادھی کہتے ہیں ۔

(۴۳) وشیوں کے ملنے سے تو بجلی کی طرح راحت اور خوشی کی برتیاں اٹھتی ہیں۔ اور بجلی کی طرح آرام ظاہر ہوتا ہے۔ پر سمادھی میں بغیر وشیوں کے جب من ساکن ہو جاتا ہے اسی طرح یہ آرام ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ پُر آب حوض میں جب صاف پانی ساکن ہوتا ہے اور آفتاب خود بخود اس میں دکھائی دیتا ہے۔ وشیوں کے بھوگ سے راحت تو پلک جھلک میں پاتا تھا۔ یہاں جب تک وہ من کو روک رکھتا ہے تب تک پاتا ہے۔ اور متھنا وہاں آرام صافی نہیں پاتا۔ کیونکہ لہروں میں بھی گو آفتاب کا چمکارا جھانکی دیتا ہے تو بھی پورے آفتاب کی جھانکی نہیں ہوتی بلکہ آنکھ کو اسکی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ یہاں ساکن پانی

ہیں تو اُس کی پوری جانکی ہوتی ہے اور اُسے دیر تک پاتا ہے ؛

(۴۴) پھر چونکہ وشیوں کا ملنا اُسکے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ پراربدھ پر ہوتا ہے اور یہاں تو من کا روکنا اپنے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے اُسے روک سکتا ہے۔اِس لئے وُہ تو وشیوں کی تلاش اور سعی میں تکلیف اُٹھاتا طرح طرح کے رنج و الم میں گرفتار ہوتا ہے۔پھر بھی ضروری نہیں کہ اُسے کامیابی ہو۔اور یہ تو نہ کچھ سعی کرتا ہے نہ کوشش بلکہ مفت پاتا ہے ؛

(۴۵) نیز وشیوں کے اقسام بے شمار ہیں۔اور ہر ایک کی وجہ سے طرح طرح کی کیفیات بیگانہ رُوح میں اُٹھتی ہیں۔اور اُن کے دھرموں سے ملا ہُوا یہ آرام بھی مختلف قسم کا ظاہر ہوتا ہے۔دیکھو کھانے کی لذّتیں اَور پہننے کی لذّتیں اَور۔عورتوں کی لذّتیں اَور ہیں۔اور اُن کی مثال اُسی طرح ہے جیسے جلیبی کی لذّت اَور۔لڈّو کی لذّت اَور۔شکر پارہ کی لذّت اَور ہے۔پر دانا جانتے ہیں کہ ایک ہی مصری جلیبی لڈّو اور شکر پارہ میں آئی ہُوئی دُوسری صُورت کی مٹھاس دیتی ہے ؛

(۴۶) اسی طرح یہی اپنا آرام کھانے پہننے اور عورتوں میں مختلف ہوکر ظاہر ہوتا ہے۔پر وہ جسکو صاف مصری ملتی ہے سب کی لذّت کا مذاق اُڑا لے جاتا ہے۔اِسی طرح سمادھی میں جو شخص صافی آنند بغیر وشیوں کے پاتا ہے سب کا فراغت اُڑا لے جاتا ہے ؛

(۴۷) انجان جانتا ہے کہ کھانے کے مزے کھانے میں ہیں پہننے کے مزے پہننے میں ہیں۔اور عورتوں کے مزے عورتوں میں ہیں۔ہرگز نہیں

کیونکہ یہ سب وِشے کسی وجہ سے اُس کرنے کی رُوح کے تموّجات کے مُوجب ہوتے ہیں۔ اور جب اُن سے یہ تموّجات اندر ہوتے ہیں تو یہی اپنا آرام اُن میں ٹپکتا ہے۔ انجان جانتا ہے کہ کھانے یا پینے یا عورت سے مزا آیا۔ یہ اُن کا مزا ہے +

(۴۸) لیکن ادنیٰ غور کرے تو اُس کی صحت ہو جاوے۔ اور وہ سوچ سکتا بلکہ تجربہ کر سکتا ہے کہ جب پیاس نہ ہو تو پانی اچھا نہیں لگتا۔ بھوک نہ ہو تو کھانا مزا نہیں دیتا۔ شہوت نہ ہو تو عورت کچھ بھی مذاق نہیں دیتی بلکہ بسا اوقات جبکہ تیز تپ ہوتا ہے تو اچھے کھانے کڑوے ہوتے ہیں اور عورتوں کے ناز و نخرے بُرے لگتے ہیں۔ مُخنّث آدمی عورت کی قُربت سے کچھ بھی مزا نہیں پاتا۔ تو معلوم ہُوا کہ نہ تو کھانوں میں نہ پوشاکوں میں اور نہ عورتوں کی قربت میں مزا ہے۔ مزہ تو اپنے آپ میں ہے۔ یہ سب کسی خاص وجہ سے اُن برتیوں کے تموّجات کے لیئے اسباب ہیں جب وہ برتیاں اُٹھتی ہیں تو اپنا آرام اُن میں ظاہر ہُوا مختلف صورت میں لذّت والا ہو جاتا ہے +

(۴۹) تحقیق کی رُو سے ثابت ہُوا ہے کہ جب منی کا غلبہ ہوتا ہے اور جوانی کی صحت ہوتی ہے تو منی کے چشمہ میں ایک دغدغہ ہوتا ہے تاکہ وہ دفع کرے۔ اور یہ دغدغہ اُسی قسم کا درد یا تکلیف ہے جو حاملہ عورت کو بچّہ جننے کے وقت ہوتی ہے کیونکہ ہم لکھ چکے ہیں کہ بچّہ منی رُوپ ہو کر پہلے باپ میں حمل ہوتا ہے اور وہاں کے پیٹ میں سینچا ہُوا پہلا جنم پاتا ہے اور عورت میں بویا جاتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ جس طرح عورت کا حمل نکلنے کی حرکت کرتا ہے۔ اور اُسے تکلیف دیتا ہے اور اُس کے کامل کرنے کے لئے دایہ کی طلب ہوتی ہے۔

اسی طرح مرد میں بھی جب وہ جنم چاہتا ہے تو اُسکے چشمۂ منی میں وغدغہ کرتا ہے اور عورت کا تقاضہ کرتا ہے جو اُسے کابل یعنی پُورا کرسکتی ہے ٭

(۵۰) عورت کے رحم میں اِس تقاضہ کو دردِزہ بولتے ہیں۔اور مرد میں اسی کو شہوت کہتے ہیں۔اصل میں یہ تکلیف ایک ہی قسم کی ہے۔پھر عورت میں بھی حیض کے بعد اُس کے قبول کی اُسی طرح خواہش ہوتی ہے جیسا کہ بھوک کے وقت کھانا کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔اور اس قبول کی خواہش کو بھی شہوت بولتے ہیں۔اور وُہ عورت بھی اس خواہش کے پُورا ہونے کے لئے مرد کو چاہتی ہے ٭

(۵۱) جب کبھی ایسے خواہشمندوں کا اتّفاق ہوتا ہے اور کوئی شرعی امر مانع بھی نہیں ہوتا تو دونوں اپنی اپنی خواہش کو پُورا کرنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔وُہ تو اس کی خواہش کو اور یہ اُس کی خواہش کو پُورا کرتے ہیں۔اور یہ خواہش ہی دُکھ رُوپ تھا۔ اِس طرح سے جب دونوں کی خواہش پُوری ہوتی ہے تو دُکھ رُوپ برتّی تو شانت ہو جاتی ہے اور اُس شانت برتّی میں وہی اپنا آرام ابدی ظاہر ہوتا ہے۔ مگر نادان اُسے اپنا آرام نہیں جانتے۔بلکہ مرد تو اپنے آرام کو اپنی شانت برتّی میں پانا ہوا عورت کی لذّت سمجھتا ہے۔اور عورت اپنے آرام کو اپنی شانت برتّی میں پاتی ہوئی مرد کی لذّت مانتی ہے۔اور یہ وہم ہے ٭

(۵۲) کیونکہ عورت جو لذّت پاتی ہے اپنی پاتی ہے۔لیکن مرد

اُس کے تقاضاء کی شانتی کا سبب ہے۔ ویسا ہی مرد جو لذّت پاتا ہے وُہ اپنا ہی مزہ پاتا ہے۔ عورت تو اُس کی خواہش کے پُورا کرنے کے لئے اُس کی شانتی کا سبب ہے۔ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مرد کا مزہ عورت سے یا عورت کا مزہ مرد سے ملاپ پاوے؟ ہاں جب وُہ ایک دُوسرے کی شانتی کے مددگار ہوتے ہیں تو تصدیق ہوتا ہے کہ مرد کو عورت سے اور عورت کو مرد سے لذّت آتی ہے۔ لیکن اِس کے معنی یہ ہیں کہ عورت مرد کے اور مرد عورت کے اپنے اپنے آرام کے ظاہر ہونے ہیں مددگار ہیں ۔

(۵۳) دیکھو جب عورت کو خواہش نہیں ہوتی تو مرد گو اُسے پکڑتا ہے مگر وُہ بھاگ جاتی ہے۔ اور مرد بھی جب خواہش نہیں رکھتا تو عورت کیسا ہی ہاس بلاس کرے کچھ توجہ نہیں کرتا کیونکہ اُس وقت دوسری وجہ سے اُنہیں شانتی ہے۔ اور اپنا آرام اُن میں ٹھکتا ہے۔ ہم حیوانات کی طرف نظر کرتے ہیں۔ تو تجربے سے اُن میں بھی یہی بات پائی جاتی ہے۔ تو معلوم ہُوا کہ وِشیوں کے مزے میں درد اور تکلیف پہلے ہے اور اُنہیں کے رفع کرنے کے لئے وِشے کی طلب ہے۔ جب وُہ رفع ہوتے ہیں تو اپنی اپنی شانت برتی میں اپنے ہی آرام کی جھلک ظاہر ہوتی ہے۔ وِشیوں میں کچھ بھی مزہ نہیں ہے۔

(۵۴) کیونکہ جب تک یہ بھُوک یا پیاس رُوپ دردوں میں گرفتار نہیں ہوتا تو کھان پان کی چیزوں سے لذّت نہیں پاتا۔ اور جب عورت کا رحم بھی منی رُوپ غذا سے بھُوکا نہیں ہوتا تو وُہ بھی مرد سے لذّت نہیں پاتی۔ اور مرد بھی جب تک اپنے چشمۂ منی

ہیں، وہ فرنگ کی درد میں گرفتار نہیں ہوتا عورت سے لذت نہیں پاتا۔ اسی وجہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وشیوں کی لذت خالص نہیں بلکہ درد اور تکلیف میں رلی ہوئی ہے۔ جو کوئی اُن سے لذت ڈھونڈتا ہے ساتھ ہی درد اور تکلیف کو ڈھونڈتا ہے ✦

(۵۵) اور بھی بہت سی وجہ ہیں کہ جن سے ثابت ہو سکتا ہے کہ اس کے شروع اور آخر میں بڑے بڑے رنج اور درد ہیں۔ کیونکہ کھانے پینے کی چیزوں سے جو لذت ہے شروع میں تو بھوک اور پیاس اور دُکھ ہے اور آخر میں نقاہت و بدہضمی۔ اور اسی طرح عورت مرد کے جمع ہونے میں بھی شروع میں تو دفعیہ منی اور خواہش قبول منی اور آخر میں عورت کو حمل کی تکلیفیں اور مرد کو ضعف۔ اور علاوہ اس کے خلاف شرع واقعہ ہو تو لوک اور پرلوک کے گناہ ہوتے ہیں جس میں دُنیا اور عاقبت کی سزائیں ملتی ہیں۔ اس لئے دانا آدمی وشیوں سے نہیں بلکہ دوسری وجوہات سے جو اختیاری اور شاستری ہیں چاہتے اور پاتے ہیں۔ اور ان وشیوں میں دوش دیکھتے ہوئے توجہ نہیں کرتے ✦

(۵۶) شاید اُردو داں یوں پوچھے کہ یہ لذتیں دوسری طرح سے بھی بغیر وشیوں کے کیونکر حاصل ہو سکتی ہیں؟ تو ہم کہتے ہیں یہ ممکن ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں ہے کہ عورت کے جماع سے ہی آدمی کو وہ لذت آتی ہے جو بھوگ میں ہے۔ اس لئے کہ وہ لذت اصلی عورت کی نہیں بلکہ اپنی ہے۔ اور جس طرح ہو سکے وہی شانتی برتی اس کے لئے درکار ہے۔ دیکھو۔ جوان مرد جب عورت کا تقاضہ پاتا ہے اور وہ نہیں

بلتی تو خواب میں خیالی عورت سے برتاؤ کر کے وُہی شانتی پاتا ہے۔ اور وُہی لذّت اُٹھاتا ہے۔ وہاں عورت تو نہیں ہوتی اپنا ہی خیال ہوتا ہے۔ اور احتلام کے سبب سے خالی بھی ہو جاتا ہے۔ پس کیونکر یقین ہو کہ بغیر عورت کے ہم وہ لذّت نہیں پاسنتے ؟

(۵۷) بلکہ غور سے سوچیں تو وہاں شروع میں دفعۂ منی کا درد ہے۔ اور جب اُسکی شانتی کے لئے عورت سے جماع کرتا ہے تو بسبب تقاضہ کے اُس کی طبیعت یکسُو ہوتی ہے۔ اور یہاں تک یکسُو طبیعت ہوتی ہے کہ اُسے اُس وقت کچھ بھی نہیں سوجھتا ایک اندھیری سی آ جاتی ہے۔ جس سے تمام برتیاں رُک جاتی ہیں۔ اور جب منی نکل جاتی ہے تو پھر بے طاقت ہو جاتا ہے اور عورت کو نہیں چاہتا۔ تو معلوم ہُوا کہ نہ تو منی کے دفعہ میں مزا ہے نہ نکلنے میں بلکہ درد اور ضعف ہے۔

(۵۸) ہاں بھوگ کے وقت جو وُہ مزا پاتا ہے اُس میں ضرور گفتگو ہے۔ یہاں ہم کو سوچنا چاہیئے کہ اُس کی حقیقت کیا ہے ؟ ہم نے جہاں تک سوچا اور شرتیوں سے معلوم کیا تو یہی پایا کہ در اصل بھوگ میں کچھ لذّت نہیں۔ بلکہ بھوگ ایک طبعی امر ہے جس سے دُوسری برتیاں من کی اُس کی اندھیری میں رُک جاتی ہیں اور یکسُو طبیعت کے سبب سے من کامل رُک جاتا ہے جیسا کہ یوگ میں بھی یوگی کا من کامل ساکن ہوتا ہے۔ اور وُہی اپنا آرام اُس میں پُورا پُورا جلوہ پاتا ہے جیسا کہ اُوپر اشارہ کیا گیا ہے ؞

(۵۹) اس طرح بسبب یکسُو ہونے طبیعت کے (خواہ وہ بھوگ سے طبعی طور پر ہو خواہ وُہ یوگ کے وسیلہ ارادی طور پر ہو) برابر دونوں کی

چت برتیاں رُک جاتی ہیں۔کسی امر میں من متوجہ نہیں ہوتا ہے اور ساکن
ہُوا آتما کا پورا عکس قبول کرتا ہے۔بھوگی تو اُسے بھوگ میں اور یوگی
یوگ میں پا جاتا ہے۔وُہی لذت جو بھوگی عورت کے بھوگ میں پاتا
ہے وُہی لذت یوگی بغیر مدد عورت کے یوگ میں مفت اُڑاتا ہے ؞

(۲۰) بلکہ بھوگی تو درد و الم اور ضعف سے ملی ہوئی پاتا ہے۔یوگی نہ
تو وغدغۂ منی کا شروع میں درد رکھتا ہے نہ آخر میں ضعف پاتا ہے
بہ نسبت اُس کے خالص پاتا ہے۔اور نیز بھوگی تو جب تک منی
نہیں نکلتی پاتا ہے۔اور منی کا وقوع اُسکے اختیار میں نہیں بلکہ طاقت
کے اختیار میں ہے۔اور یوگی کا یوگ تو اُس کے ارادہ کے اختیار میں
ہے۔اس لئے بھی فرق ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ جو اس لذت میں
اختیار نہیں رکھتا کہ جہاں تک چاہے پاوے بہ نسبت مختار کے ناقص
ہے کامل نہیں۔اس لئے بھوگی کا بھوگ ناقص اور یوگی کا یوگ کامل ہے۔

(۲۱) اس امر میں بحث نہیں کرنی چاہئے کہ بھوگ کے وقت ہی بھوگی
کو لذت ہے۔کیونکہ ہم جوانوں کو دیکھتے ہیں کہ حکیموں سے امساک کے
نسخے مانگتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بھوگ تک ہی لذت ہے۔اور
وُہ چاہتے ہیں کہ زیادہ وقت تک رہے مگر ایسا نہیں ہو سکتا ؞

(۲۲) کیا وُہ حشرات وغیرہ حیوانوں کی برابری کرنا نہیں چاہتے جو امساک کی خواہش
کرتے ہیں؟ اے بھائیو! بھوگ اصل میں حیوانوں کا دھرم ہے۔انسانوں
کا خاصہ نہیں۔جو جس کا خاصہ ہوتا ہے اُسی میں کامل ہوتا ہے۔اُسے
تو یوگ میں راہ نہیں اس لئے قدرت نے بھوگ کی کامل طاقت دی ہے
تمہیں تو یوگ میں راہ ہے جسکے سبب وُہ کامل لذت مل سکتی ہے۔

بھوگ کا راہ مختصر تو نسل کے لئے پتری قرضہ ہیں ملا ہے تاکہ شرعی قاعدے سے نسل بھی بڑھاویں۔اور بوگ کے وسیلہ خالص لذّت جہانتک چاہیں اڑاویں۔پھر وہ جو ایسے ہین پاپنے بھوگ میں حیوانوں کے شریک ہوتے ہیں انہیں انسانی جنم سے کیا فائدہ ہے؟ صورت سے گو انسان ہیں سیرت سے وہی حیوان ہیں ◆

(۲۳) ہم اور بھی وجہ رکھتے ہیں کہ عورت کے بھوگ اور یوگی کے یوگ میں ایک ہی لذّت ہے بلکہ یوگی اُس سے بڑھ جاتا ہے۔کیونکہ ہم کہہ چکے ہیں کہ جسقدر عورت کے بھوگ میں شہوت کی قوّت سے یکسوئی اور اندھیر کے سبب سے بیخبری ہوتی ہے اسیقدر لذّت زیادہ ہوتی ہے۔دیکھو شرابی شراب پی کر نشہ میں بھوگ کرتا ہوا زیادہ لذّت پاتا ہے۔اُس کی وجہ یہ ہے کہ شراب بھی ایک اندھیری لاتی بیخبری دلاتی ہے۔اُسی کو عام نشہ بولتے ہیں۔اور شہوت بھی بھوگ میں شہوانی اندھیری لاتی ہے اور نشہ اُسے دوبالا کرتا ہے اور زیادہ بیخبری ہوتی ہے۔اسی وجہ سے بھوگ میں لذّت بھی زیادہ ہوتی ہے۔تو معلوم ہوا کہ جسقدر بیخبری زیادہ اُسی قدر لذّت زیادہ ہوتی ہے۔اور بیخبری واضح ہیں من کا نرودھ ہے۔تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ جس قدر من کا نرودھ زیادہ ہوتا ہے اُسی قدر اپنے آرام کا عکس پورا پورا پڑتا ہے۔اور یوگ اور بھوگ میں وہی من کا نرودھ ہے ◆

(۲۴) میں سچ کہتا ہوں کہ شراب بھی کچھ نہیں کرتی بلکہ پرانوں کو روکتی ہے اور اُنکے رکنے سے موبرتیاں بھی رکتی ہیں۔اُسے عام لوگ نشہ بولتے ہیں جسقدر وہ زیادہ کرتے ہیں اُسی قدر من زیادہ

رُکتا جاتا ہے۔یہاں تک کہ آخر وہ بے ہوش ہو جاتے ہیں اور اپنے بدن تک کی بھی خبر نہیں پاتے۔اور ہم دیکھتے ہیں کہ شراب پینے کے وقت نالائق جب تک کہ بے ہوش نہیں ہو جاتے پیالہ در پیالہ مانگتے ہیں۔پس ظاہر ہؤا کہ جُوں جُوں بیخبری۔ہوتی جاتی ہے تُوں تُوں وہ مزے میں ترقی پاتے جاتے ہیں۔یہ لوگ بھی اگر من کا نرودھ نہیں چاہتے تو اور کیا چاہتے ہیں؟ اور من کے نرودھ پر ہی کامل لذت نہیں تو کس میں ہے؟ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جیسا یوگ میں من رُکتا ہے ویسا شراب اور عورت کے بھوگ میں نہیں رُکتا ہے۔اور نیز شراب اور بھوگ میں گو من رُکتا ہے مگر گندھلا ہوتا ہے صافی نہیں ہوتا۔یوگ میں تو محض ستوگن سے صاف پانی کی طرح ہوتا ہے ؎

(۵۶) اور یہ ظاہر ہے کہ حوض کا پانی اگرچہ ساکن ہے پر صافی پانی میں جو آفتاب کا عکس پڑتا ہے ویسا ہی گندھلے میں نہیں شراب اور بھوگ میں رجوگن تموگن کی ملاوٹ رہتی ہے۔یوگ میں محض ستوگن۔اِس لئے عورت اور شراب کا بھوگ جو لذت دیتا ہے میلا اور گندھلا ہے اور یوگ صافی۔اِس لئے بھوگوں میں گو آنند ہے پر یوگ میں پرمانند۔اور وہ اپنا آپ ہے جو ساکن اور صافی من ہی میں ظاہر ہوتا ہے۔خواہ وہ وِشیوں کے وسیلہ ہو خواہ وہ یوگ سے ہو

(۵۷) اس لئے معلوم ہؤا کہ وِشیوں میں بھی اسی پرمانند کے قطرے ہیں جو کسی وجہ سے اُن کے بھوگوں میں بھوگے جاتے ہیں۔اور وہ جو نادان ہیں اُنہیں قطروں پر اپنی جان کھوتے ہیں جیسے کتے بھی

ہڈی پر لڑتے ہیں - پر پرماتما تو مُکت یوگی اُڑاتے ہیں - نہ تو اُنہیں اُس میں کوئی جھگڑا ہے نہ کوئی تکلیف نہ کوئی بے اختیاری - اس لئے شاستر آدمی کو وشیوں سے روکتا اور پرماتما کی طرف توجہ دلاتا ہے کیونکہ اُس میں اسکے پانے کی لیاقت ہے - مگر حیوانوں میں تو اسکے پانے کی راہ بھی نہیں - وہ تو انہیں قطروں کو پانے زندگی کرتے ہیں - اسلئے اُنہیں شرعی تکلیف نہیں ؛

(۶۷) اب ثابت ہُوا کہ جس طرح دیکھنے کی رُوح فقط دیکھنا اپنا ذاتی خاصہ رکھتی ہے - اُسی طرح پرمانند بھی اُسی کا ذاتی خاصہ ہے - اور دُکھ سُکھ رُوپ برتیاں تو اس میں بیگانہ دھرم کلپت ہیں جیسے رسن میں سانپ - لیکن اُن میں بھی اُس کی ہستی اور آرام اس طرح کلپت ہیں جیسے رسن کی ہستی بھی سانپ میں کلپت ہوتی ہے یا چہرہ آئینہ میں ظاہر ہوتا ہے - پر ہستی تو کیا دُکھ کیا سُکھ سب میں ظاہر ہے - اور آرام فقط سُکھ رُوپ برتیوں میں ظاہر ہوتا ہے - دُکھ رُوپ برتیوں میں نہیں - اِس لئے انجان سُکھ رُوپ برتیوں کو تو چاہتا ہے - دُکھ رُوپ برتیوں سے بھاگتا ہے ؛

(۶۸) اُردو داں تجربہ سے معلوم کر سکتا ہے کہ اسی کی ہستی سے وُہ برتیاں ہست ہوتی ہیں جیسا کہ رسن کی ہستی سے سانپ بھی موجود ہوتا ہے کیونکہ رسن اگر نہ ہو تو سانپ بھی نہیں ہو سکتا - پر سانپ نہ ہو تو یہ نہیں کہ رسن بھی نہ ہو - اس لئے معلوم ہو سکتا ہے کہ سانپ کی ہستی اپنی نہیں بلکہ بیگانہ رسن کی اُس میں دکھائی دیتی ہے +

(۶۹) یہاں بھی یہی حال ہے - کیونکہ جب ہم غرق نیند میں جاتے ہیں تو

آتما من کے نکل کر دل کے آکاش میں آرام پاتا ہے۔ اور یہ تمام برتیاں بلکہ خود من بھی پھر نہیں رہتا۔ اگر وہ ہوتا تو اپنے کام کرتا۔ مگر وہاں نہ تو کچھ دُکھ یا سُکھ روپ برتیاں اور اُنکے تصدیق یا تصوّر رہتے ہیں۔ اور نہ حواس۔ اگر وہ بھی ہوتے تو آنکھ دیکھتی کان سُنتا اور زبان بولتی۔ پر اُس وقت کوئی بھی اُنکے کام نہیں ہوتے۔ تو معلوم ہُوا کہ اِن سب میں بوقتِ جاگرت بیگانہ ہستی اسی آتما کی تھی اور اِسی کے الگ ہونے سے وہ کچھ بھی نہ رہے ۔

(۷۰) اگرچہ غرق نیند میں نہ تو حواس نہ من اور نہ اُس کی برتیاں رہتی ہیں تو بھی پنج پران موجود ہوتے ہیں۔ کیونکہ سویا ہُوا آدمی سانس برابر لیتا ہے اور اندر نبضیں چلتی رہتی ہیں۔ اور غذائیں ہضم ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ پران موجود نہ رہتے تو یہ کام بھی بند ہو جاتے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ وہ ادراک روپ کرنے کی روحیں تو جاتی رہتی ہیں۔ یہ دوسری کام والی کرنے کی روحیں موجود رہتی ہیں تاکہ بدن کی حفاظت اور پالن رہے ۔

(۷۱) لیکن جس طرح اُس کی ہستی اُن کیفیاتِ نفسانی میں کلپت ہے اُسی طرح اِن پنج پرانوں میں بھی کلپت ہے۔ اُن کی اپنی نہیں ہے۔ کیونکہ اپنی ہستی اپنا آپ ہوتا ہے اور اپنا آپ اپنے سے جُدا نہیں ہو سکتا۔ اگر اُن میں ہستی اپنی ہوتی تو وہ بھی موجود ہوتے اور بدن میں ابدی کام کرتے اور ابدی زندگی بدن کی ہوتی۔ مگر موت میں یہ سب جاتے رہتے ہیں۔ اِس لئے معلوم ہُوا کہ اُن میں بھی اپنی ہستی نہیں بلکہ بیگانہ ہے کیونکہ بیگانہ ابد تک پاس نہیں رہتا۔ آخر جُدا ہو جاتا ہے ۔

(۳۷) زندگی میں بھی اُن میں فتور اور نقصان پائے جاتے ہیں۔ جب ہاضمہ ناقص ہوتا ہے تو اکثر اچھا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ جب شباب ہو چکتا ہے تو پھر نامید کام نہیں کرتی بلکہ بڑھاپے میں بدن گھٹ کر ضعیف ہو جاتا ہے۔ اور جو فتور یا نقصان والے ہوتے ہیں اپنی ہستی نہیں رکھتے۔ چونکہ یہ پانچ پران بھی فتور اور نقصان والے ہیں۔ اپنی ہستی نہیں رکھتے بلکہ بیگانہ ہستی اسی طرح پاتے ہیں جس طرح سفید کپڑا بھی بیگانی سُرخی سے رنگا ہُوا سُرخ تصدیق ہوتا ہے ⁂

(۳۸) اب یوں سمجھو کہ وہ نفسانی رُوحیں (قوائے ادراک) جس سے ہستی پاتی ہیں اسی سے حیوانی رُوحیں بھی ہستی پاتی ہیں کیونکہ نفسانی رُوح بھی اسی حیوانی رُوح (پران) کا ٹکڑا ہے جو کرنے والی رُوح کہلاتی ہے۔ اور اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ نفسانی رُوحیں اسی آتما سے کلپت ہستی پاتی ہیں اس لئے ان (پرانوں) کی ہستی بھی اسی آتما سے اُدھار میں آئی ہے اور چند عرصہ تک قرضہ میں لی گئی ہے۔ اور ان میں اسی طرح کلپت ہے جس طرح کہ نفسانی رُوح میں کلپت ہے۔ مگر اُن عملوں کے ختم تک جو اس زندگی کے بھوگ دینے کے لئے طلوع ہوتے ہیں بطور قرض کیا جاگرت کیا سوپن کیا سُشُپتی میں ظاہر رہتی ہے ⁂

(۳۹) اس قسم کی دریافت سے معلوم ہُوا کہ یہ دیکھنے والی رُوح واقع میں عین وجود عین آرام۔ عین ہستی ہے اور کوئی بھی صورت یا شکل یا فعل یا تصدیق اپنی نہیں رکھتی بلکہ یہ سب امور جاگرت اور سوپن میں بطور بیگانہ دھرم اس میں کلپت ہوتے ہیں۔ اپنی ذات میں وہ اکرتا اَبھوگتا فقط دیکھنے والا یا ساکھشی ہے۔ اسی روح کو سنسکرت میں

چیتن بولتے ہیں۔ اور دیکھنا آرام اور ہستی اُس کی اپنی ہے کیونکہ غرق نیند میں بھی موجود ہے دُور نہیں۔ اور اپنے آرام میں بھی کوئی بیگانہ دد یا فکہ وہاں نہیں دیکھتا ہے کیونکہ وہاں سوائے اُس کے دُوسرا نہیں ہے جسے دیکھے۔ اور بیگانہ تصدیق بھی وہاں نہیں رہی جس سے اپنے آپ کو اور اپنے آرام کو اور نیز دید کو تصدیق کرے ٭

(۷۵) مگر جب جاگرت ہوتی ہے تو بیگانہ من کی تصدیق پاتا ہے۔ اُس وقت اپنی غرق نیند کی حقیقت کو تصدیق کرتا ہے کہ مَیں آرام میں تھا دُوسرا کوئی بھی میرے ساتھ نہ تھا۔ اسی سبب سے بیخبر اور انجان تھا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو دیکھا جاتا ہے اُسی کی تصدیق ہوتی ہے۔ غرق نیند میں وہ اپنا آرام دیکھتا تھا اور یہ ہی مطلوب ہے

(۷۶) اب دریافت کرتے ہیں کہ وہ دانشیں اور ادراک کی حرکتیں غرق نیند میں کہاں گئی تھیں؟ تو ذرا سی غور سے جان سکتا ہے کہ سب اس میں اُسی طرح حذف ہو گئی تھیں جس طرح سانپ کی ماہیت بھی رسن میں حذف ہو جاتی ہے۔ اور رسن ہی رسن دکھائی دیتی ہے سانپ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن جاگرت میں جب تک آتم ساکھشات کار نہیں کرتا تب تک یہ حرکتیں اُسی طرح ظاہر ہوتی ہیں جس طرح رسن میں سانپ ظاہر ہوتا ہے جب تک کہ رسن پرکھش نہیں کرتا ٭

(۷۷) بلکہ ایسا کہہ سکتے ہیں کہ جاگرت میں وہ حرکتیں یُوں ہی پدید ہوتی ہیں جس طرح صدف میں نقرہ پدید ہوتا ہے۔ اور یہ پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ آتما خود دید ہے۔ اور اب ثابت ہُوا کہ دُوسری رُوحیں

فقط پدید ہیں۔ اس وجہ سے جاگرت اور سُوپن میں جو عالم دکھائی دیتا ہے فقط دِید اور پدید ہی ہے۔ بجُز دِید پدِید کے کچھ بھی موجود نہیں۔ دِید تو آتما ہے۔ پدید دُنیا ہے جسے سنسار بولتے ہیں +

(۷۸) جاگرت یا خواب میں جو کچھ کرنا پانا۔ دُکھ۔ سکھ۔ تکلیف اور آرام ہے سب کے سب پدید ہوتے ہیں۔ اور یہ فقط دِید خود اُن میں آیا ہُوا مقیّد کہلاتا ہے۔ اور یہی غرق نیند میں فقط دِید بلا پدید مطلق کہلاتا ہے کیونکہ وہاں وُہ کسی بھی پدید کی قید میں نہیں ہے بلکہ یگانہ آزادِ مطلق ہوتا ہے۔ اور اس مطلق کو سنسکرت میں نرگُن برہم اور اُس مقیّد کو سگُن برہم بولتے ہیں کیونکہ گُن نام سنسکرت میں قید کا ہے قید والے کو سگُن کہا کرتے ہیں اور بغیر قید والے کو نرگُن جسے صوفی مطلق ترجمہ کرتے ہیں۔ اور ہم اس کو آزاد کہتے ہیں اور اُس کو پابند +

(۷۹) اِس وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ وُہی نرگُن ہے اور وُہی سگُن ہے۔ کیونکہ جب ہم پدید میں بھی اُسے فقط دِید پاتے ہیں وُہی ابدی آزاد ہے۔ پر جب دِید کو پدید کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں وُہی پابند ہے۔ اور یہ تمام پدیدیں اُسی کی تجلیّات ہیں۔ اُس کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتیں۔ اپنی ہی تجلیات میں آپ متجلّی ہُوا مقیّد ہے۔ جب وُہ اپنی تجلیات کو اپنے میں حذف کرتا ہے وُہی آزادِ مطلق ہے +

(۸۰) یہ کرنے والی رُوح بھی اُسی کا تجلّی اور اُسی کا سایہ ہے۔ سایہ یا تجلّی نہ تو اُس سے غیر ہوتا ہے اور نہ وُہی ہوتا ہے۔ غیر تو اِس لیے نہیں کہ اِس کی ہستی بغیر اُس کے نہیں ہے۔ اور وُہی وہ اِس لیے نہیں کہ یُوں ہی خیال کی طرح وُہ رسن میں سانپ اور

صدف میں نقرہ کی مانند بیگانہ عجائبات اُس میں کلپت کرتا ہے جو اُس سے انضمام نہیں پا سکتے۔ اِس لئے در اصل بیگانہ ہے اور ہیچ ہے اور کچھ بھی ہستی نہیں رکھتا ❊

(۸۱) اب یُوں سمجھو کہ جس طرح آدمی کا سایہ بھی چراغ کی حرکت سے حرکت کرتا ہے۔ دراز اور چھوٹا ہوتا ہے۔ کبھی دائیں اور کبھی بائیں بدلتا ہے۔ اسی طرح یہ کرنے کی رُوح بھی جو اُس کا سایہ ہے عملوں کی قید میں طرح طرح کی شکلیں دھارتی ہے۔ پہلے تو یہ کثیف اور پھر لطیف ہو جاتی ہے۔ اِس کی کثافت تو تمام عناصر جسم اور ابدان ہیں۔ اور اِس کی لطافت وُہی کرنے کی رُوح ہے جو جسموں اور بدنوں میں سب کچھ کرتی ہے اور بھوگ پاتی ہے ❊

(۸۲) اسکے سمجھنے کے لئے بہتر ہے کہ آدمی اپنی تحقیقات کرے کیونکہ بطور مشتے نمونہ از خروارے جو کچھ اس (کرنے کی رُوح) کے عجائبات یہاں (اس آدمی میں) پائے جاتے ہیں وُہی دُوسروں میں ہیں۔ کیا عالم بالا کیا یہاں سب کی سب اِسی کی شاخیں ہیں۔ اور یہی سب کا تنہ ہے ❊

(۸۳) اب یُوں سمجھو کہ یہ کرنے کی رُوح ایک بڑا رائی کا درخت ہے جس طرح رائی کا تخم بہت چھوٹا سا ہوتا ہے مگر جب بویا جاتا ہے اور پھیلتا ہے تو سب سے بڑا شجر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ (کرنے کی رُوح رُوپ تخم) بھی متھیا یعنی جُھوٹھ ہے۔ اصل نہیں رکھتا تاہم اُس آتما کی ہستی میں ہست ہُوا عملوں کے پانی سے سرسبز ہو کر سنسار رُوپ بے شمار شاخوں میں پھیلا ہے ❊

(۸۴) اِس روح کے کام جو کرنے کی روح ہے دو طرح کے ہیں یا تو دانشی ہیں یا غیر دانشی - کیونکہ جب وہ ایسا کام کرتی ہے جس سے اُس کی کرتوتیں سمجھ سوچ اور شوجھ رُوپ ہوتی ہیں تو دانش کی روح کہلاتی ہے - اور جب اُسکے کام سوچ سمجھ کے نہیں ہوتے تو اُسے طاقت کی روح بولتے ہیں ؛

(۸۵) دیکھو جب کسی امر کی بابت دِل کے اندر یاد کرتے ہیں تو یہ دانش کی رُوح متوجہ کرتی اُنہیں شکلوں کے موافق جو یاد کی جاتی ہیں بنتی ہوئی ہماری اپنی دید کے سامنے اُٹھتی ہے - اور وُہی تصوّر تصدیق یا گیان کی برتیاں کہلاتی ہے - اور جب ہم آنکھ کھولکر کسی شئے کی طرف نظر کرتے ہیں تو یہی برتیاں مثل سُورج کی کرن کے آنکھ کے راستہ باہر نکلتی ہیں اور اُس چیز پر لگ کر اُسی طرح اُس کی شکل پر بنتی ہوئیں اُس سے ایک ہو جاتی ہیں جیسا کہ آفتاب کی کرنیں بھی کسی شئے پر پڑتی ہوئیں اُسی شکل سے دکھائی دیتی ہیں ؛

(۸۶) جب یہ منو برتیاں آنکھ سے نکلتی ہیں اور کسی شئے کی شکل دھارن کرتی ہوئیں اُس سے ایک ہوتی ہیں تو ہماری آتم دید کے دکھانے کا باعث ہوتی ہیں - اور اسی سبب سے ان کو دانشیں بولتے ہیں کیونکہ جب یہ دانش کی برتیاں اِس طرح کام نہیں کرتیں تو ہماری آتم دید میں پہچان کا برتاؤ نہیں ہوتا - پر جب یہ تصوّرِ تصدیق کے سلئے اُس میں کام کرتی ہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ ہم اسے جانتے اور پہچانتے ہیں پس معلوم ہُوا کہ جاننا اور پہچاننا بھی ایک کام ہے جو ہماری دید میں اُنہیں برتیوں کے سبب سے کلپت ہوتا ہے - لیکن ہم اصل میں

نہ تو جانتے نہ پہچانتے ہیں بلکہ اُس شئے کو اور نیز اُس جان پہچان کو بھی یک لخت دیکھتے ہیں۔کیونکہ دیکھنا تو ہمارا اپنا ہے لیکن جان پہچان کے برتاؤ ہمارے اپنے نہیں بلکہ اسی کرنے والی رُوح کے بیگانہ دھرم ہیں +

(۸۷) جس طرح آنکھ سے منو برتیاں نکلتی ہیں اُسی طرح کان سے بھی نکلتی ہیں اور آواز کی جان پہچان کا کام کرتی ہیں۔مگر ہم دراصل نہ تو آواز کو جانتے اور پہچانتے ہیں بلکہ آواز اور اُسکی جان پہچان کو فقط دیکھتے ہیں۔اور یہ پہلے لکھ آئے ہیں کہ تصدیق بغیر دید کے نہیں ہوتی اور ہم بظاہر آواز اور اُسکی جان پہچان کی تصدیق کرکے دکھائی بھی دیتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ ہم آواز کو اور اُسکی جان پہچان کو اپنی آتم دید سے فقط دیکھتے ہیں۔لیکن یہ جان پہچان کے کام اسی بیگانہ رُوح کے دھرم ہیں جو ہم میں کلپت ہوتے ہیں۔دراصل ہم تو فقط دیکھتے ہیں +

(۸۸)وہ جو جان پہچان کا کام کرتی ہیں واقع میں منو برتیاں ہیں اور وہی پھر یاد کے وقت بھی ہمارے اندر بدستور جان پہچان کا کام کرتی ہیں۔لیکن دُوسری شاخیں بھی من سے جداگانہ نکلتی ہیں جو آنکھ کان ناک میں بہتی ہیں۔اور جان پہچان کا کام نہیں کرتیں بلکہ آنکھ میں مرکوز رُوح تو ہماری دید کے لئے خاص رُوپوں کے دکھانے کا وسیلہ ہوتی ہے۔اور کان کی رُوح خاص آواز کے سُنانے کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آنکھ کی راہ ہم رُوپ تو دیکھ سکتے ہیں اور اُس کی جان پہچان بھی کلپت پاسکتے ہیں۔مگر آواز

کی شنید اور اُس کی جان پہچان نہیں پاتے ٭

(۸۹) اور پھر چونکہ ہم کان کے راستے سے آواز کی شنید اور اُس کی جان پہچان پاتے ہیں لیکن روپ کی دید یا جان پہچان نہیں پاتے تو معلوم ہوا کہ آنکھ کے راستے سے جب جان پہچان کی رُوحیں جو منور بنی ہیں نکلتی ہیں تو ساتھ ہی اُن کے آنکھ کی رُوح بھی کرن کی طرح نکلکر اُس شئے کے آکار ہوتی ہوئی اُس سے ایک ہوتی ہے اور اُسی کے دکھانے اور جان پہچان میں مخصوص ہوتی ہے اور ویسے ہی کان کے راستے سے جب جان پہچان کی رُوحیں نکلتی ہیں تو کان کی رُوح بھی کرن کی طرح اُنکے ساتھ باہر ہو کر نکلتی ہے اور آواز کے آکار ہو کر اُس سے ایک ہوتی ہے اور اُس کے سُنانے اور جان پہچان کے لئے مخصوص ہوتی ہے ٭

(۹۰) اس طرح آنکھ میں رُوپ کے لئے۔ کان میں آواز کے لئے زبان میں ذائقہ کے لئے۔ ناک میں بُو کے لئے اور گوشت پوست میں گرم و سرد کے چھُونے کے لئے۔ پانچ جُداگانہ رُوحیں مرکوز ہیں جو اسی کرنے والی رُوح کی جُداگانہ شاخیں ہیں اور اردو داں انہیں حواس بولتے ہیں اور ہم اُن کو گیان اندریاں کہتے ہیں کیونکہ یہ روپ آواز ذائقہ بُو اور چھُوت کے گیان کا خاص کام کرتی ہیں ٭

(۹۱) اِن کا کام یہی ہے کہ جب یہ کسی شئے پر مثل کرن کے جا پڑتی ہیں تو اُس کے اگیان کو اُسی طرح دُور کرتی ہیں جس طرح کہ سُورج کی کرن جس پر جا پڑتی ہے اُس کے اندھیرے کو دُور کرتی ہے۔ اندھیرا عنصری ایک ایسا امر ہے جہاں ہوتا ہے اُس کے

جُزوں کو ڈھانپ لیتا ہے آنکھ کو دیکھنے نہیں دیتا- اِسی طرح اگیان بھی ایک ایسا امر ہے کہ ہماری آتم ودیا کو اُنہیں دکھانے نہیں دیتا- بلکہ جس طرح آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہُوا خود ہی دکھائی دیتا ہے اُسی طرح سب میں اگیان بھی چھایا ہُوا ہے- اور جب تک یہ بیگانہ رُوحیں اپنا اپنا کام نہیں کرتیں تب تک وُہ دُور بھی نہیں ہوتا اور ہماری آتم ودیہ میں خود ہی دکھائی دیتا ہے ؞

(۹۲) یہی سبب ہے کہ جس جس شَے پر اِن رُوحوں کا کام نہیں ہو جاتا ہم تب تک اُن کا اگیان تصدیق کرتے ہیں کہ ہم اُسے نہیں جانتے- لیکن جب کسی شَے میں اِن رُوحوں سے ہم برتاؤ کر چُکتے ہیں تو تصدیق کرتے ہیں کہ ہم اُسے جانتے پہچانتے ہیں- اِس وجہ سے معلوم ہُوا کہ یہ رُوحیں بھی خاص کام کرتی ہیں کیونکہ ہر شَے کا اگیان رفع کر دیتی ہیں اور جب اِس طرح اگیان دُور ہوتا ہے تب ہماری آتم ودیہ بھی پھر اُنہیں دیکھتی ہے- جس طرح کہ آنکھ بھی جب سُورج کی کرن سے کسی شَے کا اندھیرا دُور ہو جاتا ہے تو اُسے دیکھتی ہے- مگر یہ ظاہر ہے کہ سُورج کی کرن ہر شَے کا اندھیرا تو دُور کرتی ہے پر اُسے خود نہیں دیکھتی- اِسی طرح آنکھ بھی اگیان کو دُور کرتی ہے خود نہیں دیکھتی بلکہ دیکھتی تو وُہی رُوح ہے جو دیکھنے والی ہے- اور وُہی ہمارا آتما اور وُہی ساکھشی ہے

(۹۳) اب باور ہو سکتا ہے کہ کیا منو برتیاں کیا گیان اِندریاں سب کی سب اگیان کے رفع کرنے کے آلات ہیں- خود نظر نہیں- اور اُسی طرح جڑ ہیں جس طرح کہ سُورج کی کرنیں- لیکن آئینہ کی طرح صافی ہیں اور ہماری آتما ساکھشی کی مظہر ہیں- اور آتما اُن میں ظاہر ہُوا جہاں

جہاں وُہ اپنا اپنا کام کرتی ہیں اُن کو۔ اِن کے کاموں کو اور اُن اشیا کو بھی جن میں یہ کام کرتی ہیں یک لخت دیکھتا ہے۔ اُس کی دید کبھی بھی لوپ نہیں ہوتی۔ جب اشیا میں اگیان ہوتا ہے۔ تو اُنہیں اگیات دیکھتا ہے۔ جب اُن میں یہ رُوحیں کام کرتی ہیں تو اُنہیں گیات دیکھتا ہے۔ اِس لئے جیسا وُہ ہوتی ہیں اور جس وصف سے موصوف ہوتی ہیں ویسا وہ اُنہیں جُوں کا توُں پرکاشتا ہے اور غنی ہے ؛

(۹۴) اگیات بمعنی مجہول کے ہیں۔ گیات بمعنی معلوم کے ہیں۔ جب تک کوئی شئے اگیان کی صفت سے موصوف ہوتی ہے اُسے مجہول یا اگیات بولتے ہیں۔ اور جب اِن دانش کی رُوحوں سے اُس شئے کا اگیان رفع ہوتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اور پھر وہ گیان کی صفت سے موصوف ہوتی ہے تو اُسے معلوم یا گیات بولا کرتے ہیں۔ چونکہ علم کی صفت یا گیان کا برتاؤ اُس شئے میں اِنہیں برتیوں کے سبب سے ہوتا ہے اس لئے واقع میں یہی منوبرتیاں اور حواس کی کرنیں حقیقتِ علم یا دانست ہیں۔ وُہ ساکھشی جو عین دید اور قیوم ہے خود دانست نہیں بلکہ اُن میں پابند یا مقید ہُوا دانشمند کہلاتا ہے ؛

(۹۵) مغربی عُلماء جو آجکل حکمت کا دعوی کرتے ہیں اس دانش کی رُوح کو اور اس ساکھشی کو نہیں جانتے۔ اگرچہ وہ اپنی دانش کا اقرار کرتے ہیں کیونکہ وُہ دانش مند کہلاتے ہیں تو بھی وہ اس کیفیت سے ناواقف ہیں کہ یہ رُوح الگ ہے اور وُہ الگ۔ بلکہ بعض تو فقط دماغ میں فائدہ جانتے ہیں۔ جو کچھ بھی وجہ نہیں رکھتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اِن دونوں رُوحوں کا اظہار صحتِ دل و دماغ میں ہوتا ہے اسلئے

اس علاقہ کے سبب انہیں مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ دماغ کا دھرم ہے یہ اسی قسم کا مغالطہ ہے جیسا کہ بلّور کا سفید گلاس سرخ شراب سے بھرا ہوا سرخ تصدیق ہوتا ہے۔ ان منوبرتیوں کا مظہر واقع میں دماغ ہے اور ان کے دھرم دماغ میں اسی طرح دکھائی دیتے ہیں جیسے شراب کی سرخی گلاس میں دکھائی دیتی ہے ؞

(۹۶) اگر ذرا بھی غور کریں اور اپنی حکمت کے تعصب کو چھوڑ دیں تو فوراً اس روح کے جو دانش کی روح ہے قائل ہو جاویں۔کیونکہ قاعدہ یہ مقرر ہے کہ جو خاصہ جس کا ذاتی ہوتا ہے وہ کبھی بھی اس سے جدا نہیں ہوتا بلکہ وہی جدا ہوتا ہے جو بیگانہ ہوتا ہے۔غرق نیند میں دماغ صحیح بھی ہوتا ہے مگر یہ دانشیں اس وقت اس میں نہیں ہوتیں۔ اور نیز جاگرت میں جب نِروکلپ سمادھی ہوتی ہے تو بھی دماغ ان سے خالی ہوتا ہے لیکن جب سمادھی اور غرق نیند سے ہم نکلتے ہیں تو پھر انہیں دماغ میں پاتے ہیں ؞

(۹۷) بیشک دانش کی روحیں ہماری جان پہچان کے اوزار ہیں اور دماغ ان کا برتن ہے جہاں انہیں ہم رکھتے اور ان کا برتاؤ کرتے ہیں۔ اور خواب کے وقت وہ دماغ سے اتر کر باریک رگوں میں جاتی ہوئیں ہمکو معلوم ہوتی ہیں اور ہم بھی انکے ساتھ اترتے نظر آتے ہیں۔بلکہ جبتک ہم دل کے آکاش میں نہیں اتر جاتے تو انہیں رگوں میں ایک عجیب عالم مثال رچتے ہیں اور اس کی جان پہچان انہیں اوزاروں سے کرتے ہیں اور جب ہم دل کے آکاش میں اتر جاتے ہیں تو انہیں بھی چھوڑ جاتے ہیں۔یہی غرق نیند ہے۔اس وقت ہماری اپنی دید تو ہوتی ہے

لیکن اُن دونوں کے کام جو جان پہچان ہیں نہیں ہوتے۔ اِس لئے ہم بے دانش تو ہو جاتے ہیں مگر جس طرح دانشمندی کے وقت دانش کو دیکھتے ہیں یہاں بے دانشی کو بھی دیکھتے ہیں کیونکہ جاگ کر اپنی بے دانشی کا اقرار کرتے ہیں ۔

(۹۸) ہم لکھ چکے ہیں کہ یہی بیدانشی واقع میں جہل اور اگیان ہے اور چونکہ غرق نیند میں دانش کا برتاؤ جو الگ روح کا ہے نہیں ہوتا ہم میں اگیان کی صفت بھی بیگانہ عارض ہوتی ہے۔ اسی سبب سے ہم اپنے آپ کو اگیان کی صفت میں دیکھتے ہیں لیکن پہچانتے نہیں کیونکہ تو وہاں بے دانش ہیں۔ ایسا تصدیق نہیں پاتے بلکہ فقط بے دانشی کو اور اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ اور جاگرت میں جب یہ دانش کی روح کسی وجہ سے ہم میں بیگانہ آ جاتی ہے تو اپنے اگیان کو رفع کرتے ہیں اور وہاں جو اُسے دکھائی دیتا تھا اُس کی تصدیق بھی کرتے ہیں اور پہچانتے ہیں کہ ہم بے خبر اور بے دانش یا اگیان ہو گئے تھے۔ تو اسی طرح سے غور سے ہم جان سکتے ہیں کہ کیا گیان اور کیا اگیان دونوں ہم میں بیگانہ دھرم کلپت ہیں۔ ہم دونوں سے الگ فقط عین وید۔ عین آرام۔ عین ہستی ہیں اور یہ اگیان بھی اُسی روح کا اصل ہے جو کرنے کی روح ہے ۔

(۹۹) یہ روحیں غرق نیند کے وقت اس اگیان میں اُسی طرح حذف ہو جاتی ہیں جس طرح کہ درخت کی شاخیں اور پتے اُس کے تخم میں حذف ہوتے ہیں۔ اور اسی اگیان سے یوں نکلتی ہیں جس طرح تخم میں سے بھی عمدہ لہلہاتی شاخیں پات اور پھول نکلتے ہیں ۔

(۱۰۰) سچ تو یوں ہے کہ اگیان کی حقیقت دانش کا نہ ہونا نہیں بلکہ

یہی دانش کی روح جب پلیٹ کھاتی ہے اور بستہ ہوتی ہے اگیان ہے اور
یہی جب پھیلتی ہے اور نانا برتّیاں روپ شاخ در شاخ ہوتی ہے دانش
کہلاتی ہے۔ غور کرنے والے آدمی پر ظاہر ہو سکتا ہے کہ جب یہ دانش
کی برتّیاں لپیٹ کھاتی ہُوئیں دماغ سے اُتر کر اندر کو جمع ہوتی جاتی ہیں
تو نیند آتی ہے اور جب پُورے طور پر دل کے اندر جمع ہو جاتی ہیں
اور بے دانش ہو جاتی ہے تو غرق نیند طاری ہوتی ہے۔ اس سے
معلوم ہُوا کہ اگیان واقع میں رُوح کی بستگی ہے گیان کا نہ ہونا نہیں
(۱۰۱) کلورو فارم کے سُونگھنے سے بھی یہ رُوحیں جھٹ پٹ بستہ ہو جاتی
ہیں اور غش کھایا یا مُردہ سا ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے ثابت ہو سکتا
ہے کہ ان کا بند اور بستہ ہونا اگیان ہے اور ان کا کھُل جانا اور تصوّر
تصدیق کا کام کرنا دانش ہے۔ اگر یہ (رُوحیں) طبعی طور پر جمع ہوتی ہیں
تو نیند کہلاتی ہے۔ اگر غیر طبعی طور پر تو غش کہلاتا ہے۔ لیکن جب یہ
کھُلتی ہیں اور دماغ کان آنکھ تک آ جاتی ہیں تو جاگرت ہوتی ہے۔ اُسی
کو ہوشمندی بولتے ہیں۔ اور جب یہ دماغ سے قطعی علاقہ چھوڑ دیتی ہیں
تو موت ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ دانش اور اگیان دماغ کا
اپنا دھرم نہیں بیگانہ دھرم ہے۔ ہاں دماغ اُن کا مظہر ضرور ہے ٭
(۱۰۲) اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جن سے ثابت ہُوا ہے کہ یہ دماغ
کا اپنا خاصہ نہیں کیونکہ دماغ ایسی شئے نہیں جو کرن کی طرح آنکھ کان
سے نکل کر چیزوں کی دریافت کرے۔ مگر یہ رُوحیں تو جھٹ پٹ آسمان
تک اُسی طرح جا پہنچتی ہیں جس طرح سُورج کی کرنیں بھی آفتاب سے جھٹ
پٹ زمین تک آ جاتی ہیں کیونکہ جب ہم چاند کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو یہ

(رُوحیں) چاند میں بلکہ ستاروں میں جا لگتی ہیں- اُن کی شکل میں بنتی اِن سے ایک ہوتی ہوئیں اُن کی دِید اور جان پہچان کا کام کرتی ہیں- اور چاند سے لگ کر شیتل شانت ہوتی ہوئیں ہماری آنکھ اور دماغ کو ٹھنڈک دیتی ہیں ؛

(۱۰۲) پھر جب ہم کسی سے دوچار ہوتے ہیں تو ایک دُوسرے کی منوبرتیاں آپس میں صدمہ کھاتی ہیں اور ہم تصدیق کرتے ہیں کہ ہماری نظر اُس کی نظر سے لڑتی ہے- اور جب ہم چاند یا کسی شئے کی طرف دیکھتے ہوئے آنکھیں میچتے ہیں اور پھر دِل میں اُس کا دھیان کرتے ہیں تو یہ منوبرتیاں جو اصلی چاند سے ٹکراکر اندر داخل ہُوئی تھیں دِل کے اندر اُسی چاند کے آکار ایک نیا چاند بناکر دکھاتی ہیں جو دانشی چاند کہلاتا ہے ؛

(۱۰۳) پس جہاں دانش اور شئے ایک ہوتی ہے وہاں تو شئے پرتکش موجود ہوتی ہے- اور جہاں فقط دانش ہوتی ہے اور شئے کی شکل پر بنتی ہے لیکن شئے اُس کے اندر دخل نہیں پاتی تو وہ فقط اُس کی معرفت ہوتی ہے جیسا کہ تصوّر کے وقت بھی دماغ کے اندر دھیان میں خارجی چاند تو نہیں ہوتا تو بھی اُس کی دانش ہوتی ہے ؛

(۱۰۵) خواب میں بھی اگرچہ عالم اندر موجود نہیں ہوتا تاہم اُس کی دانشیں عالم کی شکل پر آدمی کو وقتِ نیند دکھائی دیتی ہیں- تو ثابت ہُوا کہ دماغ عالم کی شکل پر نہیں تھا بلکہ یہی رُوح جو دانش کی رُوح ہے عالم کی شکل پر بن جاتی ہے- اور یہی باہر عالم میں پھیل کر عالم کی شکل پر بنتی ہُوئی عالم کو خارج میں دکھاتی ہے- اِس لئے معلوم ہُوا کہ وہ دانش اور اگیان دماغ کا دھرم نہیں بلکہ دماغ سے الگ دانست

کی سروح کا دھرم ہے جو دماغ میں تا زندگی مرکوز ہے ✣

(۱۰۶) مغربی حکماء کا یہ خیال ہے کہ جب سورج کی کرنیں آنکھ پر پڑتی ہیں اور اُس کے طبقوں کے اندر منطبع المحسوسات (retina) پر تصویر ہر شے کی چھاپتی ہیں تب وہ چیز دکھائی دیتی ہے۔ سو یہ درست نہیں کیونکہ اگر سورج یا چراغ کی کرنیں اشیا سے لوٹ کر ہماری آنکھ میں منطبع المحسوسات پر تصویریں چھاپتے اور اُن کے دکھلانے کا باعث ہوتیں تو اُن تصویروں کا بھی گیان ہو جاتا جو کہ ہر وقت آنکھ میں چھپتی ہیں مگر بباعث عدم موجودگی من کے معلوم نہیں ہوتیں ✣

(۱۰۷) نیز اگر باہر کی اشیا کی تصویریں آنکھ میں چھپ کر اشیا کے دکھلانے کا باعث ہوتیں تو آنکھ چونکہ بہت چھوٹی چیز ہے اور جو عکس اس پر پڑتے ہیں بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں اِس لیے یہ اشیا بھی چھوٹی معلوم ہونی چاہئیں تھیں مگر ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ کیا انسان کیا دریا کیا پہاڑ کیا آسمان سب کو ہم پوری مقدار میں دیکھتے ہیں مختصر اور چھوٹا نہیں ✣

(۱۰۸) آنکھ میں منطبع المحسوسات پر تصویریں اُلٹی اور مختصر چھپتی ہیں جیسا کہ فوٹو کے آئینے یا مدور آئینے پر نظر آتی ہیں۔ مگر ہم کو سیدھی اور پوری مقدار کی دکھلائی دیتی ہیں جس سے صاف ثابت ہے کہ ہمارا من بیرونی کرنوں سے آنکھ پر چھپی ہوئی اشیا سے واقف نہیں ہوتا

(۱۰۹) بلکہ بیرونی شے پر پہلے روشنی کی کرنیں پڑتی اور اندھیرے کو دُور کرتی ہوئیں اُس کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ پھر بصارت کی کرنیں آنکھ سے نکلکر اُسی روشن شے پر پڑتی ہوئیں اُس کی شکل کے آکار

ہوتی ہیں۔ اور اس بصارت پر سوار بگیان (دانشی روح) مثل کرن کے نکلکر اس شئے کی صورت اختیار کرتا ہے۔ جب اس طرح یہ بگیان کسی شئے کی شکل اختیار کرتا ہے تو آتم وید اسے کشف کرتی ہے جس سے شئے کا علم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پوری مقدار کی شئے سے آگاہی ہوتی ہے کیونکہ سورج کی کرن۔ بصارت کی کرن اور بگیان یعنی دانشی روح کی کرن کا خاصہ ہے کہ جس چیز پر پڑتی ہیں اسکے برابر اسکی شکل پر بن جاتی ہیں۔ پس صاف ثابت ہے کہ بیرونی کرنوں کے باعث جو تصویر آنکھ میں چھپتی ہے اس سے من آگاہ نہیں ہوتا بلکہ اس شکل سے آگاہ ہوتا ہے جو من یعنی بگیان نے اختیار کی ہو۔

(۱۰) فرض کرو ان کے پندار کو بحال بھی کریں تو بھی فلسفی قاعدے سے بحال نہیں رہتا کیونکہ آنکھ میں جو منطبع المحسوسات وہ مقرر کرتے ہیں خود جسم ہے اور جسم کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اس پر ایک نقش کریں اور پھر اسی پر دوسرا نقش لگادیں تو دونوں ابتر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً ایک کاغذ کے ٹکڑے پر مہر کریں اور پھر اسی مہر کو یا دوسری مہر کو وہاں چھاپ دیں تو دونوں مہروں کے نقش ابتر ہو جاویں گے اور واضح ہوکر دکھائی نہیں دیوینگے۔

(۱۱) یہاں بھی ہر آن میں ہر چیز کو ہم دیکھتے ہیں جس سے ایک تصویر کے بعد دوسری تصویر چھپتی ہے۔ یہی کہنا ہوگا کہ یہ ابتر ہو جانی چاہیئے نہ کہ صحیح دکھائی دینے کا باعث۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ نقش تو اکثر آنکھ میں چھپتے ہیں انکی وجہ باہر یا دماغ میں پھر کیونکر ہوتی ہے؟ پس ضرور ہے کہ دماغ کے راستے سے کوئی جوہر روحانی آنکھ میں آوے

اور اُس میں تصویر کو احاطہ کرنے وُہی اِدراک ہے۔تو اِس صورت میں بھی ہم نہیں ماننا پڑتا ہے کہ کوئی رُوح دماغ سے اُتر کر آنکھ میں آتی اور تصویر کو احاطہ کرتی ہے جو اِدراک کہلاتی ہے۔مگر وہ تصویر تو خود ادراک نہیں ہے ✤

(۱۱۲) مغربی عُلماء کو باہر دیکھنے میں بڑے بڑے گمان اور قیاس ہیں جن کا آخر نتیجہ اُنہوں نے یہی پایا ہے کہ دیکھنا تو آنکھ کے اندر ہے اور باہر جو اپنے مکان پر شئے دکھائی دیتی ہے وہم ہے۔ایسی صورت میں تو حواسوں کو مصداق یا پرمان نہیں کہنا چاہیئے کیونکہ جس دریافت میں کوئی وجہ وہم کی پائی جاوے تو اُن کے آلاتِ دریافت مصداق یا پرمان نہیں کہلاتے بلکہ وُہی آلاتِ دریافت مصداق یا پرمان ہوتے ہیں جو اپنی دریافت میں صداقت رکھتے ہوں ✤

(۱۱۳) پھر چونکہ یہ مقرر کرتے ہیں کہ جو شئے آنکھ کے اندر چھپتی ہے معکوس چھپتی ہے جیسا کہ تصویر فوٹو کے شیشہ میں بھی معکوس چھپتی ہے۔اور اُس کے سیدھے دیکھنے میں بڑی بڑی دلیلیں تکلف سے کرتے ہیں جو فلسفی قاعدے کے رُو سے دُرست نہیں۔اور نیز اُس کی کوئی وجہ نہیں بیان کرتے کہ جب ہم آنکھ بند کرکے کسی شئے کا دھیان کرتے ہیں اور اُس کی شکل اندر دکھائی دیتی ہے تو کیونکر بغیر چھپنے کے بن جاتی ہے؟ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ دھیان کے وقت سُورج کی کرنیں اندر دماغ کے جاویں اور بغیر اِسکے کہ چیز موجود ہو چھاپ دیں ✤

(۱۱۴) دھیان میں تو ہم وہ چیزیں بھی جو کبھی موجود نہیں کلپنا کرسکتے

ہیں۔ دیکھو گنیش جی کی صورت دنیا میں کسی نے نہیں دیکھی۔ پر ہم کلام سے ہی اسکی شکل ایسی اندر دھیان کر سکتے ہیں جس کا سر ہاتھی کا اور بدن مرد کا ہوتا ہے۔ پھر یہ کون امر ہے جو اس طرح دھیان کے وقت متشکل ہوتا اور بدل جاتا ہے؟ پس یہ ماننا پڑے گا کہ یہ وہی دانش روح ہے جسے ہم من یا دل کہتے ہیں اور وہی آنکھ اور کان کے راستے سے کرنوں کی طرح نکل کر جہاں شئے ہوتی ہے جاتی ہے۔ اسکی شکل پر پڑتی ہے اور دکھانے کی باعث ہوتی ہے ✤

(۱۵) ہاں اس میں شک نہیں کہ جہاں اندھیرا ہوتا ہے تو وہ اندھیرے کی شکل میں بنتی ہے۔ اسکے اندر جو اشیا ہوتی ہیں انکے تخیل میں اندھیرا اسے روکتا ہے۔ سورج کی کرنیں تو اسکی مددگار ہوتی ہیں کیونکہ وہ فقط اندھیرے کو دور کرتی ہیں مگر اشیا کے اگیان کو دور نہیں کرتیں۔ اور یہ دانش کی روح تو اسکی شکل پر مبنی ہوئی اس کے اگیان کو بھی اسی طرح دور کرتی ہے جس طرح کرنیں اندھیرے کو دور کرتی ہیں۔ اور ساکھشی آتما جو ان میں ظاہر ہوتا ہے انہیں کشف کرتا ہے۔ یہی حقیقت وید ہے ✤

(۱۶) لیکن جب ہم آنکھ یا کان بند کر کے ان کا پھر تصور کرتے ہیں تو ہمارے دھیان کے اندر وہی روح ان کی شکل پر بنتی ہے۔ چونکہ وہ اشیاء موجود اس کے قبضہ میں نہیں ہوتیں اس لئے اسے تصور یا فقط معرفت کہتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ کرنے کی روح جو اس طرح برتاؤ کرتی ہے۔ واقع میں دانش ہے۔ اور ساکھشی اسے بھی

دھیان میں دیکھتا ہے۔ اِس دانش کو سنسکرت میں بگیان بولتے ہیں۔ اور اُس ساکھشی کو جو اُس میں ظاہر ہے بگیان سے کہتے ہیں کیونکہ وہ اُس وقت بگیان میں مقیّد ہے۔ اور یہی سگن برہم ہے ۞

(۱۷) لیکن جب وہ غرقِ نیند میں چلا جاتا ہے تو اِس بگیان کی قید سے نکل جاتا ہے اور آزادِ مُطلق ہوتا ہے۔ اسی سبب سے وہاں کسی کی پہچان کی تصدیق نہیں ہوتی کیونکہ وہ تو دانش کی قید سے نکل گیا۔ اور یہی مُطلق یا نِرگُن برہم ہے۔ بگیان کی قید میں بھی آیا اصل میں مقیّد نہیں ہوتا کیونکہ اُس میں بھی وہ اسی طرح ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ آئینے میں چہرہ دکھائی دیتا ہے۔ اور جس طرح عکس بھی آئینہ میں پابند تصدیق ہوتا ہے اسی طرح بگیان میں بھی بطورِ عکس وہ (ساکھشی) مقیّد تصدیق ہوتا ہے مگر صاحبِ عکس تو کبھی بھی آئینہ کا پابند نہیں ہوتا۔ اسی طرح حقیقت میں تو وہ مقیّد نہیں ہوتا تو بھی مقیّد سا تصدیق ہوتا ہے ۞

(۱۸) جب یہی بگیان آنکھوں سے کِرن کی طرح نکلتا ہے اور آنکھ میں مرکوز رُوح بھی جو باصرہ کہلاتی ہے مثلِ کرن ساتھ ہی پار ہوتی ہے اور خاص رُوپ کے دکھلانے کے لئے اُس کے تابع ہوتی ہے۔ تو اُس وقت اُسے بصیر بولتے ہیں۔ سنسکرت میں باصرہ کو چکشو اور اُسے چکشو سے کہتے ہیں۔ جب کان سے یہی بگیان نکلتا ہے تو اُسکے ساتھ کان کی رُوح جو سامعہ ہے مثلِ کرن پار ہوتی ہے اور آواز کی شناخت کے لئے مخصوص ہوتی ہے۔ اِس لئے اِسے سمیع بولتے ہیں اور سنسکرت میں سامعہ کو شروتر اور اسے شروتر سے کہتے ہیں ۞

(۱۱۹) بہر حال بیگانہ حواسوں کی قید ہیں اگر اُنہیں کے ناموں سے مقیّد نام پاتا ہے۔ زیادہ کیا لکھیں۔ یہی بدن کی قید میں آیا ہُوا انسان ہے اور اِن قیدوں سے نِکلا ہُوا یہی مُطلق خداوند (ایشور پرماتما) ہے اور حقیقت میں تو اب بھی قیدوں میں آیا ہُوا مقیّد یا انسان نہیں اُسی طرح خداوند مُطلق ہے۔ آمین *

(۱۲۰) دُوسری رُوحیں طاقت کی رُوحیں ہیں۔ وُہ وہی ہیں جو بدن کے اندر کھینچتی نکالتی پکاتی روکتی اور بناتی ہیں جسے پنج پران کے نام سے ہم علم معاملہ میں تشریحاً لکھ آئے ہیں۔ اور اُن کی قید میں آیا ہُوا یہی پرجاپتی مقیّد ہوتا کرتا اور خالق ہے۔ مگر یہ طاقت کی رُوحیں مثل شاخوں کے ہیں۔ اور وُہ دانش کی رُوحیں شاخ در شاخ اور وُہ حواس کی رُوحیں اُن کے برگ و ثمرہ ہیں۔ اِس طرح یہ رُوح بدن کے اندر پھیلی ہُوئی عملوں کے بھوگ کے لیئے اس بدن میں اِس طرح قائم کی گئی ہے جیسے حویلی میں ستون۔ اور انسان کی ہیکل کہلاتی ہے *

(۱۲۱) اب یہ سُنو کہ وُہ مُطلق اس میں کیونکر مقیّد ہوتا ہے ؟ وہ دانش کی رُوح جو بدن کے اندر ثابت کی گئی ہے انیک برتیوں سے اس طرح بکرن (منتشر) ہوتی ہے جس طرح سُورج بھی اپنی بے شمار کرنوں میں بکرن ہوتا ہے۔ لیکن داناؤں نے بطور کلّیات اُسے چار قسموں پر مقرر کیا ہے۔ یا تو وہ تخیّل کرتی ہے۔ یا یاد کرتی ہے۔ یا دریافت کرتی ہے یا ایمان کرتی ہے۔ جب تخیّل کرتی ہے تو اُسے من بولتے ہیں۔ جب یاد کرتی ہے تو اُسے چت بولتے ہیں۔ جب دریافت

کرتی ہے تو اُسے بُدھ یعنی عقل بولتے ہیں۔جب ابھمان کرتی ہے تو اُسے اہنکار کہتے ہیں ؎

(۱۲۲)وہ جو پانچ پران ہیں اُن میں اُس چیتن آتما کی فقط ہستی کا اظہار ہوتا ہے مگر اُس کے نُور کا عکس نہیں پڑتا۔اِس لئے وُہ موجود تو ہیں۔پر نُورانی نہیں۔اور اُن میں حرکت اُسی طرح آجاتی ہے جس طرح مقناطیس کے سبب سے لوہے میں حرکت آ جاتی ہے۔ لیکن اِن شناخت کی رُوحوں میں اُس چیتن کی ہستی کا اظہار بھی ہوتا ہے اور اُس کے نُور کا عکس بھی پڑتا ہے۔اس لئے علاوہ حرکتِ نفسانی کے وہ چیتن اور نُورانی بھی ہو جاتی ہیں۔مگر اُس کی خودی کا اظہار اور کسی میں نہیں ہوتا فقط اہنکار میں ہوتا ہے۔اِس لئے اہنکار کا اور اس آتما کا انجان کو فرق کرنا مُشکل ہو گیا ہے بلکہ اہنکار آتما اور آتما اہنکار سب کو یقین ہو رہا ہے ؎

(۱۲۳) جبکہ اہنکار اُس آتما میں اور اُس کی خودی مع جمیع صفات اہنکار میں کلپت ہے تو اِس قید میں کیا ہوُا وُہ اس بدن کا ابھمانی ہوتا ہے کیونکہ یہ تمام برتیاں اسی اہنکار کے تابع ہیں اور اِسی کے سبب عقل دریافت کرتی ہے۔بعد دریافت ارادہ ہوتا ہے۔ اور طاقت کی رُوحیں اُٹھتی ہُوئی ہاتھ پاؤں چلاتی ہیں اور انسان کا کاروبار کرتی ہیں۔اور انسان کے تمام کاروبار اسی اہنکار کے وسیلے اُس میں کلپت ہوتے ہیں۔اصلی نہیں ؎

(۱۲۴) چونکہ وُہ تو اہنکار اُس کے برتاؤ اور اُس کے لشکر کے برتاؤ کو نفرت دیکھتا ہے۔یہی باعث ہے کہ وُہ اپنے اہنکار کو بھی

جانتا پہچانتا اور اُس کے برتاؤ کو اپنے میں تصدیق کرتا ہے اور پھر اُن تصدیقوں کی بھی تصدیق کرتا ہے اور اُن سب کو اپنی وید سے فقط دیکھتا ہے۔ بیگانہ اہنکار سے اہنکاری۔ بیگانہ دریافت سے پہچاننے والا۔ بیگانہ طاقتوں سے کرتا بھوگتا ہوتا ہے۔ حقیقت میں نہ تو کچھ کرتا نہ بھوگتا فقط دیکھتا ہے۔ تو بھی بیگانہ قیدوں سے مقیّد جس میں اہنکار کی قید سب کی دُرۃ التاج ہے مقیّد ہوتا ہے +

(۱۲۵) جب یہ اہنکار کی قید کو وویک سے توڑتا ہے بلکہ اُس کو اپنے میں بیگانہ کلپت جانتا ہے (اور یہ تب ہی ہوتا ہے جب اپنے آپ کو فقط ساکھشی پہچانتا ہے) تو پھر یہ اُن میں ظاہر ہُوا بھی مقیّد نہیں ہوتا بلکہ وُہی مطلق کا مطلق ہوتا ہے۔ اس طرح قیدوں سے رہائی پاکر ناجی ہوتا ہے۔ اسی اہنکار سے چھوٹنا واقع میں نجات ہے۔ اور یہی فضل ہے۔ شریعت میں اسی اہنکار کو ضعیف کیا جاتا ہے۔ معرفت سے اسی کی جڑ اُکھاڑی جاتی ہے۔ اور اسی اہنکار کو صُوفیا نفس نام کرتے ہیں۔ اور وُہ شناخت کی برتیاں جو اس کے تابع ہیں سب نفسانی کہلاتی ہیں۔ اور یہ دُوسری حیوانی +

(۱۲۶) اِس طرح نفس میں مقیّد ہُوا نفسانی اور رُوح حیوانی میں آیا ہُوا حیوان اور بدن کی قید میں آیا ہُوا انسان کہلاتا ہے۔ مگر انکی یہ مختصر قیدیں جو انسان میں ہی دکھائی ہیں حیوانات میں اُس سے کم اور نباتات میں اُس سے بھی کم ہیں کیونکہ اُن میں کم روحیں ہیں۔ دیکھو نباتات میں پنج پران تو ہیں نفسانی رُوح ہیں۔ اور حیوانات میں نفسانی رُوح تو ہے عقل نہیں۔ اِس لیئے

نباتات کا حیوانات سے اور حیوانات کا انسان سے فرق کیا جاتا ہے۔

(۱۲۷) پھر انسانوں میں بھی بعض کم عقل بعض زیرک تر ہیں۔ یہ سب کمی بیشی اُسی کرنے کی روح کی ہے۔ کچھ آتما کی نہیں۔ بلکہ آتما اکلوتا کیا انسان کیا حیوان۔ کیا نباتات سب کا دیکھنے والا ساکشی سب میں ایک ہے۔ لیکن جس جس نوع اور فرد میں ظاہر ہوا ہے اُس کے اہنکار میں کلپت خودی کا علاقہ پاتا ہے۔ اُسی کو اپنا آپ سمجھتا ہے اور اُسی کے نفع و نقصان کو اپنے میں مانتا ہے۔ چونکہ یہ سب باتیں علاوہ اپنی زید کے اُس میں بیگانہ کرنے کی روح کی کلپت ہوتی ہیں یہی باعث ہے کہ زید کی منوبرتیوں سے جانی پہچانی چیزیں بکر کے منہ سے تصدیق نہیں کر سکتا۔ یا بکر کی منوبرتیوں سے جانی پہچانی چیزیں زید کی منوبرتیوں سے نہیں پہچانتا ہے

(۱۲۸) اگر جان پہچان بھی مثل زید کے جس کی اپنی ہوتی تو ضرور تھا کہ زید کا جاننا بکر کا پہچاننا ہو جاتا مگر زید کی جان پہچان تو بیگانہ روح کی اس میں آئی ہے گو بکر میں بھی اکیلا ظاہر ہے لیکن زید کی منوبرتیاں وہاں نہیں ہیں بلکہ بکر کی منوبرتیاں دوسری بیگانہ ہیں۔ اِس لیئے وہاں کی دانشیں یہاں کی اور یہاں کی دانشیں وہاں کی نہیں ہو جائیں۔ بلکہ سب سے پاک اور قدوس ہے اور سب اُسی میں کلپت ہوتی ہیں ؛

(۱۲۹) جس طرح یہی قدوس اکلوتا آتما دیکھنے والا کیا آدمی کیا حیوانات کیا چرند کیا پرند اور اُن کی فردوں میں ظاہر ہوا ہے۔ اُسی

طرح عالم بالا میں کیا پتر کیا دیوتا کیا پرجاپتی سب میں یہی اکیلا تقدس ساکھشی ظاہر ہے اور ہر ایک کے اہنکار میں خودی کا وہی تعلق پانا پتر۔ دیوتا اور پرجاپتی کہلاتا ہے۔ لیکن اُن (انسان حیوان وغیرہ) کے اہنکار تو جزوی ہیں اور اِن (دیوتا پتر وغیرہ) کے اہنکار کُلی۔ اور اُنکی دانشیں مختصر ہیں اِنکی دانشیں حاوی ہے اسی سبب سے ان میں آیا ہُوا یہی سرب شکتی مان ہمہ دان سروگیہ کہلاتا ہے۔ مگر وہاں بھی جو سب میں سب کچھ ہوتا یا سب میں سب کچھ جانتا ہے اس کا اپنا دھرم نہیں بلکہ اُسی بیگانہ رُوح کا دھرم ہے جو نفسانی اور حیوانی شاخوں سے عالم بالا میں دوسرے کمال سے کھلتی ہے اور یہ اُن میں مقید ہُوا اُنکی صفتوں سے موصوف ہوتا ہے۔ پر اپنے سروپ میں وہ جُوں کا توں پاک اکرتا ابھوگتا ساکھشی مُطلق رہتا ہے ✣

(۱۳۰) دیکھو جب ہم غرق نیند یا سمادھی میں جاتے ہیں تو یہی مختصر قیدوں یعنی انسانی دانشوں اور انسانی کرتُوتوں سے نکلجاتے ہیں اور آزاد و وید مُطلق ہوتے ہیں اسی طرح اِندر اور پرجاپتی بھی جب سوتا یا سمادھی میں ہوتا ہے تو یہی آزاد مُطلق ساکھشی بانر ہوتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ سمادھی یا غرق نیند میں سب ایک ہیں۔ جاگرت میں بیگانہ بدنوں بیگانہ نفسوں میں آئے ایک ہی انیک ہو جاتے ہیں۔ اس طرح یہ اکلوتا مُطلق جُدا جُدا قیدوں میں آیا ہُوا نانا رُوپ سے ظاہر ہُوا۔ وراٹ بھگوان کہلاتا ہے ✣

(۱۳۱) عروج میں تو سرب شکتی مان سروگیہ یہی ہے۔ نزول میں الپ شکتی مان الپگیہ یہی ہے۔ لیکن کیا سرب شکتی اور سروگتا کیا

الپ گسکتی اور الپگیتا دونوں بیگانہ قیدوں کے دھرم ہیں۔ اُس کے اپنے نہیں۔ وہ جو انہیں بیگانہ جانتا ہے اُن میں نہیں پھنستا بلکہ قید کے ظہور میں بھی مُطلق ہوتا اُن کا تماشائی رہتا ہے۔ اور "میں برہم ہوں" کھُلم کھُلا تصدیق کرتا ہے۔ اور یہی وچار تعد پھل ہے +

(۱۳۲) جس طرح انسان کا بدن اپنے کرنے کی رُوح سے مِلا ہُوا انسان کہلاتا ہے۔ اُسی طرح تمام زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے ایک کُلّی بدن ہے اور وُیسی کرنے کی رُوح اُس بدن میں مِلی ہُوئی وِراٹ بھگوان کہلاتی ہے جسے صوفیا رحمان کا ترجمہ کرتے ہیں۔ مگر جس طرح بلا لحاظِ بدنِ انسان اُس کی درُوئی رُوح نفس کہلاتی ہے اسی طرح بلا لحاظ جسمِ کُلّی رحمان کی درُوئی رُوح اللہ کہلاتی ہے جسے ہم ہرنیہ گربھ اور پرجاپتی بھی بولتے ہیں +

(۱۳۳) انسان کا بدن واقع میں رحمان کے بدن کا ایک ٹکڑہ ہے اور انسان کا نفس واقع میں اللہ کی رُوح کا ایک ٹکڑہ ہے۔ مگر آتما تو سب میں ایک ہے۔ اِس طرح انسان رحمان اور نفس اللہ ہے اور آتما رُوح القدس اُسی رحمان اور اللہ کو باپ اُسی انسان اور نفس کو مِلا کر بیٹا اور اسی آتما کو رُوح القدس بولتے ہیں اور یہ تینوں حقیقت میں ایک ہیں کیونکہ کلپت اپنے مظہر سے جُدا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ چونکہ کیا باپ کیا بیٹا سب رُوح القدس میں کلپت ہیں اس لئے ایک ہیں یہی مسئلہ شروع سے آسمانی کتابوں میں چلا آتا ہے +

(۱۳۴) جس طرح ایک سطح کے کئی ٹکڑے کر دیویں تو ہر ایک ٹکڑہ

اپنی کُل سے باہر نہیں ہوتا بلکہ اُس میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح کیا انسان۔ کیا چرند پرند رحمان سب سے جو وراٹ ہے خارج نہیں بلکہ ہر ایک وُہی ہے۔ اور ہر ایک نفس اللہ سے جُدا نہیں بلکہ وُہی ہے۔ لیکن جو کچھ کُل کر سکتا ہے جُزو نہیں کر سکتا اِس لئے انسان تو عاجز ہے اور رحمان قادر۔ اور جس طرح انسان میں پھیلی ہوئی رُوح باصرہ سامعہ من بدھ چت اہنکار نانا برتیاں رُوپ ہوتی ہے اسی طرح ہر نیہ گربھ بھی جو اللہ یا وراٹ کی رُوح ہے نانا ملایک رُوپ ہوتا معبُود ہوتا ہے۔ اور یہ ہر ایک جداگانہ دیوتا کہلاتا ہے ؎

(۱۳۵) جس طرح باصرہ کا مکان خاص آنکھ ہے۔ سامعہ کا کان اسی طرح ان ملایک کی بھی خاص قرار گاہیں ہیں اور سب میں سب کچھ کرتے ہیں۔ جیسے باصرہ تو خاص رُوپ کے دکھانے کا کام کرتی ہے اور سامعہ آواز کے سُنانے کا۔ اسی طرح ملایک بھی اپنے خاص کام دُنیا میں کرتے ہیں۔ ایک کو دوسرے میں دخل نہیں۔ انہیں خاص کاموں اور خاص مکانوں کے سبب سے انہیں اُن کا مُوکّل کہتے ہیں اور انہیں کے نام پر اُن کا نام ہوتا ہے ؎

(۱۳۶) مثلاً جو رُوح اعظم کی شاخ سورج میں قرار یاب ہے اور آنکھ تک مبسُوط ہے اور دکھانے کا کام کرتی ہے وُہی سُورج دیوتا کہلاتی ہے۔ اور جو اس کی شاخ چاند میں مرکوز اور دلِ صنوبری تک مبسُوط ہے اور خاص سوچ سمجھ کا کام کرتی ہے وُہی چاند دیوتا کہلاتی ہے۔ اور انہیں کو صُوفیا سورج اور چاند کا مؤکل یا دیکھنے اور سوچنے کا فرشتہ کہا کرتے ہیں۔ اور یہ سب رُوحیں اپنے خاص

کام میں مقید کو جدا جدا روپ اور جدا جدا نام رکھتی ہیں لیکن سب پرجاپتی کی روح کی شاخیں ہیں جو کرنے کی روح ہے۔ اور شاخیں اصل سے جدا نہیں ہوتیں بلکہ سب کی سب ایک درخت ہوتی ہیں اس لیئے یہ ملایک بھی سب کے سب اللہ واحد ہیں۔

(۴۲۷) اسکی تحقیقات میں اگرچہ ہمارے پاس بڑی بڑی فلسفانہ دلائل ہیں مگر ہم انہیں اس لیئے نہیں سکتے کہ وہ باریک دلیلیں بجز فلاسفر سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ بہتر ہے کہ ہم ویدک کہانیوں سے اردو دان پر انہیں کھولیں۔ اس لیئے ہم ان دو عالموں کے جھگڑوں کی گفتگو ویدوں میں سے ترجمہ کرتے ہیں جو ایک فقط سگن ودیا کا عالم یعنی اسی کرنے والی روح کا واقف اور عارف تھا اور دوسرا اس دیکھنے والی روح کا بھی واقف تھا اور اچھی طرح اس کو جانتا تھا۔ پہلے کا نام بالاقی گرگ گوتر کا برہمن ہے۔ دوسرے کا نام اجات شترو ہے جو کاشی کا راجہ تھا۔ یہ گارگیہ تو فقط کرنے والی روح کو جانتا تھا اور وہ راجا دیکھنے والی روح کو بھی پہچانتا تھا۔

(۴۲۸) *بجر وید کے ارنیک بھاگ میں ہم یوں سنتے ہیں کہ بالاقی نام برہمن جو گرگ گوتر میں پیدا ہونے کے سبب سے گارگیہ بھی کہلاتا تھا سگن ودیا کا بڑا عالم و فاضل تھا اور مقید برہم کو جانتا تھا وہ اجات شترو کاشی نریش کے ہاں آنکلا اور کہنے لگا کہ میں تجھے برہم بتلاتا ہوں۔ اجات شترو بولا کہ میں تجھے فقط اس کلام پر کہ تو برہم بتلاتا ہوں" ہزار گائیں دیتا ہوں۔ مبارک ہو تم جس نے مجھے اتنا بھی کہا۔ اور مبارک ہوں ہم کہ برہم کے سننے پر دان

دیتا ہوں۔ کیونکہ لکھا ہے کہ جنک ہی اصل میں داتا ہے اور جنک ہی اصل سننے والا ہے۔ اسی سبب سے برہمن راجہ جنک کی طرف دوڑتے تھے ٭

(۱۳۹) اس طرح راجا کو شردھا وان پاکر گارگیہ بولا یہ پُرش جو آفتاب میں اور آنکھ میں ایک ہوکر اُنکا ابھمانی آنکھوں کی راہ دل میں آیا ہُوا کرتا بھوگتا ہے میں اُسے برہم دیکھتا ہوں اور میں اُسی کو برہم روپ ہے۔ اُپاسنا کرتا ہوں اور تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اُسی کا شغل کرو ٭

(۱۴۰) راجا نے سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں۔ اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے جانتا ہوں۔ یہ عالی درجہ میں ایک روح ہے جو تمام جسم و جسمانیوں کا دُرۃ التاج اور راجا ہے۔ میں بھی اُس کا شغل کرتا ہوں۔ وہ جو اس کا شغل کرتا ہے بیشک عالی مرتبہ پاتا ہے بلکہ تمام جسم اور جسمانیوں کا سرتاج ہوتا ہے ٭

(۱۴۱) تب اُس نے کہا کہ یہ پُرش چاند میں اور من کے اندر آیا ہُوا اُس کا ابھمانی کرتا بھوگتا ہے میں اُسے برہم جانتا ہوں اور اِسی کی اُپاسنا کرتا ہوں اور تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اسی کا شغل کرو۔ راجا نے سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں۔ اس میں جھگڑا نہ کرو۔ میں اسے بھی جانتا ہوں۔ یہ بھی ایک روح اعظم ہے۔ اسکی سفید پوشاک ہے۔ سوم کے روپ میں بھی پانیوں سے مجسم ہوکر جنہیں میں تیرتی نباتات کے روپ میں آباد ہوئی یگوں میں کام آتی ہے جیسے سوم بولتے ہیں۔ اور اِسی کو وید داں برہمن سوم راج کہتے ہیں۔ اسی کو چاند نباتات یگ اور

من میں اُن کا ابھمانی جانتا ہُوا اُپاسنا کرتا ہوں۔ وہ جو اُسے اِس طرح اُپاسنا ہے دِن بدِن اُسکی ترقّی نسل ہوتی ہے۔ دودھ پوت آن سب کچھ اُسکے ہوتا ہے۔ گھٹتا نہیں ✤

(۱۴۲) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو بجلی گوشت پوست اور دِل صنوبری میں بیاپک ہے اور اُن کا ابھمانی ہُوا کرتا بھوگتا ہے میں اسے برہم جانتا ہوں اور اسی کی اُپاسنا کرتا ہوں۔ تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اسی کا شغل کرو ✤

(۱۴۳) راجا نے سر ہلایا اور کہا کہ نہیں نہیں۔ اِس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اِسے بھی جانتا ہوں۔ یہ بھی ایک رُوح جلالی ہے اور میں اسے بجلی بدن کی چمڑی اور دِل کے اندر ایک ہی دیکھتا ہُوا اُنہیں کا ابھمانی اور جلالت میں کرتا بھوگتا اُپاسنا ہوں۔ وہ جو اِسے اِس طرح اُپاسنا ہے آپ بھی جلالی ہوتا ہے اور اُس کی اولاد بھی جلالت سے زندگی بسر کرتی ہے ✤

(۱۴۴) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو باہر کے آکاش اور ہردیہ آکاش میں بیاپک ہے اور اُن کا ابھمانی ہُوا کرتا بھوگتا ہے میں اِسے برہم جانتا ہوں اور اِسی کی اُپاسنا کرتا ہوں۔ تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اسی کا شغل کرو ✤

(۱۴۵) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا۔ نہیں نہیں۔ اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اِسے بھی جانتا ہوں۔ یہ ایک رُوح ہے جو سب میں پُورن ہُوئی سب کچھ کرتی ہے اور ظاہر میں اُکھڑتی نہیں ہیں میں اسے باہر اور اندر کے آکاش میں ایک ہی ابھمانی کرتا

بھوگتا اُپاستا ہُوں۔ وہ جو اسے اس طرح اُپاستا ہے وہ بھی اولاد اور پشتوؤں سے پُورن ہوتا ہے اور اُس کی اولاد کا سلسلہ بھی کبھی نہیں قطع ہوتا ہے +

(۴۶) تب گارگیہ بولا جو پُرش ہوا سانسوں اور دل میں ایک ہی ابھانی کرتا بھوگتا ہے میں اُسے برہم جانتا ہُوں اور اُسی کی اُپاسنا کرتا ہُوں۔ تمہیں بھی کہتا ہُوں کہ اُسی کا شغل کرو +

(۴۷) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا۔ نہیں نہیں۔ اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے بھی جانتا ہُوں۔ یہ بھی ایک بڑی طاقت کی رُوح ہے اس کا نام اِندر دیوتا ہے۔ یہی بیکنٹھ دھام میں رہتا ہے۔ سب پر فتحمند ہے۔ اِس کو کسی نے فتح نہیں کیا۔ اس کا لشکر بھی ابدی فتح مند ہے۔ میں اِس کی بھی اُپاسنا کرتا ہُوں۔ اور باہر اور اندر کی ہوا میں ایک ہی دیکھتا ہُوں۔ وہ جو اسے اس طرح اُپاستا ہے ابدی فتحیاب رہتا ہے اور اُس کا شریک کوئی دُوسرا نہیں ہو سکتا +

(۴۸) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو آگ کلام اور دل میں ایک ہوکر اُن کا ابھانی کرتا بھوگتا ہے میں اسے برہم جانتا ہُوں اور اِسی کی اُپاسنا کرتا ہُوں۔ تمہیں بھی کہتا ہُوں کہ اِسی کا شغل کرو +

(۴۹) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا۔ نہیں نہیں۔ اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اِسے بھی جانتا ہُوں۔ یہ ایک رُوح ہے جو تمام کرنے کی رُوحوں یعنی ملایک کا خزانہ ہے۔ اِسی میں آہوتی دی ہُوئی سب ملایک کھاتے ہیں۔ میں بھی اس کو آگ کلام اور دل میں ایک ابھانی کرتا بھوگتا اُپاستا ہُوں۔ وہ جو اس طرح اِسکو اُپاستا ہے سب کا

دہانہ ہوتا ہے بسبب اُسی کے وسیلے کھاتے ہیں۔اُس کی اولاد بھی ایسی ہوتی ہے اور اُس اولاد کے بھی سبب طفیلی ہو جاتے ہیں +

(۱۵۰) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو پانیوں نطفہ اور دل میں ایک ہوکر اُن کا ابھمانی کرتا بھوگتا ہے میں اُسے برہم جانتا ہوں اور اُس کی اُپاسنا کرتا ہوں۔تمھیں بھی کہتا ہوں کہ اُسی کا شغل کرو +

(۱۵۱) راجہ نے پھر سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں۔اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے بھی جانتا ہوں۔یہ بھی ایک رُوح ہے۔اسے پرتی رُوپ (प्रति रूप) بولتے ہیں میں بھی اسکو پانیوں نطفہ اور دل میں ایک ابھمانی فرشتہ کرتا بھوگتا اُپاسنا ہوں۔وہ جو اسے اس طرح اُپاستا ہے اُس کی نسل میں صحیح النسب ہی پیدا ہوتے ہیں۔اُس کی قوم میں حرام کی اولاد نہیں ہوتی +

(۱۵۲) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو آئینوں شفاف چیزوں اور دل میں ایک ابھمانی ہوکر کرتا بھوگتا ہے میں اُسے برہم جانتا ہوں اور اُس کی اُپاسنا کرتا ہوں۔تمھیں بھی کہتا ہوں کہ اُسی کا شغل کرو۔

(۱۵۳) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے بھی جانتا ہوں۔یہ بھی ایک روح ہے جسے من موہن کہتے ہیں۔میں بھی اسے آئینوں شفاف چیزوں اور دل میں ایک ابھمانی کرتا بھوگتا فرشتہ جانتا ہوا اُپاستا ہوں۔وہ جو اِس کی اس طرح اُپاسنا کرتے ہیں آپ من موہن ہوتے اور اولاد بھی من موہن پیدا کرتے ہیں۔انہیں پر ہر ایک دیکھکر موہت ہو جاتا ہے + واقع میں یہ اخلاق اور زیبایش کا توکل ہے +

(۱۵۴) تب گارگیہ بولا وہ پُرش جو پرانا (ایِن) وائیں اور نیز روح بخاری میں زندگی کا باعث ہے اور دل میں ایک ہوکر کرتا بھوگتا ہے میں اسے برہم جانتا ہوں اور اس کی اُپاسنا کرتا ہوں تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اسی کا شغل کرو ✣

(۱۵۵) راجہ نے پھر بھی سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں۔ اس میں بھی جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے بھی جانتا ہوں۔ یہ عمر کا مؤکّل ہے میں بھی اسے اسی طرح اُپاستا ہوں۔ وہ جو اسے اس طرح اُپاستا ہے عمر طبعی پاتا ہے۔ درمیان میں نہیں مرتا اور سخت بیماریاں بھی اسے نہیں آتیں ✣

(۱۵۶) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو طرفوں کانوں اور دل میں ایک ابھاگی دیوتا اور کرتا بھوگتا ہے میں اسے برہم جانتا ہوں اور اسی کی اُپاسنا کرتا ہوں۔ تمہیں بھی کہتا ہوں کہ اسی کا شغل کرو ✣

(۱۵۷) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا نہیں نہیں۔ اس میں جھگڑا نہ کرو کیونکہ میں اسے بھی جانتا ہوں۔ یہ ایک روح ہے جو زوج ہو رہی ہے اور جوڑا کہلاتی ہے۔ اور اسی کو اشونی کمار کہا کرتے ہیں میں بھی اسے طرفوں اور کانوں اور دل میں ایک ابھاگی فرشتہ جانتا ہوا اُپاستا ہوں۔ وہ جو اسے طرفوں کانوں اور دل میں ایک دیکھتا ہوا اُپاستا ہے زوج رہتا ہے۔ اپنے جوڑے سے جدائی یا مہاجرت نہیں پاتا ✣

(۱۵۸) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو عنصری اندھیرے اور جہل میں ایک ہوکر دل میں ابھاگی کرتا بھوگتا ہے میں اسے برہم

جانتا ہُوں اور اِس کی اُپاسنا کرتا ہُوں۔ تمہیں بھی ایسا کہتا ہُوں کہ اِسی کا شغل کرو ÷

(۱۵۹) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا۔ نہیں نہیں۔ اِس میں بھی جھگڑا مت کرو کیونکہ مَیں اِسے بھی جانتا ہُوں۔ یہ ایک رُوح ہے جسے ملک الموت بولتے ہیں۔ مَیں بھی اِسے اندھیروں جہالتوں اور دِل میں ایک کرکے جانتا پہچانتا ہُوں اور اُپاستا ہُوں۔ وُہ جو اِسے اِس طرح اُپاستا ہے عُمرِ دراز پاتا ہے اور معیّن وقت تک زندہ رہتا ہے۔ درمیان میں نہیں مرتا ÷

(۱۶۰) تب گارگیہ بولا یہ پُرش جو پرجاپتی عقل اور دِل میں ایک ابھمانی کرتا بھوگتا ہے مَیں اسے برہم جانتا ہُوں اور اِس کی اُپاسنا کرتا ہُوں تمہیں بھی کہتا ہُوں کہ تُم اِسی کی اُپاسنا کرو ÷

(۱۶۱) راجا نے پھر سر ہلایا اور کہا۔ نہیں نہیں۔ اِس میں بھی جھگڑا مت کرو کیونکہ مَیں اِسے بھی جانتا ہُوں۔ یہ ایک رُوحِ اعظم ہے جو کرتوبی فرشتہ ہے اور سب ارواحیں اسی کی شاخیں ہیں۔ ہم اسی کو ہرنیہ گربھ کہتے ہیں۔ عام لوگ اِسی کو خداتعالیٰ بولتے ہیں۔ اور یہی حکماء میں عقلِ اوّل صُوفیا میں تعیّنِ اوّل یا علّتِ اولیٰ کہلاتی ہے۔ مَیں اِسے پرجاپتی عقل اور دِل میں بیابک دیکھتا ہُوا سب کا ابھمانی کرتا بھوگتا اُپاستا ہُوں۔ وُہ جو اِسے اِس طرح اُپاستا ہے عقلمند اور دانشمند کہلاتا ہے۔ اور اُس کی اولاد بھی دانشمند ہوتی ہے ÷

(۱۶۲) تب گارگیہ چُپکا ہو گیا۔ آگے کچھ نہ بولا کیونکہ ارواحوں کی

شروع سے آخری صف تک جس قدر ملایک اور مؤکل ہیں مرتبہ بمرتبہ
اُس نے بتلائے یہاں تک کہ جو عقلِ اوّل خدا تعالیٰ کا مرتبہ
ہے ظاہر کر دیا۔ اور یہ سب ارواحیں اُسی کی شاخیں ہیں جو ہمنے
کرنے کی رُوح وویک کرکے دکھائی ہے۔ راجا نے سب سے سراہا یا
اور اُن کی اُپاسناؤں کے پھل اور نتائج بھی ساتھ ساتھ بیان
کردیئے تاکہ گارگیہ جان لے کہ وہ اُنہیں جانتا اور پہچانتا ہے
اور یہ کہ بیشک وہ سب معبود ہیں اور جُداگانہ خاص خاص پھل
دیتے ہیں لیکن نجات کے مالک نہیں بلکہ عدل کے پابند ہیں۔
وہ جو فضل کی رُوح ہے کرنے والی نہیں فقط دیکھنے والی ہے۔
اور یہ معبود سب اُس (دیکھنے والی رُوح) کی خدمت کی رُوحیں ہیں۔
حقیقت میں اُسے برہم کہتے ہیں۔ انہیں مجاز کے طور پر برہم
بولا جاتا ہے۔ اصل میں یہ برہم نہیں بلکہ ملایک ہیں +

(۱۶۳) جب گارگیہ اِس طرح چُپکا ہوگیا آگے نہ بولا۔ تو راجہ نے کہا
کہ کیا تم اِسی قدر جانتے ہو یا کچھ آگے بھی معرفت ہے؟ اُسنے
جواب دیا کہ میں تو یہاں تک ہی جانتا ہوں۔ آگے نہیں جانتا۔ تب
گارگیہ بولا۔ کہ میں آپکا شاگرد ہوتا ہوں۔ مجھے آپ بتلادیں کہ اِس
سے بڑھ کر کون سا برہم ہے +

(۱۶۴) راجا بولا یہ اُلٹی بات ہے کہ برہمن شاگرد ہو اور کھتری
اُستاد۔ خیر تم اُستاد ہی بنے رہو۔ میں یُوں ہی بتلا دیتا ہوں۔ چنانچہ
راجہ نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور اُٹھایا اور وہاں چلے گئے جہاں راج
محل میں ایک آدمی غرقِ نیند میں سویا ہُوا تھا اور عالی مراتب

مفید پونش سومراج وغیرہ جن جن دیوتاؤں کا اُس نے ذکر کیا تھا اُن اُن ناموں سے اُسے پکارا مگر وُہ نہ جاگا - پھر راجا نے ہاتھ سے جگایا تو جاگ اُٹھا - اِس سے ثابت کر دکھایا کہ گارگیہ کی دانست درست نہیں ۔

(۱۶۵) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ سوئے ہُوئے کے پاس جانا اُسے بُلانا اور اُسے ہاتھوں سے جگانا کیونکر ثابت کرتا ہے کہ گارگیہ کی دانست درست نہیں ؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ گارگیہ تو اُن رُوحوں کو جو اُس نے بیان کیں اس بدن کی مالک اِس میں کرتا بھوگتا مانتا تھا اور راجا کا یہ دلی منشا تھا کہ یہ سب رُوحیں کرنے کی رُوحیں اور خادمہ ہیں - مالک تو وہی واحد دیکھنے کی رُوح ہے جس کے لئے یہ کام کرتی ہیں - بغیر اس کے یہ تمام معطل ہوتی ہیں اور کچھ نہیں جانتیں - اگرچہ واقعی کرتا اُس میں نہیں تو بھی اُسکے لئے جو یہ خادمہ کرتی ہیں وُہی واحد اُس کا مالک اُس میں کرتا بھوگتا ہے ۔

(۱۶۶) سوئے ہُوئے کے پاس جانا اِس لئے ضرور تھا کہ جاگرت میں کرنے کی روح اور وہ دیکھنے کی روح دونوں مالک اور خاوند کی طرح ملی ہُوئیں آنکھ ناک کان میں کام کرتی ہیں - انجان کو یکایک فرق نہیں ہو سکتا کہ اُن میں کون سی ہے جو دیکھتی ہے اور کونسی ہے جو کرتی ہے کیونکہ اُن کے اپنے اپنے دھرم دوسرے کے معلوم ہوتے ہیں - اصل میں وہ جو دیکھتی ہے خود دکھائی نہیں دیتی اور وہ جو کرتی ہے دکھائی دیتی ہے - خود نہیں دیکھتی - بیداری میں اُس کا

دیکھنا اس کو دیکھنا گمان ہوتا ہے کیونکہ دیکھنے والی تو خود دکھائی نہیں دیتی۔ پھر کیونکر اس کا دیکھنا اسی کا سمجھا جاوے؟ بلکہ یہ جو کرتی دکھائی دیتی ہے اس میں ظاہر ہوئی ایک ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا دیکھنا اس کا گمان ہوتا ہے ✤

(۱۶۷) نیند میں کرنے کی روح تو آنکھ ناک میں موجود ہوتی ہے مگر دیکھنے کی روح اس سے الگ ہو جاتی ہے۔ جس سبب سے عامیان اسے نیند میں بے خبری کا عالم بولتے ہیں۔ یہاں اُن کا وویک ہو سکتا ہے کہ کرنے کی روح الگ ہے۔ دیکھنے کی روح الگ۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کرنا اصل میں خادم کا دھرم ہے مالک کا دھرم نہیں۔ بلکہ جس لئے کیا جاتا ہے وہی بھوگتا وہی مالک ہوتا ہے ✤

(۱۶۸) دیکھو جب نگہبان کی آواز کام کرتی ہے تو آواز بھوگتا نہیں ہوتی بلکہ نگہبان ہی بھوگتا ہوتا ہے۔ یا راجہ کا لشکر ملک فتح کرتا ہے تو اس کا بھوگتا اور مالک راجہ ہوتا ہے لشکر نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہ ملائک۔ جو گا رگیہ نے بدنِ انسان میں برہم دکھائے راجا نے انہیں کرنے کی روحیں ثابت کر دکھایا جو آتما کی خادمہ ہیں۔ اور آتما جو فقط دیکھتا ہے مالک ہے۔ اسی کے بھوگ کے لئے یہ تمام اس میں جمع ہوئی ہیں۔

(۱۶۹) سوئے ہوئے میں اُن ملائک کا نام لے کر پکارنا اس لئے تھا کہ اگر وہ دیکھتے یا سنتے ہوتے تو بلانے سے جواب دے دیتے کیونکہ جس کو جس نام سے بلایا جاتا ہے وہ جواب دیتا ہے۔ چونکہ آتما کے بغیر وہ جڑھ مردہ کی طرح ہو جاتے ہیں اس لئے وہ بلانے سے جواب نہ دے سکے جب تک کہ وہ آتما اُن کا مالک جو سب کی زندگی

ہے اُن میں نہ آجاوے۔ اور اُس کا اُن میں آجانا واقع میں جاگرت ہے۔ اور یہ شُرتی نے دکھایا ہے کہ دیوتاؤں کے نام لینے سے وہ سویا ہُوا نہیں جاگا ❊

(۱۷۰) یہ نہیں گمان کرنا چاہئے کہ جن رُوحوں کے نام سے سوئے ہُوئے کو پکارا گیا وُہ بھی سوئی ہُوئی تھیں اِس لئے جواب نہ دیا۔ تو یہ بھی ٹھیک نہیں کیونکہ گارگیہ اُن دیوتاؤں کو ابدی کرتا بھوگتا یقین کرتا تھا اور مانتا تھا کہ وُہ بدن میں موت تک اپنا کام کرتے رہتے ہیں تھکتے نہیں (کیونکہ وُہ جو تھک جاتا ہے عاجز ہوتا ہے اور وُہ برہم نہیں ہوسکتا) اور گارگیہ اُنہیں برہم گمان کرکے اُپاسنا کرتا تھا ❊

(۱۷۱) اس طرح سوئے ہُوئے کے پاس لیجاکر راجہ نے اُسے یقین دلایا کہ کرنے کی رُوحیں بغیر مددِ آتما بھوگتا نہیں کیونکہ اگر وُہ بذاتِ خود بھوگتا ہوتیں تو اُس وقت بھی جب وُہ بلائی گئی تھیں کلام کو بھوگتیں۔ یہ قاعدہ ہے کہ جس کا جو بھوگ ہوتا ہے جب وُہ اُسے ملے تو وُہ بھوگ لیتا ہے۔ دیکھو آگ کا کام جلانا اور روشنی دینا ہے جب اُس میں کوئی تنکا پھینک دیا جاتا ہے تو اُسی وقت اُسے جلاتی اور روشنی دیتی ہے۔ اگر یہ رُوحیں بذاتِ خود سُننی سمجھنی ہوتیں تو بُلانے سے کلام کو سُنتیں اور سمجھ کی روشنی دیتیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہُوا۔ تو جس طرح تنکا پھینکنے سے نہ جلے اور یقین ہوتا ہے کہ یہ آگ نہیں ہے اُسی طرح کلام کے نہ سُننے سے یقین ہوتا ہے کہ گارگیہ کے معبُود بذاتِ خود کلام کے بھوگتا نہیں۔ جس طرح وُہ کلام کے بھوگتا نہیں اُسی طرح سے دیکھنے چکھنے اور سُونگھنے وغیرہ کے بھی بھوگتا

نہیں۔ سب بھوگ دینے کے لئے خادم اور اوزار ہیں۔ وہ جو مخدوم اور بھوگتا ہے اِن سے الگ ہے اور وہی اصل میں معبود ہے ۔

(۱۷۲) دیکھو سوئے ہوئے ہیں جس طرح کلام سُنائی نہیں دیتا اُسی طرح دیکھنے کی چیزیں بھی اگرچہ پاس دھری ہوتی ہیں لیکن دکھائی نہیں دیتیں۔ اور ایسے ہی بُو کی چیزیں بھی پاس ہوتی ہیں لیکن سُونگھی نہیں جاتیں۔ ایسے ہی مُنہ میں اگر کچھ چیز ڈالیں تو نہ وہ ذائقہ دیتی ہے نہ کھائی جاتی ہے۔ اِس لئے اُردو داں کو پُورا یقین ہو سکتا ہے کہ جس طرح پتھر بھی بھوگتا نہیں اُسی طرح کرنے کی رُوحیں بھی جو ملائک ہیں بذاتِ خود بھوگتا نہیں۔ جس طرح چلایا ہوا پتھر بھی چوٹ دیتا ہے اُسی طرح یہ کرنے کی رُوحیں بھی ایسے چیتن کی چلائی ہوئیں چلتی اور کام کرتی ہیں واقع میں مثل پتھر کے جڑھ ہیں۔ جس طرح پتھر کو معبود ٹھہرانا جڑھ کو معبود ٹھہرانا ہے۔ اُسی طرح کرنے کی رُوح کو بھی معبود ٹھہرانا جڑھ کو معبود ٹھہرانا ہے۔ اور کیا جسم کیا رُوح سب کے سب بجز آتما مقیّد برہم ہیں

(۱۷۳) یہ بھی خیال نہیں کرنا چاہئے کہ اگرچہ اُن دیوتاؤں کا نام لیکر سوئے ہوئے کو پکارا گیا لیکن جیسے بسا اوقات جاگتے آدمی کا بھی نام لیکر بُلایا جاوے اور بسبب اِس کے کہ اُسکی توجہ دُوسری طرف ہو اور وہ نہ سُنے تو وہاں یہ یقین نہیں ہو سکتا کہ وہ اصل میں سُننے کا بھوگتا نہیں بلکہ خیال ہوتا ہے کہ اُس کی توجہ نہیں تھی۔ اِسی طرح اُس وقت بھی ہو سکتا ہے کہ اُن دیوتاؤں کی جو کرنے کی رُوحیں ہیں توجہ نہیں تھی اِس لئے اُنہوں نے کلام کو پاتے ہوئے بھی سُنا اور نہیں بھوگا۔ تو یہ خیال بھی باطل ہے ۔

(۱۷۴) کیونکہ گارگیہ نے وہ ایشور فرض کرکے بیان کئے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ جب ایشور کو یاد کیا جاوے تو وہ سُنے نہیں ۔ ورنہ پوجا پاٹھ اور دھیان کے وقت اُس سے دعا مانگنا اور اُسے بُلانا بے فائدہ ہوگا۔ آدمی میں تو ممکن ہے کہ غفلت اور عدم توجہی ہو۔ اُس میں غفلت اور عدم توجہی کا امکان نہیں۔ یہ گارگ کا یقین ہے۔ اِس لئے اُس میں اِس خیال کا شک نہیں آسکتا ؛

(۱۷۵) اگر کوئی اعتراض کرے کہ آتما بھی تو بُلانے سے سوئے ہوئے میں نہیں جواب دیتا تو کیونکر کرنے کی رُوح پر یہ الزام آسکتا ہے ؟ تو یہ اعتراض بھی یہاں بے سمجھی کا ہے۔ کیونکہ گارگیہ کی معبود رُوحوں کا نام لیکر اُسے بُلایا گیا۔ وہ کیونکر جواب دے ؟ اگرچہ یہ رُوحیں اُس کی خادمہ اور مظہر ہیں اور اِن تمام میں وہ ابھائی کرتا بھوگتا مالک ہے تاہم جیسا آدمی کو اُنگلی یا ہاتھ کے نام سے بُلاویں تو نہیں جواب دیتا۔ اِسی طرح یہ رُوحیں بھی بمنزلۂ اعضا اور آلات کے ہیں کیونکر اُن کے نام سے کلام کو سُنے ؟ اِسی سبب سے کرنے کی رُوح کے نام سے راجہ نے بُلایا اور جگایا۔ نہ جاگا ؛

(۱۷۶) گارگیہ کے مذہب میں تو یہی رُوحیں کرتا بھوگتا مالک ہیں مگر اس وقت چیتن آتما سے الگ ہیں لہذا مُنتی سمجھتی نہیں۔ اِس لئے ثابت ہوتا ہے کہ کرنے کی رُوحیں خادمہ ہیں بھوگتا یا مخدوم نہیں۔ یہ بھی گُمان کرنا نہیں چاہیئے کہ کرنے کی رُوحیں اگرچہ دیوتا اور ملائک ہیں مگر آدمی کے اندر آئی ہوئی وہ عامیان کے نزدیک دیوتا نام نہیں پاتیں بلکہ حواس اور رُوح نام پاتی ہیں اور اُنہیں مشہور نام

سے نہیں بلایا گیا۔ اس لئے انہوں نے نہیں سنا۔ تو یہ گمان بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ گارگیہ نے ثابت کیا تھا کہ جو چاند میں اور دل میں ہے وہی چاند دیوتا ہے۔ اور وہی مالک ہے۔ جب اپاسنا کرنے والا انہیں پہچانتا ہے تو کیا وہ اپنے ناموں کو نہیں جانتے؟ جانتے تو ضرور ہیں مگر جس کے سبب سے ان میں پہچان ہوتی ہے وہ فضل کی روح ان میں ظاہر نہیں۔ اس لئے وہ سب مردہ اور جڑھ ہیں ✣

(۱۷۷) اگر کوئی اعتراض کرے کہ اچھا آتما کے نام لینے سے بھی تو آتما آواز نہیں سنتا۔ تو یہ بھی اعتراض بے سمجھی کا ہے کیونکہ آتما تو کرتا بھوگتا راجا نے فرض کیا ہے۔ اور وہ اس وقت خواب کے بھوگ پا رہا ہے۔ اور جاگرت کے بھوگ دینے والے آلات سے علاقہ چھوٹ گیا ہے۔ اسی سبب سے عام لوگ اسے سوتا ہوا کہتے ہیں۔ سویا ہوا کیونکر سنے؟ ✣

(۱۷۸) لیکن پران دیوتا تو سویا ہوا نہیں بلکہ اپنا کام کرتا ہے۔ دیکھو سانس لیتا ہے۔ وہ اگر سوچ سمجھ کا خاصہ رکھتا تو ضرور تھا کہ کلام کا بھوگ پاتا۔ مگر پاتا نہیں۔ اس لئے یقین ہو سکتا ہے کہ وہ اصل میں کرنے کا اوزار ہے۔ کرتا کا چلایا ہوا۔ اسی طرح چلایا جاتا ہے جیسا کہ ایک گھڑی چلائی ہوئی برابر چلتی ہے۔ پر وہ سنتی سمجھتی کچھ نہیں۔ اس لئے جڑھ ہے ✣

(۱۷۹) اگر کوئی اعتراض کرے کہ گارگیہ نے تو جدا جدا ملائک اور انکے جدا جدا نام مع پھل بیان کئے ہیں اور خود راجا نے بھی جواب میں ذکر کیا ہے کہ ہر ایک اپنے خاص خاص نام کے پکارے جانے سے سمجھ جاتا ہے۔ مگر یہاں راجا نے ہر ایک کا خاص نام نہیں بلکہ سب کا نام لیکر انہیں بلایا ہے جس سے وہ نہیں بولے اور سمجھ نہ سکے۔ تو یہ اعتراض

بھی بے سمجھی کا ہے کیونکہ گارگیہ کا مطلب یہاں جدا جدا خدا یا معبود سے نہیں بلکہ ایک ہی روحِ اعظم کے جداگانہ کام اور جداگانہ نام سے ہے۔ ایسا تو کوئی عالم نہیں جو بہت خدا یا بہت معبود یقین کرتا ہو ❖

(۱۸۰) اور ہم نے علم معاملہ میں اس کی تفسیر کردی ہے کہ یاگیہ ولک منی نے چلے ہوئے شاکل کے سوال پر پہلے ۳۳ ملائک بیان کئے۔ پھر مختصر کرتے کرتے ایک ہی پران دیوتا ثابت کیا۔ اِس لئے اصل میں کرنے کی روح ایک ہے جسے عامیان دنیا کا خدا یقین کرتے ہیں۔ اور وہی جداگانہ کام کرتی دیوتا یا فرشتہ کہلاتی ہے لیکن یہاں یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ اپنا ذاتی دیکھنا یا سمجھنا نہیں رکھتی بلکہ آتما کے انعکاس سے اس میں دیکھنا سمجھنا آتا ہے۔ اور حرکت بھی اس میں اختیاری نہیں بلکہ وہ بھی اس میں دم یعنی سانس پھونکنے سے اسی طرح آ جاتی ہے جیسا کہ مقناطیس کے سبب لوہے میں حرکت آتی ہے۔ اصل میں یہ جو عامیان ہرتا کرتا خالق فاعل اسے جانتے اور معبودِ مطلق ٹھیراتے ہیں غلط ہے۔ کیونکہ وہ مقید اور جڑھ ہے اگرچہ کرنے کا آلہ ہے ❖

(۱۸۱) وہ دوسری روح دیکھنے کی گو ذاتی دیکھنا رکھتی ہے کرنا یا تصدیق یا تصورِ ذاتی نہیں رکھتی۔ تو بھی اِس خادمہ کی خدمتیں اس میں مجازاً علاقہ پاتی ہیں اور ان بیگانہ کاموں سے وہی کرتا بھوگتا ہوتا ہے۔ وہی مخدوم اور وہی مطلق ہے جسے نرگن بولتے ہیں۔ اور اسی کی شناخت پر نجات موقوف ہے ❖

(۱۸۲) حقیقت میں یوں ہے کہ یہی آتما ایشور ہے پھر دیکھنا مخدوم کا

ذاتی خاصہ ہے اور کرتا بھوگتا بیگانہ دھرم اس میں کلپت ہیں۔ وہ جو اشیور کو بنت کرتا اور بنت بھوگتا مانتے ہیں اصل میں خطا کرتے ہیں کیونکہ وہ اسی پران آتما کو جو کرنے کی رُوح ہے خُدا جانتے ہیں اور دیکھنا خاصّہ جو آتما کا ہے اِس میں کلپت آیا ہوا اسی کا پاتے ہیں۔ اِس لیئے اِسے اکرتا ابھوگتا اور مایا سے کرتا بھوگتا مانتے ہیں۔اور یہی اس اودیک کا یہاں پھل ہے ❊

(۱۸۳) اب شاید اُردو داں یہ دریافت کرے کہ پھر کیوں راجا نے ہاتھ سے اُسے ہلا جگایا اور کیوں زور سے پُکارا ؟ تو اِس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے تنکوں کو آگ پر رکھ کر ہلاتے اور پھونکتے ہیں تاکہ بیگانہ آگ تنکوں پر مشتعل ہو جاوے۔اسی طرح ہلانے اور باواز پکارنے سے یہ مُراد تھی کہ یہ خادمہ رُوحیں جو کارگیہ کی معبُود ہیں اُس چینن آتما سے مشتعل اور افروختہ ہو جاویں۔ چنانچہ وہ افروختہ ہوگئیں اِس لیئے وہ سویا ہوا جاگ اُٹھا اور اُس کے آنے سے وہ سوچتا سمجھتا ہوگیا ❊ اور معیوب راجا سے باتیں کرنے لگ گیا ❊

(۱۸۴) مطلب راجا کا یہ تھا کہ اِن کرنے کی روحوں کے سوائے ایک دُوسری روح القدس بھی ہے جو فقط نور ہے جس کے سبب سے یہ کرنے کی رُوحیں افروختہ ہوتی ہیں۔ اور وہ رُوح القدس کرتی نہیں ابدی آرام میں ہے۔اُس میں کرتا بھوگتا دھرم اِن کی خدمتوں سے کلپت آجاتا ہے۔غرقِ نیند میں اُس کا آرام اپنا پایا جاتا ہے۔اور جیسے دُور گئے کو دور سے پکارتے ہیں اور وہ نہیں سُنتا ہے ویسے یہ رُوح بھی اِن سے بہُت دُور تھی اور آواز نہ سُن سکی۔اِس لیئے سوئے ہوئے کو راجا نے

ہاتھ سے ہِلایا تاکہ اُس سے یہ رُوحیں افروختہ ہو جائیں ✣

(۱۸۵) اِن باتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ وُہ جو دیکھنے کی رُوح ہے وُہ کچھ نہیں کرتی بلکہ ابدی آرام میں ہے۔کیونکہ کرنا واقع میں تکلیف ہے اور۔مالک ممکن نہیں کہ تکلیف پاوے۔تکلیف تو خادموں کو ہے جو کرتے اور چلتے ہیں اور جیسے لئے وُہ خادم خدمتیں کرتے اور چلتے ہیں بھوگ کلپت اُسی کے ہیں۔اِس لئے یہ سب کرنے کی رُوحیں اوزار اسباب اور خادمہ ہیں۔اور وُہی دیکھنے کی رُوح اِن میں سردار مالک اور مطلق ہے۔چونکہ اِن میں آئی گو وُہ بھوگتا یا کرتا سی معلوم ہوتی ہے تو بھی وُہ اصل میں نہ تو کرتا نہ بھوگتا ہے بلکہ اِن کے کاموں کی ساکشی ابدی آرام میں ہے۔اور یہی انسان کا واقعی اپنا آپ ہے۔اِسی سے ہم اِس کو اپنا آتما نام کرتے ہیں۔آمین ✣

(۱۸۶) یہ آتما اگرچہ اکلوتا ہے۔وِکاری نہیں۔اور وُہ کرنے کی رُوح وِکاری شاخ در شاخ پھیلتی ہے۔تو بھی یہ اُس میں ہر جگہ افروختہ ہو جاتا ہے۔جیسا وُہ اُس سوئے ہوئے میں جگانے کے وقت افروختہ ہوا ویسا دُوسرے جاگتے انسانوں میں وُہی افروختہ ہے۔اور اِسی طرح چاند لوک اور سورج لوک میں اور برہم لوک میں جہاں جہاں یہ کرنے کی رُوح پھیلی ہے سب میں افروختہ ہُوا اُن میں اُن کے کاموں کے سبب سے کرتا بھوگتا ہوتا ہے ✣

(۱۸۷) انسان میں جسقدر بھوگ دینے کے لئے یہ کرنے کی رُوح عمل کی قید بہ اختصار کھلی ہے انسانی بھوگ اِسی کے ہیں۔دیوتاؤں میں جسقدر دراز بھوگوں کے لئے کھلی ہے دیوتاؤں کے بھوگ بھی اسی کے ہیں۔اور برہم لوک میں اُتم چیزوں سے

سبب سے ست سنکلپ رُوپ میں کھلتی ہے۔ وہاں ست سنکلپ کے بھوگ بھی اسی کے ہیں۔ واقع میں یہی انسان بھی پرجاپتی ہے۔ تو بھی پرجاپتی کے لوک میں یہ آتما سبب اِس کرنے کی رُوح کے ست سنکلپ آدک بھوگ پاتا ہے اور العیان میں اسی کے سبب سے ست سنکلپ آدک بھوگ پاتا ہے اصل میں اکرتا ابھوگتا عین دید عین آرام ہے مگر انجان اِن ست سنکلپ آدک اُپادھیوں سے اُسے ایشور اور ست سنکلپ آدک اُپادھیوں سے انسان مانتے ہیں اور انہیں اُپادھیوں کے سبب سے اُسے مُقید جانتے ہیں حالانکہ وُہ اُنکی قید میں پابند نہیں (کیونکہ نیند میں ان قیدوں سے فوراً چلا جاتا ہے اِس لئے مُقید نہیں) وُہی مُطلق کا مُطلق ہے۔ یہ گارگیہ کو اُس نے جتلایا +

(۱۸۸) پھر چونکہ یہ کرنے کی رُوح اور جسم مثل حویلی کے ترکیب پاتے ہیں بغیر جسم کے رُوح کچھ نہیں کرسکتی اور بغیر رُوح کے جسم قائم نہیں رہتا جیسا کہ ستونوں کی پناہ میں حویلی قائم ہوتی ہے اسی طرح اِس کرنے کی روح کی پناہ میں بدن قائم ہے۔ جس طرح کہ ستون کے نکالنے سے حویلی بگڑ جاتی ہے اِسی طرح اس کرنے کی رُوح کے اُکھڑنے سے بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔ اِس سے معلوم ہُوا کہ تمامی دیوتا جو کرنے کی رُوح ہے مثل ستون کے اِس حویلی کا جُزو ہیں +

(۱۸۹) یہ ظاہر ہے کہ جو حویلی وغیرہ سنگھات سے تیار ہوتا ہے وُہ حویلی یا اسکے جُزو کے لئے نہیں ہوتا بلکہ دُوسرے کے لئے ہوتا ہے جو اُس میں رہتا اور اُس کے استعمال کا بھوگ پاتا ہے یہ کوئی بھی دانا نہیں یقین کرتا کہ حویلی یا اُس کا کوئی جُزو حویلی یا اُس کے جُزو کا بھوگ ہے۔ بلکہ اُسی کا جو اُس سنگھات کا جُزو نہیں یعنی اُس سے غیر جو انسان ہے اُس کا بھوگ ہے۔ جبکہ پران یعنی کرنے کی روح

اِس سنگھات کا جُزو ہے اِس لئے بھی کرنے کی رُوح بھوگتا نہیں
بلکہ وُہی آتما جو جُزوِ سنگھات نہیں سب سے الگ ہے اُسکا کرتا بھوگتا ہے
(۱۹۰) اگر کوئی اعتراض کرے کہ آتما بھی تو سنگھات میں آیا ہوا ہے
اُسے بھی کیوں نہیں سنگھات کا جُزو یقین کیا جاتا ؟ تو ہم بتلاتے ہیں
کہ یہ اعتراض غلط ہے کیونکہ راجا نے اُسے ہاتھ سے جگایا اور اُس
میں بلایا۔ اگر وُہ سنگھات میں داخل ہوتا تو اس سے کیوں نکل جاتا
اور پھر کیوں اُس میں آ جاتا؟ ❊
(۱۹۱) دیکھو انسان حویلی میں آتا جاتا ہے۔ حویلی کا جُزو نہیں ہو جاتا
کیونکہ حویلی کا کوئی جُزو بھی حویلی سے تا قیام حویلی الگ نہیں ہو سکتا
اِس لئے انسان حویلی کے سنگھات کا جُزو یا حصّہ نہیں بلکہ مالک
اور اُس کا بھوگتا ہے۔ آتما بھی نیند میں اِس سنگھات سے نکل جاتا
اور جاگرت میں آ جاتا ہے۔ مگر کرنے کی رُوح اِس کا حصّہ ہے تا
زندگی اِس سے اُکھڑتی نہیں۔ اِس لئے یہی پران اِس کا مالک یا کرتا
بھوگتا نہیں بلکہ وُہی آتما جو نیند میں الگ ہو جاتا اور جاگرت میں
آ جاتا ہے اُس کا مالک کرتا بھوگتا اِس سے اسنگ ہے ❊
(۱۹۲) دُوسری وجہ یہ ہے کہ بھوگ عملوں کے سبب سے ہوتا ہے۔
سنگھات کا سنگھات سے یا سنگھات کے اجزا کا سنگھات سے اپنے عملوں
سے علاقہ نہیں بلکہ وُہی علاقہ ہے جو اجزا کا سنگھات سے ہوتا ہے۔
اور آتما کا علاقہ عملی تا بھوگ ہے اور مختلف ہے۔ جب اُسے جاگرت
کے بھوگ پانے ہوتے ہیں تو جاگتا ہے۔ جب نیند کے بھوگ پانے ہوتے
ہیں تو سو جاتا ہے اور پھر جاگرت میں بھی مختلف ہیں کبھی دُکھ کبھی سُکھ

کبھی موہ کبھی وویک کبھی نیکیوں کبھی بدیوں کے علاقے دکھائی دیتے ہیں۔لیکن مجزو کا کل سے ایک ہی قسم کا علاقہ ہوتا ہے۔مختلف نہیں ہوتا ٭

(۱۹۳) دیکھو کیا سقف کیا دیواریں کیا دیوار کی اینٹیں اور کیا ستون سب کو حویلی کے ساتھ ایک ہی علاقہ آپس میں جوڑنے کا ہے۔اس سے مختلف نہیں۔مگر انسان کو اس میں بیٹھنا سونا کھانا پینا گرم سرد ہوا پانا کبھی اس کمرہ میں کبھی اس کمرہ میں آنا جانا مختلف نسبتیں مختلف علاقے ہوتے ہیں۔اس لئے انسان بھوگتا ہے۔حویلی بھوگ ہے۔اور بدن بھی مع کرنے کی ارواح کے جو گار گیہ نے دکھلائیں ایک ہی قسم کا علاقہ ملاپ تا زندگی رکھتے ہیں۔آتما مختلف علی علاقہ رکھتا ہے اس لئے بھی پران کرتا بھوگتا نہیں۔یہی آتما جو دیکھنے کی روح ہے اُن کا مالک اور ان کا کرتا بھوگتا ہے ٭

(۱۹۴) پھر چونکہ ستون طاق لکڑی دروازہ وغیرہ جو اجزائے حویلی ہیں اپنے عملوں کے سبب اپنا جنم یا ہستی نہیں پاتے بلکہ تمام انسان کے لیئے بنائے جاتے ہیں۔اور انسان کا اُن میں بھوگ پانا اپنی مزدوری کے سبب ہوتا ہے۔خواہ وُہ خود مزدوری کرکے بناتا ہے یا دوسرے سے زر دیکے تیار کراتا ہے یا کرایہ پر اُسے استعمال میں لاتا ہے۔ بہرحال انکی تیاری انسان کے عملوں سے ہوتی ہے۔اپنے عملوں سے نہیں ہوتی۔اس لئے بدن یا روح جو کرنے کی روح ہے اپنے عملوں سے ہستی نہیں پاتی بلکہ آتما کے عملوں سے بنائی گئی ہے۔اس لئے اس کا مالک اور کرتا بھوگتا بھی آتما ہے۔پران نہیں ٭

(۱۹۵) بہرحال اِس میں دیکھنا سُننا جانتا ماننا فقط آتما ہے جو وہ کرنے کی رُوح نہیں۔جس طرح حویلی میں جس کے اجزاء اور اُس کا اثاثہ اوزار وغیرہ بھی گو انسان کی کرنے کی رُوح کے آلات ہیں پر وُہ دیکھنے سُننے جاننے پہچاننے نہیں اِس لئے وُہ بھوگتا بھی حویلی کے نہیں ہونے بلکہ اُس کا بھوگتا بھی انسان ہوتا ہے جو جانتا پہچانتا ہے اور یہی مالک ہے اسی طرح انسان میں کیا بدن کیا دِروُنی کرنے کی رُوحیں سب کرنے کے اوزار ہیں۔بعض تو چلنے کے اسباب ہیں۔بعض پکڑنے کے بعض دیکھنے کے۔بعض سُننے کے۔بعض سوچ سمجھ کے اور تصوّر و تصدیق کے۔خود کوئی بھی جانتا پہچانتا نہیں بلکہ یہی آتما جانتا پہچانتا ہے۔اِس لئے یہی اِس کا مالک یہی اس کا کرتا بھوگتا ہے ❊

(۱۹۶) اگر کوئی اعتراض کرے کہ جس طرح انسان چیتن والا۔حویلی کا کرتا بھوگتا ہے دیوتا یا ملائک بھی چیتن والے تُسلنے سمجھتے ہیں وہ بھی بھوگتا ہو سکتے ہیں۔تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ اعتراض یہاں دُرست نہیں۔کیونکہ سوئے ہوئے آدمی میں جو ملائک یعنی کرنے کی روحیں ہیں اُن سے چیتن الگ بھوگتا تھا۔اِس لئے اُس وقت چیتن والے نہیں تھے۔پس بھوگتا اور کرتا بھی نہیں۔جاگرت میں جب وہ چیتن والے ہوتے ہیں تو بطریقِ مجاز اُنہیں بھی بھوگتا کہتے ہیں۔اصل میں بھوگتا چیتن ہے۔چیتن والے نہیں ❊

(۱۹۷) وہ جو چیتن والے کو بھوگتا اور کرتا جانتا ہے اوِدیا اور وہم سے جانتا ہے جیسا کہ عام لوگ بھی حویلی کا بھوگتا انسان کو سمجھتے ہیں حالانکہ انسان بھی ایک اِسی آتما کی پہلی حویلی ہے۔اور پھر اُس کے

وسیلے باہر کی حویلی بلکہ تمام سنسار رُوپ حویلی ہی کے بھوگ کے لئے تیار ہوئی ہے۔اور سب کا مالک اور بھوگتا یہی چیتن آتما ہے۔یہاں ترتیب یہ ہے کہ پہلے اُس کا بدن اُس کا بھوگ ہے اور پھر اُس کا گھر اور پھر تمام دُنیا۔ اِس لئے انسان جو خوبیوں کا بھوگتا مثال میں دکھلایا ہے بطریق مجاز ہے کیونکہ خامیاں اودّیا کے سبب اُسے چیتن والا جانتے اور بھوگتا خیال کرتے ہیں۔حقیقت میں سب سنسار کا بھوگتا یہی آتما ہے۔دُوسرا نہیں ٭

(۱۹۸) اگرچہ تمام دُنیا کیا یہ کیا وُہ سب اِسی کے بھوگ ہیں۔مگر اودّیا اور عملوں کی قید میں بعض بھوگ پاتا ہے بعض نہیں پاتا۔بلکہ بعض چاہتا ہے نہیں ملتے تو اپنی عاجزی دیکھتا ہے اور جب وِدّیاوان ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اِن رُوحوں اور عملوں کی قید سے آزاد دیکھتا ہے(کیونکہ نیند میں اُسے کوئی بھی قید نہیں ہوتی)تو پھر یہ سب کا بھوگتا ہو جاتا ہے۔اِس طرح اودیا اور عملوں کے سبب سے یہی مقیّد اور وِدّیا کے سبب سے یہی مُطلق ہوتا ہے بلکہ اپنی آزادی میں وُہ کرتا ہُوا اکرتا اور بھوگتا ہُوا ابھوگتا ہوتا ہے ٭

(۱۹۹) جب وِدّیا کے سبب وہ اپنا سرُوپ اکرتا ابھوگتا نت مکت آبدی آرام چیتن انند جانتا ہے تو اُسے اُسی قدر دیر ہے جب تک پرار بدھ ختم نہیں ہوتی۔اور پھر تو وُہ سب میں سب کچھ ہوتا ہُوا سب کا مالک سب کا بھوگتا ست سنکلپ ہوتا ہے۔اِس طرح راجا اجات شترو نے گارگیہ کو سوئے ہُوئے انسان کے پاس لے جاکر ہاتھ سے ہلا جُلا کر دیکھنے والی رُوح کا کرنے والی رُوحوں سے وویک کر دکھلایا کہ یہ رُوحیں جو کرنے کی رُوحیں ہیں مقیّد جڑ عدم اور (اناتما)ہیں اور معبود ہونے کے لائق نہیں۔یہ دیکھنے کی رُوح

جو ہاتھ سے جگانے میں اِن میں افروختہ ہوئی اِن سے الگ اسنگ آتما ابھوگتا عین آرام ہے۔اور انہیں میں آئی ہُوئی سب کی کرتا بھوگتا سب کی مالک ہے۔فقط ؛

(۲۰۰) یہی تیرا آتما ہے اور یہی معبُود و مخدُوم ہے۔ باقی سب خدمت کی رُوحیں ہیں۔اوِدّیا کے سبب اُس خدمت کی رُوح کو جو رُوحِ اعظم ہے عامیان خُدا اور معبُود جانتے ہیں حالانکہ وہ ایک کرّوبی کرنے کی رُوح ہے اوراسی کے لئے سب کچھ کرتی ہے۔یہی اُس میں افروختہ ہُوا واقع میں مُطلق خدا ہے اور اُسی کے اندر آیا مقیّد نام پاتا ہےپس وُہی سگُن وُہی نرگن وُہی مُقیّد وُہی مُطلق ہے۔یہ قیدیں اور یہ ابدان اُسی کی تجلّیات ہیں۔اپنی ہی تجلّیات میں پابند سا ہُوا سنساری اور مقیّد نام پاتا ہے۔اصل میں نہ وُہ مقیّد ہے نہ سنساری اوِدّیا کے سبب اپنی تجلّیات کو معبُود ماننا آپ بندہ بننا ہے۔یہی اُسکی مایا ہے ؛

(۲۰۱) جب اِس طرح راجا نے سوئے ہُوئے آدمی کو ہاتھ سے جگایا اور وُہ اُٹھا تو کہا کہ کیا تو جانتا ہے کہ یہ بگیان مے پُرش سویا ہُوا کہاں تھا اور کہاں سے آیا؟ تب گارگیہ نے کہا مَیں نہیں جانتا کہ یہ کہاں تھا اور اب کہاں سے آیا ہے ؛

(۲۰۲) تب راجا نے کہا دیکھ! یہ بگیان مے پُرش جو فقط دیکھنے کی رُوح ہے جب وُہ سوتا تھا تو اِن کرنے کی رُوحوں کی طاقتیں بگیان سے لیکر فضائے دِلِ صنوبری کے اندر جا سویا تھا۔جب اس طرح یہ ہردیہ آکاش میں جو اُس کا عرش ہے چلا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ یہ سوتا ہے۔ اصل میں یہ سوتا نہیں بلکہ اُن کرنے کی رُوحوں کا استعمال نہیں کرتا

ہے اور اُن کی طاقتیں اِس کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔اِس لیئے یُوں کہا جاتا ہے کہ وُہ سُونگھنے۔کلام۔آنکھ اور کان کی طاقتوں اور نیز من کی طاقت کو اپنے ساتھ لے گیا۔یہاں دریافت ہو سکتا ہے کہ اصل میں وُہ اکرتا ابھوگتا فقط وِید اور آرام مانند ہے۔اُن کے ساتھ ملنے سے وُہ سنساری اور مقیّد ہوتا ہے۔اور یہ قیدیں اُسے کوئی باندھ نہیں لیتیں۔اگر باندھ لیتیں تو کیونکر ایسی آسانی سے نیند میں اُن سے الگ ہو جاتا ۔

(۲۰۳) اَے گارگیہ! اِس قسم کی دریافت سے تحقیق ہو سکتا ہے کہ وُہ تیرا آتما ہے کیونکہ تو اُسکے سوئے ہُوئے کی تصدیق کرتا ہے کہ مَیں سو گیا۔اور جب وہ پھر ان کرنے کی رُوحوں کو استعمال کرتا ہے تو تصدیق کرتا ہے کہ مَیں سُونگھتا۔بولتا۔سُنتا۔سوچتا اور سمجھتا ہُوں۔پھر یہ سب اوصاف تُم میں بیگانہ کلپت ہوتے ہیں۔اِن کلپت کاموں کے وقت بھی تو حقیقت میں کرتا بھوگتا نہیں ہو جاتا۔تو بھی جیسے فوج لڑتی ہے تو یہی کہا جاتا ہے کہ راجا لڑتا ہے۔اِس طرح تُو بھی کرتا بھوگتا کہلاتا ہے کیونکہ تجھ بِن دُوسرا کون کرتا بھوگتا ہو سکتا ہے۔کاریگر اوزار سے کچھ بناتا ہے تو اوزار کرتا نہیں ہو جاتا بلکہ کرتا وُہی ہوتا ہے جسکے سبب اوزار کام کرتے ہیں ۔

(۲۰۴) اِس طرح بیگانہ رُوح کے کاموں سے تُو کرتا بھوگتا سنساری مقیّد یعنی سگُن برہم ہے۔لیکن سرُوپ میں فی الحقیقت نِرگُن کا تُون مُطلق اسنگ نِت مُکت تُو ہی ہے۔اور دُوسری رُوحیں سب تیری خدمت کی رُوحیں ہیں۔یہ آتما ہے۔یہی پر برہم ہے۔اِس سے بڑھ کر آگے کچھ نہیں ۔

(۲۰۵) دیکھو اگر یہ کہنے کی رُوحیں اُسے اصل میں قید کرلیتیں تو قید سے قیدی جب تک قید نہ توڑی جاوے نہیں چھوٹ جاتا۔ اور یہ تو ان قیدوں کے ہوتے۔ ہوتے بھی نیند میں یوں بے قید ہو جاتا ہے جیسا کہ کبھی بھی قید نہیں ہوا۔ اور خواب و بیداری میں بھی جب سیر کرتا ہے تو گو اِن اُپادھیوں میں وہ بند سا گمان ہوتا ہے مگر تب بھی قید نہیں ہوتا۔ اُسی طرح اُپادی کا ناجی ہے۔

(۲۰۶) کیونکہ دیکھو جب یہ خواب میں آتا ہے تو یہ اُسکی ملکوتی سیر ہے۔ یہاں کبھی تو مہاراجہ کی طرح ہوتا ہے کبھی مہا برہمن کی طرح۔ کبھی کنگال کبھی امیر۔ طرح طرح کے بیگانہ دھرم پاتا اُن کے دھرموں سے دھرم والا سا ہوتا ہے۔ گو خواب میں اُنہیں اپنے دھرم مانتا ہے لیکن جاگرت میں آیا تصدیق پاتا ہے کہ وہ سب دھرم خواب کے اُن ہوتے ہیں دیکھتا تھا پس اِس تصدیق سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خواب میں آیا عالمِ ملکوت کی سیر کرتا ہے۔ اُن کی قیدوں میں نہیں آ جاتا۔

(۲۰۷) جاگرت میں بھی آتما ناسوتی سیر کرتا ہے کیونکہ جس طرح خواب کا عالم اُس کا ملکوت ہے اُسی طرح جاگرت کا عالم اُس کا ناسوت ہے یہاں بھی حواسوں کی قید میں آیا ہوا مقید سا ہوتا ہے۔ مگر اصل میں قید نہیں ہوتا بلکہ جس طرح ملکوت میں خیالوں کی قید کے سبب سے اُن ہوتے بھوگ پاتا ہے اُسی طرح حواسوں کی قید میں آیا ہوا حواسوں کے اُن ہوتے بھوگ پاتا ہے۔ اُن قیدوں اور اُن قیدوں کے بھوگوں میں گرفتار نہیں پاتا۔ اُسی طرح اسنگ رہتا ہے جیسا کہ عالمِ خواب میں ملکوتی سیر کرتا ہوا اسنگ رہتا ہے۔

(۲۰۸) جاگرت اور خواب کی قیدیں اُسے قید نہیں کرتیں کیونکہ جہاں قیدیں کسیکو قید کرلیں پھر دُوسرے لوک میں اُسے سیر کرنی نہیں ملتی۔ یہاں تو تصدیق ہوتا ہے کہ وُہ مثل شاہنشاہ آزاد دونوں لوکوں میں کیا جاگرت کیا سُوپن جو اُسکے ناسُوت اور ملکوت علاقہ ہیں سیر کرتا ہے۔ جس طرح شاہنشاہ بھی اپنے علاقوں میں دورہ کرتا قید نہیں ہوتا بلکہ آزاد ہے اِسی طرح یہ بھی اپنے علاقوں میں جو ناسُوت اور ملکُوت ہیں پھرتا ہُوا اُن کا پابند نہیں بلکہ اُن کا مالک اور خاوند ہے اور اُسی سے یہ سب طاقتیں پاتے اُس کے لئے کام کرتے ہیں +

(۲۰۹) جس طرح شاہنشاہ بھی اپنے خدمتگاروں کی طاقتیں اور منصب چھین لیتا ہے اور معطل کر دیتا ہے اُسی طرح یہ بھی حواس رُوپی خادموں کو معطل کرکے غرق نیند میں جو اُس کا جبرُوت علاقہ ہے چلا جاتا ہے۔ پھر کیونکر کہہ سکتے ہیں کہ وُہ حواسوں یا منوبرِتّیوں کا مقیّد یا پابند ہے ؟ ہرگز نہیں۔ جبروت میں بھی اوِدّیا اور جہل کی قید اُس میں اُسی طرح کلپت ہوتی ہے جس طرح کہ ملکوت میں جسے عامیان سُوپن کہتے ہیں خیال کی قید ہوتی ہے یا ناسُوت میں جسے عامیان جاگرت کہتے ہیں حواسوں کی قید ہوتی ہے۔ اگر جبروت میں جو غرق نیند ہے اودّیا اُسے قید کرتی تو کیونکر جاگرت سُوپن میں اُسے سیر ہوتی ؟ بلکہ جس طرح وہ حواسوں اور منو برِتّیوں کی طاقتیں چھین لیتا اور اُنہیں مُعطّل کرتا ہُوا جبرُوت میں چلا جاتا ہے اُسی طرح اودّیا کی طاقتیں چھین لیتا اور اُسے پھینک دیتا ہُوا ملکوت و ناسُوت میں آجاتا ہے +

(۵۱۴) تو معلوم ہوا کہ کیا ناسوت کیا ملکوت کیا جبروت کوئی بھی اِس شاہنشاہ کو قید نہیں کر سکتا بلکہ سب اِسی کے علاقے اِسی کے خدمتگار اِسی کے بھوگ اور اسی کی تجلیات ہیں اپنی ہی تجلیات میں آپ ہی سا ہُوا اور آپ ہی پابند سا ہوتا بیگانہ قیدوں سے مُقید اور بیگانہ دُکھ دردوں سے دُکھی اور دردمند سا گمان ہوتا ہے۔تینوں عالموں میں پھرتا ہر ایک عالم کے برتاؤ اور قواعد و ضوابط اپنے میں مانتا انسان سا تصدیق ہوتا ہے ؂

(۵۱۵) جب وہ اس طرح وویک کر کے جانتا ہے کہ نہ تو وہ محسوسات نہ تخیلات نہ معقولات نہ مجہولات میں پابند ہوتا ہے بلکہ محسوسات میں آیا ہُوا حِسیات کو تخیلات میں آیا ہُوا خیالات کو معقولات میں آیا ہُوا عقولات کو مجہولات میں آیا ہُوا جہلیات کو دیکھتا ہے۔تو وہ کیا جہل۔کیا عقل۔کیا فکر اور کیا حِس سب سے برتر سب سے الگ اور سب سے پاک اُن کا ساکھشی دیکھنے والا ہے یہی مرتبہ اُس کا لاہُوتی ہے۔اور یہی چہارم پد اُس کا آزادِ مطلق ہے۔اور تیرا بھی یہی پد ہے پر تُو جانتا نہیں ؂

(۵۱۶) کیونکہ تُو جانتا نہیں۔اِس لئے سیر کرتا ہُوا بھی محسوسات میں پابند ہُوا حِسیات کے درد و راحت اپنے میں مانتا ہے۔دیکھو اگر کوئی تمہیں مارتا ہے تو اصل میں تیرے بدن کو مارتا ہے اور بدن و حِسیات کے ملاپ سے جیتا بدن درد پاتا ہے (کیونکہ جب حِس باطل ہوتی ہے تو پھر یہ چوٹ سے درد نہیں پاتا تو معلوم ہُوا کہ بدن کو سُکھ دُکھ حِسیات کے ملاپ کے سبب سے ہے) اور یہ اُس سنگھات کا دھرم ہے۔تیرا دھرم نہیں۔تُو تو اُس کا دیکھنے والا ساکھشی ہے کیونکہ تُو اُس چوٹ کو اُس سنگھات کو اور اُس کے درد کو دیکھتا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اُسے چوٹ لگی اور درد ہُوا۔اور ظاہر ہے کہ جسے

چوٹ لگتی ہے اور درد ہوتا ہے وہ دُوسرا ہے اور دکھائی دیتا ہے اور وہ جو اُسے دیکھتا ہے اور گواہی دیتا ہے دُوسرا ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ مجھے چوٹ لگی اور مجھے درد ہُوا؟

(۲۱۳) لیکن تُو جو اپنے آپ کو ساکھشی نہیں جانتا اِس اودیا کے سبب سے انہیں اپنے میں مانتا ہے بلکہ اپنے تئیں سنگھات جانتا ہے اور یہ تیری تصدیق بھی کہ "مجھے درد ہُوا" اُسی قسم کی غلطی ہے جیسا کہ مثال میں کہتے ہیں کہ "مارئے جٹان تو پھاٹے جِرا یہ تیری وڈیائی"۔ اِس طرح تو بیگانہ گناہوں سے گنہگار اور بیگانہ دُکھوں سے دُکھی ہوتا عاجز بندہ ٹھیرتا ہے۔

(۲۱۴) تُو غور کرکے دیکھ کہ جس طرح تُو جاگرت میں ناشوتی بدن کو اپنا آپ مانتا ہے اور اُس کے دُکھ سکھ سے دُکھی سُکھی ہوتا ہے۔ اُسی طرح خواب میں بھی تُو خیالی بدن کو اپنا آپ مانتا ہے اور خیالی آدمیوں سے دھکے کھاتا اور مار پیٹ کھاتا سا ہوتا ہے۔ وہاں خواب میں اگرچہ تُو درد پاتا اور چیخیں مارتا ہے لیکن وہاں نہ تو تیرا بدن ہوتا ہے اور نہ کوئی مارنے والا۔ پر وہاں یہ سب تیری نیند کے عجائبات ہیں۔ ایسے ہی یہاں جاگرت میں بھی نہ تو کوئی مارتا ہے نہ مار کھاتا ہے۔ پر تیری جاگرت کے عجائبات ہیں۔ کیا نیند، کیا جاگرت تیری اودیا کے رچت لوک ہیں اور تیرا ہی موہ مختصر سنگھات میں تجھے خودی دلاتا دُکھی سُکھی کرتا ہے اور بھوگتا بناتا ہے۔

(۲۱۵) جب تُو خوب غور کریگا اور جان لیویگا کہ جیسے غرق نیند میں جب تُو وہ جاتا ہے تو وہاں نہ کوئی کام ہوتا ہے اور نہ کوئی دُوسرا بلکہ عین آرام موجود ہوتا ہے ایسے ہی تیرا سَروپ وہ ہے جسے نہ تو تلوار کاٹ سکتی ہے نہ آگ جلا سکتی نہ پانی بھگو سکتا ہے اور نہ ہوا خشک کر سکتی ہے۔ تو جاگرت سوپن میں یہ دِجسمانی

پنجابی کہاوت میں یہ اِس طرح کہتے ہیں کہ مارے گھسنہ اور پھوٹے کپاٹ

دُکھ درد وغیرہ) سمجھے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ تب ہوتا ہے جب وُہ ان رگوں سے سرکتا ہے اور اپنے خاص لوک یں دِل کے غلاف کے اندر جو عرش ہے چلا جاتا ہے (۲۱۶) اس دل کے غلاف سے جسے سنسکرت میں پوریتکا ناڑی بولتے ہیں ایک رگ نکلتی ہے جس سے بہتر ہزار (۷۲۰۰۰) رگیں عصبی شاخ در شاخ ہوکر دماغ کو آتی جاتی ہیں اور یہ رگیں سنسکرت میں ہتا (हिता) ناڑیاں کہلاتی ہیں کیونکہ جب یہ شغل اور نیکیوں کو یاد کرتا ہے تو اِس ہتا نام ناڑیوں سے نکال دیدیاں سڑک پر چلتا ہُوا برہم لوک کو جاتا ہے جہاں اِس کی حقیقت پُوری اِسے کھلتی ہے اور مختارِ مطلق بھی ظاہر پاتا ہے۔ اور چونکہ یہی اُس کی آخر سعادت ہے اور سعادت کو سنسکرت میں ہت بولتے ہیں اور یہ رگ اُس کے پانے کا وسیلہ ہے اِس لیئے اسکو ہتا ناڑی بولتے ہیں (۲۱۷) اِن ہتا نام رگوں میں سے سرکتا ہُوا دل کے غلاف میں آکر عرش میں ہردیہ آکاش کہلاتا ہے۔ جب آرام پاتا ہے تو اُسے سُشپتی بولتے ہیں۔ وہاں دُوسری خدمت کی رُوح کی رسائی نہیں۔ اس سبئے اپنے مطلق سروپ کو پاتا ہے اور اس طرح آرام کرتا ہے جس طرح کوئی شیر خوار بچہ دُودھ پی کر سو جاتا ہے یا کوئی مہا برہمن یعنے عارفِ کامل اپنے وچار کے زور سے اپنے ساکھشی آتما میں سِتھت (مقیم) رہتا یعنی تمکت ہوتا ہے اِسی طرح یہ بھی طبعی (یعنی قائم بالذات) ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ آخر مالک ہے لیکن دِل کے اندر اودیا ضرور رہتی ہے ؛

(۲۱۸) مگر مُبارک ہے وُہ شخص جو اِسے پہچان کر حق الیقین کرتا ہے اور زندگی بھر جاگرت اور سُوپن میں بھی آکر اپنے آپ کو ساکھشی جانتا سب برتاؤ کو اُپادھیوں کے دھرم دیکھتا اور اپنے ابدی آرام میں قائم رہتا ہے

وُہی واقع میں مہا برہمن یعنی عارفِ کامل ہے اور وُہی ناجیٔ مُطلق۔ وُہ جو اِسے نہیں جانتے وُہی مُقیّد بندہ ہیں۔ اُس ناجی کو تو بعد موت پھر سنسار نہیں بلکہ وُہی عرش اُس کا تخت ہے اور اودیا فوراً دُور ہو جاتی ہے اور ست سنکلپ آدِک بیگانہ ہرنیہ گربھ کے دھرم اُس میں مُفت فضل میں آروپت آ جاتے ہیں۔ اور یہ مقیّد بندہ جنم مرن سنسار پاتا ہے۔ اِس سبب سے کہ اودیا اور موہ میں بندھا ہُوا ہے اُسے بندہ کہتے ہیں اور اسے ایشور۔ اِس طرح راجا نے گارگیہ کو سمجھایا اور اُس نے اس سے فضل پاکر شکریہ کیا ٭

(۱۹) اے گارگیہ یہی آتما جو واحد اکھنڈ غرق نیند میں تنہا ثابت ہُوا ہے یہی پر برہم ہے۔ اسی سے تمام کرنے کی رُوحیں جو پران کہلاتی ہیں نکلی ہیں۔ سرب لوک سرب دیوتا اور سرب بھُوت اِس سے اِس طرح پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ آگ کی تجلّیات آگ سے پیدا ہوتی ہیں یا جس طرح مکڑی سے جال کی صُورت میں تاریں نکلتی ہیں۔ اُس کی اُپنشد یہ ہے کہ وُہ ست کا بھی ست ہے۔ پران بھی ست ہیں اور وُہ پرانوں کا بھی ست ہے۔ یہی اُس کی اُپنشد یعنی معرفت ہے ٭

فصل دُوم

(۱) مختصر خلاصہ اُوپر کی داستان کا یہ ہے کہ میں تجھے برہم بتلاتا ہُوں ایسا گارگیہ کا دعویٰ تھا اور کرنے کی رُوحوں کو بھی جو اُس نے برہم بتلایا راجا نے بڑھ ثابت کر کے اِس طرح داخلِ جگت کیا کہ اگرچہ وُہ معبود ہیں

اور اُن کی عبادت سے پھل بھی ہوتے ہیں مگر وہ پھل بھی داخل سنسار ہیں
اور پھر دیکھنے کی روح کو کرنے کی رُوح سے دو یک کرکے غرق نیند میں
دکھلایا جہاں نہ تو کسی صفت کا اُس میں علاقہ ہے اور نہ کوئی اوزار
یا کرنے کی رُوح ساتھ ہے اور نہ کوئی بغیر آتما کے مادہ ہے بلکہ اُدسے
اکھنڈ وستو ماتر اپنا آتما وہاں رہتا ہے۔وہی آتما واحد بیچون و چرا ہے
کیونکہ نہ تو اُسکے لیے وہاں اوزار ہیں نہ مادہ جس سے رچنا دنیا کی کرے
بلکہ آپ ہی مادہ آپ ہی جگت کا کرتا ہے۔بگیان اُپادھی میں جاگرت کے
وقت وہی فقط نُور ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ہاتھ لگا کر جگانے میں راجا نے
اُسے چیتن نوراً علیٰ نُور ثابت کر دکھایا۔اور جاگرت میں اُسی بگیان سے
سے حواس کی رُوحیں مثل تجلیات کے جیسی سورج کی کرنیں سورج سے نکلتی
ہیں پرتکش دکھائی دیتی تھیں ۔

(۳) پھر اُسی آتما کو راجا نے اُن سے الگ اُن کی طاقتیں چھین کر اپنی
مہان میں جو آرام خاص ہے دکھلایا اور ثابت کیا کہ سب حواس جو کرنے کی
رُوحیں ہیں اُس میں اُسی طرح حذف ہو جاتے ہیں جس طرح سُورج کی کرنیں
سُورج میں وقت غروب حذف ہو جاتی ہیں۔اور جو جس میں حذف ہوتا ہے
اُسی سے نکلتا ہے یہ قاعدہ ہے جس طرح سُورج کی کرنیں بھی وقت
طلوع اُسی سے پھر نکلتی ہیں ۔

(۴) اور پھر آخر میں یہ مثالیں دیں کہ جس طرح آگ کی تجلیات آگ سے
پیدا ہوتی ہیں اور مکڑی کی تاریں مکڑی سے نکلتی ہیں۔اُسی طرح آتما سے کیا
کرنے کی رُوحیں کیا طبقات کیا ملائک جو اُن کے مؤکل اور سب کے معبود
ہیں دیو بھوت عرش سے لیکر فرش تک سب کے سب پیدا ہوتے ہیں۔

اور یہ سب ست ہیں۔اور یہی آتما اِن ستوں کا بھی ست ہے یہی اُسکی اُپنشد یعنی
معرفت ہے۔اِس طرح راجا نے گارگیہ کو آتما ہی پر برہم پرتکش ثابت کر دکھایا
(۴) اسِ اس میں جو دقیق اسرار ہیں جس کی تفصیل ہیں، مُورت امُورت برہمن
اور شِنشو* (शिशु) برہمن تفسیر کرتے ہیں اور ہم اُردو داں کے لئے کہتے
ہیں وہ یہ ہیں کہ عام لوگ یہ جانتے ہیں ایشور پرماتما جگت کا کاریگر ہے
جس طرح کاریگر بڑھئی لکڑی سے تخت بناتا ہے اِسی طرح ایشور بھی نیستی
سے جگت بناتا ہے۔اور جیسا تخت سے بڑھئی جو اُس کا کرتا ہے الگ ہے
اسی طرح ایشور بھی دُنیا سے الگ ہے جو کسی نے دیکھا بھالا نہیں *
(۵) لیکن اِس ویدک کہانی سے جو اُوپر ترجمہ کی گئی ہے ایشور آتما کاریگر
تو ثابت ہوتا ہے مگر جگت سے الگ نہیں کہا جاتا کیونکہ تمام جگت کیا جسم
کیا رُوح سب اُسی کی تجلّیات ثابت کی ہیں اور وُہی اُس کا مادّہ اور
وُہی اُس کا صانع ٹھیرتا ہے۔اور جبکہ وُہی اُس کا مادّہ ہے تو نیستی سے
جگت ہست نہیں ہوتا بلکہ ہستی سے ہست ہوتا ہے اور فلاسفی کے قاعدے
سے بھی یہی دُرست ہے کیونکہ فلسفے کے جاننے والے حکیم جانتے ہیں کہ
نیستی سے ہست ہونا محال ہے۔اگر نیستی سے کوئی چیز پیدا ہو جاتی تو
سب سے سب کی پیدایش ہو جاتی اور ایسا ہوتا نہیں۔ تو ثابت ہوتا ہے
کہ کارج اپنے کارن میں اُسی کا آتم رُوپ ہو کر پوشیدہ رہتا ہے اور
برتاؤ کے وقت اُسی کارن سے ظاہر ہو آتا ہے *
(۶) دیکھو جب مکھن کا طالب دُودھ کو لیتا ہے خاک نہیں لیتا تو وُہ جانتا ہے
کہ دُودھ میں مکھن مرکوز ہے۔خاک میں نہیں۔اور کوزہ گر دُودھ کو نہیں بلکہ
خاک کو اُٹھاتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ کوزہ خاک میں مرکوز ہے دُودھ میں

* برہدارنیک اُپنشد کے ادھیائے دُوم کے دوسرے اور تیسرے براہمن شِشنو اور مُورت و امُورت براہمن کہلاتے ہیں *

نہیں۔ اگر نیستی سے ہست ہو سکتا تو مکھن کا بلونے والا خاک میں سے بھی مکھن بنا لیتا۔ اور کوزہ کا بنانے والا دودھ سے کوزہ بنا لیتا۔ یا جب کچھ بھی مادہ نہ ہو تو یوں ہی وہ بھی مکھن نیستی سے بنا لیتا۔ اور اسی طرح کوزہ گر بغیر مٹی کے کوزہ تیار کر سکتا ✤

(۷) دیکھو ترکھان بھی بغیر لکڑی چوکی نہیں تیار کر سکتا۔ انجینیر بھی بغیر ملبہ کے حویلی نہیں بنا سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ نیستی سے کسی چیز کا بنانا محال ہے بلکہ خود مادہ اپنی دوسری شان میں جو کاریگر اسے بناتا ہے کارج ہو کر دکھائی دیتا ہے۔ پس وہ کارن ہی اپنی دوسری شان میں آیا کارج کہلاتا ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہ عجیب سنسار نیستی سے ہست ہو گیا ہو؟ بلکہ وہی ایشور آتما اپنی مختلف شان اور تجلیات میں متجلی ہوا جگت روپ ہو رہا ہے۔ یہی سچ ہے۔ اور جبکہ وید کی شرتیاں بھی اسی امر کو تصدیق کرتی ہیں تو حکماء کی دلیل کو اور بھی استحکام حاصل ہے ✤

(۸) وہ جو برخلاف اسکے جگت کو نیستی سے ہست مانتے ہیں انجان ہیں۔ حکماء اور شرتیوں کے سامنے اُن کی حقیقت جو کچھ ہے ہیچ ہے۔ بجز چونکہ شرتی آشکارا بیان کرتی ہے کہ جس سے یہ جگت پیدا ہوتا ہے۔ پیدا ہو کر جس میں قائم رہتا ہے اور فنا کے وقت پھر جس میں حذف ہوتا ہے وہی برہم ہے۔ تو معلوم ہوا کہ برہم اس کا علت مادی بھی ہے لیکن ترکھان کی طرح نہیں۔ کیونکہ ترکھان جو تخت بناتا ہے تو پھر وہ ترکھان میں قائم نہیں رہتا بلکہ ممکن ہے کہ ترکھان مر جاوے اور تخت قائم رہے۔ اسی طرح جب تخت ٹوٹ جاتا ہے تو ترکھان میں حذف نہیں ہو جاتا ✤

(۹) بلکہ لکڑی میں تخت پیدا ہوتا ہے اور پھر لکڑی میں پیدا ہُوا قائم
رہتا ہے۔ اگر لکڑی نہ ہو تو تخت بھی جاتا رہے۔ پھر جب توڑا جاتا ہے
تو لکڑی میں حذف ہو جاتا ہے۔ اس لکڑی کو اردو میں تخت کا
علتِ مادہ کہتے ہیں اور ہم اُسے اُپادان کارن بولتے ہیں۔ ایشور آتما بھی
واقع میں جگت کا مادہ یعنی اُپادان کارن ہے کیونکہ اِسی میں یہ جگت پیدا
ہوتا ہے اور پیدا ہُوا اُسی میں ٹھہرتا ہے اور دُور ہُوا بھی اُسی میں حذف
ہوتا ہے۔ ایسا شرتی تصدیق کرتی ہے ؀

(۱۰) یہ تو کوئی بھی نہیں مان سکتا کہ ایشور پرماتما نہ ہو اور جگت ٹھہرا رہے
جیسا لکڑی نہ ہو تو تخت ٹھہرا رہتا ہے۔ اِس طرح کی دلائل اور
شرتیوں کے وسیلے جگت کا علتِ مادہ بھی پرماتما ہی نکلتا ہے جو ہست ہے
اور جگت بھی اُسی ہست سے نکلا اُس میں ٹھہرا ہُوا ہست ہے۔ اور
ارواح بھی ایک اُسی جگت کا حصّہ ہیں وُہ بھی اُسی سے جو اصلی ہست
ہے نکلتی اُس میں ٹھہرتی اُسی سے ہستی پاتی ہیں۔ اِسی سبب سے راجا
اجات شترو سے فرمایا کہ پران ست ہیں اور وُہ پرانوں کا بھی ست ہے
یعنی اُس کی معرفت ہے ؀

(۱۱) بیشک لکڑی تخت کا مادہ ہے مگر فاعل نہیں کیونکہ جڑھ ہے۔
وُہ جو جڑھ ہوتا ہے مادہ تو ہو سکتا ہے فاعل نہیں ہو سکتا۔ پھر یہ نہیں
کہ چیتن فاعل تو ہو سکتا ہے مادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ سانپ کبھی حلقہ
مارتا ہے کبھی دراز ہو جاتا ہے ایسا تصدیق ہوتا ہے۔ اِس طرح کنڈل
مارنے اور دراز ہونے کا سانپ آپ ہی مادہ اور آپ ہی فاعل ہو جاتا
ہے۔ دیکھو زید کھڑا ہوتا ہے اور بیٹھ جاتا ہے۔ تو نشست برخاست کا زید

ہی کرتا نیز ہی مادہ ہے اسی سبب سے ایشور پرماتما چیتن دیو میں یہ اعتراض نہیں آسکتا کہ وہ کرتا تو ہے مادہ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ وہ جگت کا آپ ہی کرتا آپ ہی مادہ ہے ÷

(۱۳) جبکہ وہ جگت کا آپ ہی کرتا آپ ہی مادہ ہو سکتا ہے تو کیونکر تصدیق کریں کہ ایشور نے جگت کو نیستی سے ہست کیا؟ بلکہ تصدیق کر سکتے ہیں کہ خود پرماتما جگت روپ میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اور یہی سچ ہے۔ اور وہی اس کا کاریگر ہے جیسا کہ ایک تماشا کرنے والا جب طرح طرح کے سوانگ بن بن آتا ہے تو آپ ہی سوانگوں کا کرتا اور آپ ہی مادہ ہے بلکہ ہر سوانگ میں جدا جدا روپ دھارن کرنا عجیب تماشاگر تصدیق ہوتا ہے اسی طرح ایشور بھی جگت کی رچنا کرتا عجیب صانع تصدیق ہوتا ہے جس میں فلاسفروں کی عقل بھی دنگ ہے ÷

(۱۵) شاید کوئی انجان منطقی یہ اعتراض کرے کہ مادہ جب بدلتا ہے تو کارج پیدا ہوتا ہے اگر پرماتما کو مادہ جگت کا مان لیویں تو ضرور ہے کہ اُسے بدلنے والا بھی مانیں۔ مگر ایسا نہیں ہوتا اس لئے ماننا چاہیئے کہ وہ نیستی سے بلا مادہ جگت بناتا ہے۔ تو یہ اعتراض اُس کا درست نہیں کیونکہ جیسا اُس کا بدلنا محال ہے ویسا نیستی سے ہست ہونا بھی محال ہے۔ دونوں نہیں ہو سکتے ÷

(۱۶) جب چراغ میں اُس کی تجلیات ظاہر ہوتی ہیں تو چراغ واقع میں بدل نہیں جاتا۔ یا سورج کی کرنیں سورج سے نکلتی ہیں تو سورج متغیر نہیں ہو جاتا۔ سونے میں زرگر بھوشن بناتا ہے تو سونا تانبا نہیں ہو جاتا۔ ریگ میں سراب ظاہر ہوتا ہے تو ریگ پانی نہیں ہو جاتا۔ رسن میں سانپ

کا تصور ہوتا ہے تو رسن سانپ نہیں بن جاتی۔ صدف میں چاندی کا خیال پیدا ہوتا ہے تو صدف چاندی نہیں ہوجاتی۔ اسی طرح پرماتما بھی اگر نانا جگت رُوپ ہوکر دکھائی دیتا ہے تو وُہ کچھ جگت نہیں بن گیا ٭

(۱۵) بلکہ جس طرح چاندی کے تصور میں صدف صدف ہی ہے سانپ کی تصدیق میں رسن رسن ہی ہے۔ سراب گاہ میں گو پانی دکھائی دیتا ہے پر ریگ نہیں بھیگ جاتی۔ چراغ گو تجلیات بیشمار مارتا ہے پر چراغ دُور نہیں ہو جاتا بلکہ سب تجلیات چراغ کی عجیب نظر آتی ہیں۔ اسی طرح پرماتما بھی کچھ جگت نہیں ہوجاتا بلکہ سنسار اسی کی ایک ادنیٰ دمک ہے۔ لعل کی آب و تاب لعل رُوپ ہے مگر لعل اپنی آب و تاب میں دکھائی دیتا ہے۔ بدل نہیں جاتا ٭

(۱۶) جس طرح چراغ کی تجلیات چراغ کی فقط ایک چمک ہے اور اُس سے جُدا نہیں۔ یا لعل کی آب و تاب اُسی کی عیّاری ہے اور اُس سے جُدا نہیں اسی طرح نانا رُوپ جگت بھی چیتن نُور پرماتما کی چمک ہے جو اُس سے جُدا نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ چراغ کی تجلیات کا مادّہ وُہی چراغ ہے یا لعل کی آب و تاب کا مادّہ وُہی لعل ہے۔ اور نہ تو چراغ غیر چراغ ہو گیا ہے نہ لعل سنگریزہ بن گیا ہے بلکہ چراغ اپنی تجلیات میں روشن اور لعل اپنی آب و تاب میں بے بہا ور بیش قیمت ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح ایشور پرماتما بھی اپنی سنسار رُوپ تجلیات میں نُورِ عُلیٰ نُور اور سرب شکتی مان ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکر خیال کریں کہ مثل تخت کے تراشا گیا ہے یا مثل مٹی کے تخمیر کیا گیا ہے جو کوزہ بنانے میں گوندھی جاتی ہے ؟

(۱۷) بلکہ جس طرح زید اپنی نشست برخاست میں زید ہی بنا رہتا ہے

یا سانپ اپنے کُنڈل مارنے یا دراز ہونے میں وُہی سانپ کا سانپ۔ کیونکہ نہ تو زید بدلتا ہے نہ سانپ۔ فقط اُنکی شانیں بدلتی ہیں۔ اسی طرح ایشور پرماتما بھی جگت رُوپ جلوہ میں آیا ہُوا آپ نہیں بدلتا بلکہ اُس کی مایا بدلتی ہے۔ اور یہ مایا اُس کی شان ہے جو اُس سے جُدا نہیں ❖

(۱۸) جس طرح سانپ کُنڈل کی شان میں آوے یا درازی کی شان پاوے یا اُوپر کو اپنا پھن اُٹھا کر ہلاوے تو مختلف شانوں میں جلوہ پاتا ہے پر سانپ نہیں بدلتا بلکہ آدمی اُسے ہر شان میں وُہی سانپ پہچانتے ہیں۔ اسی طرح پرماتما بھی گو اپنی مایا کی عجیب شانوں میں یکلخت جگت رُوپ ہوکر ظاہر ہُوا ہے تو بھی ہم اُسے ہر شان میں وُہی اپنا آتما پہچانتے ہیں۔ پھر اُس کی شانوں کی عجائبات پر ہم قُرباں اور صدقے ہوتے ہیں۔ حکماء تو خود حیران ہیں ❖

(۱۹) یہی سبب ہے کہ راجہ اجات شترو نے شال میں یُوں جتلایا کہ جیسا آگ کی تجلیات آگ سے پیدا ہوتی ہیں اسی طرح اِس ایشور پرماتما سے سرب پران سرب لوک سرب دیوتا اور سرب بھُوت پیدا ہوتے ہیں۔ پس منشاء شُرتی کا یہاں یہ ہے کہ جیسا آگ اپنی تجلیات کی آپ ہی مادہ ہے اسی طرح پرماتما بھی ان تمام کا آپ ہی مادہ ہے۔ لیکن چُونکہ آتش خود جڑھ ہے مادہ تو ہو سکتی ہے پر فاعل نہیں ہو سکتی بلکہ اُس میں سے تجلیات طبعی طور پہ نکلتی ہیں۔ اِس لئے دوسری مثال یاد کی کہ جیسے مکڑی بھی اپنی تاریں شکار کے لئے پھیلاتی ہے ویسا ہی اُس سے جگت پھیلا ہے ❖

(۲۰) دیکھو مکڑی اپنی تاریں پھیلانے میں طبعی طور پر مجبور نہیں بلکہ چیتن ہونے کے سبب مختار ہے۔ چاہے پھیلاوے چاہے نہ پھیلاوے۔ اسی طرح گو جگت بھی پرماتما کی تجلّیات ہیں مگر آگ کی تجلّیات کے طور پر اُس سے مجبوراً نہیں صادر ہوتیں بلکہ اُسکے ظاہر ہونے میں وُہ مختارِ کامل اور قادرِ مطلق ہے۔ یہی اختیار اور یہی قدرتِ کاملہ اُس کی مایا ہے۔ وہ اپنے اختیار سے انہیں پیدا کرتا اور اپنے ہی اختیار سے انہیں لوپ کرتا ہے یہ منشا شُرتی کا ہے ؛

(۲۱) لیکن مکڑی میں خیال ہو سکتا ہے کہ اُس سے بدن عنصری جُدا ہے اور چیتن جیو جو اُس میں مرکوز ہے جُدا۔ بدن تو تاروں کا مادّہ ہے اور جیو چیتن فاعل ہے۔ اِس لئے شُرتی نے آگ کی تجلّیات کو بھی مثال میں شامل کیا کہ جس طرح آگ کا تجلّےٰ آگ سے جُدا نہیں اُسی طرح جگت کی نانا تجلّیات بھی چیتن سے جُدا نہیں بلکہ اُسی کی دمک چمک ہیں۔ اِس لئے اختیار میں تو مکڑی کی مثال غالب ہے اور اُسی کا تجلّیٰ ہونے میں آگ کی مثال غالب ہے اور فی الجملہ دونوں مثالیں صادق ہیں ؛

(۲۲) دیکھو آگ کا تجلّی آگ سے جُدا نہیں بلکہ آگ ہے۔ تو بھی آگ میں ظاہر ہُوا جُدا نام رُوپ پاتا ہے کیونکہ اُسے عامیان آگ نہیں بلکہ تجلّیٰ نام دیتے ہیں۔ اور گو وُہ آگ کا ہی سروپ ہے تاہم آنکھوں کو جھپکا دیتا ہے اِس لئے اُس کا سروپ بھی آگ سے چمک ماتر کلپنا کرتے ہیں۔ اور پھر تحقیق کرنے سے وُہ بجز آگ کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ فقط نام رُوپ ماتر گفتنی ہے ؛

(۲۳) اسی طرح جگت بھی مختلف حقایق یعنی نام رُوپ سے بطور تجلّیات

اُس نُور پرماتما میں ظاہر ہُوا ہے کیونکہ جس شے میں غور کی نظر سے دیکھتے
ہیں تو یا اُس کی شکل ہے جو دوسری شے کی شکل سے مغائر ہوتی ہے
یا اُس کا نام ہے جو ہم نے اُس کی پہچان کے لئے اوروں سے علیحدہ
فرض کر لیا ہے یانی بغیر نام اور روپ کے فقط ہستی ہے جو سب میں
عام ہے۔ اور وُہی ہستی پرماتما ہے۔ پس معلوم ہُوا کہ جس طرح آگ میں
تجلیاں بھی اپنے نام رُوپ سے ظاہر ہوتا ہے اور آگ ہی اُس میں اندر
باہر ویاپک رہتی ہے۔ اسی طرح ہر شے کے نام رُوپ میں ہستی بھی
اندر باہر ویاپک رہتی ہے۔ اور اسی سبب سے ہر ایک کی تصدیق لفظ
"ہے" سے ہوتی ہے۔ تو ثابت ہُوا کہ جگت فقط نام رُوپ ہے جو پرماتما
میں دکھائی دیتا ہے اور پرماتما کی تجلیات ہیں جو اُس سے جُدا نہیں ٭

(۴۳) دیکھو آگ کی تجلیات میں بغیر آگ کے جن کی حقیقت دریافت کریں
تو وُہ فقط نمود بے بُود نام رُوپ ہی ثابت ہوگا۔ اِسی طرح جگت کو بھی
بغیر "ہے" کے دریافت کریں تو فقط نام رُوپ مانند نمود بے بُود ہی ثابت
ہوگا۔ اور اسی نمود بے بُود کو سنسکرت میں متھیا بولتے ہیں کیونکہ جو ہو نہیں
لیکن دکھائی دے وُہی متھیا وُہی کلپت کہلاتا ہے۔ دیکھو سراب گاد میں
پانی ہے تو نہیں پر دکھائی دیتا ہے۔ اِسی سبب سے عالمان اُسے نمود
بے بُود کہتے ہیں۔ اور یہاں بھی اگر غور سے دیکھیں تو تجلیات کی حقیقت
یعنی نام رُوپ مثل پانی سراب گاد کی بغیر "ہے" کے جو پرماتما ہے نمود
بے بُود ہے۔ لیکن جس طرح سراب گاد کا پانی ریگ کی وجود میں بُود پایا ہُوا
سا دکھائی دیتا ہے اُسی طرح یہ بے بُود نام رُوپ جگت بھی پرماتما کی وجود
میں ظاہر ہُوا با بُود سا دکھائی دیتا ہے ٭

(۲۵) مگر جس طرح سراب گاہ کا پانی بھی ست ہوتا ہے اور ریگ اس کی ست کی بھی ست ہے۔ اسی طرح جگت بھی ست ہے اور پرماتما اس کے ست کا بھی ست ہے۔ یہی پرماتما کی اپنشد یا معرفت ہے ٭

(۲۶) یہ نہیں گمان کرنا چاہیئے کہ سراب گاہ میں گو پانی کا نام روپ نمود بے بود ہے لیکن چونکہ اس کا پانی پیاس کی شانتی اور غسل وغیرہ کی تاثیر نہیں رکھتا اس لیئے بے بود تصدیق ہوتا ہے مگر دنیا کا پانی تو پیاس بجھاتا اشنان کا پھل دیتا ہے اس لئے کیونکر تصدیق کریں کہ مثل سراب گاہ کے پانی کے نمود بے بود رکھتا ہے؟ تو یہ گمان غلط ہے۔ کیونکہ جس طرح سراب گاہ میں فقط پانی کی شکل اور اس کا نام نمود ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کے پانی میں اسکی شکل اور ساتھ ہی اس کی تاثیروں کی شکل اور نام بھی نمود ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ تو اشنان وغیرہ کا پھل دیتا ہے وہ نہیں دیتا ٭

(۲۷) دیکھو خواب میں جب ہم دریا چلتا دیکھتے ہیں تو حقیقت میں وہ بے بود ضرور ہوتا ہے مگر جس طرح اس میں شکل ساتھ ہے اس کی تاثیریں بھی نام روپ سے کلپت ہوتی ہیں۔ اس لیئے کہ وہ اشنان پان کا خواب میں فی الجملہ پھل دیتا ہے۔ اسی طرح جاگرت کے پانی کا بھی حال ہے۔ لیکن جیسے خواب سے جاگرت میں آئے ہوئے ان سب کو بے بود تصدیق کرتے ہیں اسی طرح یہاں کی اشیاء اور ان کی تاثیروں اور برتاؤں کو بھی بغیر بود غور سے ہم تصدیق کر سکتے ہیں کیونکہ سب میں موجود ”ہے“ مانند ہے۔ اگر اس ”ہے“ کو الگ تعقل کریں اور انہیں (کیا اشیا۔ کیا تاثیرات) اس سے الگ دیکھیں۔ تو بغیر ”ہے“ کے بے بود

ہونگی گو تاثیریں دیتی ہیں۔اور یہی معرفت ہے۔یہی اُسکی اُپنشد ہے ؛

(۲۸) خواب میں جو عالم دکھائی دیتا ہے اگرچہ اُس میں فی الجملہ تاثیر ہے اور برتاؤ بھی ہوتا ہے لیکن قرار اور ترتیب نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک آن میں گھوڑا دوسری آن میں ہاتھی ہوتا ہے۔مگر یہاں جاگرت میں بھی کلپت قرار اور کلپت ترتیب ہوتی ہے۔اِس سبب سے انجان اُسے ست جانتا ہے۔اصل میں بے وجود مثل سراب کے پانی کے ہے ؛

(۲۹) بہر حال آتما جیوتی سروپ نورٌ علیٰ نور ہے۔تمام کلپت اُسی نور کی تجلیات ہیں۔لیکن بعض جگہ تو فقط تجلی روپ شکل سے متجلی ہوتا ہے۔بعض جگہ اُس تجلی روپ شکل کی تجلی سے تجلیات تاثیر اور برتاؤ کو بھی پار کرتا ہے۔بعض جگہ تجلیات کے قرار اور ترتیب کو بھی رلاتا ہے۔پہلا تجلی تو سراب گاہ میں ہوتا ہے۔دوسرا خواب کے عالم میں تیسرا جاگرت کے عالم میں ہے۔پس کیا جاگرت کیا خواب کیا سراب سب کا سب آپ ہی اُسی تجلیات میں ظاہر ہوتا ہے۔یہی سدھانت ہے

(۳۰) جہاں وہ تجلیات یعنی اشکال و تاثیرات برتاؤ اور قرار و ترتیب سے متجلی ہوتا ہے اُسی کو عامیان ست یعنی ممکن الوجود بولتے ہیں اور وہ خود ست کا بھی ست یعنی واجب الوجود ہوتا ہے۔اِس لیئے اُس کی اُپنشد یعنی معرفت وہ ست کا بھی ست ہے ؛

(۳۱) اب ہم اُس کی تجلیات کی ترتیب پر بھی مختصر اشارہ کرتے ہیں کہ پہلے شروع پیدائش میں اُس کا تجلی آکاش کی شکل میں ہوتا ہے اور قرار و ترتیب کی تجلیات پار ہوتی ہیں۔اِس لیئے اِسی آتما کا

اِس تجلّی میں آکاش نام ہوتا ہے۔ پھر بعد اِس کے ہوا کی شکل میں تجلّی نکلتا ہے۔ اُس میں متجلّی ہوا یہ ہوا کہلاتا ہے۔ اور پھر آکاش اور ہوا میں فرق رُوپ تجلّی لگتا ہے۔ اِس لئے آکاش اور ہوا مفارق معلوم ہوتے ہیں۔ اور پھر آکاش میں کارن کا اور ہوا میں کارج کا تجلّی لگتا ہے۔ اِس لئے تصدیق ہوتا ہے کہ آکاش سے ہوا پیدا ہوتی ہے ۔

(۳۲) پھر ہوا سے آگ۔ آگ سے پانی اور پانی سے مٹی اِسی طرح پیدا ہوتے ہیں۔ پس واقع میں سب کی سب تجلّیات (اشکال و تاثیرات۔ برتاؤ اور قرار و ترتیب) اِسی نور سے اُٹھتی ہیں۔ مگر اِن کے باہمی تعلّق و فرق اور کارن و کارج کے سبب سے یہ عجیب پنجگانہ عناصر پیدا ہوتے دکھاتی دیتے ہیں۔ حقیقت میں وُہی اپنی اِن تجلّیات میں متجلّی بصورت پنجگانہ عناصر ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ سوانگی اپنے سوانگ بناتا ہے ۔

(۳۳) پھر اُن پنجگانہ تجلّیات یعنی عناصر کی چھانٹ ہوتی ہے ہر ایک عنصر کی رُوح (سار) نکالی جاتی ہے۔ وُہ رُوحیں یا تو لطیف تر ہیں۔ یا لطیف یا کثیف۔ اُن میں سے جو لطیف تر نکلتی ہیں اُنہیں ستوگن بولتے ہیں۔ جو لطیف نکلتی ہیں رجوگن کہلاتی ہیں۔ اور جو کثیف ظاہر ہوتی ہیں تموگن نام پاتی ہیں۔ طرفہ میں تمام اُسی کی تجلّیات ہیں جو نمود بےبود ہوتی ہیں۔ اور اُسی کی بُود میں چمکتی ہیں ۔

(۳۴) ہر ایک عنصر کی ستوگن تجلّیات کی ملاوٹ سے وُہ کرنے کی رُوح جو دریافت کا کام کرتی ہے بنائی جاتی ہے جسے عام لوگ دِل یا انتہ کرن بولتے ہیں۔ اور اُن کی رجوگن تجلّیات کی ملاوٹ سے وُہ کرنے کی رُوح جو تا زندگی بدن میں کھینچتی۔ نکالتی۔ روکتی۔ پچاتی کچھ کا کچھ بناتی ہے بنائی

جاتی ہے۔اور اُسے پنچ پران بولتے ہیں ؞

(۳۵) پھر جُداگانہ ستوگن تجلیات سے حواسِ خمسہ بنائے جاتے ہیں جنہیں ہم گیان اِندریاں کہتے ہیں۔اور جُداگانہ رجوگن تجلیات سے وہ طاقتیں جو کرم اِندریاں کہلاتی ہیں بنائی جاتی ہیں۔یہ سب حقائق بلکہ نفس ناطقہ با شعور کشش سربیر کہلاتا ہے۔اور ہر ایک کی تموگن تجلیات سے بدن تیار ہوتا ہے جو ستھول شریر کہلاتا ہے۔اور اِن دونوں کے ملاپ سے انسان ہو جاتا ہے۔اور اُس انسان میں متجلّی ہُوا پرماتما جو دیکھنے کی رُوح ہے چلتا پھرتا دیکھتا سُنتا بات چیت کرتا بلکہ تمام انسانی بیوہار کرتا ہُوا آدمی دکھائی دیتا ہے ؞

(۳۶) مثلاً آگ کے ستوگن سے باصرہ۔آکاش کے ستوگن سے سامعہ۔ہَوا کے ستوگن سے لامسہ۔زمین کے ستوگن سے شامّہ اور پانی کے ستوگن سے ذائقہ پیدا ہوتا ہے جو حواس کہلاتے ہیں۔پھر سب کے ستوگن سے ملا ہُوا من ہوتا ہے۔پھر باصرہ تو خاص آگ کا ستوگن ہے اس لیئے آگ کا دھرم جو رُوپ ہے اُسے دکھانے کا خاص باعث ہوتا ہے۔اسی طرح سامعہ آواز کا۔لامسہ گرم سرد کیفیات کا۔شامّہ بُو کا اور ذائقہ مٹھائی کھٹائی کا آلہ ہوتا ہے کیونکہ یہ تمام تجلیات اُنہیں کے دھرم ہیں۔جن سے یہ حواس رُوح کے طور پر نکالے گئے ہیں۔اس لئے وہ اپنے مبداء کے دھرم کو قبول کرکے ادراکِ حسیات پاتے ہیں ؞

(۳۷) لیکن من تو اُن پنجگانہ عناصر کے ستوگن سے ملاکر بنایا گیا ہے۔اِس لیئے سب کے دھرموں کی تجلیات کو قبول کرتا ہے۔سب کی دریافت کا آلہ ہوتا ہے۔اور سب کی سوچ سمجھ کا کام کرتا ہے؞

مگر وہ حواس تو بیرونی اعضاء آنکھ ناک کان زبان گوشت اور جلد میں رکھے گئے ہیں۔یہ من دلِ صنوبری اور دماغ میں رکھا گیا ہے۔اِس لئے اندر کی چیزوں کو جو سُکھ دُکھ یا تجلیات ہیں دریافت کرتا ہے۔باہر کی اشیاء کی دریافت کے لئے اُنہیں راستوں سے جہاں حواس مرکوز ہیں نکلتا ہے۔اور اُن حواسوں کی مدد سے باہر کے خاص خاص رُوپ وغیرہ بھی دریافت کر جاتا ہے۔پنج پران تو اندر کے کام کرتے ہیں۔اور کرم اِندریاں باہر کے کام مثلاً چلنا پکڑنا وغیرہ کرتی ہیں اور اس من کے ارادے کے تابع ہوتی ہیں۔مگر پنج پران دُرونی من کی بھی تجلّی سے پہلے متجلّیٰ ہیں اس لئے اس من کے ارادے کے تابع نہیں ہوتے بلکہ عماوں کے جو بھوگ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں تابع ہوتے ہیں ؛

(۳۸) اگرچہ حواس یعنی گیان اِندریاں۔کرم اِندریاں۔من اور پران جُدا جُدا حقائق یعنی تجلّیات ہیں لیکن اُن کا برتاؤ تب ہوتا ہے جب من تو پرانوں میں اور حواس من اور پرانوں میں تعلق پاتے ہیں۔کیونکہ جس طرح آگ لکڑی پر لگنے سے روشنی اور جلانے کا کام کرتی ہے اُسی طرح من پرانوں میں اور گیان اِندریاں اور کرم اِندریاں من اور پرانوں میں لگی ہوئیں اپنا اپنا کار و بار کرتی ہیں۔یہی باعث ہے کہ پرانوں کے نکلنے سے یہ سب ساتھ ہی نکلجاتے ہیں جیسا کہ علمِ مُعاملہ میں پرانوں کے جھگڑے سے ظاہر کر دکھایا ہے ؛

(۳۹) اِس طرح یہ تمام حقائق ربط پاتے ہوئے اور مختلف تجلیات سے مُرکب ایک ہی حقیقت ہوکر انسانِ باطن یعنی نفسِ ناطقہ کہلاتے ہیں جسے سنسکرت میں سُوکھشم شریر کہتے ہیں۔اور چونکہ یہ لطیف تر عناصروں سے بنایا

گیا ہے اِس لئے محسوس اور ستھول بھی نہیں ہوتا۔ پر معقول ہے۔ اور وہ بدن لوکثافت کی روحوں سے بنایا گیا ہے اِس لئے محسوس اور ستھول ہے۔ اور اسی کے اندر وہ معقول مندرج کیا گیا ہے جیسا کہ بارہا ذکر کر دکھایا ہے۔

(۵۰) یہی نہیں کہ انسان کا بدن ہی اِس تموگن سے بنایا گیا ہے بلکہ تمام چرند پرند چارپایہ جو جاندار ہیں سب کے ابدان بنائے گئے ہیں۔ اور اُن میں فرق کا تجلی بھی لگایا گیا ہے۔ اِس لئے وہ آپس میں جُدا جُدا دکھائی دیتے ہیں۔ اور پھر سوکھشم شریر بھی ہر ایک میں اُسی طرح آلات کے طور پر مندرج ہیں جیسا کہ انسان میں درج ہیں۔ اور ہر ایک اپنا اپنا برتاؤ کرنے عجیب قدرت دکھاتے ہیں ✦

(۵۱) جانداروں کے ابدان ہی نہیں بلکہ نباتات کے ابدان بھی اسی تموگن تجلی سے بنائے گئے ہیں۔ اور اندر اُن کے بھی اسی سوکھشم شریر کا تجلی رکھا گیا ہے کیونکہ وہ بھی مثل جانداروں کے غذا کھاتے اور پانی پیتے اور پھلتے پھولتے ہیں۔ زیادہ کیا کہیں کیا زمین کیا ہوا کیا پانی کیا آگ کیا آکاش کیا آفتاب کیا ستارہ جو پرتکش دکھائی دیتے ہیں اِسی تموگن تجلی سے بنائے گئے ہیں۔ اور اُن کے اندر وہی ستوگن اور رجوگن تجلیات سے مرکب سوکھشم شریر اسی طرح رکھا ہوا ہے جس طرح آدمی میں رکھا ہوا ہے اگر وہ (سوکھشم شریر) زمین میں نہ ہوتا تو زمین گھاس پات کو کیونکر جنتی؟ یا وہ دفن کی ہوئی چیز کو کیونکر کھا جاتی؟ ہر ایک شے میں نظر کر کے دیکھیں تو کیا آگ کیا پانی ہر چیز کو کھا کر اپنا سوروپ کر لیتے ہیں۔ اور اُن کے اندر وہی پنچ پران یعنی کرنے کی روحیں ہیں جسے ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ اور وہ سب کا نفس ہے ✦

(۵۲) جس طرح آدمی کے ابدان بھی مختلف چیزوں اور مختلف حقائق سے

مرکب ہیں اُسی طرح ہر ایک کے ابدان اور اجسام بھی مختلف چیزوں اور مختلف
حقائق سے مرکب ہیں۔ دیکھو آدمی کے بدن کے اندر استخوان گوشت چربی خون
وغیرہ مختلف اجزا ہیں۔ اسی طرح نباتات اور جمادات میں ہے جس کی اکثر
تحقیقات علم طبعی میں بذریعۂ جیالوجی ہوتی ہے۔ اور یہ سب اُسی شوگتن
نجایات سے تیار ہوتے ہیں۔ جن کی تخمیر سے لطیف کثیف سخت نرم پائے
جاتے ہیں ❊

(۱۳۴) پھر چونکہ اُن سب اجزائے بدنِ انسان میں جو مختلف حقائق کے
اجزا سے بنا ہے ایک ارتباط کا تجلّی لگایا گیا ہے جس ارتباط کے سبب وہ
ایک بدن دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح کیا زمین کیا آسمان کیا ستارہ اگرچہ
مختلف حقائق جُداگانہ اجزاء ہیں تو بھی اِن سب میں ایک ارتباط کا تجلّی لگایا گیا ہے
جیسے زمین کا ربط آکاش پانی ہوا اور آگ سے پرکش ہے۔ اور پھر
آفتاب اور جمیع ستارگان کا آکاش پانی اور آگ اور ہوا سے پرکش ہے
تو یہ سب کے سب ایک تجلّی اُسکے سبب ایک بڑا بدن یا جسم کبیر ہے۔
اِسی کو ہم بدنِ رحمان بولتے ہیں اور سنسکرت میں یہی وراٹ کہلاتا ہے ❊

(۱۳۵) لیکن جس طرح بدنِ انسان میں مختصر سوکھشم شریر یعنی نفس ہے
اِسی طرح اِس بدنِ رحمان میں جو وراٹ ہے نیز جتنا سوکھشم شریر یعنی
نفسِ کلّی ہے۔ اِسی کو دوسرے لوگ رحمان یا خدا بولتے ہیں۔ اور ہم
ہیرنیہ گربھ یا پرجاپتی کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کا نفس یعنی سوکھشم شریر
اُسی کے بدن کے اندر کام کرتا ہے اُسی طرح یہ نفسِ کلّی بھی جو خدا
یا ہیرنیہ گربھ ہے سب میں سب کچھ کرتا ہے اور جو اُسی کے کاموں کو
عام لوگ قدرتی کام نامزد کرتے ہیں۔ دیکھو زمین سے گھاس پات نکلنے

ہیں۔آسمان سے بارش اُترتی ہے۔ستیارے برابر گردش کرتے ہیں۔یہ سب
کام اسی کرنے کی رُوح کے ہیں جو خُدا یا ہرنیہ گربھ ہے ٭

(۴۵) یہ نہیں گمان کرنا چاہئے کہ خُدا تعالیٰ جو ہرنیہ گربھ ہے ایک
حقیقت رکھتا ہے بلکہ جس طرح نفسِ انسانی گیان اِندریوں اور کرم اِندریوں
من اور پنج پران رُوپ مختلف خلائق کی تجلیات سے ایک بنایا گیا ہے۔اسی
طرح خُدا تعالیٰ بھی جو ہرنیہ گربھ کُلی نفس ہے مختلف خلائق یعنی گیان
اِندریوں۔کرم اِندریوں۔من اور پنج پران سے ایک بنایا گیا ہے ٭

(۴۶) جس طرح ہمارے حواس یا گیان اِندریاں آنکھ کان ناک وغیرہ میں
رہتے ہیں۔اُسی طرح اس کی گیان اِندریاں بھی سُورج اطراف آکاش آگ ہوا
وغیرہ میں مرکوز ہیں۔اور جس طرح ہمارا من ہمارے دل میں رکھا ہُوا ہے
اسی طرح اُس کا من چاند میں مرکوز ہے۔اور جس طرح ہمارے پنج پران
ہر عضو میں مرکوز ہیں اُس کے پنج پران بھی وراٹ کے ہر ایک جزو میں مرکوز ہیں

(۴۷) ہم جب آنکھ سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی سُورج سے دیکھتا ہے کیونکہ جیسے
ہماری آنکھ ہمارے دیکھنے کی گذرگاہ ہے ویسے ہی آفتاب بھی جو اُسکی آنکھ ہے
اُس کے دیکھنے کی گذرگاہ ہے۔ہم کانوں سے سُنتے ہیں تو وہ اطراف سے سُنتا
ہے۔وہی اطراف اُس کے کان ہیں۔ہم دل میں سوچتے سمجھتے اور اندیشہ
کرتے ہیں تو وہ بھی چاند میں جو اُس کا دِل ہے سوچتا سمجھتا اندیشہ کرتا
ہے۔اور جس جس عضو میں جس جس طرح نفس ناطقہ کا تعلق ہمارے بدن
میں ہے اُسی طرح مختلف مختلف عضو سے خُدا یعنی ہرنیہ گربھ کا جسم کبیر یعنی
وراٹ سے تعلق ہے۔جس طرح یہ بدن اور نفسِ ناطقہ مل کر انسان کہلاتا ہے
اُسی طرح یہ برہمانڈ اور خُدا تعالیٰ بھی مل کر رحمان کہلاتے ہیں ٭

(۴۸) یہی وجہ ہے کہ عارفین تصدیق کرتے ہیں کہ انسان صورتِ رحمان پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اُسی کے فرزند اُسی کا رُوپ ہیں۔ ہم بیٹے ہیں پرجاپتی باپ ہے۔ وُہ زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ ہم اُسی کے شاہزادے ہیں اور اُس کا ورثہ پانے والے ہیں۔ اب یُوں سمجھو کہ جب وہ سب میں سب کچھ کرتا ہے تو اسی سبب سے ویدانتیوں میں اُسے سمشٹی (समष्टि) کے لفظ سے بولا کرتے ہیں لیکن ہم جو اُسی کے مانند اپنے مختصر اور خاص بدن میں سب کچھ کرتے ہیں ویشٹی (व्यष्टि) کے لفظ سے بولے جاتے ہیں ÷

(۴۹) ہمارا بدن ویشٹی ہے اُس کا بدن سمشٹی۔ ہمارا نفس ویشٹی ہے اُس کا سمشٹی۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ ویشٹی اپنی سمشٹی سے۔ اجزا اپنی حویلی سے اور فردیں اپنی کُل سے علیحدہ نہیں ہو جاتیں بلکہ وُہی ہوتی ہیں۔ اسی طرح ہماری آنکھیں اُسی کی آنکھیں ہمارے کان اُسی کے کان ہمارے سر اُسی کے سر ہیں ÷

(۵۰) یہی سبب ہے کہ وید منتر فرماتے ہیں ہزاروں اُسکے سر ہیں۔ ہزاروں اُس کی آنکھیں ہیں۔ ہزاروں اُسکے پاؤں ہیں۔ اگرچہ ہماری آنکھیں اور ہمارے کان بھی اُسی کے سر اور آنکھیں اور کان ہیں مگر آفتاب اُس کی خاص آنکھ ہے جو کلپ تک قرار یاب ہے۔ ہماری آنکھیں ایسی قرار یاب نہیں ہیں اِس لئے بوجہ خصوصیت کے شانشر ہیں اُس کے خاص اعضا بیان کئے جاتے ہیں اور اُن میں جو حواس اور قویٰ کرنے کی رُوحوں کے ہیں اُنہیں مؤکل یا دیوتا بولتے ہیں ÷

(۵۱) اگرچہ ہمارے حواس اور قویٰ اور کرنے کی روحیں بھی اُسی کرنے کی توجہ کی شاخیں ہیں اِس لئے وُہ بھی ملائک اور مؤکل ہیں۔ تو بھی وُہ

ہم سے جو مختصر بدن رکھتے ہیں تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ادھیاتم یعنی انفسی بولا کرتے ہیں اور انہیں ادھی دیوک یعنی الٰہی بولا کرتے ہیں۔

(۴/۵۲) اب یوں سمجھو کہ ہر ایک شئے میں چند چند متوکل مددگار ہیں۔ اس لئے اس شئے سے دنیا کا کام ہوتا ہے اور نیز یہ ادھیاتم پران جو ہمارے کرنے کی انفسی روح ہے ادھی دیوک کی مدد سے موافق عملوں کے مقرر وقت تک بدن سے علاقہ پاتا ہے جس طرح وہ علاقہ پاتا ہے ہم مثال سے بیان کرتے ہیں۔ ویدوں میں اسے بچھڑے کی مثال سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس میں دانش کی روح تو اپنی نہیں ہے بلکہ اس دیکھنے کی روح کے پرتو سے دانش کی روح اکٹھی ہے جس کا تعلق وہی اسی دیکھنے کی روح کے سبب سے ثابت ہوتا ہے۔ اس سے لئے اسی بیدانشی کے سبب سے عزیز بچھڑے کی مثال دی گئی ÷

(۴/۵۳) جس طرح بچھڑے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے لئے مکان۔ پھرنے کا کمرہ باندھنے کی میخ۔ رسی اور گھاس ہو۔ اسی طرح اس بچھڑے کا مکان تو بدن ہے جس میں یہ رہتا ہے۔ بغیر بدن کے وہ کام نہیں کر سکتا ÷

(۴/۵۴) دماغ اور آنکھیں بلکہ جملہ اعضا اس کے پھرنے کے کمرے ہیں۔ ہر ایک عضو میں وہ بچھڑا اپنا کام کرتا ہے۔ لیکن خاص دماغ جو اس کی دانش کی روحیں ہیں کھیلنے کا کمرہ ہے کیونکہ شدہ جو اس کی طبعی کام کی شاخیں ہیں وہ تو ہر عضو میں مرکوز ہیں اور خاص جگہ اس کا اصل ہے۔ مگر دانش کی روحیں بطور شاخیں اس سے نکل کر جب دل و دماغ میں پہنچتی ہیں تو ادراک اور حس و حرکت کا کام کرتی ہیں۔ اس لئے دل و دماغ خاص دانشوں کے برتاؤ کا کمرہ ہے ÷

(۵۵) رُوحِ بخاری اُس کی میخ ہے۔ کیونکہ جس طرح بچھڑا میخ سے بندھا ہُوا مکان سے باہر نہیں نکل جاتا اسی طرح جب تک رُوحِ بخاری بدن میں قائم رہتی ہے یہ بھی بدن میں رہتا ہے۔ اور جب رُوحِ بخاری تحلیل پاجاتی ہے تو پھر یہ بدن سے نکل جاتا ہے۔ اسی کو عامیان موت بولتے ہیں ؀

(۵۶) جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے پہلا استحالہ اُس کا معدہ میں ہوتا ہے۔ اُس میں جو کثافت اور فُضلہ ہوتا ہے جُدا ہوکر امعا کے راستے غلاظت سے باہر نکل جاتا ہے۔ وہ جو اُس کا لطیف رس ہوتا ہے جگر میں جاتا ہے اور وہاں نُضج پاتا ہے۔ اور اُسکی کثافت بصورتِ پیشاب مثانہ میں آجاتی ہے۔ اور احلیل کے راستے سے نکل جاتی ہے۔ اور اُس میں سے جو لطافت جگر میں پکتی ہے اُس سے اخلاط بنتے ہیں۔ اور یہ خلطیں براہ رگوں کے ہر عضو میں پہنچتی ہیں ؀

(۵۷) لیکن رگوں اور عضوؤں میں بھی پھر یہ پکتی ہیں اور اُن سے بھاپیں بصورتِ تبخیر نکلتی ہیں جو ارواحِ طبعی کہلاتی ہیں۔ اُن میں بندھا ہُوا یہ پران یعنی بچھڑا طبعی کام کرتا ہے اور انہیں کے تعلق سے یہ پنچ پران کہلاتا ہے کیونکہ بطورِ کلیات اُس کے جملہ پانچ کام ہیں جن کی تشریح ہم علم متعاملہ میں کر چکے ہیں ؀

(۵۸) پھر کیونکہ یہی خلطیں جب دلِ صنوبری میں آتی ہیں تو وہاں بھی نُضج پاتی ہیں اور اُن سے ایک بھاپ بصورتِ بخار اُٹھتی ہے جو منفذوں کے وسیلہ سے بدن میں بھرتی ہے اور بدن کو طاقت و قوّت دیتی ہے۔ اسے طبیب لوگ رُوحِ حیوانی بولتے ہیں۔ اور یہی بھاپ جب شریانوں کے وسیلہ سے دماغ میں جاتی اور پھیلتی ہے تو یہاں اُسے دوسری کیفیت حاصل ہوتی ہے۔

اور کرنے کی رُوح کی مظہر ہوتی ہے جو اِدراک کا کام کرتی ہے۔ اسی سبب سے
طبیب لوگ اِس رُوحِ بُخاری کو رُوحِ نفسانی بولتے ہیں۔ اس طرح یہ بھاپ
یعنی بُخار بھی جو خلطوں سے پیدا ہوتی ہے طبیب لوگ اِسے رُوح بولتے ہیں
لیکن اصل میں یہ رُوح نہیں بلکہ اخلاط کا بُخارِ لطیف ہے۔ تو بھی کرنے کی
رُوح کی قید گاہ ہے کیونکہ جب تک یہ بُخارِ لطیف رہتا ہے وہ بچھڑے کی
طرح اِس میں بندھا رہتا ہے یہ گویا بدن کے اندر اُس کی میخ ہے ؛

(۵۹) مگر میخ بھی بچھڑے کو نہیں باندھ سکتی جب تک کہ رسّی نہ ہو۔ ہر قسم کا
کھانا اُس کا رسن ہے کیونکہ یہ بُخاری رُوح ہر آن تحلیل پاتی ہے۔ کھانا کھایا
ہُوا اُس کا بدن ہوتا ہے اِس لئے کھانا بمنزلۂ رسن کے ہے۔ اس طرح
اِس رسن سے اُس میخ سے بندھا ہُوا یہ پران بدن میں کام کرتا ہے۔ جب
یہ بُخاری رُوح تحلیل پا جاتی ہے تو پھر یہ نوجوان بچھڑے کی طرح بدن سے
نکل جاتا ہے یہی اس کی عادت ہے ؛

(۶۰) یہ ہماری اپنی کپول کاپنا نہیں بلکہ پرانوں کی معرفت میں شِشُو
(शिशु) برہمن اسی طرح بیان کرتا ہے۔ کیونکہ ہم ارنیک بھاگ میں سُنتے
ہیں کہ جو شخص بچھڑے کو اُس کے مکان کو اُس کے مکان کے کمروں کو اُسکی
میخ کو اور اُس کے باندھنے کی رسن کو جانتا ہے اپنے مخالف بھائیوں پر فتح پاتا ہے

(۶۱) مخالف بھائی یہاں وُہی حواس اور من ہیں کیونکہ وہی سے وِشیوں
میں لگاتے اس کو دیکھنے کی رُوح کی پہچان سے روکتے ہیں جو اس کا اعلیٰ مقصد
ہے۔ جب وُہ اس طرح اس بچھڑے کو مع اُس کے اسباب مذکور کے جان
جاتا ہے تو پھر اُن کو وِشیوں سے بآسانی روک لیتا ہے یہی اسکی شناخت کا
پھل ہے۔ ایسا شُرتی بیان کرتی ہے ؛

*(دیکھو برہدارنیک اُپنشد ادھیائے دوسرا۔ برہمن دوسرا)

وہ آنکھ دو کان دو ناک اور ایک منہ جملہ سات بھائی ہیں جو اسے رشیوں میں لگاتے ہیں۔ انتر شکھ نہیں ہونے دیتے۔ انہیں کو تابع کرنے کے لئے تمام شریعت اور اپاسنا کی جاتی ہے مگر اس بچھڑے کی معرفت سے پھر یہ سہل تابع ہو جاتے ہیں ؎

(۶۳) یہ پران ورتھ میں بچھڑا ہے۔ اس کا یہی بدن طویلہ ہے۔ اور دماغ اسکا پھرنے اور نکلنے کا کمرہ ہے۔ روح بخاری اس کی میخ ہے۔ کھانا اس کا رسن ہے آنکھ کے کمرے میں سات گوالے ہیں جو اسے پالتے ہیں۔ یہ جو آنکھ میں سرخ ڈورے ہیں ان میں رودر دیوتا اسے پالتا ہے کیونکہ جب غصہ کرتا ہے تو آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اور یہ رودر دیوتا اسکی مدد میں اٹھتا ہے۔ اور یہ جو آنکھوں میں پانی بستا ہے اور آنسو کہلاتا ہے اس میں بادلوں کا فرشتہ رہتا ہے اور اسے پالتا ہے کیونکہ جس طرح بادلوں سے پانی برستا ہے اسی طرح غم میں آنکھوں سے بھی آنسو نکلتے ہیں۔ اسی طرح وہی فرشتہ جو بارش کے لیے بادلوں میں مرکوز ہے انسان کی آنکھ میں بھی مرکوز ہے اور اس بچھڑے کا گوالہ ہے ؎

(۶۴) وہ جو آنکھوں میں ثقبۂ عنبیہ منظر گاہ ہے اس میں سورج دیوتا بستا ہے اور اسے دیکھنے کے لئے مدد دیتا ہے کیونکہ بغیر مدد آفتاب وہ مرئیات کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے سورج دیوتا بھی اس کا گوالہ ہے ؎

(۶۵) وہ جو آنکھ میں سیاہی کا حلقہ ہے اس میں اگنی دیوتا سورج کا نائب بستا ہے کیونکہ سورج کے غروب ہونے پر آگ اس کی جگہ دکھانے کا کام کرتی ہے۔ اور وہ جو آنکھ میں سفیدی ہے اس میں اندر دیوتا بستا ہے اور آنکھ کی گردش میں اسے مدد دیتا ہے اور اس بچھڑے کو پالتا ہے۔ نچلی پلک میں زمین کا مؤکل اور اوپر کی پلک میں آسمان کا مؤکل بستا ہے اور اسے گرد و

غبار سے بچاتا دونوں پلکوں کو منطبق کرتا ہے اور آنکھ کی چمک میں اُسے صاف کرتا رہتا ہے۔اس لئے وہ بھی اِسی بچھڑے کا گوالہ ہے۔ وہ جو اِس طرح اِن گوالیوں کو جانتا ہے اُس کی خدمتوں کا بھوگ کبھی ختم نہیں ہوتا بلکہ اپنی ہر ایک خدمت کے لیئے خدمتگاروں کو مُفت پاتا ہے ؛

(۶۶) وید کا منتر ہے کہ ایک اَوندھا چمس بِل ہے اُس میں وِشو رُوپ یش رکھا ہُوا ہے اور اُسکے کناروں پر سات رِشی رہتے ہیں۔اور کلام آٹھواں ہے جو برہم کو بتلاتا ہے چمس نام ایک برتن کا ہے جو یگ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اور وُہ گول ہوتا ہے۔اور بِل بھی ایک مشہور درخت کا پھل ہے جس میں اکثر دوائی ہندی طبیب رکھا کرتے ہیں۔اگر بِل کے اُوپر چمس کو اَوندھا کرکے رکھیں تو بعینہٖ آدمی کے سر کی شکل ہو جاتی ہے۔اِس لئے منتر میں بطور معمّا پڑھا گیا ہے کہ ایک اَوندھا چمس بِل ہے یعنی آدمی کا سر ہے ؛

(۶۷) اور اُس میں وِشو رُوپ یش رکھا ہُوا ہے یعنی یہی پران جو کرنے کی رُوح ہے ایک یش ہے جو اُس میں بھرا ہُوا ہے۔اور وہ وِشو رُوپ ہے کیونکہ تمام جگ اسی کا بنا ہُوا ہے۔اور اسکے کنارے پر سات رِشی ہیں یعنی آنکھ کان ناک مُنہ جو کنارے ہیں سات رِشی ہیں۔اور کلام آٹھواں ہے جو برہم کو بتلاتا ہے ؛

(۶۸) دو کان دو آنکھ دو ناک ایک مُنہ جُملہ سات قوی مدرکہ سات رِشی ہیں جو برہم کو سُنتے ہیں۔اور کلام آٹھواں ہے جو برہم کو اپنے اندر بیان کرتا ہے اس طرح ان رشیوں کی مجلس میں برہم کی کتھا ہوتی ہے۔اور چمس بِل دماغ میں جو یگ کا پاتر ہے یش ملتا ہے۔یہ اس منتر کا مطلب ہے ؛

(۶۹) یہ دونو کان تو گویا گوتم اور بھار دواج رِشی ہیں۔ دائیں گوتم بائیں

بھاردواج رشی بیٹھا ہے۔ یہ دونوں آنکھیں گویا وشوامتر اور جمد اگنی رشی ہیں دائیں وشوامتر اور بائیں جمد اگنی ہے۔ یہ دونوں ناک کی نتھنیاں گویا وشسٹ اور کشیپ رشی ہیں۔ دائیں نتھنی وشسٹ بائیں نتھنی کشیپ (कश्यप) رشی ہے۔ کلام گویا اَتری (अत्रि) رشی ہے جو برہم کی کتھا سُناتا ہے اور نیز کھاتا ہے۔ جس طرح کتھا زبان سے ہوتی ہے اور کھانا بھی زبان سے ہوتا ہے اور سنسکرت میں جو کھاتا ہے اُسے بھی اَتری کہتے ہیں۔ اس طرح جو کوئی عقیدہ کرتا ہے وہ سب کھانوں کے کھانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور سب بھوگ اُسے مفت ملتے ہیں۔ اِس طرح شِشُو برہمن میں لکھا ہے ؛

(۷۰) اجات شترو کی تعلیم میں یہ لکھا تھا کہ پران ست ہیں۔ اِس لیئے شِشُو برہمن کے ترجمہ سے پرانوں کی اُپنشد بیان کردی گئی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ وہ پران کیا ہیں؟ اور کس طرح وہ ست ہیں؟ اور کیونکر پنج بھوتوں سے وہ نکالے گئے ہیں؟ اور پنج بھوت کیونکر ست ہیں؟ جن کی نفی سے وہ ست کا ست بے چوں و چرا جانا جاتا ہے ؛

(۷۱) اگرچہ ساری دُنیا پنج بھوتوں کا کارج ہے اور خود بیشمار رُوپ ہے تو بھی بطور اختصار جُملہ دو قسم سے ہے۔ یا مُورت ہے یا اَمورت۔ یا مرنے والا یا اَمر۔ اِنکی باسنا رُوپ اُپادھی سے برہم سروگیہ سرب شکتی مان کہلاتا ہے۔ اِنہیں اُپادھیوں کے دُور کرنے سے وہ بیچون وچرا ست کا بھی ست ہے۔ یہ اِس تصدیق سے جانا جاتا ہے۔ اِس لئے مُورت اَمورت برہمن کا بھی ترجمہ کرتے ہیں ؛

(۷۲) ٭ ہم اس برہمن میں یُوں سُنتے ہیں کہ یقیناً برہم کے جُملہ دو رُوپ ہیں۔ یا مُورت ہے یا اَمورت۔ یا مرنے والا ہے یا اَمر۔ یا محدُود ہے یا غیر محدُود

٭ یہاں سے برہدارنیک اُپنشد کے دُوسرے ادھیا کا تیسرا برہمن شروع ہوتا ہے ؛

یا منقول ہے یا غیر منقول یا محسوس ہے یا معقول۔ اگرچہ اپنی ذات میں وہ بے
رُوپ ہے مگر بیگانہ رُوپوں سے وُہی رُوپی ہوتا ہے ✦

(۳ے) یہ نہیں تعجب کرنا چاہیئے کہ وُہ بے رُوپ کس طرح بیگانہ رُوپوں سے رُوپی
(رُوپ والا) ہو جاتا ہے۔ چونکہ خود رُوپ رُوپ والا نہیں ہو سکتا ہے یا خود جسم
مجسّم نہیں ہو جاتا۔ اِس لئے جو بے جسم ہے وُہی مجسّم اور جو بے رُوپ ہے وُہی رُوپ
والا ہو سکتا ہے۔ اگر بے جسم مجسّم نہیں ہو سکتا تو کیا جسم مجسّم ہو سکتا ہے؟ ہرگز
نہیں۔ وُہ تو خود جسم ہے کیونکر مجسّم تصدیق ہو سکتا ہے؟ اِس لئے اُنکا خیال
جو ایشور کو مجسّم ہونا نہیں مانتے ہیں غلط ہے

(۴ے) ہاں یہ ضرور ہے کہ جب وُہ جسم کی اُپادھیوں سے مجسّم ہوتا ہے
یا نام رُوپ اُپادھیوں سے نام رُوپ والا ہوتا ہے تو اُس میں جسم یا نام رُوپ
الضمام نہیں پاتے بلکہ وُہ جُوں کا تُوں پاک بے جسم اور بے نام رُوپ رہتا ہے۔
جس طرح سفید بلّور کا گلاس بھی سُرخ شراب سے بھرا ہوا سُرخ تصدیق
ہوتا ہے تو بھی بیگانہ سُرخی سے چھُوت نہیں پاتا ہے۔ اسی طرح شُدھ برہم
بھی جسم یا نام رُوپ اُپادھیوں سے مجسّم اور نام رُوپ والا ہوتا ہے تو بھی
اُن سے چھُوت نہیں پاتا ✦

(۵ے) بلکہ کیا جسم کیا نام کیا رُوپ اُسی کی تجلّیات ہیں اور وُہ اپنی ہی تجلّیات
میں متجلّی ہوتا مجسّم اور رُوپ والا کہلاتا ہے۔ اِس امر کی تفصیل ہم پہلے لکھ آئے
ہیں۔ جب وُہ ان تجلّیات کو رفع کرتا ہے تو وہی بے جسم اور بے نام رُوپ
ست کا بھی ست اپنے آرام میں ہوتا ہے جیسا کہ غرقِ نیند میں بارہا ثابت
کر دکھایا ہے۔ اب اس بریحث میں یہ ثابت کرنا ہے کہ اُن رُوپوں کو جو تمام
میں ست دکھائی دیتے ہیں اور جن سے وُد رُوپ والا ظاہر ہوا ہے واسنٹ

سے نفی کرکے کہ "یہ رُوپ بھی وُہ نہیں" یہ جو باقی بے رُوپ رہتا ہے وُہی حق ہے اور وہی ست کا بھی ست ہے

(۱۷) جب تک نام رُوپ میں اُسے پہلے نہ ثابت کیا جائے اور پھر نام رُوپ کی نفی کرکے اُسے بے نام و نشان نہ ثابت کیا جائے وہ کیونکر بیچون و چرا ست مانند پہچانا جائے۔ اِس لئے شرتی بھگوتی مختصراً فرمانی ہے کہ اُس بیچوں و چرا بے رُوپ کے جملہ دو رُوپ ہیں یا مُورت یا اَمُورت ؛

(۷) مُورت نام شکل کا ہے۔ امُورت اُس کے خلاف ہے جو شکل نہیں رکھتا۔ وُہ جو فنا پاتا ہے اُسے مرنے والا کہتے ہیں۔ وُہ جو فنا نہیں پاتا اُسے اَمر بولتے ہیں۔ جس کا اندازہ ہو سکتا ہے وُہ محدُود ہوتا ہے۔ جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا وُہ غیر محدُود ہوتا ہے۔ جو ایک جگہ سے دُوسری جگہ پہنچایا جا سکتا ہے وُہ منقُول ہو سکتا ہے۔ جو دُوسری جگہ نہیں پہنچایا جا سکتا وُہ غیر منقُول ہوتا ہے۔ جو حواسوں سے جانا جا سکتا ہے وُہ محسُوس ہوتا ہے۔ جو حواسوں سے نہیں بلکہ عقل سے جانا جاتا ہے وُہ معقُول ہوتا ہے ؛

(۸) اب یُوں سمجھو کہ اصل میں جملہ حقائق ممکنہ دوگانہ ہیں۔ یا مُورت ہیں یا امُورت۔ باقی چارگانہ اُنہیں کی صفتیں ہیں۔ کیونکہ جو مُورت ہے اجزاء سے مُرکب ہے اور وُہی مرنے والا ہے وُہی محدُود ہے اِس لئے وُہی منقُول ہے اور وُہی محسُوس ہے۔ لیکن وُہ جو امُورت ہے اجزاء میں نہیں ترکیب پاتا ہے اِس لئے وُہی اَمر ہے وُہی غیر محدُود وُہی غیر منقُول اور وُہی معقُول ہے ؛

(۹) اِس لئے شرتی بھگوتی فرماتی ہے کہ برہم کے دو ہی رُوپ ہیں یا تو مُورت یا امُورت۔ اور مُورت کو مرنے والا محدُود منقُول محسوس بھی کہتے ہیں اور اَمُورت کو اَمر غیر محدُود غیر منقُول معقُول بھی بولتے ہیں۔ اصل میں جملہ دوگانہ مُورت یا

امُورت ہیں۔اور دونوں رُوپ اُس بے چُون ویسے رُوپ حق کے ہیں ٭

(۸۰) یہ مُورت رُوپ جو برہم کا ہے آکاش اور ہوا کے علاوہ تین بھوت آگ پانی مٹّی کا ہے۔یہی مرنے والا ہے۔یہی محدُود ہے یہی منقُول ہے۔یہی محسُوس ہے اور یہی ست ہے۔اس مُورت یعنی مرنے والے محدُود منقول محسُوس اور ست کے جو تین بھوت آگ پانی اور مٹّی ہیں اُن کا یہ قرُصِ خورشید سار ہے جو پرکاش تپتا اور چڑھتا ہے۔انہیں کے ست کا یہ رس ہے ٭

(۸۱) اب امُورت کیا ہے؟ یہی آکاش اور ہوا امُورت ہے۔یہی امر ہے۔یہی غیر محدود یہی غیر منقُول۔یہی معقُول اور یہی ست ہے۔اس امُورت امر غیر محدُود۔غیر منقُول۔معقول ست کے جو دو بھوت آکاش اور ہوا ہیں یہ کرنے کی رُوح اُن کا سار ہے جو اس قرصِ خورشید کے اندر مقیم ہے اور سُورج پُرش کہلاتی ہے اور یہی اُن کے ست کا رس ہے۔یہ ادھی دیو ہے۔اسی کو ہم ہرنیہ گربھ اور دُوسرے اِسی کو خُدا بولتے ہیں ٭

(۸۲) یہ نہیں گُمان کرنا چاہئے کہ پہلے مُورت میں تین عنصر آگ پانی مٹّی بیان کئے ہیں تو اُس میں آکاش یا ہوا کا حصّہ نہیں۔بلکہ ہے گرچہ بہت قلیل ہے۔لیکن کثرت سے وہ تین عناصر ہیں یہ شرتی کی مُراد ہے جیسے کہ آدمی کا بدن مٹّی کے حصہ کی کثرت کے سبب سے خاکی بولا جاتا ہے۔اِسی طرح سُورج میں جو کرنے کی رُوح ہے یہ نہیں کہ آگ پانی مٹّی کا سار جو ستوگن ہے اُس میں نہیں ہے بلکہ ہے۔لیکن بہت تھوڑی ہے۔آکاش اور ہوا کا ستوگن کثرت سے ملایا گیا ہے۔اِس لئے وہ امُورت ہے۔یہ مقصُود ہے ٭

(۸۳) اب ادھیاتم بیان کرتے ہیں۔یہ جو مُورت ہے یعنی بجز اِس ہوا اور آکاش کے (جو انتر میں ہے) آگ پانی مٹّی مُورت ہے۔یہی مرنے والا

یہی محدود یہی منقول یہی محسوس یہی ست ہے پس مُورت یعنی مرنے والے محدود منقول محسوس ست کا یہ سار ہے جو انسان کی آنکھ ہے اِسی ست کا یہ خلاصہ ہے اور رس ہے جو حدقۂ چشم ہے ٭

(۸۴) مگر اَمُورت آکاش اور ہَوا ہے اور یہی امر غیر محدود غیر منقول معقول ست ہے اِسی اَمُورت آکاش اور ہَوا کا اور اسی امر غیر محدود غیر منقول معقول ست کا یہ خلاصہ ہے جو حدقۂ داہنی چشم میں کرنے کی رُوح ہے اور انسان کا سُوکھشم شریر یا انتہ کرن کہلاتا ہے اِنہیں کا یہ رس یا نتیجہ ہے یہ ادھیاتم ہے ٭

(۸۵) اب اُس کرنے کی رُوح کا رُوپ کیا ہے جو سُوکھشم شریر کہلاتا ہے ؟ اِس کو آپ ہی شُرتی فرماتی ہے کہ اِس باطن پُرش کا رُوپ بھی اب سمجھنا چاہئے جیسے ہلدی کا رنگا ہوا کپڑا ہوتا ہے یا خود رنگ کا اُونی کپڑا ہوتا ہے یا جیسے بیر بھہوٹی (جانور) ہوتی ہے یا جیسے آگ کی آرچی سُرخ ہوتی ہے یا جیسے کنول ہوتا ہے یا جیسے دفعتاً بجلی چمکتی ہے ویسا اِس کا رُوپ ہے۔ وہ جو اسے دفعتاً بجلی کی طرح باسنا والا جانتا ہے اُس کو سب سِدّھی ہوتی ہے۔ اور یہ ست ہے ٭

(۸۶) یہاں مطلب شُرتی کا یہ ہے کہ انتہ کرن کی حقیقت ایسی ہے جس میں ہر ایک شَے کی دانش کی باسنا منقش ہے۔ کیونکہ جو جو ہم جانتے پہچانتے ہیں سب کی دریافت کی باسنا بطور نقش انتہ کرن میں چھپتی ہے۔ اور اُن باسناؤں کے سبب سے وہ چیر بستر کی طرح رنگا رنگ کا ہوتا ہے۔ اسی سبب سے مختلف مثالیں رنگوں کی شُرتی نے دی ہیں ٭

(۸۷) دیکھو جب یہ باسنائیں ہمارے اندر متجلّی ہوتی ہیں تو اُنہیں کو آدمی اپنے خیالات یا برتیاں کہتا ہے۔ اور جب یہ متجلّی نہیں ہوتیں تو سب کی دانشیں نقش کی طرح شانت اندر میں رہتی ہیں۔ پس باسنا نام اُنہیں دانشوں کا ہے جو غیر متجلّی ہمارے اندر ہیں۔ لیکن ہم میں وہ بجلی کی طرح یک لخت متجلّی اُنہیں ہوتیں بلکہ بعض طبعی طور

پر بعض تعلیم کے طور پر بعض دریافت کے طور پر متجلّی ہوتی ہیں۔اور ہرنیہ گربھ میں جو قرصِ خورشید کے اندر جتلایا گیا ہے نفسِ کلّی ہے۔اس میں سب کی دانشیں یک لخت شروعِ پیدائش سے دفعتاً متجلّی ہیں اور تا قیامت یعنی مہاپرلے تک قائم ہیں۔اس لئے وہ سروگیہ ہے اور ہم الپگیہ +

(۸۸) جب عالمِ غیب سے نفسِ کلّی جو ہرن گربھ ہے نکلتا ہے تو ساری اشیاء کی دانشیں یک لخت بجلی کی طرح یوں متجلّی ہوتی ہیں کہ یہ شے اس طرح بنتی ہے اور اس وقت بنتی ہے اور اس معیّن وقت تک قائم رہتی ہے یا رہیگی وغیرہ اور پھر اس کے یہ سنکلپ مہاپرلے تک ایک ہی ہرنی روپ سے قائم و قرار یاب رہتے ہیں۔اسی سبب سے شرتی نے اسے بجلی کی طرح یک لخت متجلّی ہونا بیان کیا ہے۔اور اس کی دریافت کا پھل بھی بیان کیا ہے کہ وہ جو اس پر ایمان لاتا ہے اسے شری یعنی عزّت ملتی ہے +

(۸۹) لیکن ہماری سب دانشیں بھی اگرچہ دانش روپ سے اندر مرکوز ہیں تو بھی یک لخت دفعتاً متجلّی نہیں ہوتیں۔بلکہ لڑکپن میں وہی طبعی طور پر جس قدر کہ ضرورت ہے متجلّی ہوتی ہیں اور جوانی میں بھی اسی قدر جو مناسب ہے۔اور پھر بعض تعلیم سے اور بعض تجربہ سے متجلّی ہوتی ہیں۔اس لئے ادبیاتم۔ باسنا روپ اپادھی میں وہ دیکھنے کی روح آئی ہوئی الپگیہ کہلاتی ہے اور آدھی دیوک اپادھی میں آئی سروگیہ کہلاتی ہے۔اصل میں کیا سروگتا کیا الپگتا بگیان کرنے کی روح کے دھرم ہیں جو باسنا روپ سے غیر متجلّی ہوتے اس میں نقش کیے گئے ہیں سچیتن دیو پرماتما ساکھشی ان سے پاک ہے یہ مطلب شرتی کا ہے +

(۹۰) اب آپ ہی شرتی صورت امورت دونوں برہم کے روپ بیان کرکے

اُن کی نفی کرتی اور اس ساکھشی چیتن بے روپ بے صفات کا اُپدیش کرتی ہے کہ اس کے بعد یہ اُپدیش ہے "وہ یہ نہیں یہ نہیں" بلکہ مُورت اَمُورت سے برتر حق ہے جو بے چُون و چرا ہے۔ اور یہ سب اُسی کے کلپت نام روپ ہیں حقانی نہیں۔ اس لیے وہ ست کا بھی ست ہے۔ پران واقع میں ست ہیں جو ہرنیہ گربھ یعنی خدا ہے۔ اور وہ اس کا بھی ست ہے۔ یہی اس کی اُپنشد ہے ❊

(۹۱) مدعا شرتی کا یہی ہے کہ عامیان مُورت کو مرنے والی دیکھتے ہیں اس لیے اُس کا روپ نہیں مانتے۔ مگر اَمُورت کرنے کی رُوح کو امر جانتے ہیں اُسے برہم کا روپ طبعی طور پر خیال کرتے ہیں۔ اِسی وجہ سے عامیان متوسط درجہ کے دانشمند ایمان رکھتے ہیں کہ جو سب کچھ کرتا سروگیہ اَمُورت ہے وہ حق ہے ❊

(۹۲) مگر ثابت کیا گیا ہے کہ وہ جو کرنے کی رُوح سروگیہ سب کچھ کرتی ہے ہرنیہ گربھ ہے اور انہیں عنصروں کا سار ہے جیسے مُورت بھی انہیں عنصروں کا سار ہے۔ جس طرح وہ بھی نام روپ سے کلپت اُس کی اُپادھی ہوئی ہے اور اُسی کے تعیّن کے سبب سے وہ غائب سب کچھ کرتا سب کچھ جانتا سروگیہ اَمُورت لندبق ہوتا ہے ویسے ہی یہ مُورت اُپادھی میں متعیّن ہوا بھی جسمانی الپگیہ جیو یا انسان ہوتا ہے ❊

(۹۳) لیکن حقیقت میں کیا مُورت کیا اَمُورت کیا موت کیا امر ہونا دونوں بیگانہ دھرم عنصروں کے ہیں۔ اور کیا دانشیں اور کیا حکمتیں انہیں کی باسنا انہیں کی سار ہیں جو جمع ہو کر انتہ کرن یا ہرنیہ گربھ کہلاتی ہیں۔ اور سب ممکن ست ہیں واجب نہیں۔ وہ مُورت اُپادھیاں تو متعیّن وقت تک ست ہیں۔ یہ اَمُورت اُپادھیاں غرقاں تک ست ہیں کیونکہ غرقاں کے بعد کیا مُورت کیا اَمُورت سب

موجودی بے بُعد ثابت ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے وہ سب واجب نہیں بلکہ واجب وُہی ہے جو اِن سب کی نفی سے باقی رہتا ہے اور کوئی بھی صفت نہیں رکھتا۔ اُسے خالق یا رازق یا سرب شکتی مان یا سروگیہ اِن صفتوں سے بھی مقیّد یا مقرّر کرنا ضلالت ہے کیونکہ یہ سب صفات یا رُوپ بیگانہ ہرنیہ گربھ کے دھرم ہیں جو اُس میں کلپت ہیں ٭

(۹۴) جب وُہ کسی صفت سے بھی متصف نہیں اور کسی نام سے نامی نہیں۔ اِس لئے کلام اور عقل اور فکر کی وہاں تک رسائی نہیں ٭ لہٰذا ضروری ہے کہ اُسے نام رُوپ مُورت امورت میں پہچانتے ہُوئے اُن کی نفی کریں کہ نہ تو وہ نام ہے نہ رُوپ ہے۔ نہ مُورت ہے نہ امورت ہے۔ نہ سروگیہ نہ الپگیہ ہے۔ سب کی نفی کا باقی ہے۔ یہی حق ہے اور یہی ہمارا آتما ہے۔ اور یہی طریق اُس کے ٹھیک پہچاننے کا ہے۔ اِس لئے مُورت امورت برہمن نے کیا مُورت کیا امورت سب اُسی کے رُوپ بیان کر کے پھر "یہ نہیں یہ نہیں" (نیتی نیتی) بلکہ ان سب سے برتر ہے مُورت امورت سب کا آتما ثابت کیا ہے۔ یہی برہدآرنیک ہے۔ اور یہی اُپنیشد ہے۔ وُہ جو اسے اس طرح اپنا آتما سب کا نفی کر کے ٹھیک جانتا ہے وُہی عارف اور وُہی راست باز ہے ٭

(۹۵) وہ جو اُسے مُورت والا جانتا ہے وجہی راست ہے اور وجہی ناراست ہے۔ وُہ بھی جو اُسے امورت جانتا ہے اور سروگیہ مانتا ہے اُسی طرح وجہی راست ہے اور وجہی ناراست ہے کیونکہ وہ سب مقیّد میں پھنستے ضلالت کماتے ہیں۔ بعض قیدیں اور اُپادھیاں اُس کی کثیف مُورت ماتر ہیں اور بعض قیدیں اور اُپادھیاں اُس کی لطیف امورت ماتر ہیں۔ کیا مُورتی اُپادھیوں میں کیا امورتی اُپادھیوں میں سب میں مقیّد کا ایمان آتا ہے۔ اُس کے مُطلق مرتبہ کی سمجھ تو اسی طرح نفی اثبات سے ہوتی ہے۔ اِس لئے وُہ بھی جو مُورتی والا مانتے ہیں اور وہ بھی جو امورتی والا

سرو گیہ سب کا کرتا ہرتا مانتے ہیں۔ حقیقت میں برابر ہیں +

(۹۶) یہ پہلی قسم کے لوگ تو اس کی ستھول تجلیات میں وہم کھاتے ہیں۔ اور یہ دوسری قسم کے لوگ اس کی سوکھشم تجلیات میں بھرمتے ہیں اور اپنی اپنی مت کے موافق یقین کرتے مذہبیان کے قاعدے سے آپس میں جھگڑتے ہیں۔ وہ جو اسے مورتی کی تجلی میں دیکھتا اور اپاسنا کرتا ہے دوسرے اسے کافر بیان کرتے ہیں اور اسے حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ دوسرے اسے امورتی تجلیات میں سب کا خالق ہرتا کرتا سرو گیہ مانتے ہیں اور بغیر آلمبن مقرر کرنے مورتی کے اپاسنا کرتے کہیں عرشوں پر دور خیال کرتے ہیں اور یونہی خیالی پلاؤ پکاتے ہوا کو مٹھی میں پکڑنا چاہتے ہیں۔ مگر افسوس کہ دونوں اسے نہیں جانتے +

(۹۷) تحقیق اور ویدوں کی رو سے یہی سچ ہے کہ کیا مورت کیا امورت وہ سب میں سب کچھ ہے۔ اور کیا مورت کیا امورت سب سے پاک سب سے برتر ہے۔ یا یوں تصدیق کریں کہ "سب وہی ہے" یا یوں تصدیق کریں "میں وہی ہوں" یہی اسکی پہچان اور معرفت حقیقی ہے۔ اسی پہچان پر نجات موقوف ہے + اردو دان کو چاہیئے کہ پہلے اسی تصدیق پر ایمان لائے کہ "سب وہی ہے" یا "میں وہی ہوں" پھر اسکو ادھیا روپ اپواد سے جیسا مورت امورت برہمن میں طریق جتلایا گیا ہے اس کا عرفان حاصل کرے۔ اور وہ یہی طریق ہے کہ جب نام روپ اس میں کلپت ہیں۔ جو کچھ نام یا روپ یا صفات یا عقل و فکر میں آوے سب کی نفی کرتا جاوے وہ جو سب کی نفی کے بعد انکے اپواد کرنیوالا آتما اپنا آپ ہے وہی باقی ہے۔ وہی بیچون و چرا بے صفات رہیگا۔ کیونکہ جب سب صفات اور چون و چرا کی وہ نفی کریگا تو اس کا اپنا آپ جس نے سب کی نفی کی ہے نفی نہیں ہوسکتا بلکہ باقی رہ سکتا ہے۔ اس وقت انا الحق کی تصدیق عرفانی حاصل ہو سکتی ہے +

(۹۸) لیکن جس کو یہ عرفانی تصدیق نہ حاصل ہو اس کو چاہیئے کہ اس پر ایمان ضرور لاوے کیونکہ اسی ایمان کے باعث وہ دیویان سڑک پر چلتا برہم لوک جائیگا اور خود پرجاپتی اُسے تعلیم دے گا۔ اور اسی ایمان کو عرفان کا پھل لگا دیگا۔ اور اپنے ساتھ فضل میں داخل کرے گا۔ چونکہ یہی ایمان واقع میں عرفان۔ کا تخم ہے اس لئے جس کے پاس تخم نہیں وہ پھل بھی نہیں کھا سکتا۔ اس طرح ایسا مداز بھی ترتیبی نجات پا سکتا ہے۔ مگر وہ جو غور اور وچار سے اور نفی و اثبات کے قاعدہ سے عرفان کا پھل پاتا ہے نقد نجات حاصل کرتا ہے اور فضل میں داخل ہوتا ہے اُس کے پران تو یہاں ہی موت کے وقت اپنے آتما میں حذف ہو جاتے ہیں۔ اور سمشٹی پران ہوا کی طرح بکھر جاتے ہیں۔ پھر تو قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ دیکھتا ہے۔ یہی فضل ہے ۞

(۹۹) وہ جو ایسا ایمان نہیں پاتے اور تعصب مذہبی سے ایک دوسرے کو جھٹلاتے۔ اپنی عقل کے موافق کام کرتے اور شرتیوں کے مطلب کو نہیں سوچتے بلکہ کھینچا تانی سے اُسکے معنی کچھ کے کچھ کرتے ہیں ہرگز نجات کے وارث نہیں بلکہ وہ تمام مقید کو جانتے ہیں اور مقید رہتے ہیں کیونکہ جیسی منی ویسی گتی یہی ویدوں کا سدھانت ہے۔ اگرچہ متوسط درجہ کے عقلا سوگھشم اُپادھیوں (کرنے کی رُوح) کو حق مانتے ہیں اور اس سبب سے کہ وہ اُپادھیاں امورت ہیں اُنہیں نرگن یا مطلق قرار دیتے ہیں مگر وہ صاف غلطی پر ہیں کیونکہ کرنے کی رُوح کی بھی جو تفصیلیں ہیں اُسی طرح کی قیدیں ہیں جیسے مورت کی قیدیں ہیں۔ اس لئے آرزو داں کو اُن کی صحبت سے بچنا چاہیئے کیونکہ مورت کی تقییدات کو نفی کرنا تو آسان ہوتا ہے مگر امورت قیدوں کا نفی کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ بلکہ اُس شخص کو اگر کوئی عارف جتلاوے کہ

"وہ تو کرتا ہی نہیں" تو وہ بجائے سمجھنے اور نفی کے لڑنے کو اٹھتا ہے اور اسے ناستک کہتا ہے۔ اس لئے سوکھشم قیدیں ستھول قیدوں سے سخت تر ہیں اور عرفان کی راہ روکتی ہیں ؛

(۱۰) تو بھی اس کی یاد اس کا بھجن اس کی پوجا انہیں قیدوں اوراُپادھیوں میں ہوتی ہے۔ اس لئے اُردو داں کو چاہئے کہ موافق شاستر کے کیا مورت کیا امورت سب میں اسے یاد کرتا ہوا انہیں صفتوں سے جو سرگیہ آدک ہیں ہر ایک مورت امورت میں پوجا کرے۔ اور دعا کرے کہ "اے پرماتم دیو! اپنے فضل و کرم سے ہماری اودیا کا پردہ اٹھاؤ اور اپنے فضل میں وصل دو کہ ہم تیری تقدیس کریں اور تم ہماری تقدیس کرو تاکہ میں اسی طرح دیکھوں "جو تو ہے وہی میں ہوں"۔ اور یہی تیرا پرم پد ہے اور یہی تیرا وصل ہے۔ اور یہی میری نجات اور یہی میرا فضل میں داخل ہونا ہے"۔ وہ جو کوئی اپنی من مانی پوجا یا بندگی کا طریقہ ٹھہراتا ہے اپنی عمر ضائع کرتا ہے۔ کچھ بھی آخر حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے ویدوں کے موافق اسے کرم و اُپاسنا کرنی چاہئے جس میں پھل بھی مقرر ہیں اور انتر کی شدھی بھی مقرر ہے۔ مغربی خیالوں پر اسے نہیں چلنا چاہیئے کیونکہ وہ خود جسمانی ودروچن کے شاگرد ہیں اور ان کا آخری نتیجہ نیک نہیں ؛

فصل سوم

(۱) ہم اسی پہچان کو بطور مثال سہل الفہم کرتے ہیں کیونکہ اردو داں جب تک اس کرنے کی روح اور دیکھنے کی روح میں فرق نہیں کریگا تب تک نجات نہیں پاویگا۔ بلکہ سب سے مشکل یہی ہے کہ کرنے کی روح

سے دیکھنے کی روح الگ کر کے اپنا آتما ساکھشی جانے اور کامل معرفت کے سبب سے اسنگ اکرتا ابھوگتا تماشائی ہو کر جگت میں رہے یہی نقدِ نجات ہے

(۲) جس قدر جسم یعنی مورتیاں ہیں یہ تو پتلیاں ہیں۔ اور کرنے کی روح بمنزلۂ باریک تار کے ہے جس سے وہ باندھی گئی ہیں۔ دیکھنے کی روح مثل تماشہ کرنے والے کے ہے جو تار کے ذریعے انہیں نچاتا ٹپاتا ہے جس طرح پتلیوں کا تماشا کرنے والا آپ پردے کے اندر ہوتا ہے اسی طرح یہ ساکھشی آتما بھی جو دیکھنے کی روح ہے پردہ کے اندر بلکہ انہیں پتلیوں اور تاروں کے اندر چھپا ہوا انہیں تحریک کرتا ہے اور جسم جسمانی اسی تحریک سے عجیب تماشا کرتے ہیں۔ جس میں عقلِ عقلاء دنگ ہے ✤

(۳) بہ نسبت پتلی گر کے یہ تعجب بڑھ کر ہے کہ وہ خود ہی تماشا دیکھتا ہے اور خود ہی انہیں تحریک کرتا ہے۔ بلکہ پتلی گر تو آپ حرکت کرتا تاروں کو ہلاتا اور انہیں نچاتا ہے۔ یہ خود تو بے حرکت مثل مقناطیس کے ہے اور انہیں اسی طرح تحریک کرتا ہے جس طرح مقناطیس بھی لوہے کو تحریک کرتا ہے۔ اور مقناطیس تو جڑھ ہے یہ چیتن ہے۔ اِس لئے کرتا بھی یہی تصدیق ہوتا ہے۔ حقیقت میں کچھ نہیں کرتا ✤

(۴) پتلی گر جس طرح باریک تاروں کو پتلی کے ہر ہر عضو میں باندھتا ہے اور تماشے کے وقت جس جس عضو کو ہلانا چاہتا ہے ہلاتا ہے۔ اسی طرح مورتیوں کے رگ رگ ریشہ ریشہ اور عضو عضو میں کرنے کی روح کی گرہ باندھی گئی ہے اور انہیں اپنی سیاست سے تحریک کرتا جس جس عضوِ مخصوص سے جو جو کام لینا مطلوب ہے برابر کام لیتا ہے ✤

(۵) دیکھو ہم ہاتھ کو خواہ ٹہل کریں خواہ چوٹ خواہ طمانچہ کریں خواہ ٹھمکا

مگر اسی کرنے کی رُوح کی گرہوں سے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح پاؤں چلتے ہیں۔ ہاتھ پکڑتے ہیں کبھی ناچتے ہیں۔ کبھی کودتے ہیں۔ کبھی لڑتے کبھی کُشتی کرتے ہیں۔ اور پھر یکدگر اپنے آپ کو بچاتے دُوسروں کو زیر کرتے ہیں اور عجیب عجیب تماشا کرتے ہیں مگر یہ سب تماشا اسی کرنے کی رُوح کے پیوند سے ہوتا ہے *

(۶) جب یہ کرنے کی رُوح مُورتیوں سے علاقہ توڑتی ہے تو پھر یہ مُورتیاں مُردہ کی طرح نہ تو خود بخود چلتی نہ پکڑتی نہ ناچتی نہ کودتی ہیں بلکہ پتھر کی طرح رہ جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مُورت ماتر ایدان مجسمہ پتلیوں کی طرح جڑھ ہیں۔ اور کرنے کی رُوح تار در تار اُن کے اندر ہر عضو ہر رگ و ریشہ میں اُسی طرح دانائی سے باندھی گئی ہے جس طرح پتلی گر بھی پتلیوں کے اندر تاریں باندھتا ہے *

(۷) پھر چونکہ جس طرح مُورتی ماتر بدنوں کے اندر کرنے کی رُوح مثل تاروں کے لگائی گئی ہے۔ اُسی طرح کرنے کی رُوح کے اندر دیکھنے کی رُوح رکھی گئی ہے جو اُسے کاروبار میں تحریک کرتی اور حواسوں کے وسیلہ اُسے دیکھتی ہے اس تار کو جو کرنے کی رُوح ہے وید داں برہمن سُوتر آتما بولتے ہیں۔ اور اس دیکھنے کی رُوح کو سُوتر دھاری کیونکہ سنسکرت میں سُوتر بمعنی تار کے ہیں اور سُوتر دھاری بمعنی تار والے کے ہیں۔ مگر اس سبب سے کہ یہ سُوتر دھاری مُورتیوں بلکہ تاروں کے اندر چھپا ہُوا اُنہیں تحریک کرتا ہے۔ اس لئے انتریامی بھی نام کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کے اندر داخل ہو کر جو اُنہیں کاروبار میں سیاست کرتا ہو وہی اِس زبانِ سنسکرت میں انتریامی کہلاتا ہے *

(۸) یہ دیکھنے کی رُوح جو کرنے کی رُوح کے اندر فقط نُور ہے نہ تو کوئی شکل رکھتی ہے نہ حرکت۔ لیکن چونکہ کرنے کی رُوح کی حرکتیں اور بدنوں کی شکلیں اسی کی

حرکتیں اور شکلیں تصدیق ہوتی ہیں اِس لئے خامیان اِس کرنے کی رُوح کو بیچون وچرا آتما تصدیق کرتے ہیں۔مگر جب وہ وویک سے بدنوں اور کرنے کی رُوحوں کو مثل پتلیوں اور تاروں کے اپنے آپ سے بیگانہ جانتے ہیں اور اُسی طرح اُن کو اپنی سیاست میں دیکھتے ہیں جس طرح پتلیاں اور تاریں بھی پتلی گر کے ہاتھ میں تماشہ کے وقت ہوتی ہیں۔اور تصدیق کرتے ہیں کہ "میں تو رُوپ ہوں" "میں ساکھشی ہوں" "میں حق ہوں" یہ سب تماشا میری سیاست میں ہوتا ہے۔ تو یہی معرفت ہے اور یہی نقد نجات ہے۔کیونکہ جب تک یہ اس طرح فرق کرکے اپنے آتما کو نہیں جانتا بلکہ اپنے آپ کو بدن یعنی مُورت مانتر جانتا ہے تو اُنہیں کرنے کی رُوحوں کی تاروں میں بندھا ہوا ہے۔نجات نہیں پاتا۔مگر جب اُسی ساعت سُوتتر دھاری آتما اندریاں کو وویک سے یاں لیا کہ "یہ میں ہوں" تو بدن تو بدستور اُنہیں تاروں کی قید میں مقید رہتا ہے لیکن یہ تو سُوتتر دھاری آزادِ مطلق ہوتا اُن کا تماشائی ہو جاتا ہے۔یہی نقد نجات ہے جو معرفت سے ملتی ہے ٭

(۹) نجات کے معنی قید سے نکلنا ہے۔وُہ جو خود قید کو نہیں جانتے نجات کی اُمّیدیں بے فائدہ کرتے ہیں۔اکثر عالموں کو ہم یہ تصدیق کرتے دیکھتے ہیں کہ ہم کو ہمارے پیشواؤں کی شفاعت سے نجات ملیگی۔لیکن جب ہم سوال کرتے ہیں کہ تُمہیں قید کیا ہے جس سے نجات مانگتے ہو؟ تو یہی کہتے ہیں کہ ہم بندہ عاجز ہیں۔ہم قیدوں کو بھی نہیں جانتے۔تو ہم تعجب کرتے ہیں کہ وُہ خود قید کو نہیں جانتے نجات کیسے مانگتے ہیں ؟ ٭

(۱۰) قید تو یہاں یہی ہے جو بدن مُورتی مانتر ان تاروں میں جو کرنے کی رُوح سے بندھا ہُوا ہے سا اور آتما کا جبتک وویک نہیں تب تک خودی کا طبعی تصوّر بدن میں اُسے ہو رہا ہے۔جب ان قیدوں میں بدن ناچتا ہے تو یہ بھی وہم کرتا ہے کہ "میں

ناچتا ہوں" اُسکے دُکھ سُکھ بھوک پیاس کو اپنے دُکھ سُکھ بھوک پیاس تصدیق کرتا ہے - یہی اوِدیک اس کی قید کا سبب ہے مگر جب یہ اس طرح سُوتنتر آتما اور انتریامی آتما کا وویک پاتا ہے تو فقط نجات پاتا ہے ؛

(۱) زیادہ تر خرابی اوِدیا کی یہ ہے کہ انجان آدمی اسقدر ہی تصور نہیں کرتا کہ میں بدن ہُوں بلکہ کرنے کی روحوں کو جو مثل تاروں کے جڑھ ہیں - اور دُنیا کے اندر سب میں سب کچھ کرتی ہیں خدا قادرِ مُطلق مانتا ہے - اور اپنے آپ کو جو بدن مانتا ہے اُسکے ہاتھ میں مجبور دیکھتا اُسکا بندھا ہُوا ہوتا ہے حالانکہ یہ کرنے کی رُوحیں بھی مثل تاروں کے جڑھ ہیں - بغیر آتما کے جو انتریامی ہے وہ حرکت نہیں کر سکتیں ؛

(۲) عجیب تر معاملہ یہ بھی واقع ہُوا ہے کہ اسی کی سیاست سے اسی کے پہلے جنم کے اعمال جو شروع سنکلپ ہیں اسی کے منشاء کے موافق بھوگ دینے کے لئے طلوع ہُوئے تھے اُن تاروں کے ہلانے میں مخصوص ہوئے ہیں - اسی کی سیاست اور تحریک سے اور اسی کے عملوں کی تحقیق سے وہ سُکھ دُکھ کے بھوگ کی تماشا کرتے ہیں اور یہ اس مختصر انسانی سنکلپ سے دُکھوں کو دُور کرنا چاہتا ہے پر نہیں ہوتا اس لئے مجبور دیکھتا عاجز بنتا ہے یہی اسکی مایا ہے مگر جب یہ اپنے آتما کی جو انتریامی ہے دریافت کرتا اور پہچان پاتا ہے تو بدن کی خودی کو چھوڑتا انتریامی کی خودی پا لیتا ہے اور تا ختم بھوگ کو معین وقت تک بدن کے علاقہ کے سبب سے اگرچہ دُکھ سُکھ بھی اپنے عضوں میں دیکھتا ہے - لیکن اپنے میں نہیں دیکھتا - اس لیئے فقط نجات پاتا ہے مگر جب بھوگوں کے اعمال ختم ہوتے ہیں تو بدن کے دُور ہوتے سب میں سب کچھ ہوتا پورا پورا انتریامی کو اپنا آپ دیکھتا ہے اور مایا کا سوامی ہوتا ستّ سنکلپ ہوتا ہے - یہی اس پہچان سے فصل ملتا ہے ؛

(۳) جب تک یہ اِس سُوتنتر آتما اور انتریامی کا وویک نہیں کرتا تب تک نجات

نہیں پاتا چاہے لاکھوں بندگی اور نیکیاں کرے۔ کیونکہ عمل تو مزدوری ہے جس قدر مزدوری کرتا ہے اُسی قدر سُکھوں کے بھوگوں کی اُجرت پاتا ہے جو آخیر ختم ہو جاتی ہے۔ اور پھر اسیطرح سنسار چکّر میں چکراتا ہے ؀

(۴) یہ نہیں گمان کرنا چاہئے کہ یہ ہماری کپول کلپنا ہے بلکہ اس انتریامی اور سُوتر آتما کا ویدک انتریامی برہمن میں یاگیہ ولک مُنی نے کر دکھلایا ہے۔ کیونکہ ہم مُنی کانڈ* میں سُنتے ہیں کہ راجا جنک کی مجلس میں اُدیالک ارُنی رِشی نے یاگیہ ولک مُنی سے کہا کہ اَے یاگیہ ولک! ہم مدر دیش پتنچل کاپیہ (पतञ्चल काप्य) رِشی کے گھر میں یگ شاستر کی تعلیم پاتے تھے اُس کی ایک برہمنی گندھرب کے وَش (قابو) میں آئی ہوئی تھی۔ اور یہ ہم نے اُس سے ایک دفعہ پوچھا کہ تو کون ہے جو اس عورت میں ہو کر بولتا ہے ؀

(۵) اُسنے جواب دیا کہ میں کبندھ نام آتھروَنا (कबन्ध आथर्वणः) گندھرب ہوں۔ وید کے باریک مسائل کی تعلیم کے لئے اس عورت میں اُترتا ہوں مجھ سے کچھ رُوحانی باتوں کا فائدہ لیا کرو۔ پھر اُسنے خود بخود پتنچل کاپیہ سے کہا کہ تو سُوتر آتما کو جانتا ہے جس سُوتر میں یہ لوک پرلوک اور سب بھُوت بندھے ہوئے ہیں؟ پتنچل کاپیہ نے کہا کہ میں تو فقط یگ شاستر کو جانتا ہوں۔ سُوتر آتما کو نہیں جانتا ہوں ؀

(۶) پھر اُس نے پتنچل کاپیہ اور ہم سب سے کہا کہ کیا تم انتریامی کو جانتے ہو جو اِس لوک پرلوک اور سب بھُوتوں کو اُن کے اندر چھُپ کر تحریک کرتا ہے؟ تب پتنچل کاپیہ نے کہا کہ ہم اُسکو بھی نہیں جانتے۔ پھر اُسنے کہا اَے بھائیو! جو کوئی اِس سُوتر آتما کو اور اِس انتریامی کو جانتا ہے وُہی برہم کو جاننے والا ہوتا ہے۔ وُہی لوک پرلوک کے جاننے والا ہوتا ہے۔ وُہی ملائک کے جاننے والا ہوتا ہے۔ وُہی وید جاننے والا ہوتا ہے۔ وُہی بھُوتوں کے جاننے والا ہوتا ہے۔ اور وُہی آتما کے جاننے والا ہوتا ہے۔ بلکہ وُہی سب کچھ جانتا ہے ؀

* دیکھو برہدارنیک اُپنشد تیسرا ادھیاے براہمن ۷

(۱۷) وہ جو اس سُوتر آتما اور انتریامی کو نہیں جانتا اگرچہ ہزاروں وِدّیا رکھتا ہے تو بھی کچھ
نہیں جانتا۔ جب کوئی دعویٰ معرفت کا تو کرے مگر اِس کرنے کی رُوح سے دیکھنے کی رُوح کو
جُدا کر کے نہ جانے جو سُوتر آتما اور انتریامی ہے۔ تو معرفت کے میدان میں جُھوٹا مدعی
ہے۔ عارف کا یہی نشان ہے کہ شاگرد کو اِس کرنے کی رُوح سے دیکھنے کی رُوح کو
جُدا جُدا چھانٹ کر دکھلا دیوے۔ جبتک وہ ایسا نہ کر سکے تو غپ۔ مارتا ہے یہی جانو ✤

(۱۸) پھر اُسنے ہمکو سُوتر آتما جو کرنے کی رُوح ہے اور انتریامی جو دیکھنے کی رُوح ہے
جُدا کر کے سمجھا دیا تھا۔ اے یاگیہ ولک۔ اگر تو اُس سُوتر آتما اور انتریامی کو جانتا
ہے تو بیشک یگیہ کی گائیں لیجانا تجھے روا ہے۔ اگر نہیں جانتا تو دیکھ تُو یُوں ہی
دعوے عرفان کا کرتا ہے اور گائیں لیجاتا ہے۔ تیرا سر گِر جاویگا جو آسمانی سر ہے ✤

(۱۹) یاگیہ ولک نے کہا اَے گوتم! مَیں یقیناً اُس سُوتر آتما اور انتریامی کو جانتا
ہُوں۔ اِس لیئے یگ کی گائیں لیجاتا ہُوں۔ میرا سر ہرگز نہیں گِر سکتا۔ تب اُدّیالک
بولا یُوں ہی زُباں سے کہنا کہ مَیں سُوتر آتما اور انتریامی کو جانتا ہُوں صادق نہیں ہو
سکتا جبتک کہ ہمکو حُسنِ کلام سے نہ سمجھا دے۔ اگر تُو جانتا ہے تو اس مجلس میں ہمکو آشکارا بتلا ✤

(۲۰) تب یاگیہ ولک مُنی نے کہا کہ ہوا کا سار جو کرنے کی رُوح ہے وُہی سُوتر آتما ہے
جو بمنزلہ پُتلیوں کی تار کے ہے۔ اور اسی تار میں یہ لوک پرلوک اور سب بھُوت اُسی طرح
بندھے ہُوئے ہیں جس طرح پُتلیاں بھی تار سے بندھی ہُوئی ہوتی ہیں۔ جب سانس جاتے
ہیں تو یہ تار کھُل جاتی ہے۔ اسی سبب سے مُردہ کا عضو عضو پھُول جاتا ہے اور پاش
پاش ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ تار بندھی رہتی ہے تو پاش پاش نہیں ہوتا ✤

(۲۱) دیکھو آگ بالطبع اُوپر کو جانا چاہتی ہے۔ ہوا اِدھر اُدھر بالطبع چلنا چاہتی ہے
اور پانی اور مٹّی نیچے کو گِرنا چاہتے ہیں۔ اُنکا جمع ہونا محال ہے۔ تو بھی اس سُوتر آتما میں
سب بندھے ہُوئے انسان کے بدن میں مجبوراً اکٹھے رہتے ہیں۔ جب یہ سُوتر کھُلتا ہے

تو پھر بالطبع اپنی اپنی اصلیت میں جا کر لاش کو پاش پاش کرتے ہیں +

(۲۲) اس لئے یہ سب اسی سوتر میں جو سانس نے بندھے ہوئے جمع رہتے ہیں +
تب اودیا لک نے کہا کہ یہ ہی سچ ہے۔ اسی طرح گندھرب نے ہمکو سکھلایا تھا
اب انتریامی کو بھی بتلاؤ +

(۲۳) یاگیہ ولک نے کہا کہ وہ جو زمین کے اندر زمین سے مجسم ہوا زمین کو اُسکے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور زمین اُسکو نہیں جانتی یہی تیرا آتما انتریامی امرت آتما ہے

(۲۴) وہ جو پانیوں کے اندر پانیوں سے مجسم ہوا پانیوں کو اُن کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور پانی اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۵) وُہ جو آگ کے اندر آگ سے مجسم ہوا آگ کو اُس کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور آگ اُسے نہیں جانتی وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۶) وہ جو آکاش کے اندر آکاش سے مجسم ہوا آکاش کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور آکاش اُسے نہیں جانتا۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۷) وُہ جو ہوا کے اندر ہوا سے مجسم ہوا ہوا کو اُس کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور ہوا اُسے نہیں جانتی وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۸) وُہ جو دیو لوک کے اندر دیو لوک سے مجسم ہوا دیو لوک کو اُس کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور دیو لوک اُسے نہیں جانتا وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۲۹) وہ جو سورج کے اندر سورج سے مجسم ہوا سورج کو اُس کے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور سورج اُسے نہیں جانتا۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۳۰) وُہ جو اطراف کے اندر اطراف سے مجسم ہوا اطراف کو اُنکے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے۔ اور اطراف اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے +

(۳۱) وہ جو چاند کے اندر چاند سے مجسم ہوا چاند کو اُسکے برتاؤ کے لئے تحریک

کرتا ہے اور چاند اُسے نہیں جانتا وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۲) وُہ جو تاروں کے اندر تاروں سے مجسّم ہُوا تاروں کو اُن کے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور تارے اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۳) وُہ جو انترکھش کے اندر انترکھش سے مجسّم ہُوا انترکھش کو اُسکے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور انترکھش اُسے نہیں جانتا۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۴) وُہ جو اندھیروں کے اندر اندھیروں سے مجسّم ہُوا اندھیروں کو اُنکے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور اندھیرے اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۵) وُہ جو تیج کے اندر تیج سے مجسّم ہُوا تیج کو اُس کے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور تیج اُسے نہیں جانتا۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۶) وہ جو سب کے اندر سب سے مجسّم ہُوا سب کو اپنے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور سب اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے۔ یہ ادھی بھوت ہے ✣

(۳۷) وُہ جو کرنے کی رُوح کے اندر کرنے کی روحوں سے مجسّم ہُوا کرنے کی روحوں کو اُنکے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور کرنے کی رُوحیں اُسے نہیں جانتیں۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۳۸) وُہ جو پرانوں کے اندر پرانوں سے مجسّم ہُوا پرانوں کو اُن کے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور پران اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے

(۳۹) وُہ جو کلام کے اندر کلام سے مجسّم ہُوا کلام کو اُسکے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور کلام اُسے نہیں جانتا۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۴۰) وُہ جو آنکھ کے اندر آنکھ سے مجسّم ہُوا آنکھ کو اُسکے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور آنکھ اُسے نہیں جانتی وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے ✣

(۴۱) وُہ جو کانوں کے اندر کانوں سے مجسّم ہُوا کانوں کو اُنکے برتاؤ کے لیئے

تحریک کرتا ہے اور کان اُسے نہیں جانتے وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے *

(۴۲) وُہ جو دِل کے اندر دِل سے مجسّم ہُوا دِل کو اُسکے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور دِل اُسے نہیں جانتا وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے *

(۴۳) وُہ جو گوشت پوست کے اندر گوشت پوست سے مجسّم ہُوا گوشت پوست کو اُسکے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور گوشت پوست اُسے نہیں جانتے۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے *

(۴۴) وہ جو عقل کے اندر عقل سے مجسّم ہُوا۔ عقل کو اُس کے برتاؤ کے لیئے تحریک کرتا ہے اور عقل اُسے نہیں جانتی۔ وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے *

(۴۵) وہ جو نطفہ کے اندر نطفہ سے مجسّم ہُوا نطفہ کو اُسکے برتاؤ کے لئے تحریک کرتا ہے اور نطفہ اُسے نہیں جانتا وُہی تیرا آتما انتریامی امرت ہے۔ سو وہ آپ دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ سب کا دیکھنے والا ہے۔ وُہ آپ سُنائی نہیں دیتا بلکہ سبکا سُننے والا ہے۔ وُہ سوچا نہیں جاتا ہے بلکہ سب کا سوچنے والا ہے۔ وُہ آپ پہچانا نہیں جاتا بلکہ سب کا پہچاننے والا ہے۔ وُہ آپ جانا نہیں جاتا بلکہ سب کا جاننے والا ہے *

(۴۶) بہرحال بغیر اُس کے نہ کوئی دیکھنے والا ہے۔ نہ کوئی سُننے والا ہے نہ کوئی سوچنے والا ہے۔ نہ کوئی جاننے والا ہے۔ یہ تیرا آتما انتریامی امرت ہے بغیر اس کے سب نمود بے بُود اُسی کی تجلّیات ہیں تب اُدّیالک چُپ ہُوا اور تسلّی پائی۔ جو کچھ گندھرب نے سکھلایا تھا وہی یاگیہ ولک نے وویک کر دکھایا *

وِ ِ ـــــم ـــــــــــــــ ـــــم

فرہنگِ وید آنو وچن

الف ممدودہ

آپت کام - جس کو سب مُرادیں اور مطلوبات حاصل ہوں جس کی سب خواہشیں پوری ہوتی رہیں -

آپتی - پراپتی حصول - شے کا حاصل ہو جانا ۔

آتم کام - اپنی مرضی کے مُطابق اپنی خواہشوں اور کاموں کو پُورا کرنے والا -

آتم نِشٹھی - اپنی ذات (آتما) میں ہر دم نشٹھ رکھنے والا - عالِم باعمل -

آتم ہتیارا - خودکُش - اپنے آتما (ذات) سے نفرت کرنے والا - اپنی ذات سے بے خبر -

آثار - جمع اثر کی - علامت - نشان - اور اردو میں یا آثار - معنی دیوار کی چوڑان کے ہیں -

آچار - چال - چلن -

آدِت دیوتا - جیت سے لیکر پھاگن تک بارہ مہینے بارہ آدت دیوتا ہیں لُغتِ سنسکرت میں جو لیتا اور دیتا ہے اُسکو آدت بولتے ہیں - چونکہ دیوتا ہمارے اعمال کی حفاظت اور برتاؤ اور ختم اور خاتمہ کے لیئے ایک میزانِ عدل ہے اِس سبب اُن کو آدت دیوتا بولتے ہیں - کیونکہ جس طرح میزان ایک شے کو عدل سے لیتی دیتی ہے اُسی طرح یہ بارہ دیوتا بھی عدل و انصاف سے ہمارے بھوگ لیتے دیتے ہیں -

آدِک - وغیرہ -

آشکارا - ظاہرہ - کھلم کھلا -

آفاق - جمع اُفق کی کنارے آسمان کے - مجازاً دُنیا جہان -

آفاقی - آسمانی - مجازاً کُل جہان کی - دُنیوی

آکار - شکل - مطابقت -

آلات - جمع آلت کی - بمعنی اوزار - ہتھیار -

آلام - جمع الم کی - بمعنی غم - رنج -

آلان - یہاں جمع آلت سے بھی مراد ہے - مگر عربی میں الھی یا اس وقت کو کہتے ہیں - اور اردو میں ہاتھی کی بیٹھ کا گدا - یا ہاتھی کے باندھنے کی لکڑی کو کہتے ہیں مجازاً آدھار - پُشتِ پناہ -

آلپنن - کسی کو سامنے رکھکر یعنی کسی سے مخاطب ہوکر عرض کرنا یا دُعا مانگنا -

آمین - یہ کلمہ دُعا کے بعد کہا کرتے ہیں جس سے مُراد ہے کہ خدا ایسا ہی کرے - یا ایسا ہی ہو -

آن - اندازہ - لمحہ - وقت ۔

آنند مئے - آنند والا - آنند سے بھرپور -

آنول - اُس جھلّی کو کہتے ہیں جو لڑکے کے ساتھ لڑکے کے پیدا ہونے کے بعد ماں کے پیٹ سے نکلتی ہے

آئین - قانون - رسم و رواج -

الف مقصورہ

آبیک (یا اودیک) - بچار رہت - بغیر غور و فکر کے -

اَجار - ہمیشہ -

اِبن - بیٹا - پسر -

اَبُوہات - پتر - والدین -

ابھمانی - ابھنکار والا - کسی کے ساتھ تعلق یا کراکی صفت والا - ابھمان یعنی تصرّف مرا تصرّف لایا تابن

اُپرام - مُنہ موڑنا یا پھیرنا - مُنہ پھرانا - واپس ہٹانا - لوٹانا

اُپستھ - آلت - لِنگ -

اپسرا - بہشت کی پری -

اُتّرائن - جب سورج کی رفتار شمال کی طرف ہو -

اِجمال - مُجمل طور پر بیان کرنا - مختصر -

اِجمالی حالت - جس حالت میں کھول کر نہ کہا جائے یا جب بحث کو تھوڑا یا مُجمل طور پر بیان کیا جائے -

احتلام - خواب میں ناپاک ہونا - سوپن میں بیرج کا نکل جانا -

احلیل - سوراخ ذکر - پیشاب کرنے کا راستہ -

اخلاط - جمع خلط کی یعنی چاروں خلطیں - سودا - صفرا - بلغم - خون -

اَدِتی - وہ دیوتا ہے جو رُوح اعظم ہے - اور سب کے اندر سب کا پران ہے - یہی پرجاپتی ہے - یہی تمام دیوتاؤں کی ماں ہے یہی تمام کی اصل ہے - اِسی سبب اُسے ادتی یا پرجاپتی بولتے ہیں -

ادراکِ مدرکہ و محرکہ - گیان اِندریہ و کرم اِندریہ

اَوندرد ([illegible]) اُس کا دیکھنے والا یعنی حق بین یا شاہد ذات -

ادہشٹھاتری - منتظم - لوک پال - موکل - سپرنٹنڈنٹ -

ادھوگتی - ادنےٰ یعنی نیچلے درجہ کی جون والا - تنزل کی حالت کو پایا ہوا -

ادھیاروپ اپواد - قاعدہ نفی و اثبات - پہلے ایک چیز کو فرض کرنا اور پھر اسکو تحقیق کی رُو سے نفی یا رد کرنا -

ادہین - احسانمند -

آرچی - کِرن - لاٹ - شُعاع -

ارباب - جمع رب کی یعنی صاحب - مالک - پروردگار

اربابِ حق - حق شناس - گیانی - عارف -

ارتباط - میل جول - دوستی - راہ و رسم - ربط - تعلق

اُردھ گتی - بلند پروازی - عُروج -

ارواح - جمع رُوح یعنی دیوتا - مجازاً اِندریہ یا حواس خمسہ ظاہری و حواس خمسہ باطنی -

ازدواج - نکاح کرنا - بیاہ کرنا - لاب -

ازل - انادی کال سے - وہ زمانہ جس کا شروع نہ ہو

استحالہ - علم کیمیا میں کسی شے کا ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا استحالہ کہلاتا ہے۔

اُستخوان - ہڈی - ہاڑ -

اِستری - عورت - بیوی -

اِستعارہ - کسی چیز کا عاریتاً مانگنا یعنی حقیقی معنوں کا لباس عاریتہ طور پر مانگ کر مجازی معنوں کو پہنانا -

استعداد - لیاقت - مہارت - ملکہ - سامان مادّہ - طاقتِ علمی -

استغنا - بے پرواہی - غنی پن -

استہزا - تمخول ٹھٹھا - مسخری کرنا -

اِستطہر - چند روزہ - ناپائدار -

اسرار - جمع سِرّ یعنی بھید - رمز -

اسقاط - حمل کا گرنا - وقت سے پہلے بچہ کا پیدا ہونا

اشارات - کشف - کنایہ - اشارہ سے بھی مراد ہے

اضطرار - لاچار کرنا - حاجتمند کسی شے کی ضرورت پڑنی

اطفاء - بُجھانا - آگ کو ٹھنڈا کرنا -

اعصاب - پٹھا - نسیں -

اعضاءِ رئیسہ - دل و جگر - دماغ اور معدہ -

اغذیات - غذا کی جمع - خوراک -

افروختہ - روشن کیا ہوا - بھڑکا ہوا مشتعل -

اُفقِ حیوانی - حیوانات کی حد تک - جو انات

کے درجہ تک -

اقربا - جمع ہے قریب کی - رشتہ دار لوگ - خویش -

اکہری - ایک تہ کی -

اکیرتی - بدنامی - نندا -

اُگر پن - بڑا زبردست یا بھاری پن -

اگنی داہ - آگ میں مُردہ کا جلانا یعنی لاش کو آگ میں لگانے کا عمل -

اگنی کھواتا پتر - جو آگ میں جلکر دیب پتروں سے میل پاتے ہیں وہ پتر اگنی کھواتا کہلاتے ہیں -

اُلگ لانا - عورت کا تازہ ہونا - جماع و حمل کے قبول کے لئے آثار ظاہر کرنا -

الپگیہ - تھوڑا جاننے والا -

اُلحاق - سپرش میل - ایک کو دوسرے سے لگا دینا

الیپ - غیر آلودہ - کسی سے نہ لپٹا ہوا -

اَمَر - نہ مرنے والا - لافانی -

اَمر - حکم - فرمان - کام -

اِمساک - بند کرنا - روکنا - منی کا دیر سے نکلنا -

امعاء - پیٹ کی آنتیں -

امکانی - ممکن -

اُمّی - ان پڑھ - ناخواندہ - نرکھشر - جاہل -

اناالحق - (अहं ब्रह्मास्मि) میں خدا ہوں -

انانیت - اہنکار پن - محدود پن -

انِتیہ - انت ہونے والا - فانی -

اِندر دیوتا - جو طاقت اور بل رُوپ سے ہمارے
بدن میں ظاہر ہوتا ہے - اور آسمان میں جو بجلی دیوتا
ہے یہی اِندر دیوتا ہے اور یہی دیولوک میں دیوراج ہے
یہ ۳۲واں دیوتا ہے -

اِندرانی - اِندرلوک کے کتوگ - اِندر کی عورت کو بھی
کہتے ہیں -

اندک - قلیل - تھوڑا - کم -

اندھ تم - گاڑھا اندھیرا - یعنی بالکل اندھکار -
مُراد جسم سے بھی ہو سکتی ہے -

اندیشے - سوچ - وِچار - خیال -

انش - جزو - حصّہ - کسر - مجازاً نسل سے بھی مُراد
لی جاتی ہے -

انسب - بہت مناسب -

انصرام - انجام کو پہنچانا - انتظام کرنا - قطع ہونا -

انضمام - پیوستہ ہونا - ملانا - جمع ہونا - پیوند ہونا

انعکاس - اُلٹا نمودار ہونا - عکس کا کسی شفاف
چیز جیسے شیشہ یا پانی وغیرہ سے -

انفس - جمع نفس یعنی رُوح یا ذات -

انفعالی - شرمندگی - حیا -

اِنکشاف - کھُلنا - کھولنا - ظاہر ہونا - مجازاً
اَنوبھو ہونا -

انگرس - انگوں کا رس - مجازاً کسی چیز کا ست یا سا
انوشٹھان - کوئی عمل کرنا - کام پُورا کرنا - کام شروع کرنا

انُوگرہ - مہربانی - کرپا - عنایت *

اوعیۂ منی - منی کی تھیلی - کیسۂ منی *

اَولےٰ - بہتر - سب سے اچھا -

اوگک جانا - نئی ہونا - تروتازہ ہونا - یعنی
حمل کے لئے عورت (مادہ) کا بھرنا پار ہونا -

اِیذا - دُکھ - تکلیف

ایماء - اشارہ - کنایہ -

اَین شمالی - کنایہ شمالی راستہ سے - یعنی
شمالی طرف سے
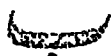
ب

باجس نیہی - یاگیہ ولک کا دوسرا نام باجس ہے چونکہ
اس کے تمام کلام باجسانیہی کہلاتے ہیں

باچاٹ گیانی - عالم بے عمل صرف باتونی گیانی

باسنا - خیالات - خواہش - منو برتیاں -

باصرہ - دیکھنے کی حس - قوتِ نظر - چکشو اِندری

بالصواب - عین خوب - ٹھیک - درست -

باطل - جھوٹا - جھوٹ -

بالطبع - مرضی مطابق - حسب طبیعت -

بالغہ - کاملہ - جوان عورت کو بھی کہتے ہیں

باور - یقین - نشچہ - بھروسا - اعتبار -

بچولیہ یا بچولہ - دلّال -

بُدبُدا - بُلبُلا -

بدل - بدلہ - عوض -

بدنی ۔ جسم والا ۔ بدن والا ۔
بدھی پورپک ۔ مطابق طریقہ کے حسب دستور شاستر
بدیہی ۔ ظاہر ۔ واضح ۔ ظاہری بات جسکی دلیل کی حاجت نہو
تڑاٹ مارنا ۔ تڑانا ۔ کھڑتے مارنا ۔ گھڑاڑے مارنا ۔
براہم ۔ برہم لوک میں رہنے والے کو براہم کہتے ہیں ۔
برزخ ۔ دو چیزوں کے بیچ کی روک خواہ وہ دو اشیا
ایک جیسی ہوں ۔ خواہ مخالف ہوں ۔ عرصہ مرنے
سے قیامت تک کا زمانہ بھی مراد ہے
برہم لوک ۔ جس لوک میں پرجاپتی یا برہما ہو ۔ مگر غرق
نیند سے بھی مجازاً مراد ہوجایا کرتی ہے ۔
برہم وادی ۔ برہم کا ذکر کرنے والا ۔ برہم تبلانے
والا ۔ برہم ودیا یا برہم کو جاننے والا ۔ حق داں ۔
بساط ۔ فرش بچھونا ۔ تختی ۔ چٹائی ۔ آدھار وغیرہ
بسو دیوتا ۔ یہ آٹھ دیوتا ہوتے ہیں (زمین ۔ آگ
ہوا ۔ خلا ۔ آفتاب ۔ دیو لوک ۔ سوم لوک ۔ ثوابت یا
ستارے) چونکہ ان میں خلقت آباد ہے اس لئے
یہ تمام بسو دیوتا کہلاتے ہیں ۔
بسولہ ۔ تیشہ ۔ لکڑی چھیلنے کا اوزار ۔
بسیط ۔ فراخ ۔ کشادہ ۔ مجازاً بڑا بھاری ۔
بشر ۔ آدمی ۔
بشئے یا بکھیے ۔ لذت کے بدارتھ ۔ عیش و عشرت
کے سامان ۔
بصیر ۔ دیکھنے والا ۔ دانا ۔ دانشمند ۔ ایشور کا ایک
صفاتی نام ہے ۔ جس کے معنے ہیں کہ کل دنیا کو بغیر

آنکھ کے دیکھنے والا ۔
بط ۔ بطخ ۔
بکاری ۔ روگی ۔ بگاڑ والا ۔ تغیر پذیر ۔
بکھرن ۔ بکھرنا ۔ پھیلنا ۔ انتشار ۔
بلوغت ۔ بالغ ہونا ۔ جوانی کو پہنچنا ۔
بنش ۔ خاندان ۔
بوق کرنا ۔ بگل بجانا ۔ نفیری یا سینگ بجانا ۔
بول ۔ پیشاب ۔ موت ۔
بہ بھوتی ۔ شکتی ۔ بل ۔ شان و شوکت کے سامان ۔
بہ بیک (دو ویک) بچار ۔ غور ۔ خوض ۔ کبھی کبھی
انو بھو اور دکھائی دینا کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے
بھرائی وچیلی ۔ وہ منش جن پر دیوتا آنے کہتے ہیں
یعنی جن کے وسیلے دیوتا ظاہر ہوتے مانے جاتے ہیں
بھوگنی ۔ بھوگ بہشت (سورگ) کے بھوگ سے مراد ہے
بھوگتا ۔ بھوگنے والا ۔
بھولوک ۔ زمینیان ۔ یعنی زمین کے لوگ وغیرہ دنیا
بھیتر ۔ اندر ۔
بھینٹان ۔ بلی ۔ قربانی ۔ نذر ۔
بیاکل ۔ گھبرایا ہوا ۔ مضطرب ۔
بیر بہتی یا بیر بھوٹی ۔ ایک قسم کا سرخ رنگ
والا برساتی کیڑا ہے جس کا پوست سرخ مخمل کی مانند
ہوتا ہے ۔
بیشو دیو شتر ۔ وشو دیوتاؤں کا ہتھیار ۔

بین الاطراف۔ دونوں طرفوں کے بیچ کا فاصلہ

پ

پات ہونا۔ حذف ہونا۔ گم ہونا۔ لین ہونا۔

پاش پاش۔ ریزہ ریزہ یا ٹکڑے ٹکڑے ہونا۔

پانت۔ قطار۔ سلسلہ۔

پانی (पाणि) سنسکرت میں ہاتھ کو کہتے ہیں

پایو۔ گدا۔ پاخانہ پھرنے کی جگہ (یا سوراخ)

پتریاں۔ والدین۔

پذیرا۔ قبول۔ منظور۔ مان لیا جانا۔

پرار بدھ۔ قسمت۔

پراگیہ آتما۔ آتما کا نام ہے جو بلحاظ حالتِ سشپتی مقرر ہوا ہے۔

پران مئے۔ پران والا۔ یعنی پران سے ملحق یا پران سے متصف۔

پرانی۔ پران والا۔ یعنی انسان۔ زندہ بشر۔

پرتِشٹھا (اصل آدھار۔ سہارا۔ رہنے کی جگہ

پرتکش۔ ظاہر۔ عیاں۔

پرتَو۔ شعاع۔ روشنی۔ کرن۔ سایہ۔ عکس پرچھاواں۔

برتی روپ۔ مانند (सदृश)

پُرش یا پُرکھ۔ آدمی۔ بعض وقت مجازاً ایشور یا برہم کے معنی میں لیا جاتا ہے۔

پرمیشٹھی آدِک دیوتا۔ جو دیوتا سب سے اونچے اور سب کا آدھار ہیں اُن کو پرمیشٹھی یعنی سب سے مقدم و اعلیٰ رتبہ رکھنے والے کہا جاتا ہے۔

پرشٹھکا۔ جسم۔ بدن۔ شریر۔

پرواہن جیوَلی۔ ایک راجہ کا نام ہے جس نے چھاندوگ اُپنشد کے پہلے ادھیائے کے آٹھویں کھنڈ کے آٹھویں منتر میں اُدگیت کی تعلیم دی بعد ازاں پانچویں ادھیائے میں اس کشتری رشی کا مفصل ذکر آیا ہے

پلوٹھا۔ سب سے پہلے کا پیدا شدہ بیٹا۔ وہ اولاد جو بیاہ کے بعد سب سے پہلے پیدا ہو۔

پندار۔ غرور۔ گھمنڈ۔

پوُج۔ قابلِ پرستش۔ پوجنیہ۔

پیوند۔ جوڑ۔ ملاپ۔ رشتہ دار ٹکڑا۔

پیغامبر۔ قاصد۔ پیغام لے جانے والا۔

ت

تابش۔ گرمی۔ تپش۔

تبخیر۔ بھاپ۔ بھک۔ بخارات جو معدہ کے فعل میں دماغ کو چڑھتے ہیں۔

تتو ویت۔ تتو (اصلیت) کو جاننے والا۔ حق شناس۔ عارف۔

تجاوز۔ قانون کی حد سے ٹپ جانا۔ حد سے بڑھ جانا۔ بیجے گزر جانا۔

تجلی۔ چمک۔ روشنی۔ نور۔

تحقیر - ذلیل کرنا۔ حقیر سمجھنا۔ ذلت۔ کم قدری یا حقارت
تحلیل - اجزا کو کھول دینا۔ حل کرنا۔ کسی چیز کو گلا کر
فنا کر دینا یا ہضم کرنا۔
تخلیہ - خلوت۔ ایکانت۔ تنہائی۔
تدوِن - (ॐ) اُس (برہم) ذات کا جاننے
والا۔ اُسکی مانند یا اپنے سروپ کا حاصل کرنے والا
تذکیر و تانیث - تذکر و مؤنث۔
تردید - رد کرنا۔ کسی بات کا جواب دینا۔
تشخص - معین پانا۔ معین ہو جانا۔
تشویش - پریشانی۔ گھبراہٹ۔
تصحیح - صحیح کرنا۔ درست کرنا۔
تصرف - گرفت۔ ابھانی۔ قبضہ۔
تصور - کسی شئے کی صورت دل میں باندھنی۔ وہم یا خیال
تعبیر - بیان کرنا۔ خواب کی حقیقت بتانا۔
یا تشریح کرنا۔
تعلم - علم سیکھنا۔
تغزیہ یا تغذیہ - پالنا۔ خورش دینا۔ غذا کا پہنچانا
تُف - لعنت۔ پھٹکار۔ تھوکنا۔ یا تھوک۔
تفسیر - تشریح کرنا۔ مغز سخن ظاہر کرنا۔ ٹیکا کرنا۔
تقدیر - قسمت۔ اندازہ کیا گیا۔ اندازہ کرنا۔
تقدیس کرنا - پاک بیان کرنا۔ پاک و پرہیزگار سے منسوب کرنا
تقلید - گردن میں گلوبند باندھنا۔ مجازاً پیروی کرنا۔
بغیر دریافت کیئے امر کی حقیقت کے اُسکی نقل کرنا۔

تقیدات - بندشیں یعنی قیدیں لگانا۔ حد کر دینا۔
تکرار - بار بار کہنا۔ مجازاً ضد۔
تکوینی پیدایش - جو تین وجنم یعنی تین طرح
پیدا ہُوا ہو۔ ایتریہ اُپنشد میں اس کا یُوں ذکر ہے -
پہلا جنم (جیو کا) مَنش کے بیرج میں ہوتا ہے۔
یعنی جس وقت آدمی اس بیرج روپی آتما کو اپنے
جسم میں دھارن کرتا ہے اور پھر استری (بیوی)
میں ڈالتا ہے۔ یہ پُرش کے اندر سے نکلا ہُوا
بیرج (جیو کا) پہلا جنم ہے۔ پھر جب عورت میں
داخل ہو کر وہ بیرج عورت کا اپنا آپ (انگ) بن
جاتا ہے اور وہ اس بیرج کی اپنے اندر خوب پرورش و
حفاظت کرتی ہے اور بعد بخوبی پرورش پانے کے وہ
باہر (دنیا) میں آتا ہے تو اُس کا دوسرا جنم کہلاتا ہے
پھر جب اِس پیدا شدہ بچے کے یگیوپویت وغیرہ سنسکار
ہوتے ہیں تو اس کا تیسرا جنم کہلاتا ہے۔ اس طرح سے
دو جنما ذاتی۔ تکوینی پیدایش کہلاتی ہے۔
تکیف - حقیقت دریافت کرلینا۔ واقف ہونا۔ کیفیت جاننا
تکھان - ترکھان۔ بڑھئی۔
تمامی - پوری پوری۔ اصلی۔ مطلق۔
تموج - لہر۔ پانی کا لہریں مارنا۔
تموز - بڑی گرمی۔ جوش۔
تناسل - بچہ جننا۔ اولاد پیدا کرنا۔ آلۂ تناسل مرد آلۂ تناسل
توبیخ - جھڑکنا۔ ملامت کرنا۔ دھمکی۔ جھڑکی۔

توضیح - واضح کرنا۔ تشریح کرنا۔

تولا اودیا یا تول اودیا - وہ جب دُنیا کی چیزیں نہ سمجھے اُس لاعلمی کو تول اودیا کہتے ہیں۔ اور یہ دُنیاوی علم کے پڑھنے سے دُور ہوتی ہے۔

تولیا ہی - جنی ہوئی۔ پیدا کی ہوئی سنتان۔

تیج - نُور۔ پرکاش

ث

ثبت - لکھنا۔ قرار دینا۔ مرقوم۔ مندرج۔

ثقالت - گرانی۔ بوجھ۔ بھاری پن۔

ثقبہ عنبیہ - درمیان آنکھ کے ایک سُوراخ ہے جس سے آنکھ کے اندر روشنی جاتی ہے۔

ثمرہ - پھل۔ نتیجہ۔

ثنا کرنا - تعریف کرنا۔ مدح کرنا۔

ثوابت - وہ ستارے جو حرکت نہیں کرتے۔

ج

جاگرت - حالتِ بیداری۔ جاگتی ہوئی اوستھا۔

جامع جمیع صفات - کُل گُنوں کا مجموعہ۔ یا جس میں کُل خصلتیں شامل ہوں۔

جانتوں کا - جاننے والوں کا۔

جبروت - عظمت۔ بزرگی۔ اصطلاحاً بزرگی و جلال خدا کا۔ وحدت مجازاً حالتِ غرق بنید۔ برہم لوک سے بھی مُراد لی جاتی ہے۔

جبلّی - فطرتی۔ پیدائشی۔ قدرتی۔ سوبھاوک۔ طبعی۔ ذاتی۔

جدِّ امجد - دادا۔ پردادا۔

جرِّ ثقیل - بھاری کشش۔ ایک علم طبعی ہے جس میں حرکت اور حرکت دینے والی قوتوں سے بحث ہے۔

جڑھ - مُردہ۔ بے حس و حرکت۔

جُفتی پانا - دِشئے بھوگ کرنا۔ جماع کرنا۔ مباشرت

جلاء - صیقل۔ صفائی۔ رونق۔

جلالت - بزرگی۔

جلالی - (رُوح جلالی) بزرگی یا بزرگی کی رُوح۔ شان و شوکت۔ رعب۔

جلوکا (जलौका) جونک۔ پانی میں لمبا کیڑا جو انسان کا خون چُوس لیتا ہے اور پھیل کر آہستہ آگے قدم رکھتا ہے۔

جماع - عورت سے صحبت داری۔

جمعیت - مدد کرنا۔ اردگرد جمع ہونا۔ فراہمی۔ اطمینان۔ تسلی

جمیع - تمام۔ سب۔ کُل۔

جنک - ایک راج رِشی کا نام ہے اور باپ یعنی پیدا کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

جنگم - منقولہ۔ وہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ جا سکے۔

جنین - وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔

جوادِ مطلق - بہت بخشش کرنیوالا۔ نام خدا تعالیٰ کا

جوتی یا جیوتی - تجلی۔ آتما کا نُور۔ پرکاش۔

جولانیٔ طبع - طبیعت کا بہاؤ - طبیعت کی دوڑ - ترنگ طبیعت -

جہل - اگیان - اندھیرا -

جھک مارنا - مچھلی مارنا - مجازاً گو کھانا یا لعنت سے مراد لیجاتی ہے -

جیوتشٹوم یگ - ایک سوم یگ ہوتا ہے - جس میں پرکاش سروپ نور اعلیٰ نور کی بہت شتتی (مدح) کی جاتی ہے - اِس میں چار اگنی شٹوم آگتھیہ - شوڈسن اور اتی راتری ہوتے ہیں - اور سات اورانگ ہوتے ہیں -

چ

چار چشم ہونا - ایک دوسرے کا دیکھنا -

چاش - مراد چکھنے سے ہے اور اصطلاحاً وہ مقام جہاں غلہ کو بھوسہ سے صاف کرکے رکھیں یا غلہ کا ڈھیر جو بھوسہ سے الگ کیا ہوا ہو -

چاؤ - شوق -

چت مہتابی - مہتابی کی لسنک یعنی روشنی والا منور - بمانند مہتاب یا مہتابی کے رنگ والا -

چتر رنگ - چار رنگ - اصطلاحاً مختلف رنگ والا -

چٹپاٹ چٹپٹاک - شوق - خیال -

چشم شپیر - چمگادڑ کی آنکھ -

چشمک - آنکھ سے اشارہ کرنا - عینک - چھوٹی آنکھ

چمس - ناریل کے کھول کا پیالہ جو لکڑی کے کٹورے یا پیالہ کی طرح ہوتا ہے اس میں پہلے لوگ سوم رس پیا کرتے تھے -

چنگل - پنجہ - جانور یا آدمی کا -

چوچیاں - پستان یا چھاتیاں -

چیر - کپڑا - رنگا ہوا ساڑھی یا ڈوپٹہ -

ح

حادث - نئی چیز جو پہلے نہ ہو - نیا جو حال میں پیدا ہوا ہو - نیا امر جو حال میں ظاہر ہوا ہو -

حاسد - حسد کرنے والا - جلنے والا -

حاوی - گھیرنے والا - احاطہ کرنیوالا - کامل

حائل - دو چیزوں کے بیچ میں آنے والا - درمیان دو اشیاء کے مانع ہونے والا - باز رکھنے والا -

حجرہ - کوٹھری - مسجد کی کوٹھری سے بھی مراد لیجاتی ہے

حدقہ - کاسۂ چشم - سیاہی آنکھ کی -

حرارتِ غریزی - وہ حرارت (یا اصلی قوت) جس پر آدمی کی زندگی کا مدار ہے یعنی اصلی گرمی جو روح کی اصلی حرارت سے بدن میں ہوتی ہے - اور یہ ایک بخارِ لطیف ہے جو دل کے جوف سے اٹھتا ہے اور تمام رگوں اور پٹھوں میں پھیلتا ہے - اِسی پر جسمانی زندگی کا مدار ہے

حزن یا حزن - غم - اندوہ - رنج -

حِسّ۔ محسوس کرنا۔ معلوم کرنا۔ دریافت کرنا۔ کسی چیز کا یقین کرنا۔

حُسنِ تعقّل۔ نیک (اعلیٰ) سوچ وچار۔ اعلیٰ خیال

حسنۂ اعمال۔ شُبھ کرم۔ اعلیٰ اعمال۔ نیک کام۔

حِسیات۔ حِس کی جمع۔

حشرات الارض۔ وہ جانور جو زمین میں سوراخ کر کے رہتے ہیں۔ مثلاً کیڑے مکوڑے سانپ وغیرہ۔

حظّ۔ خوشی۔ لُطف۔ ثمرہ۔ نصیب۔ بہرہ مند عربی والے معنی لیتے ہیں۔

حقائق۔ جمع ہے حقیقت کی۔ اصل چیزیں۔ مگر اصطلاحاً رُوحوں یعنی اِندریوں اور دیوتاؤں سے مُراد ہوتی ہے اور مجازاً حقیقتیں اور خاصیتیں بھی معنی لیے جاتے ہیں

حکمتِ بالغہ۔ کامل دانائی۔

حل ہونا۔ گُھل جانا۔ گل جانا۔ پڑنا۔ کُھل جانا۔ مشکل چیزوں کو آسان کر دینا۔ گرہ گُھنڈی کا کھولنا۔

حلقوم۔ نائے گلو۔ نرخرہ۔ حلق کی جار۔

حماقت۔ بیوقوفی۔ بے عقلی۔ نادانی۔ احمق پن۔

حمد۔ تعریف۔ سراہنا۔ اور اصطلاح خاص میں بیان جلال و عظمتِ حق تعالےٰ کا۔

حُنجرہ۔ گلے کا نل۔

حواس۔ پانچ گیان اِندریہ و پانچ کرم اِندریہ کو کہتے ہیں۔

حُور۔ جمع ہے حورا کی۔ بمعنی سفید رنگ و سیاہ آنکھ اور کالے بال والیاں۔ مجازاً بہشت کی اپسرا کو کہتے ہیں۔

حیلہ۔ بہانہ۔ مکر۔ فریب

خ

خارج۔ باہر۔ الگ۔ نکلا ہوا۔

خائف۔ ڈرپوک۔ ڈرنے والا۔

خطاب با عتاب۔ خفگی کے کلمات ملامت کا نشانہ

خلا۔ خالی جگہ۔ خلوت۔ ایکانت۔

خلط۔ ملی ہوئی شے۔ چاروں خلطوں میں سے ایک خلط۔ یعنی خون یا صفرا یا بلغم یا سودا۔

خَلق۔ پیدا کردہ یعنی دنیا کے لوگ۔ خلقت کا مخفف

خُلق۔ خو۔ عادت۔ سبھاؤ۔

خلقی۔ پیدا شدہ۔

خلو۔ خالی ہونا۔ اور کاش

خلوت۔ تنہائی۔ ایکانت۔ اکیلا پن۔

خواست کرنا۔ چاہنا۔ مانگنا۔ ارادہ کرنا۔

خواص۔ جمع ہے خاص کی بمعنی خدمتگار۔ نوکر مصاحب۔

خواطر۔ جمع ہے خاطر کی۔ طبیعتیں۔ دل۔ برتیاں یا ورتیاں۔

خیز۔ اٹھنا۔ پھر پیدا ہونا۔ اور جاگنا یا نمودار ہونا سے بھی مراد لی جاتی ہے۔

د

دَاعِیّہ۔ خواہش۔ خواہش جماع سے عموماً مراد ہوتی ہے

دانستنی۔ جاننا۔ اِندریہ گیان سمجھ۔

دانش علم عقلمندی۔ دانائی سمجھ۔

دایہ۔ دائی۔ وہ عورت جو بچے کو حمل سے باہر نکالنے میں مدد دیتی ہے۔

دِب پِتر ([illegible]) وہ والدین جو سورگ میں پیدا ہوں یا وہ پِتر جو سورج چاند وائیو وغیرہ والدین آسمانی کہلاتے ہیں۔

دُخان۔ دھواں۔

دردِ زِہ۔ بچہ جننے کے وقت دُکھ یا تکلیف۔

درِ سِہمی۔ ایک سوراخ کا نام ہے جسکے راستے پران کے نکل جانے کا ڈر ہوتا ہے۔ مُراد پران کے نکل جانے والے رستہ سے ہے جو کھوپڑی میں کہا جاتا ہے۔

دُرّۃ التاج۔ تمام بڑے موتیوں میں سے بڑا موتی یعنی سب سے اعلیٰ۔ مجازاً روحِ اعظم سے مُراد ہے۔

درنّویلہ یا درنّولہ۔ اس وقت میں بھی۔

دَغدغہ۔ خوف۔ تشویشِ خاطر۔ اندیشہ۔ کھٹکا۔

دِغدغہ۔ گدگدی کسی کی بغل یا پہلو میں اُنگلیوں سے گدگُدانا کہ وہ ہنسے۔

دَفعیہ۔ دفعہ کرنے کی تدبیر یا علاج۔

دفق کرنا۔ پانی کا گرانا۔ پانی چھڑکنا۔ مجازاً منی کو جائے مخصوص کے حوالہ کرنا۔

دفینہ۔ گڑا ہُوا مال۔

دکھشنایَن۔ جب سورج دکھشن یعنی جنوب کی سمت میں ہو۔

دلِ صنوبری۔ ہردیہ کنول۔

دَم پتی یا دمپتی۔ عورت مرد کے جوڑے کو کہتے ہیں یعنی میاں بیوی حقیقت دم پتی کی ایکتا روحانی ہے (दम्पति)

دُوار۔ دروازہ۔ ذریعہ۔ رستہ۔ وسیلہ۔

دُودیاں۔ دُودھ دینے یا پلانے والی نلیاں۔ پستان

دوش۔ پاپ۔ گناہ۔

دوہجی۔ دُودھ۔ دہی بلونے والا یا دودھ کا کام کرنے والا یعنی دُودھ مکھن بیچنے والا۔

دُھکتی آگ۔ آگ جو دُھواں دے رہی ہو اور ابھی شعلہ زن نہ ہوئی ہو یعنی سُلگتی آگ۔

دھیارا۔ رسّی جس سے گائے یا حیوان منہ کے ساتھ باندھا جائے۔

دیوتا۔ ہر ایک میں جو رُوح یا زندگی ہے وہ دیوتا کہلاتی ہے جس طرح انسان میں جو زندگی ہے بلا لحاظِ جسم و صورت انسان کی جان کہلاتی ہے۔ اسی طرح پِتروں میں جو زندگی ہے بلا لحاظ اُن کے جسم و صورت کے پِتر دیوتا کہلاتی ہے۔ ایسے ہی آگ میں جو زندگی ہے وہ آگ کا دیوتا۔ پانی میں جو زندگی ہے وہ پانی کا دیوتا۔ علیٰ ہٰذا

دیولوک۔ فرشتوں کی دُنیا یعنی ارواح کا مُلک۔ مجازاً حقیقتِ خواب بھی مُراد لی جاتی ہے۔

ذ

ذالک - اسم اشارہ مفرد مذکر کے واسطے استعمال کیا جاتا ہے

ذرۃ التاج - تمام ذرّوں سے بڑا تمام سے آگے
سر نکالے ہوئے یعنی سب سے اعلے رتبہ رکھنے والا -

ذہنی - متعلق ذہن کے یعنی جو اندرونی دماغ
میں ہی ہوں - باطنی -

ر

رب الارباب - تمام پرورش کرنے والوں کا
پروردگار - مالک - اصلی - ایشور -

رب الاشخاص - شخص کے لحاظ سے جو
پرورش کنندہ ہو - یعنی وہ فرشتہ جو حق تعالی
کی جانب سے واسطے پرورش اشخاص مقرر ہو -

رب النوع - وہ فرشتہ جو حق تعالی کی جانب سے
واسطے پرورش ہر نوع کے مقرر ہو - مجازاً کلی زندگی
یعنی مالکِ کل -

رابطہ - پیوند - میل - دوستی - لگاؤ - علاقہ -

ربوب - جمع رب کی یعنی پرورش کنندہ -

رج - عورت کی منی جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے -

رجوعات - جمع رجوع کی یعنی لوٹنا - مائل - جھکاؤ

رحم میں آنا - عورت کے حمل ہو کر بچہ میں آنا -

رُدر دیوتا - پانچ حواس جو ادراک کے آلات
ہیں - پانچ قویٰ جو حرکات کے آلات ہیں اور دل
جو سمجھتا ہے یہ سب ملا کر گیارہ رُدر دیوتا ہیں - لغت
سنسکرت میں جو رُلاتا اور رنجاتا ہے اُسے رُدر
کہتے ہیں کیونکہ ان حواسوں اور من کے نکل جانے
سے آدمی مُردہ ہوتا ہے اور اُس کے خویش
روتے اور پیٹتے ہیں لہذا رُدر کہلاتے ہیں -

رذائل - جمع رذیل کی - رذیلت کے معنے
نالائقیاں - کمینی باتیں -

رس - زندگی -

رُست - رُستن سے یعنی رہا ہوا - چھوٹا ہوا -

رستخیز - قیامت -

رسن - رسّی -

رشی یا رکھی - عارف کامل -

رطوبتِ غریزی - اصلی مادہ کل موتیوں کا
یعنی پیدائشی تری اور رطوبت جو اعضا میں ہوتی
ہے - مراد اصلی مادہ یا چکنائی ست سے ہے -

رعد - بادل کی آواز - بجلی کی کڑک - بعض کہتے
ہیں آواز اُس فرشتہ کی جو ابر کو ہانکتا ہے -

رو - چہرہ - رُخ - وجہ - سبب -

روحِ آفاقی - آدھی بھوتک پران - یعنی جو تمام
عناصر کی زندگی ہو -

روح القدس - پاک روح - شُدھ آتما -

روح الٰہی - آدھی دیوک پران - یعنی تمام
دیوتاؤں کی اصلی زندگی - ایشور -

روح النفسی - ادھیاتم پران - ہر شخص کی

اصل زندگی یعنی آتما - ذات -

رُوح بخاری - پران - کوٹھڑی میں مقیدرہ کر باہر نکلنے یا اُٹھنے والی رُوح -

مجازاً جیو کو کہتے ہیں -

رو رو - نہایت ہی غم و افسوس ناک - از حد غم و مصیبت سے بھرا ہوا -

رُوڑی - ملبہ گندگی کا -

ریگ - ریت -

ز

زجر کرنا - جھڑکنا - تنبیہ دینا - زجر و توبیخ بھی جھڑکنے ملامت کرنے کو کہتے ہیں -

زُنار - دھاگا - سُوتر - اصطلاح میں یگیوپویت کو کہتے ہیں یعنی دھاگا جو ہندو لوگ گلے میں رکھتے ہیں

زناکار - بھوگی - وشئی -

زوج پانا - عورت و مرد کا جوڑا ہونا -

زہد - پارسائی - پرہیزگاری - دُنیا کی لذتوں کو چھوڑنا -

زہے - آفریں - شاباش - کلمہ تحسین کا -

زیر و بم - نیچی و اُونچی آواز - مدّہم اور پنچم سُر -

زیرک - دانا - عقلمند - حکیم -

س

ساجھا - شرکت - شراکت - تعلق -

سادھن - ذریعہ - وسیلہ - جن ذریعوں سے حق شناسی ہو

سادھن سمپنّ - تمام صفتوں سے موصوف کامل - طالب حق -

سار - اصلیت -

سارُوپ - وُہی رُوپ والا - مجازاً وہ مکشاف (اِنُوبھو) جس میں (برتی) برہما کے رُوپ سے عین ہو

ساکن - بے حرکت -

ساکھشی - شاہد - دیکھنے والا - گواہ -

سالوک مکتی - اسی لوک میں رہنے والی حالت کا نام سالوک مکتی ہے یعنی رعایا کا راجدھانی میں رہنے کی مانند جب برتی برہم منڈل میں یعنی برہم لوک میں رہایش اختیار کرے تو وہ سالوک مکتی کہی جاتی ہے -

سامعہ - شروتر اندریہ - سُننے کی قوت -

سامگری - ہوم - یگ کا تمام اسباب - تمام ذخیرہ

سامیپ مکتی - جیسا اہلکاروں کو راجہ کی قربت مل جاوے ایسے ہی برہم لوک میں برہما کے نزدیک برتی کا ہونا سامیپ مکتی کہلاتا ہے -

سائر - سیر کرنے والا - سیاح -

سایوج مکتی - جب برتی برہم لوک میں برہما کے دھیان میں عین ابھید یا یکت یعنی جڑ جائے وہ سایوج مکتی کہلاتی ہے -

سُباقی رگ - جس رگ کے ذریعہ نیند بیہوشی

بہت ہوتی ہے۔ مجازاً خواب آور یا نیند کی دینے
والی رگ۔ اصطلاح میں اِنگلا اور پنگلا سے بھی مُراد
لیتے ہیں۔

ست سنکلپ۔ شُدھ ارادہ و قصد شُدھ بھاؤ

ست کام۔ شُدھ اچھا والا۔ یعنی جس کی تمام
خواہشیں پُوری ہوتی ہوں۔

سنتھاور۔ غیر متحرک۔ سخت یعنی قائم رہنے والا

سَر۔ فکر۔ خیال۔ ارادہ۔

سِرّ۔ بھید۔ رمز۔ راز۔ جو چیز کہ پوشیدہ ہو۔ پردہ

سراب گاہ۔ بالو (ریت) کا میدان جو مسافر کو
دھوپ میں یا چاندنی میں دُور سے مثل بہتے ہوئے
پانی کے معلوم ہوتا ہے۔

سرشار۔ محو یا مست۔ لبالب۔ لبریز۔

سُرلوک۔ جسکو دیولوک کہتے ہیں وہ دُنیا جو آفتاب میں ہے

سرودان۔ سب مال کا دان دینے والا۔

سروگیہ۔ سب کا جاننے والا۔

سنّری۔ خیالی۔ وہمی۔

سُشپتی۔ گھوک نیند۔ خوابِ غفلت۔

سعی۔ کوشش۔

سعید۔ نیک۔ مبارک۔ نیک بخت۔

سِفلی۔ بہت نیچے کا۔ مجازاً۔ زمینی۔ پستی۔

سفیر۔ ایلچی۔ قاصد۔

سقط۔ بچہ ناتمام۔ جو ماں کے پیٹ سے گر پڑے۔

سقف۔ مکان کی چھت۔

سکھی لوک۔ وہ لوک (عالم) جسمیں دوست
و آشنا یا معشوقہ رہتے ہوں۔

سگ۔ کُتا۔

سگن۔ صفتوں سے موصوف۔ گن والا۔ مقید۔

سلب کرنا۔ نفی کرنا۔ گھٹانا۔

سمپرساد۔ گہری و میٹھی نیند۔ سشپتی۔ گھوک نیند۔

سمشٹی۔ کُلّی۔ کل کے لحاظ سے۔

سمیع۔ سُننے والا۔ خدا کا صفاتی نام ہے جس کے
معنی ہیں کہ بغیر کان کے تمام آوازوں کو سُننے والا۔

سُنّ یا سُنسان۔ اُجاڑ۔ غیر آباد۔

سنپیدا۔ اولاد۔ پیدا شدہ یا کردہ اولاد و نسل۔

سنکلپ مئے۔ سنکلپ (خیال) والا۔

سنگار۔ شرنگار۔ آرایش و نمایش۔

سنگریزہ۔ کنکر۔

سنگھات۔ مجموعہ۔ ذخیرہ۔

سُوپن۔ خواب۔

سوکرت۔ نیک اعمال۔ پُن کرم۔

سوم لوک۔ چاند لوک (یعنی جو دُنیا ماہتاب میں
ہے) اصطلاح میں اُسے بہشت بھی کہتے ہیں۔

سہ گن اتیت۔ تینوں گنوں سے پرے۔
یعنی بری از تمام صفات۔ لاقید۔

سہو۔ بھول۔ چوک۔

سیاست - مُلک کی نگہبانی کرنا - حفاظت کرنی رعیت پر تنبیہ کرنا -

سیر - پُر - رجا ہُوا - پیٹ بھر کر کھانا - ترپت - پرسن ہونا

سیرت - خصلت - عادت - خو -

ش

شامہ - گھران اندریہ - بُو سُونگھنے کی قوت یا حس

شب پرچشم - چگدڑ - چمگدڑ یا چمگادڑ کی آنکھ والا -

شباب - جوانی -

شُدنی و فانی - ظاہر ہو کر ناش ہونے والا -

شُرتی - کلام آسمانی - وید کا کلام -

شرعِ معلّیٰ - قرآن کی اعلیٰ شرع سے مُراد ہے

شرقی - مشرق (پورب) کا -

شریعت - متعلق شرع کے - دینی قانون - کرم کانڈ

شریان - چھوٹی رگ یعنی چھوٹی چھوٹی رگیں ہر بڑی رگ کے نیچے ہیں اور یہ اُچھلنے والی ہوتی ہیں اور ان میں بہ نسبت خون کے رُوح یا پران زیادہ ہوتا ہے - اور یہ قلب سے اُگی ہیں -

شریکِ باری - خدا کا ہم پلہ - خدا کا شریک

شعبہ - نغمہ جو کسی اور نغمہ سے نکلا ہو - چونکہ شعبان مسلمانوں کا وہ مہینہ ہے جس میں تمام امورات مقدرہ خلائق پراگندہ ہوتے ہیں - اس لیئے اُس نغمہ کا ٹکڑا ہوتا ہے جو نغمہ ہر ایک کے مقدر کا نتیجہ بن کر نکلتا ہے -

شغل - کام - بے فرصتی - پیشہ -

شفاعت - سفارش - وساطت - درمیان میں پڑنا

شقی - بدبخت - بُرے نصیب والا - سنگدل -

شلاق - نشتر مارنا - مُکّے و گھونسے مارنا - لکڑی سے مارنا -

شور - غل - نمکین - مجازاً سمندر سے بھی مراد ہوتی ہے

شہوت - کام -

شیاطین - شیطان کی جمع -

شیشۂ حدقہ - آنکھ کی پتلی کا شیشہ -

شیشۂ مثلثی - تین اطراف والا شیشہ - جس سے مختلف رنگ نظر آتے ہیں -

ص

صادق - سچا - رست - دُرست آجانا یعنی کا کسی شے پر

صافی - صاف دِل والا - نچوڑ - عطر - تحلیل شُدہ -

صانع - کاریگر - بنانے والا -

صحیح النسب - جو اولاد اپنے اصل والدین سے ہو (نسلِ حلال)

صدف - سیپی - موتی کا گھر -

صغیر - چھوٹا -

صف - قطار - سلسلہ -

صلیب - سُولی - پھانسی -

صناعی - مصنوعی - چند روزہ -

صواب - راست - بہتری - نیکی -

صوت - آواز - آواز کرنا -

صوفیاء کرام - اہلِ تصوف کے جاننے والے گیانی - عارف لوگ -

صیقل - پالش کرنا - آئینہ اور تلوار وغیرہ کا چمکانے والا یعنی روشن اور صاف کرنیوالا -

ض

ضربِ شلاق - لاٹھی وغیرہ مارنا چوٹیں لگانا -

ضرر - نقصان - دُکھ -

ضلالت - گمراہی - قصور - غلطی -

ضمائر بِن - جمع ضمائر کی جو خود جمع ضمیر کی ہے یعنی اندیشہ بیتی یا ورتی وہ چیز جو دل میں گزرے - پوشیدگی

ضمن - بیچ اندر - مشمولہ - اندروں -

ضمیمہ - وہ شے جو کسی اور شے پر زیادہ کرکے لگاویں یعنی پرچہ زائد - ایکسٹرا ([illegible])

ط

طاق - طاقچہ

طالع - طلوع کرنے والے -

طبل کرنا - ڈھول بجانا - طبلہ بجانا - نقارہ بجانا

طفیل - ذریعہ - وسیلہ - توسط -

طفیلی - دوسروں کے طفیل گزارہ کرنے والا - اوروں کے وسیلہ سے ضیافت اڑانیوالا - پچھلگو

طلائی - سنہری - سونے کا -

طلوع - نکلنا - نتیجہ - مراد - پھل -

طوالت - طول پکڑنا - لمبا کرنا -

طوقیت - زنجیر - پٹہ -

ظ

ظل - ظلی - سایہ - پرچھاؤں - سایہ والا - یا سایہ - قریب -

ظلماتی - اندھکار والا - وہ شے جو شفاف نہ ہو -

ظن - گمان - خیال - رائے - وہم -

ظہور - کسی شے کا ظاہر ہونا - پیدا - نمودار -

ع

عارض - حادث - نیا پیدا یا شامل ہونے والا لاحق ہونا - مانع ہونا - یا مانع ہونے والا -

عاریتی - اُدھار - مستعار - مانگ کر کوئی چیز لی ہوئی -

عالمِ الوان - مختلف رنگ روپ والی دنیا -

عالمِ جبروت - برہم لوک - مرتبہ صفاتِ خدا کا - اصطلاح میں گھوک نیند کی حالت سے بھی مراد لی جاتی ہے -

عالمِ خلق - دنیا - مادی دنیا

عالمِ شہادت - حالتِ بیداری - جاگرت اوستھا

عالمِ مثال - حالتِ خواب - سُوپن اوستھا -

عالمِ ملکوت۔ دیولوک یعنی فرشتوں کا عالم۔ یعنی بہشت سُرلوک (مجازاً خواب کی دُنیا وحالت کو بھی کہتے ہیں)
عالمِ ناسوت۔ جاگرت کی دُنیا۔ یعنی عالم فانی کو کہتے ہیں۔
عامل۔ عمل کرنے والا۔ مجازاً کرم کانڈی و شرعی سے بھی مُراد ہوتی ہے
عامیان۔ عام لوگ یا جاہل لوگ۔
عاید۔ اُلٹ کرنے والا۔ واقعہ ہونے والا۔
عبث۔ بیہودہ۔ رائگاں۔ بے فائدہ۔
عبرت۔ ڈر۔ نصیحت۔
عبودیت۔ عبادت یا بندگی کی غلامی۔
عتاب۔ جھڑکنا۔ ملامت کرنا خشکی غصّہ
عرش۔ آکاش۔ مجازاً اُس آٹھویں آسمان سے مُراد ہوتی ہے جہاں خدا کا تخت مانا جاتا ہے۔
عرض۔ چوڑائی۔ وہ چیز جو بذاتہ قائم نہ ہو بلکہ کسی دُوسری چیز کے سبب سے قائم ہو۔ یعنی قائم بالغیر جیسے رنگ کپڑے پر اور حرف کاغذ پر اور جو بذاتہ قائم ہیں جوہر کہلاتے ہیں۔
عُرف۔ پہچان۔ نیکی۔ مشہور۔
عُروج۔ بلندی۔ ترقی۔ چڑھائی۔
عُریان۔ ننگا۔ برہنہ۔ ظاہر۔
عِشوہ۔ ناز۔ نخرہ۔ کرشمہ۔ فریب۔
عصبی۔ پٹھّہ والی۔ پے۔ پٹھّہ۔
عفّت۔ پاکیزگی۔ حلیمی۔ پاکدامنی۔
عفو۔ معافی۔ بخشش۔ درگزر۔
عقولات۔ جمع عقول جو خود جمع ہے عقل کی۔ دانائیاں۔ عقلیں۔
علقہ۔ جونک۔ لٹکی ہوئی چیز۔ چمٹی ہوئی۔ جما ہوا خون
علمِ معاملہ۔ شریعت۔ کرم کانڈ۔
علمِ مکاشفہ۔ علم معرفت۔ گیان کانڈ۔
عُلوی۔ آسمانی۔ جیسے فرشتہ۔ اُوپر کا۔
عمود۔ ستون۔ کھمبا۔ خیمہ کی چوب یا گرز۔ ترازو کی ڈنڈی کی بیچ کی رسّی یا کانٹا۔ وہ سیدھا خط جو دوسرے سیدھے خط پر اس طرح واقع ہو کہ دونوں متصل زاویہ قائمہ (برابر) بنادے
عنبیہ۔ آنکھوں کے سات طبقوں میں تیسرا طبقہ۔
عُنصر و عنصریات۔ تمام بھوت (عناصر) یعنی آگ۔ پانی۔ ہوا۔ زمین و آکاش تمام مادیات
عود۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ بازگشت ہونا۔
عیاری۔ چالاکی۔ دھوکا۔ فریب۔

غ

غاذی۔ غذا پچانے والا۔ غذا بانٹنے والا۔ کھانے والا۔ پچانے والا۔
غاذیہ۔ وہ قوت جو غذا کے پچانے میں تصرف

ہوتی ہے یعنی قوتِ ہاضمہ اور بعد از زوال بیکل اعضا کو پہنچاتی ہے۔

غایت۔ کسی چیز کی انتہا۔ آخر۔ انجام۔ غرض۔ مطلب۔ نشان۔

غرور۔ گھمنڈ۔ اہنکار

غریزی حرارت۔ وہ اصلی زندگی جس سے تمام زندہ ہیں

غریزی رطوبت۔ وہ اصلی چکنائی (مادہ) جس پر تمام دنیا کے اجسام منحصر ہیں۔

غفلت۔ بےخبری۔ اگیان۔ اندھکار۔ بھول چوک۔

غنی۔ بےپرواہ۔ بےنیاز۔ دولتمند۔ آزاد

غول۔ ایک قسم کا دیو جو جنگل میں رہتا اور رنگ برنگی شکلوں میں اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے کنایۃً رات سے بھی ہے

غیر منتہی جسکی انتہا نہ ہو۔

ف

فاتح۔ فتح کرنے والا۔ مجازاً شروع کرنے والا۔ کھولنے والا۔

فائق۔ بہتر۔ برگزیدہ۔ فوقیت رکھنے والا۔

فتور۔ سستی۔ مجازاً خرابی۔ برائی۔ کمزوری۔

فرو ہونا۔ کم ہونا۔ نیچے۔ یا رفع ہونا۔

فرود۔ نیچے اترنا۔ اترنا۔

فروع۔ شاخیں۔ ڈالیاں۔

فصل۔ باب۔ حصہ۔ ٹکڑہ۔ علیحدگی۔ دو چیزوں کے درمیان کا فاصلہ۔

فصل و وصل۔ علیحدگی و ملاپ۔

فضا۔ کشادگی۔ بہار۔ کشادہ زمین یا کھلا میدان

فضائل۔ جمع فضیلت کی یعنی زیادتیاں۔ بلند درجے۔ عمدہ ہنر۔ غلبہ کرنا کسی پر فضیلت میں۔

فضل۔ بخشش۔ بزرگی۔ عنایت۔ دیا۔

فور۔ ساعت۔ جلد۔ شتاب۔ مجازاً آنکھ کی جھپک میں۔

فوق۔ بزرگی۔ اوپر۔ ترجیح۔

فیضان۔ پانی کا چھلکنا یا جاری ہونا کسی چیز کا از حد زور سے یا بڑے حجم سے بہاؤ۔ مجازاً بخشش بافراط۔

ق

قاصر۔ کمزور۔ عاجز۔ کوتاہ۔

قائم بالذات۔ جو اپنی ذات سے قائم ہو۔

قبلہ۔ جو چیز کہ مقابل ہو۔ جدھر منہ کر کے نماز پڑھیں خانۂ کعبہ۔ بیت المقدس۔ عزت کا لقب۔

قبول۔ پکڑنا۔ گرہن کرنا۔ ماننا

قحف۔ کاسۂ سر۔ دماغ کی اوپر کی ہڈی۔ کھوپڑی

قدوس۔ نہایت پاک۔ شُدھ آتما۔ ایک نام ایشور کے ناموں میں سے ہے۔

قرص۔ گردہ۔ گھیرا۔ ٹکیہ۔

قصور - جمع قصر کی یعنی محل - مجازاً بہشت کے عالی شان مکان - گناہ کو بھی کہتے ہیں -

قمر - چاند - چاند کا چمکنا یعنی چاندنی -

قوال - مراد میراثی - ساز بجانے والے -

قویٰ - کرم اندریہ یعنی حرکت کے حواس -

قیود - جمع قید کی -

قیوم - صیغہ مبالغہ کا ہے - بہت بڑا قائم ہونیوالا بہت بڑا نگاہ رکھنے والا اور ایک نام خدا تعالے کے ناموں میں سے ہے - مستغنائی -

ک

کارج - معلول -

کالعدم - بالکل غائب -

کام چار - خود مختار - آزاد مطلق - اپنی مرضی مطابق پھرنے والا -

کبیر - بڑا -

کدورت ناک - گندلا - غبار - تاریکی -

کراہت یا کراہیت - نفرت - نفریں -

کرت کرت - نہایت خوش - تشفی یافتہ -

کرتا - فاعل - کرنے والا -

کردار - کام - فعل - عمل -

کرنی - عمل - کرتوت -

کریا - کام فعل -

کروبی فرشتہ - وہ فرشتہ جو پرجاپتی کے نزدیک برہم لوک میں رہتے ہیں - اعلیٰ درجے کا فرشتہ -

کشف - پردہ اٹھا دینا کسی چیز پر سے - برہنہ کرنا - انکشاف -

کف - سمندر یا جل کے جھاگ - پھین - تھوک -

کلپ - ایکہزار یگ کا عرصہ جو برہما کا ایکدن کہلاتا ہے -

کلل - رحم میں نطفہ سے تبدیل شدہ شکل کا نام

کنایہ - اشارہ - سین - مراد -

گ

گتی - رفتار - رستہ چلنے کا -

گفتنی - کہنے مانند - محض بولنے پر اکتفا ہوئی ہو -

گرگ - بھیڑیا -

گندھرب - بہشت (اندرلوک) کا گویا یعنی گانے بجانے والا -

گوالہ - وہ شخص جو مویشیوں کو چرائے - اور انکی رکھوالی کرے -

گولک یا گولکوں - تھیلی - پوشیدہ خزانہ دوکاندار کے روزمرہ بکری کے رکھنے کا صندوق -

گیاس یا گیس - متواتر مذاکاہ غذا کا عرق -

ل

لابدی - ضروری - لازمی - یقینی -

لالڑی ۔ سُرخی ۔
لامُنتہی ۔ کسی حد تک نہ ختم ہونے والا ۔ انتہاء کو نہ پہنچنے والا ۔
لطیفۂ نفسانی ۔ من ۔ قلب ۔
لمس ۔ چھُونا ۔ حاجتِ جماع ۔
لوپ ۔ گُم ۔
لوتھڑا ۔ گوشت کا ٹکڑا ۔
لیلا ۔ کھیل ۔ بلاس ۔

م

ماخذ ۔ منبع ۔ جڑ ۔ جگہ اخذ کی ۔ وہ جگہ جہاں سے کوئی چیز لیں ۔
مانع ۔ منع کرنے والا ۔ روکنے والا ۔
مُبتدی ۔ شروع کرنے والا ۔ طالب ۔ جگیاسُو ۔
مبداء ۔ جائے شروع ۔ جگہ ظاہر ہونے کی ۔ آغاز کرنے والا ۔
مبسُوط ۔ پھیلا ہُوا ۔ فراخ ۔
متابعت ۔ تابعداری ۔ اطاعت ۔
متجلّی ۔ روشن ۔ منوّر ۔ آشکارا ۔
متخیّل ۔ خیال کیا گیا ۔
متشکّل ۔ شکل اختیار کرنے والا ۔
مُتصرّف ۔ تصرّف کرنے والا ۔ قابض ۔
متّصف ۔ موصوف ۔ صفت کیا گیا ۔

مُتمثّل ۔ ہم شکل ۔ ہم مانند ۔
مُتموّج ۔ موج مارنے والا ۔ لہریں مارنے والا
مُتنبّہ ۔ واقف ۔ آگاہ ۔ خبردار ۔
متوفّی ۔ وفات پایا ہُوا ۔ مُردہ ۔
متوسّلی ۔ رشتہ دار ۔ دوستی رکھنے والا ۔ برسرِکار رہنے والا ۔
متھیا ۔ جھُوٹ ۔ غلط ۔ وہم ۔
متھیا کاری ۔ جھُوٹا بیوہار کرنے والا ۔
متھیاری ۔ جھُوٹا ۔
مثالی حالت خواب کی حالت ۔
مُثلّثی ۔ تین کونہ والا ۔
مجامعت ۔ صحبت کرنا ۔ جماع کرنا ۔
مُجاہدہ ۔ مشقّت ۔ تپ کرنا ۔ ریاضت و بندگی
مُجاہدین ۔ کوشش کرنے والا ۔ تپسوی ۔ خُدا کی راہ پر کافروں سے لڑنے والا (جمع مجاہد کی)
مُجرّدات ۔ حکیموں کی اصطلاح میں وہ شئے جو مادّہ سے پاک ہو جیسے ملائک یا ارواح یا عقولِ عشرہ یعنی وہ دس فرشتے جنہوں نے بموجب سبب حکماءِ خُدا کے حکم سے کُل عالم کو پیدا کیا اور سارا انتظام کر لیا ۔
محجوب ۔ حجاب کیا ہُوا ۔ پنہاں ۔ پوشیدہ
محرّکہ حواس ۔ کرم اندریہ ۔ حرکت دینے والے حواس
محسُوس ۔ جانی ہُوئی شئے ۔ معلُوم شدہ چیز

محکم - مضبوط۔

محل - مکان - جائے - مجازاً آدھار - آشرا۔

محمود - تعریف کیا گیا۔

مخصوص یا مختص - خاص کیا گیا۔

مخدوم - خدمت کیا گیا - آقا۔

مخنث - ہیجڑا - جو نہ مرد ہو نہ عورت۔

مدرکہ حواس - گیان اندریہ - وہ حواس جن سے انسان اشیاء کی حقیقت دریافت کر سکے۔

مدلول - اہلِ منطق کی اصطلاح میں معنی کو کہتے ہیں دلالت کیا گیا معنی بتایا گیا۔

مدمغ - دماغ دار - گھمنڈی۔

مذموم - مکروہ - برا - مذمت کیا گیا۔

مراقبہ - سمادھی - اُدھیو۔

مرچنگ - یہودیوں کا ایک باجہ جو منہ سے بجایا جاتا ہے۔

مردمک - آنکھ کی پتلی۔

مرزوق - رزق دیا گیا - مجازاً مخلوقات۔

مرغوب - دلکش - پسندیدہ - معقول۔

مرئیات - وہ چیزیں جو نظر سے دکھائی دیتی ہیں۔

مزید - زیادہ - افزوں۔

مسبب الاسباب - سبب پیدا کرنے والا - خدا تعالیٰ - مجازاً تمام سببوں کا اصلی سبب۔

مستجاب الدعوات - جس کی تمام دعائیں قبول ہوتی ہوں

مستعار - مانگا ہوا - عارضی - ادھار لیا ہوا۔

مستولی - غالب - قابو پانے والا۔

مسکن - گھر - رہائش - جگہ رہنے کی۔

مشارٌ الیہ - جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔

مشاق - کسی کام کی بہت مشق کرنے والا۔

مشت - مٹھی۔

مشتعل - شعلہ دینے والا - بھڑکنے والا - لاٹیں مارتا ہوا

مشتے نمونہ از خروارہ - غلہ کے ڈھیر میں سے ایک مٹھی بھر اناج لیکر اُس (مٹھی) کے امتحان یا ملاحظہ سے کل غلہ کا امتحان کر لینا۔

مشرک - وہ شخص جو ایک خدا کا قائل نہ ہو بلکہ کسی اور کو بھی خدا کے ساتھ شریک کرے ناستک - شریک کرنے والا۔

مشہود - حاضر کیا گیا - موجود - شہادت دیا گیا۔

مصداق - معنی کے صادق آنے کا اوزار - یعنی وہ شے جس پر کوئی معنی بولے جا سکیں - تصدیق کرنے والا - مثلاً انسان کے معنی زید پر بولے جا سکتے ہیں تو انسان کے معنی کا زید مصداق ہے - مجازاً وہ چیز جس کو لوگ سچ جانیں۔

مضغہ - گوشت کا لوتھڑا۔

مطبخ - جگہ کھانے پکانے کی - باورچی خانہ - بھنڈار

مظاہر - (جمع مظہر) جگہیں ظاہر ہونے کی۔

مظہر - جگہ ظاہر ہونے کی - جائے ظہور۔

مُظہِر - ظاہر کرنے والا - گواہ۔

مَعاد - جائے بازگشت - لوٹ کر جانے کی جگہ
مجازاً آخرت - قیامت -
معاش - زندگانی کرنا - اور وہ چیز جس سے
زندگانی کی جائے -
مُعاملہ دان - کرم کانڈی شریعت کے جاننے والے
مُعاملاتی - کرم کانڈی - کرم کے کرنیوالا یا متعلقہ کرم
معبُود - عبادت و پرستش کیا گیا - پُوجا گیا - پُوجنیہ
مُعتدبہ - کافی یا معقول - قابلِ اعتبار -
معدن - کھان یا کان - منبع - مخزن - معدنِ
رُطوبت کے معنی چکنائی یعنی مادّہ کا منبع و مخزن -
معدُومی المعدوم - بالکل نہونے کے برابر -
بالکل نیست -
معدُومی المعلوم - بہت کم - نیست مُطلق -
یعنی متھیا یا جھوٹ -
معرُوض - عرض کیا گیا - پیش کیا گیا - حادث شُدہ
مُعطّل - بے کار - معزول - کام سے خالی -
مُعطی - عطا کرنے والا - بخشش کرنے والا -
معقُول - عقل میں لایا گیا - مناسب - پسندیدہ
مُعلّم - سکھانے والا - اُستاد -
مُعمّا - پیچیدہ بات - مُشکل بھید - عُقدہ -
معہٰذا - باوجود اس بات کے - ساتھ اس بات کے
مُغایرت - باہم غیر ہونا - مخالفت - ناموافقت
مُفارق - فرق کرنے والا -

مفتُوح - فتح کیا گیا -
مُفرّح ذات - اپنا سُروپ جو فرحت یا تفریح
دینے والا - نہایت خوش مزہ - طاقت دینے
والا - راحت بخش ذات -
مفقُود الخبر - ایسا غائب جس کا پتہ نہ ملے -
مفہُوم - سمجھا یا گیا - سمجھا گیا - جو کچھ سمجھ میں آئے
مُقدّر - تقدیر یا اندازہ کیا گیا یعنی قسمت -
مقدُور - طاقت - بل - قُدرت -
مِقعد - جائے نشست - جگہ بیٹھنے کی - مجازاً
پاخانے کا مقام -
مکاشفہ - اسرار ظاہر کرنا یا ہونا - کشف - انُبھو
الہام - معرفت کا اُنوبھو ہونا -
ملا اعلیٰ - بہت چڑھا ہُوا (عالم) بُزرگ -
ملا الاعلیٰ - فرشتوں کا گروہ - عالمِ علوی کے
فرشتوں کی مجلس -
ملال - رنجیدگی - اُداسی -
ملائک - دیوتا - فرشتوں (ملک) کی جمع -
مِلک - جاگیر - ملکیت - اسباب - مال -
ملکُوت - عالمِ فرشتوں کا - صُوفیوں کے
نزدیک عالمِ ارواح کو کہتے ہیں اور بعضوں نے
عالمِ غیب کے معنی لکھے ہیں مجازاً حالتِ خواب سے مراد ہوتی ہے
ملین - مکرُوہ - بُرا - میلا -
ممائیں - ماں کی جمع - ماتائیں - مائیں -

ممدِ حیات۔ زندگانی کا معاون۔ زندگی کی مدد کرنیوالا
ممکنہ۔ وُہ جس کا ہونا ممکن ہو۔
من وعن۔ بعینہٖ ویسا کا ویسا۔ ہو بہو۔
مناجات پرارتھنائیں دُعائیں۔ کان میں بات کہنا
مناصب۔ جمع ہے منصب کی بمعنی رُتبہ۔ مرتبہ
منتشر۔ پھیلا ہوا۔ گڑبڑ۔ پراگندہ۔
منتہی۔ ختم ہونے والا۔ انتہا کو پہنچنے والا۔
منطبع المحسوسات۔ اِندری یا حواس کی تختی
جس پر نقش منقوش ہوں۔
منطبق۔ برابر۔ موافق۔ مُطابقت۔
منطقی۔ سمجھنے والا۔ سمجھا ہوا یا سمجھنا۔
منطقی۔ دلیل دان۔ قیاسی یعنی علم منطق جاننے والا۔
منظر گاہ۔ جائے نظر۔ مجازاً دریچہ۔ کھڑکی۔ چمن
منعکس۔ عکس قبول کرنے والا۔ شعاع جو اُلٹ کر آئی ہو
منفعلہ۔ اثر قبول کرنے والا۔
منقبض۔ سمٹا ہوا۔ تنگ کر کے باندھا ہوا۔ بھنچا ہوا
منقول۔ نقل کیا گیا۔ بیان کیا گیا۔ بعض وقت
مخفف منقولہ کا بھی ہوتا ہے۔
منقولہ۔ وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ
جا سکے (مخفف منقول)
موانع۔ جمع مانع کی۔ منع کرنے والا۔ روکنے والا۔
مؤدب۔ با ادب۔ ادب دیا گیا۔ ادب سکھایا گیا۔
مؤدِّب۔ ادب دینے والا۔ ادب سکھانیوالا یعنی اتالیق
مورثِ اعلیٰ۔ کسی خاندان کا وہ بزرگ جو کہ خاندان کا
شروع کرنے والا اور ذمہ دار اُس کے قیام کا ہو۔
وُہ سب سے پہلا بزرگ جس سے ورثہ ملے یا جو
دُوسروں کو وارث کرنے والا ہو۔
موکَّل۔ جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔ وکیل۔ مختار
موکِّل۔ وکیل بنانیوالا یعنی سائل۔ کام سپرد کرنے
والا۔
مُول۔ جڑ۔ کارن۔ بیج۔
مُولا یا مُول اوِدّیا۔ جب اپنی ذات (آتما) کو نہ پہچانے تو اس بے خبری کا نام مُول اودّیا
ہے اور پرآتما کی معرفت یا گیان سے دُور ہوتی ہے
مولد۔ جائے ولادت۔ جنم بھُومی۔
مؤلدہ۔ جنانے کی قوّت یعنی وہ طاقت جو خون سے
منی نکال کر منی کو صورتِ انسان بننے کے قابل کرتی ہے
مولود۔ بچّہ جو پیدا کیا ہُوا ہو۔ یا بمعنی وقتِ پیدائش
زمانہ جننے کا۔
مَون۔ اِدّتا منہ بولنے سے بند رکھنا۔ خاموشی اختیار کرنا
موہُومی۔ وہم کیا گیا۔ وہمی۔
مہاجرت۔ ایک جگہ چھوڑ کر دُوسری جگہ چلے
جانا۔ ہجرت۔ جُدائی۔ تفرقہ۔ جگہ رہنے کی یعنی وطن چھوڑنا۔
مہتری۔ سرداری۔ بُزرگی۔
مے۔ شراب۔
مئے۔ والا۔ صفت والا۔
میج۔ میز۔
میچ منطبق۔ مطابق یا برابر آنا۔ تدرُوپ ہونا

میمنت لزوم - مبارک - سعید -

ن

ناجی - نجات پانے والا - مکت ہونے والا -

نازاں - فخر - فخر مند ہونا -

نازل - اُترنے والا - اُترتا -

ناسوت - عالمِ اجسام - مُراد دُنیا - مجازی حالت بیداری (جاگرت اوستھا)

نامیہ - بڑھانے والی - یا نشوونما دینے والی طاقت - وہ طاقت جو ایشور نے تمام حیوانات و نباتات میں پیدا کی ہے اور جو ان تمام کو لمبا چوڑا - اونچا موٹا کرتی غرضیکہ ہر طرح سے بڑھاتی ہے -

نانا مختلف - کئی قسم کے -

نانندن (नानन्दन) آنند دینے کی جگہ -

نندا (निन्दा) شاستر میں ان منتروں کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو دیوتاؤں کے نام بیشتر وید شاستر میں مقرر کرتے ہیں

نجاتِ ترتیبی - سلسلہ وار مکتی - یعنی سالوک سامیپ وغیرہ -

نجاتِ خاصہ - نند نجات -

نجی - نجات اور ناجی کا مخفف ہے بمعنی مکتی و نجات یا مکت پُرش کے ہے -

ندا - آواز - آواز کرنا -

نرگن - اوصاف کی قید سے رہت - آزاد مطلق -

نرودمر - اہنکار - بے اضطراب - قابو - مطیع -

نریش - نروں کا ایشور یعنی راجہ یا مہاراجہ -

نزع - جانکنی - حالتِ قریب المرگ -

نزول - اترا ہوا - اُترنا -

نشست برخاست - بیٹھنا اُٹھنا -

نضج - پکنا غذا کا پختہ ہونا میوے کا اور ہر شئے کا -

نطق - گویائی - بولنے کی طاقت -

نفسِ ناطقہ - بولنے والی رُوح - اصطلاح میں رُوح و جان کو کہتے ہیں -

نفی اثبات - رد کرنا اور ثابت کرنے کا طریقہ -

نقاہت - ضعف - کمزوری - ناتوانی -

نقرہ - روپا - گلی ہوئی چاندی -

نقرئی - چاندی کی چیز -

نکر - زیرکی -

نکوکار - نیک کام کرنے والا -

نَے - بنسری - یا باسری

نیارا - علحدہ - الگ -

و

واجب - عین لازم جو اپنے وجود میں محتاج دوسرے کا نہو - دائم ہمیشہ - یعنی خدا تعالیٰ -

واجبی - وُہ بات جو نہایت درست ہو -

واللہ اعلم - اور خدا خوب جانتا ہے - ایشور کو خوب معلوم ہے -

وثیقہ - اقرار نامہ - دستاویز -

وجوہ۔ جمع وجہ کی بمعنی سبب۔

وجہی۔ کسی وجہ سے۔ کسی سبب سے۔ کسی پہلو سے

وحی۔ پیغام خدا۔ ایشورکرت شاستر۔

وڈیائی۔ بزرگی۔ بڑائی

وریدوں۔ جمع ہے ورید کی بمعنی رگ۔ حبل الورید شہ رگ کو کہتے ہیں۔

وساطت۔ درمیان ہونا۔ وسط ہونا۔ وسیلہ۔ ذریعہ

وکاری۔ روگی۔ تغیر پذیر۔

وویک۔ وچار۔ غور۔ خوض۔

وشیشٹ۔ جزوی۔ واحد۔

وشوانر۔ تمام کے اندر رہیا ہوا محیط کل۔ اگنی

وشودیو۔ کل برہمانڈ کے دیوتا۔ ان تمام دیوتاؤں کے متعلق کی ودیا کو وشودیو ودیا بولتے ہیں۔

ہ

ہالکہ۔ ملک الموت۔ یم راج۔ ہلاک کرنے والا۔ نفس حریص سے بھی مراد ہے۔

ہتاناڑی۔ وہ ناڑی جس کے ذریعے آتما سانکشات کار ہوتا ہے اور جس سے دیویاں مرکز برعتبار برہم لوک کو جاتا ہے۔ جہاں اسکی پوری حقیقت کھلتی ہے۔ سعادت کو سنسکرت میں ہت کہتے ہیں چونکہ یہ ناڑی اپنی اندرونی آنند یعنی اصلی سعادت دکھانے کا وسیلہ یا مددگار ہے لہذا اسے ہتاناڑی کہتے ہیں۔

ہانجو۔ کسی کی مذمت کرنا۔ کسی کی برائی کرنا۔

ہرتا۔ ہرنے والا یعنی دور کرنیوالا۔ چھین لینے والا۔

ہرن گربھ۔ جیسے ہماری گیان اندریاں وکرم اندریاں اور پنچ پران ملکر بہ حیثیت مجموعی سوکھشم شریر یا انتہ کرن کہلاتا ہے۔ ایسے ہی پرجاپتی کا دکلی رمن تمام دیوتاؤں سے ملکر ہرن گربھ کہلاتا ہے۔

ہیچ۔ ناچیز۔

ہیکل۔ شکل۔ جسم۔ عظمت۔

ہیولا۔ مادہ ہر شے کا۔ اصلیت ہر شے کی۔ ہر شے کی ماہیت۔

ہیولانی۔ منسوب طرف ہیولا کے جو بمعنے مادہ اصلی کے ہے۔

ہیئت۔ شکل۔ چہرہ۔ حالت۔ ایک قسم کے علم کا بھی نام ہے جس سے آسمان کے اجرام کے حرکات وغیرہ اور کرہ زمین کی کیفیت کا حال معلوم ہوتا ہے۔

ی

یار۔ مددگار۔ معاون۔ دوست۔

یار کرنا۔ اپنا کر لینا۔ [illegible]

یکتی۔ دلیل۔ پرمان۔

یکش۔ بھوت۔ گندھرب۔

یوپ۔ کھمبا۔ یگ کا کھمبا۔ چھتہ۔

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج
کی

تمام تقریرات و تصنیفات مختلف زبانوں میں (سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ) سے شائع کی جارہی ہیں جو مختلف ایجنسیوں میں کہ جن کا پتہ آخری صفحہ کے نوٹس میں درج ہے بک رہی ہیں۔ ابتک مفصلہ ذیل کُتب چھپ کر تیار ہوئی ہیں:۔

(۱) **کلیاتِ رام** - بزبان انگریزی جو چار جلدوں میں منقسم ہے۔ — قیمت فی جلد دو روپیہ (عہ) مجلد کاپی۔

(۲) **خمخانۂ رام** یا کلیاتِ رام، بزبان اُردو جسکی ابھی پہلی جلد ہی شائع ہوئی ہے — قیمت قسم اعلیٰ و مجلد عہر؍ — قیمت قسمِ ادنیٰ بغیر جلد عہر؍

(۳) **رام پتر** (خطوطِ رام) بزبانِ اُردو جو اُنہوں نے بچپن سے مرتے دم تک اپنے گوروجی کو لکھے — قیمت قسم اعلیٰ و مجلد ۱۲ار — قیمت قسم ادنیٰ بلاجلد ۸ر

(۴) **رام برشا**، بزبانِ اُردو منقسم در دو جلد۔ پہلی جلد میں تو سوامی رام و دیگر عارفوں کی غزلیں و بھجن درج ہیں، اور دوسری میں سوامی رام کی لائف مفصل درج ہے — قیمت جلد اول صفحہ قریباً ۲۷۵: قسم اعلیٰ و مجلد ۱۰ار، قسم ادنیٰ و بلا جلد ۶ر — قیمت جلد دوم صفحہ قریباً ۴۰۰: قسم اعلیٰ و مجلد ۱۲ار، قسم ادنیٰ بلا جلد ۸ر

(۵) **رام برشا**، بزبان ہندی منقسم در دو جلد بمانند جلد اُردو کے ہے پہلی جلد تو بِک چکی ہے۔ دوسری باقی ہے — قیمت مجلد کاپی ۱۰ار

نوٹ - بھگوت گیتا کا نہایت عمدہ و مفصل بھاشیہ بزبان ہندی از قلم سوامی آر۔ ایس نارائن شاگرد رشید شری مان سوامی رام تیرتھ جی مہاراج کا چھپ رہا ہے جو سال بذا میں تیار ہوجائیگا۔

منتری سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ

نوٹس

سوامی رام تیرتھ جی مہاراج

کی

اطلاع عام

باوا نگینا سنگھ صاحب بیدی آنجہانی کے لائق و مشہور شاگرد رائے ہرنراین صاحب ریٹائرڈ ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر جالندھر نے اپنے مرشد کامل کی کُل تصانیف کو ڈھونڈ کر بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جن کے موصول ہونے پر ان کی اشاعت بھی شروع ہو گی۔ اِس لئے جو اصحاب باوا صاحب کی دیگر تصانیف بھی خریدنا چاہتے ہوں تو وہ اپنا نام درج رجسٹر کرا دیں۔ اپنا نام اشاعت سے پہلے درج کرانے والوں کو قیمت میں کفایت کی جاویگی۔

اپنے مُرشد کامل برہم لین شری یان **سوامی رام تیرتھ جی** مہاراج ایم۔ اے کی کُل تصانیف و تقریرات راقم سے باقاعدہ مرتب ہو کر شائع ہو رہی ہیں۔ آپکی جملہ کتب انگریزی۔ اردو و ہندی میں شائع ہوئی ہیں وے مفصلہ ذیل ایجنسیوں میں بک رہی ہیں:

(۱) امپیریل بکڈپو چاندنی چوک۔ دہلی۔
(۲) لالہ جنگلی مل کتب فروش۔ کٹرہ مشروع۔ بڑا دریبہ۔ دہلی۔
(۳) آدھیاتمک پستکالہ سیتلا بھون۔ نزدیک کیلاش ڈسپنسری۔ گنگا پرشاد وارڈ لکھنؤ
(۴) سیکرٹری سادھارن دھرم سبھا فیض آباد

راقم کے قلم سے ہندی میں شریمد بھگوت گیتا کی مفصل شرح بھی لکھی گئی ہے۔ جو لکھنؤ کے مطبع میں چھپ رہی ہے یہ ہندی بھاشیہ دو جلدوں میں ہوگا۔ اور امید ہے کہ سال بھر کے اندر اندر تیار ہو جائیگا یہ کتاب بھی مذکورہ بالا ایجنسیوں سے دستیاب ہو سکے گی۔ **نوٹ**۔ اگر کوئی کتب فروش مذکورہ بالا اصحاب کی کتب بیچنے کے ایجنٹ بننا چاہیں تو سکرٹری سوامی رام تیرتھ پبلیکیشن لیگ سے معرفت کسی ایجنسی مذکورہ بالا دریافت کریں۔

نارائن